آندھرا پردیش

(رجسٹرڈ نمبر ایچ ۳۷۲)

مارچ ۱۹۶۲ء

آخری سفر: آندھرا پردیش اسمبلی کے اسپیکر شری ایا دیووا کالیشور راؤ کا ۲۶ - فروری سنہ ۱۹۶۲ء کو دیہانت ہو گیا - جب ان کے جسد خاکی کو
جلوس کی شکل میں آخری رسومات کی انجام دہی کے لئے لے جایا جا رہا تھا تو ایک بہت بڑے مجمع نے وجے واڑہ کی
شاہراہوں پر انہیں خراج عقیدت پیش کیا - تصویر میں ایسا ہی ایک منظر دکھایا گیا ہے -

مارچ ۱۹۶۲ء

پھالگن ۱۸۸۳ ساکا

جلد (۶)

شمارہ (۵)

فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے

سالانہ (۳) روپے

○ سرِورق

یوم جمہوریہ ہند ۱۹۶۲ء پر محکمہ بہبودی خواتین کی "جھانکی" کو پہلے انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

○ آخری ورق

یوم جمہوریہ کی پریڈ:
گورنر آندھرا پردیش یوم جمہوریہ ہند ۱۹۶۲ء پر سکندرآباد میں پریڈ کا معائنہ کر رہے ہیں۔

ترتیب

ناظم محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ آندھرا پردیش حیدرآباد دکن نے شائع کیا ۔ مطبوعہ : انتخاب پریس - جواہر لال نہرو روڈ - حیدرآباد

فروری میں ہمارے مُلک میں عام چُناؤ منعقد ہوئے ۔ ملک کی آزادی کے بعد ہونے والے یہ تیسرے انتخابات ہیں ۔ اس سے پہلے سنہ ۱۹۵۲ء اور سنہ ۱۹۵۷ء میں عام انتخابات کامیابی سے رُوبہ عمل لائے جاچکے ہیں تمام دُنیا کی نگاہیں ہمارے انتخابات پر لگی ہوئی ہیں کیونکہ یہاں رائے دہندوں کی تعداد ۲۱ کروڑ کے لگ بھگ ہے ۔ اگر حالیہ انتخابات میں (۴۵) فی صد رائے دہندوں نے بھی چناؤ میں حصّہ لیا ہو تو ان کی تعداد ۹ کروڑ ۴۰ لاکھ سے زائد ہوتی ہے ۔ سنہ ۱۹۵۲ء کے عام چناؤ میں ۸ کروڑ ۸۶ لاکھ یا (۵۱٫۱۵) فیصد رائے دہندوں نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا تھا ۔ سنہ ۱۹۵۷ء سے چناؤ میں یہ تناسب گھٹ کر ۵۰٫۴۷ فی صد ہوگیا ۔ دوسرے عام چُناؤ میں ۱۹ کروڑ ۳۰ لاکھ نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا تھا ۔

یہ واقعہ ہماری مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے حُسنِ استحکام پر دلالت کرتا ہے کہ اس قدر عظیم الشان پیمانے پر مُنعقد ہونے والے انتخابات امن اور شانتی کی فضا میں منعقد ہوئے ۔

آندھرا پردیش میں ۱۹ فروری سے رائے دہی کا آغاز ہوا جو ۲۵ فروری تک مکمل ہوگئی ۔

آندھرا پردیش میں رائے دہندوں کی مجموعی تعداد ایک کروڑ (۹۰) لاکھ کے لگ بھگ ہے ۔ یہ پہلا موقع ہے کہ آندھرا پردیش کی پُوری ریاست میں اسمبلی اور لوک سبھا کے چناؤ منعقد ہوئے ۔ اس بار رائے دہندوں

کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور اُمیدواروں کی تعداد بھی بڑھ گئی ۔ رائے شماری کا کام ۲۵ رفروری اور یکم مارچ کے درمیانی عرصے میں مکمل ہو گئی ۔

۲۸ رفروری کو چیف منسٹر ڈی سنجیویا نے اپنی کابینہ کا استعفیٰ گورنر کو پیش کر دیا ۔ گورنر نے خواہش کی کہ سبکدوش ہونے والی کابینہ نئی کابینہ کے حلف اُٹھانے تک کام انجام دے ۔ جس وقت آپ یہ سطور پڑھ رہے ہوں گے اس وقت ہماری ریاست کی نئی کابینہ تشکیل پا جائے گی ۔

۲۶ رفروری کی صبح کی ابتدائی ساعتوں میں آندھرا پردیش لیجسلیٹو اسمبلی کے اسپیکر شری اے ۔ کالیشور راؤ سورگباش ہو گئے اور اس طرح آندھرا پردیش کا ایک بہت ہی سُلجھا ہوا بزرگ سیاستداں ہم سے بچھڑ گیا ۔ شری کالیشور راؤ کا شمار آندھرا کے صفِ اوّل کے قائدین جیسے آنجہانی شری ٹی ۔ پرکاشم اور آنجہانی شری پٹابھی سیتا رامیا' میں ہوتا تھا ۔ مہاتما گاندھی کی اپیل پر وہ آزادی کی تحریک میں کُود پڑے اور اپنی شاندار قانونی پریکٹس کو خیرباد کہہ دیا ۔ وہ آندھرا اور پشال آندھرا کی تحریکوں میں بھی شامل رہے ۔ انہوں نے کئی سماجی کاموں میں بھی پیش قدمی کی اور ہریجن سدھار عورتوں کی فلاح و بہبود اور لائبریری تحریک میں سرگرمی سے حصّہ لیا ۔ شری کالیشور راؤ دسمبر ۱۹۵۶ء میں آندھرا پردیش لیجسلیٹو اسمبلی کے اسپیکر چُنے گئے ۔

شری کالیشور راؤ نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں ۔ ملک و قوم نے ان کی شاندار خدمات کے سلسلے میں ۱۹۶۰ء میں انہیں پدم بھوشن کا اعزاز عطا کیا ۔ ان کی وفات سے ہم ایک پُرجوش مُحبِ وطن اور ایک زبردست سماجی مصلح سے محرُوم ہو گئے ۔

ادارہ آندھرا پردیش' دست بدُعا ہے کہ بھگوان آندھرا کو اس عظیم الشان نقصان کے سہنے کی طاقت و حوصلہ عطا فرمائے ۔

مارچ' میں ہمارے ملک کے دو بڑے فرقے مُسلمان اور اہلِ ہنود اپنے دو بڑے تیوہار منائیں گے ۵ رمارچ کو عیدالفطر' اور ۲۱ رمارچ کو رنگوں کا تیوہار' ---- ہولی ہے ۔ ہم اپنے قارئین کی خدمت میں ان دونوں تیوہاروں کی پُرخلوص مُبارکباد پیش کرتے ہیں ۔ ہمارے ملک میں عام طور پر اور آندھرا پردیش میں بالخصوص ہندو مسلم بڑے بڑے تیوہار برادرانہ جذبات کے ساتھ مناتے ہیں ۔ آندھرا پردیش اپنے ضرب المثل اتحاد و اتفاق اور ریاست کی مشترکہ تہذیبی و تمدنی روایات کو برقرار رکھنے پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہے ۔

ادارہ

وقار احمد رضوی

مثنوی "قولِ غمین" اور مومن کی دوسری مثنویاں

مثنوی " قولِ غمین " کی اہمیت یہ ہے کہ لکھنؤ کی ایک خاتون ——— اَمۃُ الفاطمہ بیگم کے نام سے منسوب ہے جو شعر و شاعری میں مومن کی شاگرد تھیں اور صاحب تخلص کرتی تھیں ، شیفتہ نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

" صاحب تخلص ، نامش آمۃ الفاطمہ بیگم ، مشہور بہ صاحب جی
کہ ماہِ آسمانِ نکوئی است ۔ آفتاب صفت از مشرق بجانب
مغرب آمدہ ، بہ تقریب جدا وا با مومن خان کارش افتاد ۔
ماہے چند کار باد ورد و دوا بود ۔ سالہا است کہ باز بہ
لکھنؤ رفت ۔ مثنوی " قولِ غمین " نام کہ از مصنفاتِ خان
معزّی الیہ است ، شرحِ نسخۂ حسن و جمالِ ہماں موزوں
تداست " (گلشن بے خار صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ نول کشور)

مومن کے دیوان میں ایک پوری غزل صاحب کی ردیف میں ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ وہ غزل ' صاحب جی ' سے متعلق ہو ، اور مومن کے وہاں بار بار جو پردہ نشین کا ذکر آتا ہے ، وہ یہی ہوں ۔ مثنوی منظوم خط دوم میں مومن نے ایک جگہ اپنی محبوبہ کے ہاشمی نسب ہونے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ؎

تو جو ہے ہاشمی نسب اے جاں ؛ ہے محبت تری مرا ایماں

اس بات کی توثیق چند دوسری مثنویات کے اشعار سے بھی ہوتی ہے چنانچہ " آہ و زاری مظلوم " میں محبوبہ کا تعارف کرتے ہوئے لکھا ہے ؎

الٰہی کیا کروں خودکام ہے وہ ؛ بُتِ غارت گرِ اسلام ہے وہ
نرالا ہے اس کا کیش و آئین ؛ محبِ اہلِ بیت و دشمنِ دیں
طلسمِ شیعگی ، جادو سلامی ؛ صفت میری جو ہو تو نیک نامی
مری الفت چھپائے مجھ سے بے دیں ؛ تقیہ فرض جانے مستحب کیں

ایامِ عزا آتے ہیں تو شاعر کا دل بپاسِ خاطرِ محبوب ' غم سے نڈھال ہو جاتا ہے وہ گلابی ہونٹوں کو مُرجھاتا دیکھ کر ' افسردہ ہو جاتا ہے اور محبوبہ کو رونے دھونے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ مبادا رونے سے محبوبہ کے پھول جیسے رُخسار کُمھلا جائیں اور نیلے پڑ جائیں ؎

یعنی از بس کہ محرم آیا ہنگامِ وفورِ ماتم آیا
ہے غم ترا دل کو ناگوارا اس فکر نے مجھ کو جان مارا
ہر چند غمِ امام ہوئے پر تجھ کو نہ غم سے کام ہوئے
ہر شب تجھے عشرتِ دل افروز ہر روز ہو تیرے گھر میں نوروز

(نامہ اوّل)

مثنوی " قولِ غمین " کی داستانِ عشق کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ مومن

طبیب کی حیثیت سے مریضہ کو دیکھنے کے لیے بلائے جاتے ہیں اور دل دے بیٹھتے ہیں۔ محبوبہ خوفِ رسوائی سے، عشق و عاشقی سے باز رہنے کی تلقین کرتی ہے۔ لیکن دل کی چاہ اور عشق کی آگ دونوں طرف بڑھ جاتی ہے۔ اسطرح ملاقاتوں اور طرب کی محفلوں [illegible] شروع ہو جاتا ہے۔ یکایک فلکِ ناہنجار کو یہ عیش کے دن نہیں بھاتے۔ چین کی گھڑیاں چھن جاتی ہیں۔ اور محبوبہ اپنے وطن کوچ کر جاتی ہے۔ اس موقعہ پر آخری ملاقات کا جو منظر دکھایا گیا ہے، وہ اس مثنوی کی جان ہے۔ آخری ملاقات ہے، وقت گذر رہا ہے اور زبان نہیں کھلتی۔ ایک دوسرے کو حسرت زدہ ہو کر دیکھتے ہیں اور روتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے ؎

مل کے حسرت زدگانِ بے کس — دور بیٹھے ہوئے روتے رہے بس

خونفشاں لب پہ وہ آہیں باہم — حسرت آلودہ نگاہیں باہم

کہ یہ کیا حال ہے کیوں روتے ہو — مفت کس واسطے جی کھوتے ہو

اب تم اوروں سے لگا لیجو جی — نہ ہوئے ہم تو کوئی اور سہی

کہہ کہ یہ اُٹھ گئی، جی کھوتی ہوئی — ہچکیاں لیتی ہوئی، روتی ہوئی

ہم بھی روتے ہوئے اپنے گھر آئے — بادلِ مضطرب و مضطر آئے

ان اشعار میں فطرتِ نسوانی کے ایک لطیف پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس مثنوی کی بحر۔ بحرِ رمل مسدس مخبون محذوف مسکن ہے ــ صدر، ابتدا سالم کے ساتھ۔ فاعلاتن فعلاتن فعلن (بسکون عین دوبار)

اس مثنوی کو ایک قطعہ، پانچ غزلوں اور چار مختلف عنوانوں پر منظوم کیا گیا ہے۔ "قولِ غمین" میں محبوبہ سے ملنے کے لیے شاعر کی بے قراری ملاحظہ فرمائیے ؎

شوق فرمائے کہ ہاں پھر چلیئے
جی میں یہ آئے کہ واں پھر چلیئے

دل جو بے تاب تھا پھر تھام لیا
بے قراری ہی میں آرام لیا

مثنوی "قولِ غمین" (۱۲۳۶ھ) کے علاوہ مومن کی دوسری پانچ مثنویوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ "شکایتِ ستم" (۱۲۴۰ھ) (۲) "تقۂ فہم" (۱۲۳۵ھ)
۳۔ "تفِ آتشین" (۱۲۴۱ھ) (۴) "حسنینِ مغموم" (۱۲۴۴ھ)
۵۔ "آہ و زاریٔ مظلوم" (۱۲۴۶ھ)۔ ان مثنویوں کے علاوہ دو منظوم خط، ایک مثنوی ناتمام، ایک مثنوی دیگر اور ایک مثنوی جہادیہ ہے۔

مثنوی "شکایتِ ستم" میں، جو ۱۷ سال کی عمر میں لکھی گئی ہے، مومن نے اپنی حیاتِ معاشقہ کا آغاز چھوٹی عمر سے بتایا ہے۔ اس مثنوی میں، مومن نے محبوبہ سے ایک اتفاقی ملاقات کا ذکر کیا ہے، جو عشق و محبت کا بہانہ بن جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بے حجابی کے تعلقات بڑھ جاتے ہیں۔ رقیبوں کو خبر ہوتی ہے اور محبوبہ کو ہمیشہ کے لئے عاشق سے جدا کر دیتے ہیں۔ "قولِ غمین" کی طرح اس مثنوی میں بھی مومن کی نازک خیالی اور دقت پسندی کی اچھی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً ؎

دیکھتا کیا ہوں سارا گھر ہے غمین
جو نظر آئے ہے سو چیں بہ جبیں

گریہ رہ رہ کے بار بار آیا
جھوم جھوم ابرِ نوبہار آیا

نفس نفس تیز تیز کو روکا
نالۂ شعلہ ریز کو روکا

لذتیں شورشوں میں آتی ہیں
حسرتیں جان کھائے جاتی ہیں

بھوک بھی گر لگے تو غم کھاؤں
تشنگی ہو تو اشک پی جاؤں

یہ مثنوی بحرِ خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن میں ہے۔ مگر اس میں عروض و ضرب مخبون مسکن مقصور بھی ہیں۔ فاعلاتن، مفاعلن، فعلان۔ (بہ سکون عین دوبار)

مومن کی دوسری مثنوی "تقۂ فہم"[1] میں کوئی نادر واقعہ نہیں۔ البتہ "تفِ آتشین" میں طالعِ خفتہ کی شکایت اور اپنی حرمان نصیبی کا شکوہ ہے "تفِ آتشین" میں محبوبہ کا سراپا بڑے اچھے انداز میں کھینچا گیا ہے۔ ایک روز محبوبہ شاعر کے دوست کے وہاں مہمان بن کر آتی ہے۔ شاعر کو رشک آتا ہے۔ محبوبہ شاعر کا خط پا کر نہ ملنے کی دھمکی دیتی ہے۔ اس مثنوی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

کھولیو ساقی منہ کو سبو کے
پیتے ہیں کب سے گھونٹ لہو کے

پڑ گئے لاکھوں پاؤں میں چھالے
جوشِ جنوں نے پاؤں نکالے

یاد نہیں ہیں اپنے ڈھب کے
آئے ہے وحشت ملنے سے سب کے

[1] مثنوی "تقۂ فہم" بحرِ ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف لکھی ہے۔ مفعول مفاعلن فعولن (گلزارِ نسیم والی بحر) اگر حرفِ آخر بوجہ ثانی ساکن کے نہ گرایا جائے تو عروض و ضرب مقصور اُلٹا طرح ملیں گے۔

اس مثنوی میں شکوے کے اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

محرومیٔ شوق و سوزِ نہانی
آہِ سحر کی شعلہ فشانی

چشمِ سحر آلودہ کا شکوہ
بختِ بہ خواب آلودہ کا شکوہ

یہ مثنوی بحر متقارب مثمن اثرم سالم الآخر میں ہے۔ جس کو بحر متقارب مثمن اثلم مقبوض سالم الآخر بھی کہہ سکتے ہیں۔ فِعلُ فعولُن فِعلُ فعولُن یا فاع فعولن، فاع فعولن۔ اس مثنوی کی تقطیع اخفش کی رکنِ الخلیل سے بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں عروض و ضرب مرفّل ہوں گے۔ اس لحاظ سے "تف آتشین" دُو بحرین ہے۔

مومن کی پانچویں مثنوی، مثنوی "حسنین مغموم" ہے جو بحر رمل مسدس محذوف میں ہے۔ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلن) اس مثنوی میں مومن نے ایک نئی "پردہ نشین" کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں ؎

جامۂ سالم کبھی پہنا نہیں
پردہ در تھی اِک نئی پردہ نشیں

مثنوی "حسین مغموم" میں مومن نے جہاں اپنے شاگردوں کا ذکر کیا ہے وہاں خود کو "وحشیانِ عشق" کا "سرخیلی" بتایا ہے اور محبوبہ سے احتراز اور اپنی آشفتہ مزاجی کا عذر اس طرح کیا ہے ؎

کیا کہوں تجھ سے کہ مجھ پر کیا بنی
دل گیا کس طرح، کیسی آ بنی

شرم آتی ہے مگر معذور ہوں
اختیار اس میں نہ تھا مجبور ہوں

اِک پری وَش سبز رنگ سبز پوش
جس کے آگے حور کے اُڑ جائیں ہوش

پیش چلتی کچھ نہ تھی مجبور تھا
دل نہ دیتا اس کو میں معذور تھا

اس لحاظ سے یہ مثنوی "اجتماعِ احتراز و شوقِ آہ" کی مثنوی ہے اس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں دو مختلف چہیتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں سے ایک شعبدہ باز کا رُول ادا کرتی ہے اور عاشق و محبوبہ کے تعلقات میں تفرقہ ڈالتی ہے۔ اس مثنوی کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے ؎

دل نے پائی جُرمِ الفت کی سزا
جان نے چکھا تلخ کامی کا مزا

پھر ہوا ہے ناخنِ غم جاں خراش
پارہ پارہ دل، جگر ہے پاش پاش

کچھ نہیں کھلتی ہے وجہ احتراز
پاکدامن ہے وہ تو میں پاکباز

دونوں وہم و بدگمانی سے خفا
مجھ سے وہ میں سخت جانی سے خفا

مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ مومن کی تمام مثنویوں کے نام جس طرح تاریخی ہیں، وہاں ان میں ہر مثنوی کی داخلی کیفیت کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "شکایتِ ستم" میں ستم ایجاد کے ظلم و جور کی شکایتیں۔ "تف آتشین" میں لفظوں کی رعایت سے عشق کی جلن کا اظہار۔ "حسنین مغموم" میں رونا دھونا اور مثنوی، "آہ و زاریٔ مظلوم"[1] میں اپنی مظلومیت اور معصومیت کا اظہار کیا ہے۔ اور خدا سے نالوں میں اثر کرنے کی دعا کی ہے۔

ان مثنویوں کے بعد محبوبہ کے نام دو منظوم خط[2] ہیں۔ جو ہمدردی سے بھرے ہوئے ہیں۔ آخر کی تین مثنویاں، میر حسن کی مثنوی بدرِ منیر کی طرز پر، بحر متقارب مثمن مقصور یا محذوف میں ہیں۔ فعولن فعولن فعولن فَعَل یا فَعُول۔

ان میں سے پہلی مثنوی عشقیہ مناجات ہے۔ ان میں عروض و ضرب مقصور الآخر ہیں۔ دوسری مثنوی میں حمد و نعت کے مضامین ہیں۔ اس میں عروض و ضرب محذوف الآخر ہیں۔ اور آخری مثنوی جہادیہ ہے۔ اس میں عروض و ضرب مقصور الآخر ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں حضرت سید احمد بریلوی نے ایک نیم سیاسی اور مذہبی تحریک چلائی تھی۔ جس کا مقصد فرنگیوں کا استیصال اور ملک کو خوشحالی کی طرف لے جانا تھا۔ حکیم مومن خاں سید صاحب سے بیعت تھے۔ مومن خاں اگرچہ عملاً اس تحریک میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن آخری وقت تک وہ اس تحریک کے حامی رہے۔ مومن نے اسی جذبۂ حُریت اور حمیتِ قومی کے جذبہ میں مثنوی جہادیہ لکھی۔ اس کو پڑھ کر مومن کے عقائد کی پختگی مذہبی غلو کا اندازہ ہوتا ہے۔ شروع کی چھ مثنویوں میں ان کا رنگ عشقیہ ہے اور آخر کی تین مثنویاں مذہبی جذبات سے بھرپور ہیں۔

شروع کی مثنویات کو پڑھ کر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مومن کی توبہ اور بیعت کا زمانہ ایک نہیں ہے کیونکہ آخری دو مثنویاں یعنی "حسنین مغموم" اور

[1] "آہ و زاریٔ مظلوم" مثنوی خواجہ حسن کی طرز پر، بحر ہزج مسدس محذوف میں ہے۔ مفاعیلن مفاعیلن فعولن
[2] نامۂ اوّل۔ بحر ہزج اخرب مقبوض مقصور الآخر ہے۔ مفعولُ مفاعِلُن مفاعیل
نامۂ دوم: بحر خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن ہے۔ فاعلاتن۔ مفاعلن فعلن۔ بسکون عین۔ صدر و ابتدا سالم

"آہ وزاری مظلوم" بالترتیب سنہ ۱۲۴۲ھ اور سنہ ۱۲۴۶ھ میں لکھی گئی جبکہ سید صاحب کی تحریک سنہ ۱۲۴۶ھ میں ختم ہوجاتی ہے۔

حُسنِ ترتیب، واقعہ نگاری اور کردار مثنوی کی خصوصیات ہیں۔ مثنوی کے فن کے اِس اصلاحی معیار پر اگر مثنویاتِ مومن کا تجزیہ کیا جائے تو وہ پُوری نہیں اُترتیں۔ کیونکہ ان مثنویوں میں نہ مظاہرِ فطرت کی نقاشی کی گئی ہے اور نہ ان میں موضوع کا ترکیبی ارتقا ہے۔ ان میں نہ رزم ہے نہ بزم ہے۔ نہ تصوف ہے اور نہ فلسفہ ایک شاعرِ رنگین مزاج کے عشق کی منظوم آپ بیتیاں ہیں۔ ان میں اثر ہے پلاٹ نہیں ان میں قصہ ہے اجتماعی نہیں بلکہ شخصی۔

متقدمین کی مثنویوں سے مومن کی مثنویاں اس لحاظ سے مختلف ہیں کہ ان میں مَن گھڑت قصے، جادُو اور ٹونے ٹوٹکے کے مضامین نہیں ہیں۔ یہ مومن کا امتیازی نشان ہے کہ انہوں نے مثنوی کو طلسمی دائروں سے نکال کر حقائق کے دامن سے وابستہ کیا اور مثنوی کے فن کو داخلی کیفیت عطا کی۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ داخلی کیفیت

کیسی اور کس نوع کی ہے۔ ان کی مثنویوں میں داخلی رنگ غالب ہے۔ ان میں غزل کی دلگدازی اور طربیہ مثنویوں کی شگفتگی پائی جاتی ہے۔ ان مثنویوں میں استعاروں کی ندرت اور جذبے کی کارفرمائی ہے۔ یہ نازک خیالی، معنی آفرینی، اور لفظی صناعی کے عُمدہ نمونے ہیں ان مثنویوں میں خارجی عناصر کو تلاش کرنا بے سُود ہے۔ ایک منچلے کے جلے پھپھولے ہیں اور بس۔

مثنوی کے مقابلے میں غزل کا آرٹ غنائی ہوتا ہے اور مثنوی میں توضیح و تشریح سے کام لیا جاتا ہے۔ مومن نے تغزل کو مثنوی میں سمونے کی کوشش کی۔ ان کے اسلُوب میں ادبی لطافتیں اور طرزِ بیان میں شعری نزاکتیں ہیں جو مثنوی کی بڑی خوبیاں سمجھی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس رنگ کے چند اشعار مُلاحظہ فرمائیے ؎

سرمۂ دیدۂ خورشید ہوں میں
خاک میں کس نے ملایا مجھ کو

ہائے کس شوخ پہ جی لوٹے ہے
تپشِ دل نے ستایا مجھ کو

نہ کچھ آشفتہ سری نے مارا
کہ مجھے چارہ گری نے مارا (قولِ غمین)

تنگیٔ دہر وحشت افزا تھی
تپشِ دل قیامت آرا تھی

کیا جگر سوز حرفِ بے ادبی
برقِ محمل، خندہ ہائے زیرِ لبی (شکایتِ ستم)

چارہ و تدبیر کا امکان نہیں
درد اپنا قابلِ درمان نہیں

ہر شگافِ سینہ کا کیونکر رفو
چاک پردہ سے نہ جھانکے وہ کبھو

دردِ دل کا چارہ یاس انگیز ہے
نرگسِ بیمار کو پرہیز ہے (حسنین مغموم)

مثنوی کا ایک بڑا وصف اس کا اسلُوب ہے۔ کیونکہ اس سے صناع کی طاقتِ بیان اور قوتِ متخیلہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس روشنی میں اگر مثنویاتِ مومن کو پرکھا جائے تو ان میں یہ وصف بدرجۂ اَتم پایا جاتا ہے۔ اور ان مثنویوں کو پڑھ کر مومن کی جولانیٔ طبع اور قادر الکلامی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان میں فلسفہ یا تصوف کے مسائل نہیں ہیں۔ کیونکہ مومن عقیدتاً اہلِ حدیث ہے۔ اور تصوف کو عقل کے ارتقا میں رکاوٹ سمجھتے تھے۔ فلسفہ سے ان کی طبیعت کو کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اس لیے ان مثنویوں کا ایک ہی مقصد باقی رہ جاتا ہے اور وہ ہے حکایتِ غم ؎

نہیں اشعار یہ ہیں نالے کئی
سوزشِ غم کے ہیں بُت خانے کئی (قولِ غمین)

متقدمین میں اِن مثنویوں کے بعض مناظر سراج اورنگ آبادی سے ملتے ہیں۔ مثلاً مومن کی مثنوی "حسنین مغموم"[1] کا وہ منظر جہاں "کریہہ الشکل" محبُوبہ مومن کو کسی غزالِ رعنا سے ملنے سے یہ کہہ کر روکتی ہے کہ وہ تو تم کو چاہتی ہی نہیں تم کیوں اپنی جان کو اس کے لیے برباد کرتے ہو۔ مجھ سے محبت کرو۔ مجھ میں ایسی کونسی کمی ہے ؎

لیک تو کہئے کس کو دل دیا
میں بھی دیکھوں اسکو جس کو دل دیا

دیکھوں کیا ہے اس میں جو مجھ میں نہیں
کیا ادا اس میں ہے جو مجھ میں نہیں
(حسنین مغموم)

یہ "بوستانِ خیال" کے اس منظر سے بہت مشابہ ہے۔ جہاں ایک سردار زادے نے دوسرے حسینوں کی طرح سراج کو اپنی طرف کھینچنا چاہا ہے اور کہا کہ جس بے وفا کے لیے تم اس قدر بے تاب ہو اس کو تمہاری پرواہ بھی نہیں۔

---

[1] جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ "حسنین مغموم" میں مومن نے دو عورتوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے ایک مومن کی معتوب ہے۔ اس کی ہجو میں مومن نے اسی مثنوی میں اشعار لکھے ہیں۔ وہ بہت مزیدار ہیں۔ اسی کو مومن نے "کریہہ الشکل مردود جہان" کہا ہے۔

سب یہی ہے کہ اس کا خیال چھوڑ دو۔ اور مجھ سے مراسم محبت بڑھاؤ۔ اس کی
غالباً یہ ہے کہ سراج فطری جذبات رکھتے تھے۔ فطرتاً عاشق مزاج تھے۔
صرف اتنا ہے کہ "بوستانِ خیال" کو تصوف کے اخلاقی نتائج پر ختم کیا گیا ہے
مثنویاتِ مومن میں مومن کی حیاتِ معاشقہ ہے۔

جرأت کے مقابلہ میں مومن کے ہاں میر کی سادگی اور سوز و گداز ہے۔
ں کی وجہ یہ ہے کہ مومن کی مثنویاں ان کی اپنی آواز اور قلبی تعینات کے خاکے
یں۔ خواجہ حسن کا عشق ایک طوائف سے تھا۔ مومن کا عشق پھر بھی کسی "پردہ نشین"
ی" ہاشمی نسب" سے ہے۔

مثنوی "سحر البیان" اور "گلزارِ نسیم" کے سامنے مومن کا رنگ پھیکا
ظر آتا ہے۔ اس لیے مومن کا مقابلہ میر حسن اور دیا شنکر نسیم سے نہیں کیا جا سکتا۔
کن یہ ایک حقیقت ہے کہ مومن کے معاصرین ذوق، غالب میں سے کوئی بھی مثنوی
صنف میں مومن کا حریف نہیں۔ حالانکہ ذوق کا اسلوب مثنوی سے مناسبت
رکھتا ہے۔

یہ بات ایک حد تک درست ہے کہ مثنویاتِ مومن میں بعض جگہ
معاملاتِ حسن و عشق کا اظہار عریاں طور پر کیا گیا ہے۔ لیکن اس میں شاعر کے ذہن
سے زیادہ سماج کا جبری نظام مجرم ہے۔ ہمارے سماج میں آج بھی عشق کو جرم
سمجھا جاتا ہے۔ حسن اور معنی کا مفہوم معاشرے کی پستی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
اور عاشق کو اخلاقی مجرم۔ حالانکہ یہ بات نظامِ فطرت کے خلاف ہے۔

روح کا تعلق انسان کے بطون سے ہے اور جذبے کا تعلق خارجی
دنیا سے۔ ان میں سے ہر ایک کو پھلنے اور پھولنے کے مواقع ملنا چاہئیں۔ جذبہ
اگر دب کر رہ جائے تو روح کی بالیدگی ختم ہو جاتی ہے۔ جسے رہبانیت
سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مومن کا ماحول بھی کچھ اسی قسم کا تھا۔ ان کا گھرانا عالمانہ
اور صوفیانہ گھرانا تھا۔ وہ شاہ عبدالعزیزؒ کے صحبت یافتہ اور شاہ عبدالقادرؒ کے
شاگرد تھے۔ ان کی شادی بھی میر درد کے خاندان میں (درد کے نواسے خواجہ
محمد نصیر کی لڑکی سے) ہوئی تھی۔ ظاہر ہے ایسے پاکیزہ ماحول میں عشق کا چلن
کیسے چل سکتا تھا۔ مگر چونکہ مومن فطرتاً رنگین طبیعت رکھتے تھے۔ اسی لیے
اس جذبہ کو نہ روک سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ترک و اختیار کی کشمکش میں مبتلا رہے اور
چوری چھپے اختیار کی راہوں پر چل نکلے ؎

ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

جہاں چشمِ نگہدار، پرسشِ احباب، اور بزرگوں کی سرزنش ہو وہاں

اس کے علاوہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ چنانچہ "شکایتِ ستم" میں ماں باپ کی
سرزنش ملاحظہ فرمایئے ؎

ہم کو بدنام کر دیا تو نے
اے زبوں کار رسیا کیا تو نے

کہیں کس منہ سے جائیں گے اب ہم
ہائے کیا منہ دکھائیں گے اب ہم

تجھ سے بے ننگ و نام کو کیا عیب
دل لگا کر ہمیں لگایا عیب

کیوں نہ آنکھیں لڑاتے آئی حیا
تیری آنکھوں سے یہ لحاظ گیا

باعثِ عبرتِ جہاں تو ہوا
ہائے کیا ننگِ خانماں تو ہوا

تیرے جینے سے جیسے دل تھا شاد
اب خوشی موت کی ہے اے ناشاد!

اگر غور سے دیکھا جائے تو اردو مثنویوں میں عریاں مضامین کی کمی نہیں
خود خواجہ میر اثر جو بڑے صوفی اور صوفی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے، اس سے
نہ بچ سکے۔ چنانچہ "خواب و خیال" کا وہ منظر جہاں اختلاط کا بیان آیا ہے، وہاں
خواجہ صاحب کے شانوں سے بھی متانت اور سنجیدگی کی قبا کھسکتی نظر آتی ہے[1]۔
میر اثر کی مثنوی میں سراپا معرکے کی چیز سمجھا جاتا ہے۔ محبوب کی کمر اور
کاکلِ پیچاں کا وصف سنیئے ؎

کہی جاتی نہیں کمر کی لچک
پائی چیتے نے کب یہ ایسی لچک

زلف ہے یا کوئی تماشا ہے
دامِ جان یا کمندِ دلہا ہے

مانگ موتی بھری وہ دے ہے بہار
جیسے بگلوں کی بدلی میں ہو قطار

---

[1] ؎ پہلے سو بار اِدھر اُدھر دیکھا ؛ تب تجھے ڈر کے یک نظر دیکھا
دیکھ میری طرف تو اب نہ دھڑک ؛ ساتھ مل بیٹھ اس قدر نہ بھڑک
لگ تیرے جو پاس آتے ہیں ؛ سن کے میرے حواس جاتے ہیں

مومن نے بھی اپنی مثنوی "تفِ آتشیں" میں محبوبہ کا سراپا کھینچا ہے
، کو پڑھیے اور مومن کی قادرالکلامی کی داد دیجیے ؎

قامتِ رعنا آو ستم کش
تابِ جبیں یا شعلۂ آتش

زُلفِ مسلسل، سلسلہ جنبان
حلقہ کا کل یا درِ زندان

تیغ شکاری، جُنبشِ ابرُو
چشم کی گردش، شوخیِ آہو

کشتۂ مژگان، ترکِ نگاہان
سر بفشان جون تیغ صفاہان

رنگِ صبا، گلریز تبسم
خندۂ گلبن، طور تبسم

بسکہ وہ شکل پردہ نشیں ہے
دل سے زباں تک آتی نہیں ہے

عریانی کی بحث میں ایک بُنیادی بات یہ ہے کہ غزل رمز و کنایہ کی صنف ہے اور مثنوی میں بات کو زیادہ کھُل کر کہنے کی گنجائش ہوتی ہے مومن نے غزل کی ایمائی شاعری کے بعد اسی ذوقِ شعر کی تشنگی کو بجھایا۔

ان کی مثنویوں میں طبیب حاذق کی زیرک شناسی، اور حدیثِ شوق کی سرگزشت ہے۔ ان کی اختر شناسی، وصلِ یار کا مژدہ سُناتی ہے — وہ رازدانِ سیر انجم ہیں۔ اور اپنی تیرہ اختری کی تلخ حقیقتوں سے جلد ہی واقف ہو جاتے ہیں۔ وہ زائچوں کی مدد سے اپنے لیے مہربان ستاروں کا سُراغ لگا لیتے ہیں اور مستقبل میں وصالِ یار کی خوشخبری سے دل کو تسکین دے لیتے ہیں۔

مثنویاتِ مومن، اسلُوب کے لحاظ سے اچھی ہیں۔ ان میں نہ مُرقع نگاری ہے اور نہ واقعات کو ڈرامائی انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے ایک عاشقِ جانباز کی حکایات ہیں۔ سیدھے سادے عشق کے سچے افسانے ہیں۔ غم کی کہانی اور حُزن و ملال کی شاعری ہے۔ اور ان کو اسی لحاظ سے دیکھنا چاہیے۔

★ ★ ★ ★

ایک شخص کا گھوڑا چوری ہو گیا۔ اس کے دوست اظہارِ ہمدردی کے لیے اس کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سجدہ میں پڑا خدا کا شکر ادا کر رہا ہے۔ انہوں نے کمالِ حیرت سے پُوچھا:

"بھائی۔ یہ شکر کا کون سا موقع ہے؟"

اُس نے جواب دیا:

"شکر کیوں کر نہ ادا کروں۔ وہ تو اچھا ہوا کہ میں اس پر سوار نہ تھا ورنہ چور مجھے بھی چُرا لے جاتے۔"

نشور واحدی

غزل

ہر ذرۂ خاکی کو کرن ہم نے بنایا
مٹی کو لہو دے کے چمن ہم نے بنایا

تھا حسن مگر اک نگہِ نیم رضا سے
گیسو بہ کمر لالہ شکن ہم نے بنایا

صد شکر کہ ہے اُن کا تبسم بھی ہمیں پر
کلیوں میں جنہیں غنچہ دہن ہم نے بنایا

اغیار کو گل پیرہنی ہم نے عطا کی
اپنے لیئے پھولوں کا کفن ہم نے بنایا

تاریخ جنوں یہ ہے کہ ہر دورِ خرد میں
اک سلسلۂ دار و رسن ہم نے بنایا

ڈرتے ہیں خموشی سے ہماری مہ و انجم
چپ رہ کے وہ اندازِ سخن ہم نے بنایا

ٹکرائے کبھی موج سے ساحل پہ کبھی ہیں
بہتے ہوئے دریا میں وطن ہم نے بنایا

مستقبلِ تہذیب کا نغمہ وہی ٹھہرا
جو زمزمۂ گنگ و جمن ہم نے بنایا

آفاق کا ہر جلوہ نشورؔ اس میں عیاں ہے
مل جل کے وہ آئینۂ فن ہم نے بنایا

ش

ایم۔ پی۔ پائی

صنعتی ترقی کی سمت تیز قدم

حکومت ہند کی صنعتی پالیسی کی قرارداد کا اعلان ۱۹۴۸ء میں کیا گیا اور اس کے نتیجے میں مملکت کی ایک واضح اور سوشلسٹ اساس پر مبنی صنعتی پالیسی کی ابتدا ہوئی۔ اس قرارداد میں پیداوار میں مسلسل اضافے کی اہمیت اور اس کی مساوی تقسیم پر زور دیا گیا اور یہ اعلان کیا گیا کہ مملکت کو صنعتوں کی ترقی میں بتدریج ایک بڑھتا ہوا فریضہ ادا کرنا چاہیئے۔ اسلحہ سازی، جوہری توانائی اور ریلوے کے علاوہ، جہاں مملکت کو اجارہ حاصل رہے گا، قرارداد کے ذریعہ چھ بنیادی صنعتوں کو مملکت کے لیئے محفوظ کر دیا گیا (ان میں بھی خانگی صنعت کاروں سے تعاون کی گنجائش ہے) اور مابقی صنعتیں خانگی شعبے کے لیئے چھوڑ دی گئیں۔

اس پالیسی کے اعلان کے بعد ہمارا آئین بنا اور اب ہماری معاشی ترقی کی کوششوں میں منصوبہ بندی کو ایک مرکزی مقام حاصل ہے۔ پارلیمنٹ بھی قوم کے مطمح نظر کی حیثیت سے سوشلسٹ طرز کے معاشرہ کے قیام کی منظوری دے چکی ہے۔

عظیم تر فریضہ :

اس مطمح نظر کو قبول کر لینے کے بعد مملکت پر ملک کی صنعتی ترقی کے سلسلے میں عظیم تر فریضہ ادا کرنے کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ وہ رقبے جس میں مملکت کی جانب سے صنعتیں قائم کی جائیں گی "سرکاری شعبہ" کہلائے گا اور اس میں زیادہ تر بھاری اور دوسری بنیادی صنعتیں آتی ہیں جو معاشی

ترقی میں ممد و معاون نہیں گی۔ بعض صنعتیں ایسی ہیں جن پر عظیم الشان سرمایہ کاری کی ضرورت ہو گی۔ اس کے علاوہ بعض شعبے ایسے بھی ہیں جہاں پیداوار کا تعلق سماجی فائدے سے ہو گا نہ کہ خانگی منافع سے۔ ہمارے منصوبوں کے سماجی مقاصد اور آئین کی مطابقت میں اس کا بھی انسداد کرنا ہو گا کہ دولت چند افراد کے ہاتھوں میں مرکوز ہونے نہ پائے۔ ان تمام وجوہ کے پیش نظر مملکت کو صنعتی ترقی میں ایک عظیم تر فریضہ ادا کرنا ہو گا۔

اس کے نتیجہ میں ۱۹۵۶ء کی صنعتی پالیسی کی قرارداد کا اعلان کیا گیا جس کے ذریعہ صنعتوں کو تین زمروں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلے زمرے میں وہ صنعتیں آتی ہیں جن کی آئندہ ترقی کی ذمہ داری صرف مملکت پر ہی عائد ہو گی۔ دوسرے زمرے میں وہ صنعتیں آتی ہیں جنہیں بتدریج حکومت اپنی ملکیت میں لے لے گی اور جن کے قیام میں عموماً مملکت پہل کرے گی لیکن جن کی حد تک یہ توقع کی جائے گی کہ خانگی افراد بھی مملکت کی کوششوں کا تکملہ کریں گے۔ تیسرے زمرے میں بقیہ تمام صنعتیں شامل ہیں جن کی آئندہ ترقی خانگی شعبے کی پہل اور اقدام پر چھوڑ دی گئی ہے تاہم یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مملکت کسی وقت بھی کسی بھی قسم کی صنعتی پیداوار شروع کر سکتی ہے۔

شروع شروع میں خانگی صنعت کاروں کی جانب سے اس قرارداد کی کافی مخالفت کی گئی لیکن اب انہوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ وہ اپنے محدود

مالی قدر واقع وسائل کے ساتھ بڑے بڑے صنعتی پروجکٹ شروع نہیں کرسکتے یا یہ کہ ایک معینہ مُدت کے اندر پورے صنعتی شعبے پر حادی نہیں ہوسکتے ۔

صنعت میں سرکاری شعبے کی موجودگی کے باوجود بھی صنعتی ترقی کی رفتار اتنی تیز نہیں رہی کہ وہ بڑھتی ہوئی آبادی کا ساتھ دے سکے ۔ آندھرا پردیش جیسی ریاست میں جو صنعتی لحاظ سے پسماندہ ریاست ہے خانگی صنعت کار صنعتوں کے قیام کے تعلق سے خاص طور پر "شرمیلے" واقع ہوئے ہیں اور ریاست کو ہی یہ اہم فریضہ ادا کرنا پڑا ۔

جہاں تک زرعی پیداوار کا تعلق ہے ، آندھرا پردیش ہندوستان کے اہم علاقوں میں سے ایک ہے ۔ اس کا رقبہ (۲۷۶۷۴۲) مربع کلومیٹر اور آبادی (۳۸۰۹۸) ملین ہے فی مربع کلومیٹر شرح آبادی (۱۳۱) نفوس ہے ۔ ہندوستان کی اسٹیٹوں میں رقبے کے لحاظ سے اس کا نمبر پانچواں اور آبادی کے لحاظ سے چوتھا ہے ۔

مواقع :

ریاست کے رقبے ، آبادی اور ممکن الحصول ذرائع و وسائل کا لحاظ کرتے ہوئے آندھرا پردیش میں بڑی متوسط اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے قیام کے شاندار مواقع ہیں ۔ ریاست میں صنعتی خام مال مثلاً معدنیات ، زرعی اور جنگلاتی پیداوار کی بہتات ہے ۔ ساتھ ہی بہت بڑا ساحلی علاقہ بھی ہے ۔ سڑکوں ، ریلوں نہروں اور آبی حمل و نقل کی معقول سہولتیں موجود ہیں اور یہ ہندوستان کے دوسرے حصوں کا لحاظ کرتے ہوئے وسط میں واقع ہے ۔

لیکن چونکہ ریاست کی معیشت زیادہ تر زرعی رہی ہے ، لہٰذا صنعتی شعبے میں ریاست کے ذرائع و وسائل سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کیا گیا ہے ریاست کی معیشت میں ایک متوازن اور جامع ترقی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ریاستی حکومت نے تیز تر صنعتی ترقی کے لئے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں ۔

نئی کارپوریشنوں کا قیام :

اس سمت میں حکومت نے جو اقدام کیئے ہیں ان میں سے ایک اہم اقدام تین کارپوریشنوں کا قیام ہے یعنے بڑی اور اوسط سائز کی صنعتوں کے لیئے آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن ، آندھرا پردیش اسمال انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور آندھرا پردیش منرل ڈیولپمنٹ کارپوریشن ۔ توقع کی جاتی ہے کہ ان کارپوریشنوں کے قیام کے نتیجہ میں ریاست میں صنعتوں کی ترقی میں تیزی پیدا ہوگی ۔ یہ کارپوریشن نہ صرف یہ کہ ریاست میں موزوں صنعتوں کے قیام کے تعلق سے ضروری پروجکٹ رپورٹ اور فنی مواد فراہم کرکے خانگی آجروں کی مدد کریں گے بلکہ قرضوں کی شکل میں یا انفرادی کارخانوں کے اخراجات سرمایہ میں شرکت کرکے مالی امداد بھی فراہم کریں گے ۔

آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن ایک کروڑ روپے کے ابتدائی سرمایہ سے قائم کی گئی ہے ۔ یہ سرمایہ بعد میں بڑھا کر ۳ کروڑ روپیہ کردیا جائے گا ۔ اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور منرل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کا ابتدائی سرمایہ ۵۰ ، ۵۰ لاکھ روپے ہے ۔ ان کارپوریشنوں کے علاوہ جو صنعتی ترقی کی حوصلہ افزائی کریں گی ، ہماری ریاست میں سرکاری شعبے میں اہم ادارے حسب ذیل ہیں ۔

آندھرا پردیش اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن ، اس کا قیام یکم نومبر ۱۹۵۶ء کو آندھرا اور حیدرآباد کی سابقہ فینانشیل کارپوریشنوں کے انضمام کے نتیجہ میں عمل میں آیا ۔ اس نے اب تک ریاست کے (۱۶۱) صنعتی اداروں کو (۱٫۵۹) کروڑ روپے کی مالیت کے قرضے منظور کیئے ہیں ۔

آندھرا پردیش اسٹیٹ روڈ کارپوریشن نے (۳) سال مکمل کرلیئے ہیں اور اس مُدت کے دَوران اس نے علاقہ تلنگانہ میں سرویسوں کو ترقی دینے کے علاوہ علاقہ آندھرا میں پاسنجر ٹرانسپورٹ کو قومیانے کا کام انجام دیا ۔ آج ریاست کے (۲۰) اضلاع میں سے (۱۲) میں ٹرانسپورٹ کو قومیا دیا گیا ہے ۔

ریاستی برقی بورڈ یکم اپریل ۱۹۵۹ء کو قائم کیا گیا ۔ اس سلسلہ میں محکمہ برقی سے برقی بورڈ کو ڈسٹری بیوشن لائنوں کی تعمیر اور خبرگیری سے متعلق بعض فرائض منتقل کیئے گئے ہیں ۔ حکومت نے بورڈ کو اخراجات سرمایہ کی پابجائی کے سلسلے میں اب تک (۱۰) کروڑ روپیہ دیا ہے ۔ اس کا تکملہ کھلے بازار میں قرضے سے بھی کیا گیا جسے بورڈ نے جاری کیا تھا اور جس سے (۳٫۱۰) کروڑ روپیہ حاصل ہوا ۔ بورڈ نے اخراجات سرمایہ کی پابجائی کے لیئے مدِخسارہ میں جمع شدہ حالیہ رقومات بھی استعمال کرلی ہیں ۔

فنی و معاشی سروے :

ریاست کے ذرائع و وسائل کا پتہ چلانے اور تمام شعبوں میں فنی اور معاشی امکانات کا جائزہ لینے کے لیئے نیشنل کونسل آف اپلائڈ اکنامک ریسرچ کی جانب سے فنی و معاشی سروے کیا گیا ہے ۔ کونسل کی رپورٹ مکمل ہے اور عنقریب ہی شائع کی جائے گی ۔ یہ رپورٹ خاص طور پر خانگی صنعت کاروں کے لیئے بہت مفید اور دلچسپی کا باعث ہوگی کیونکہ اس رپورٹ میں انجینرنگ اور پروسس انڈسٹریز کے شعبوں میں (۳۰) 'منظورہ' اسکیموں کے بارے میں واقفیت بھی درج ہے ۔

ذیل میں ان صنعتوں کا مختصر سا حال دیا جاتا ہے جو یا تو ریاستی حکومت کی مملوکہ ہیں یا جن میں اس کا کافی مفاد وابستہ ہے :۔

آندھرا پیپر ملز (راجمندری) حکومت مدراس سے اپریل ۱۹۴۸ء میں (۲۵۰) لاکھ روپے میں خرید ا گیا تھا ۔ "تحلیل کی کارروائی" کے نتیجہ میں اس کی فروخت عمل میں آئی تھی ۔ اس ملز کی قائم شدہ گنجائش یومیہ (۲۴ گھنٹے) ۱۰ ٹن اوسط سائز کا چکنا چمکدار کاغذ ہے ۔ اسے ایک پُر منفعت یونٹ بنانے کے پیشِ نظر اسکی گنجائش یومیہ ۵۰ تا ۶۰ ٹن یا سالانہ (۱۵۰۰۰) ٹن تک بڑھانے کے لیے پروگرام پر غور کیا جا رہا ہے اور ایک فرانسیسی فرم کو ضروری مشینری کا آرڈر دیا گیا ہے۔

کالریز :

کوئلے کے ممکن الحصول ذرائع و وسائل سے استفادہ کرنے کے لیے سنگارینی کالریز کا قیام مختصر پیمانے پر ۱۹۲۸ء میں عمل میں آیا تھا ۔ ادا شدہ سرمایہ کے (۵۸ء۳) فی صد پر ریاستی حکومت اور (۴۰) فی صد پر مرکزی حکومت قابض ہے ۔ کمپنی نے ۱۹۶۰ء میں (۲ء۵) ملین ٹن کوئلہ حاصل کیا اور یہ دوسرے منصوبے (۱۹۵۷ ۔ ۶۲) کی حد تک اپنا ۳ ملین ٹن کا ٹارگٹ حاصل کرلے گی ۔ تیسرے منصوبے کے لیے اس کا ٹارگٹ (۵ء۸) ملین ٹن ہے ۔ یہ ملک کی ایک ایسی کوئلے کی کان ہے جو اعلیٰ قسم کی مشینوں سے لیس ہے اور مختلف عوامل کے نتیجے میں' جن میں مزدوروں کو ترغیب دینا بھی شامل ہے' فی کس شفٹ کی پیداوار (۰ء۲۵) ٹن سے بڑھ کر (۰ء۴۶) ٹن ہوگئی ۔

حیدرآباد کیمیکل اینڈ فرٹیلائزر فیکٹری میں ریاستی حکومت کا سرمایہ حصص (۲۵ء۶۲) لاکھ روپے میں سے (۱۲ء۸۵) لاکھ روپے ہے کمپنی نے سلفیورک ایسڈ اور سپر فاسفیٹ کی تیاری کے لیے ایک توسیعی پروگرام شروع کیا ہے جو توقع ہے کہ ۱۹۶۲ء کے ختم تک مکمل ہو جائے گا ۔ ان اداروں کے علاوہ جو بالکلیہ سرکاری شعبے میں ہیں' ریاستی حکومت بعض خانگی شعبے کے اداروں مثلاً آلوین میٹل ورکس، سرپور پیپر، سرسلک کلاتھ ملز لمیٹڈ، وزیر سلطان ٹوباکو فیکٹری، حیدرآباد اسبسٹاس سمنٹ پروڈکٹس لمیٹڈ، حیدرآباد کنسٹرکشن کمپنی لیمیٹیڈ پروڈکٹس لمیٹڈ، بائیو کیمک اینڈ سنتھٹک پروڈکٹس لمیٹڈ وغیرہ میں بھی حصص رکھتی ہے جن کی مقدار (۵۰) فی صد سے کم ہے ۔

پراگا ٹولس میں مرکزی حکومت کے حصص کی مقدار زیادہ ہے ریاستی حکومت کا حصہ (۳۵) فی صد ہے ۔ اس کمپنی کے پیشِ نظر بھی ایک عظیم الشان توسیعی پروگرام ہے جس کی لاگت کا تخمینہ (۲) کروڑ روپے ہے ۔

حکومت نے کافی قرضے منظور کرکے بھی کئی اداروں کی امداد کی ہے یہ قرضے سابق حکومت حیدرآباد کے قائم کردہ انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ سے اور صنعتوں کی امداد کے ریاستی قانون کے تحت منظور کیے گئے ہیں ۔ حکومت کے بیرون ریاست واقع کئی تجارتی اداروں میں بھی حصص ہیں مثلاً ایسوسی ایٹیڈ سمنٹ کمپنی بمبئی، ٹاٹا لوکوموٹیو اینڈ انجینئرنگ کمپنی بمبئی، فرٹیلائزر اینڈ کیمیکلس ٹراونکور لمیٹیڈ وغیرہ ۔

ریاستی حکومت نے چھوٹے پیمانے کے کئی مراکز پیداوار قائم کئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے یونٹوں کے قیام کے سلسلے میں آجروں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ایسے دوسرے چھوٹے پیمانے کے یونٹوں کو سروسنگ کی سہولتیں فراہم کی جائیں جو صنعتی اسٹیٹوں اور دوسرے مقامات پر قائم کیے گئے ہیں۔

ریاستی حکومت کی جانب سے خانگی آجروں کی بھی کافی حوصلہ افزائی کی گئی ہے لیکن اس کا ذکر ہمارے اس مضمون کے دائرہ سے خارج ہے ۔

مرکزی پروجکٹس :

آندھرا پردیش میں صنعتی ترقی کی رفتار تیز کرنے کے پیشِ نظر' ریاستی حکومت مرکزی حکومت سے خواہش کرتی آرہی ہے کہ مرکزی شعبے کے تحت بعض صنعتی پروجکٹس اس ریاست میں بھی قائم کئے جائیں ۔ چنانچہ حکومتِ ہند نے دواسازی کا کارخانہ اور بھاری برقی آلات کا کارخانہ ریاست میں قائم کرنے سے اتفاق کرلیا ہے ۔

ریاست میں زبردست صنعتی ذرائع و وسائل موجود ہیں اور یہاں سرکاری اور خانگی دونوں شعبوں میں سرمایہ لگانے والوں کے لیے مواقع موجود ہیں ۔ ریاست میں صنعتوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کی خاطر، حکومت کئی مراعات مثلاً (اراضی، ارزاں نرخ پر برقی قوت کی فراہمی اور سیلس ٹیکس میں رعایت دینے کے لیے آمادہ ہے ۔ ان دو شعبوں کے درمیان کوئی غیر صحت مندانہ رقابت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ سرکاری شعبہ سہولتیں فراہم کرتا ہے جن سے خانگی شعبہ استفادہ کرسکتا ہے اور استفادہ کرتا آیا ہے ۔ اگر دونوں شعبے تعاون کریں تو آندھرا پردیش نہ صرف زرعی لحاظ سے ایک ممتاز مقام حاصل کرے گا ، جیسا کہ اسے اب بھی یہ مقام حاصل ہے بلکہ صنعتی لحاظ سے بھی ترقی یافتہ ہو جائے گا اور اسطرح "متوازن ترقی" کا یقین ہوگا۔

شاہجہاں بیگم یادؔ

غزل

ہمارا ہی یہ سب حُسنِ نظر ہے
وگرنہ ہر نظارہ بے اثر ہے
زمانہ بے خبر سمجھا ہے جن کو
اُنہیں سارے زمانے کی خبر ہے
سکوتِ غم میں ہے شورِ مسرّت
ہماری شام بھی گویا سحر ہے
کسی صُورت قدم رُکتے نہیں ہیں
نہ جانے کون اپنا مُنتظر ہے
تری بخشش کو ہم بھی آزماتے
مگر دامن ہمارا مختصر ہے
وہ جس کو دیکھ کر حیران ہیں سب
وہ دیوانہ نہیں دیوانہ گر ہے
بہا سکتے ہیں آنسو یادؔ ہم بھی
مگر خود غرق ہو جانے کا ڈر ہے

ساگر سرحدی

"برہمچاری"

"یہ تپ اور تیاگ کس لیے بھگون؟"

"مکتی کے لیے۔"

"مکتی کس لیے بھگون؟"

"اس مایا سے چھوٹ جانے کے لیے۔"

"تیاگ سے مکتی ملتی ہے بھگون؟"

"تیاگ اور تپسیا سے یہ برہم جال چھوٹ جاتا ہے، آتما پرماتما کو پالیتی ہے اور پھر مکتی۔ جہاں شانتی پراپت ہوتی ہے۔"

"پھر انسان دُنیا میں کیوں آتا ہے بھگون؟"

"میں دیوی کا مطلب نہیں سمجھا؟"

"انسان دُنیا میں کرم کرنے کے لیے آتا ہے اور کرم سے گھبرانا کاتر تا ہے بھگون۔ اور کرم نہ کرنا پرماتما کی آگیا کو نہ ماننا ہے۔"

برہمچاری تھوڑی دیر اپنے گیان میں گم رہے پھر آنکھیں کھولکر بول اُٹھے۔

"یہ بھی کرم ہے سُندری، تیاگ اور تپ پرنتو اس میں سنتوش ہے۔"

"یہ سنتوش کس لیے مہاپربھو؟"

"دوسری دُنیا کے لیے۔"

"اور یہ دُنیا ——— بھگون اس دُنیا کے لیے کچھ بھی نہیں؟"

یہ دلیل کامیاب رہی۔ برہمچاری خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد بولے:۔

"میری پُوجا کا سمے ہو گیا ہے دیوی۔"

"میرے ترک کا جواب نہیں ملا بھگون؟"

"ناستک کو کبھی سنتوش نہ ہوگا دیوی۔ ترک سے کوئی لابھ نہیں۔ پہلے پرماتما پر وشواس پیدا کرو، پھر اُس کی گتی سمجھ پاؤ گی۔"

چلتے ہوئے پھر بول اُٹھے:۔

"واسنا کو مارنے کے لیے کوشش کرو دیوی۔ اس کا دمن کرو۔ بھوگ ولاس کے سادھن بھگوان نے تم سے چھین لیے ہیں اب تیاگ اور تپ سے کام کو جلا دو۔ اب میں چلوں گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد گومتی کو گھنٹیوں کی آواز سُنائی دینے لگی۔ برہمچاری پُوجا میں لگ گئے تھے۔ گومتی کچھ دیر کے لیے ٹھٹکی پھر زیر لب بول اُٹھی:۔

"دبانے سے یہ آگ بجھتی نہیں ہے بھگون اور بڑھتی ہے۔"

گومتی کی اس شردھا کو سارا گاؤں جانتا تھا۔ اُن لوگوں کے لیے برہمچاری ایک پرماتما ہی کا روپ تھا اور گومتی اُن کی ایک پُجارن ایک بھگت جو نشکام بھکتی کرتی تھی۔ گومتی بِدھوا تھی۔ اُس کا خاوند ٹھاکروں سے ایک کھیت کے جھگڑے میں مارا گیا تھا۔ اُس نے بھی دو تین کسان زخمی کیے لیکن

وہ خود نہ بچ سکا اور اپنی نوبیاہی دُلہن کو اس دُنیا میں اکیلا چھوڑ گیا۔ لوگوں کا یہی کہنا ہے کہ گومتی اپنی عاقبت سنوار رہی ہے۔ بلکہ گومتی تین سال سے اپنا سر اس پتھر کی مُورتی کے پاؤں میں پٹک رہی تھی اور پتھر کی مورتی اُسی بے اعتنائی سے مُسکرا رہی تھی۔ اس دوشیزہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہی واسنا نشٹ ہونے لگتی تھی۔ اُس کی موجودگی ہی بدیا جال نشٹ کر دیتی تھی۔ گومتی گرتے گرتے سنبھلتی لیکن تین سالوں کے بعد گومتی کے سوال اب برہمچاری کے لیئے سوالیہ نشان بن کر رہ جاتے اور وہ عجلت سے جواب نہ دیکر چھٹکارہ پالیتے۔ ایک دن گومتی نے پوچھا :۔

"بھگون جب ہمیشہ ہی آتما میں لین رہتے ہیں تو اس دُنیا میں آنے کا کارن ؟"

"کارن جاننا ہمارا کام نہیں دیوی۔ ہمارا کام ہے کرتویہ کرنا اُس برہما کے اُصولوں کا پالن کرنا۔"

"یہ تو بھگون جینا نہ ہوا۔ یہ تو زندگی نہ ہوئی۔"

"دیوی زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف احساس کا نام زندگی ہے۔ احساس زندہ رکھتا ہے، احساس ہی مار دیتا ہے۔"

"اور یہ احساس پربھو ــــــ" گومتی کی آنکھیں برہمچاری سے ٹکرائیں اُن کی تیس سالوں کی تپسیا کانپنے لگی۔

"میں پھر کہوں گا دیوی اس احساس سے خوشی بے شک میسر ہو لیکن سنتوش نہیں۔"

اور برہمچاری پھر رخصت ہو گئے صرف اُن کی کھڑاؤں کی آواز رہ گئی جو مدّھم ہوتی جا رہی تھی اور گومتی پھر بول اُٹھی :۔

"دیکھ تو لو بھگون کتنا سنتوش ملتا ہے۔ کتنی تسلّی ہوتی ہے۔"

صُبح کاذب کا وقت ہوتا۔ ابھی پنچھی اپنے گھونسلوں میں دبکے بیٹھے ہوتے۔ برہمچاری نیند تیاگ کر پہاڑوں کی طرف چل پڑتے۔ پہاڑی جھرنوں میں ہی اشنان کرکے چڑھتے ہوئے سُورج کے درشن کرتے۔ پھر باغوں سے چمیلی کی کلیاں اکٹھی کرکے اپنے پربھو کے چرنوں میں چڑھانے کے لیئے لوٹ آتے۔ اُس وقت وہ بے حد خوشی محسوس کرتے۔ وہ ایشور کا دھنیاواد کرتے جو دُنیاوی سُکھوں کو تیاگ دینے کے لیئے اُن کو شکتی پردان کرتے ہیں۔ گومتی بھی تقریباً اس وقت اُٹھ بیٹھتی۔ تالاب میں نہاتی۔ اپنے لمبے لمبے بھیگے بالوں کو شانوں پر بکھیر دیتی۔ دھوتی بدلتی اور چمپا کا ہار لیئے اپنے بھگوان کی مُورتی کو چڑھانے چلی جاتی۔ برہمچاری جب بھی لوٹتے اپنی تصویر پر۔ تروتازہ کلیوں کا ہار دیکھتے اور گومتی کو ایک کونے میں مگن دیکھتے۔ وہ جب اپنی نظر اُس پر ڈالتے تو وہ معنوی نظروں سے مُسکراتی۔ برہمچاری کی تپسیا ڈولتی اور وہ اپنا دھیان پربھو میں لگا دیتے۔ جب کتھا ختم ہو جاتی سب لوگ چلے جاتے تو گومتی سوال کرتی :۔

"یہ کتھا کس لیئے بھگون ؟"

"مُکتی کے لیئے۔"

"آپ تو کوئی گُناہ نہیں کرتے ؟"

"گُناہ صرف کرم سے ہی نہیں وِچار سے بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"آپ وِچار سے گُناہ کرتے ہیں بھگون ؟"

"ــــــ اس مایاجال سے چھٹکارا پانے کے لیئے شکتی مانگتا ہوں۔"

"مکتی کس لیئے پربھو ؟"

"دوسرے جہان کے لیئے !"

"دوسرا جہان دیکھا ہے پربھو ؟"

اور یہاں برہمچاری خاموش ہو جاتے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کہہ اُٹھتے،

"ناستک کبھی محسوس نہیں، کبھی نہیں دیکھ سکتا۔ سندری وِشواس پیدا کرو۔"

اور گومتی زیرلب کہہ اُٹھتی :۔

"وشواس تو ہے پربھو، دیکھئے کون جیتا ہے !"

برہمچاری سارے گاؤں کے گُرو مانے جاتے تھے۔ اُن کی عزت نہ صرف اُسی گاؤں میں تھی بلکہ دوسرے گاؤں کے لوگ بھی اُن کے درشنوں کو جاتے۔ جب ہر سال یگیہ پویت کی رسم وہ ادا کرتے، نہ صرف اُسی گاؤں کے ہی جوان اُن کے دِکھلائے ہوئے راستے سے گرہست آشرم میں داخل ہوتے بلکہ دوسرے گاؤں سے بھی لوگ اُن کے چیلے بننے کے لیئے آتے۔ یگیہ پویت کی رسم سے برہمچاری کو کافی دکھشنا ملتا۔ تقریباً تمام سال کے اخراجات ہی صرف اُسی دن نکل آتے۔ ہر سال بیس پچیس آدمیوں کو وہ دِکشا دیتے۔ گرہست آشرم میں داخل ہونے کے لیئے اُن کو کچھ بوجھ دیتے، ذمہ داریوں کا احساس دِلاتے۔ ہر چیلا اپنی شردھا سے اُنہیں بیس پچیس روپے دکھشنا دیتا۔ یہ دن اُس نوجوان کے لیئے اہم دِن ہوتا، خوشی اور مسرّت کا دِن ہوتا۔ بچپن کی لاپرواہی، بے باکی اور ہنسوڑپن کو وہ خیرباد کہہ دیتا۔ وہ جہاں جوانی کے گلے ملتا وہاں ذمہ داریوں کو محسوس کرتا۔ اور سب سے زیادہ خوشی اور مسّرت اُسے اِس بات کی ہوتی کہ برہمچاری نے اُسے اپنا چیلا بنایا ہے۔ اب وہ زندگی کی جنگ سے نہیں گھبرائے گا۔ اُسے

بھی شکست نہ ہوگی۔

اس کے علاوہ بھی لوگوں کے دلوں میں برہمچاری کے لئے کافی شردھا تھی۔ وہ جس کے گھر میں، جل پان کرتے وہ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا۔ جس کے گھر میں وہ کھانا کھالیتے وہ اپنے آپ کو بھاگیہ وان تصوّر کرتا۔ وہ بازار سے گزرتے تو سب کے ماتھے زمین پر جھکتے۔ لوگ اُن کی پاؤں کی دُھول کو اپنی آنکھوں سے لگاتے۔ برہمچاری کا دبدبہ نہ صرف ہندوؤں پر ہی تھا بلکہ مسلمان بھی اُن کے غصّے کا شکار ہونے سے بچتے۔ پیر فقیر صرف ذات اور مذہب تک ہی محدود نہیں رہتے تمام انسانیت اُن کی پُوجا کرتی ہے۔

برہمچاری کو قدرت سے بے پناہ محبت تھی۔ اُن کے صحن میں چمپا گلاب، ست برگ، سورج مکھی، گُل دوپہر کے پھول کھلے رہتے۔ وہ اکثر سرسبز میدانوں میں گھومتے رہتے۔ دریا کے کنارے بیٹھ کر ایشور کے گُن گاتے۔ اپنے چیلوں کے ساتھ شام کو پہاڑوں کی سیر کرتے، باغوں میں گھومتے اور پنچھیوں کی چہچہاہٹ سے لُطف اندوز ہوتے۔ ایک دن گومتی نے پوچھا :

" بھگون آپ قدرت سے بے پناہ پیار کرتے ہیں !"

" دیوی قدرت ایشور کا 'ساکار' رُوپ ہے "

" آپ ساکار کو پُوجتے ہیں ؟"

" ہاں دیوی ساکار کو پُوجنا پڑتا ہے۔ میرے اندر اتنا ویراگ نہیں ہے کہ میں 'نراکار' میں دھیان لگا سکوں۔ ابھی میرے اندر کمزوریاں ہیں۔"

" ساکار کو پُوجنا چاہیے بھگون ؟"

" ہاں دیوی ساکار کو پُوجنا چاہیے "

" اور گومتی بھگون ـــــ گومتی بھی تو اُسی قدرت کا ایک حصّہ ہے آپ بھگوان کا ساکار رُوپ کہاں پُوجتے ہیں ؟"

برہمچاری کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بول اُٹھے :۔

" اس سے گرنے کا ڈر ہے دیوی "

" یہ بُزدلی نہیں ہے بھگون ؟"

" یہ کمزوری ہے دیوی "

اُس دن گومتی سارا دن مسکراتی رہی۔ آخر اُس نے برہمچاری کو شکست دے دی۔

لیکن بدلتے ہوئے سماج میں یہ قدریں ماند پڑ گئیں تھیں۔ وقت کا چکر ہمیشہ آگے چلتا ہے اور ہر آنے والی صدی اپنے ساتھ نئی رسمیں لاتی ہے نئے قانون اور گناہوں کو تولنے کے لئے نئے پیمانے لاتی ہے۔ اس نئی محفل میں نئے ساز نئے انداز کی ضرورت ہوتی ہے ـــ پچھلی صدی کا آدمی یہاں آکر بھٹک جاتا ہے کیونکہ وہ قدرت کا کہا نہیں مانتا وہ اپنے آپ کو بدلتا نہیں۔

نئی روشنی، نئی تعلیم کی کرنیں اُس گاؤں میں بھی پہنچ گئی تھیں۔ اب امیر گھرانوں کے لڑکے چھاؤنی میں انگریزی تعلیم پانے کے لئے جانے لگے تھے۔ کئی آگے بڑھ جاتے۔ راولپنڈی اور پشاور کالجوں میں داخل ہوتے۔ جب وہ لوٹتے تو نئے خیال لاتے۔ برہمچاری کے پاس کئی ہندو لڑکے ہندی پڑھنے بھی آیا کرتے تھے۔ اُن کی فیس کا بھی برہمچاری کو کافی سہارا تھا۔ اُس سستے گاؤں میں آٹھ آنہ مہینہ فی کس بھی اُن کے لئے کافی ہوتا۔ لیکن اب ہندی پڑھنے کوئی نہ آتا تھا۔ سرحد میں خط و کتابت اُردو میں ہوتی تھی۔ کورٹ کی زبان بھی اُردو تھی۔ پہلے لوگ مذہبی جوش کے تحت ہندی پڑھ لیا کرتے تھے۔ اب مذہب کے لئے اتنا وقت کوئی نہ دیتا تھا۔ برہمچاری کو حیرانی ہو رہی تھی کہ اُن کے چیلے اب گوشت بھی کھانے لگے ہیں جس کی وہ ہمیشہ مذمت کرتے آئے تھے۔ اس سے بھی زیادہ تو یہ ہو رہا تھا کہ ہندو مسلمان لڑکے جو ایک ساتھ پڑھتے تھے، ایک ساتھ کھاتے پیتے بھی تھے۔ اب برہمچاری رُوٹھے رُوٹھے رہتے۔ اس کل یُگ کو کوستے رہتے، اور جب ہر سال کی طرح یگیہ پوپت کا دن آیا تو ایک لڑکا بھی اُن سے دِکشا لینے نہ گیا۔

لیکن گومتی اب بھی اُن کے پاس جاتی تھی۔ اُسی طرح چمپا کا ہار لے کر اُن کی تصویر پر چڑھاتی۔ برہمچاری یہ سمجھ نہ پائے کہ اب اُن کے پاس کیا دھرا ہے وہ سارا گاؤں جو اُن کی پُوجا کیا کرتا تھا اب کوئی مُنہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا۔ اب تو کئی دن فاقوں میں کٹ جاتے۔ اُن کا لسّی اور مکھن سے پلا ہوا جسم اب گھلتا جا رہا تھا آنکھوں سے وہ تیج غائب ہو رہا تھا لیکن گومتی کی شردھا میں ذرا بھی وہ کمی نہ پاتے وہ اُسی معنوی مسکراہٹ سے اُنہیں دیکھتی۔ ایک دن برہمچاری نے گومتی سے سوال کیا :۔

" دیوی اب تم میرے پاس کس لئے آتی ہو ؟"

" یہ تو سمجھنے کی بات ہے بھگون !"

" تم مجھ پر دیا کرنے آتی ہو دیوی ؟"

" میں اپنے اُوپر دیا کرنے آتی ہوں بھگون "

برہمچاری کی خود داری کو ایسا دھچکا لگا کہ وہ دُنیا سے کنارہ کش ہو گئے۔ کل یُگ میں جینا ان کے لئے دوبھر ہو گیا تھا۔ فاقوں سے اُن کا جسم اب کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اب وہ ہمیشہ بیمار رہنے لگے۔ اُنہوں نے زندگی میں بیماری کا مُنہ نہ دیکھا تھا لیکن اب وہ چارپائی سے اُٹھنے کا نام نہ لیتے تھے۔ گومتی جب بھی اسکول سے واپس لوٹتی تو سیدھا اُن کے پاس جاتی۔ اُن کے لئے کھانا لے جاتی اور وہ اب ہمیشہ کھوئے کھوئے رہتے۔ آخر یہ کیا بات ہے۔ گومتی کی اتنی شردھا کیوں

پ اُن کا دل نرم ہو رہا تھا۔ یہ کشمکش بڑھتی جا رہی تھی۔ اب اُن کا دل دھڑکنے
ا تھا۔ لیکن وہ لوک لاج سے گھبراتے تھے حالانکہ انہوں نے طے کر لیا تھا کہ
ماکار کی پوجا کریں گے اور اب گومتی بھی اُس میں شامل ہے۔

تین دن لگاتار برف گرتی رہی۔ راستوں نے سفید مخملی لباس پہن
ئے تھے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں یوگیوں کی طرح راکھ رمائے ریاضت میں مشغول
نیں۔ درختوں کے پتوں نے بھی رنگ بدل دیا تھا۔ گومتی کو اسکول سے چھٹیاں
نیں۔ اب وہ پڑھانے نہ جایا کرتی تھی اور اسکول کی ان طویل چھٹیوں میں وہ ہر
سال مائکے جایا کرتی تھی۔ اس بار بھی وہ مائکے گئی تھی اپنی بوڑھی ماں سے ملنے۔ اب
برہمچاری گومتی کے لئے بیقرار رہتے تھے۔ پہلے وہ اپنے احساس کو تسلی دے لیتے
تھے، جب کہ عورتوں کی کئی ٹولیاں اُن سے کتھا سُننے آیا کرتی تھیں۔ اُن میں نئی
نئی دلہنیں بھی ہوا کرتیں، ہنسوڑ اور اَلھڑ لڑکیاں بھی ہوتیں۔ اُن کی موجودگی اُس
کمی کا احساس نہ دلاتی لیکن اب تو ہر وقت ویرانی رہتی تھی۔ دیواریں بھی خاموش
اور اُس ویران جگہ پر اُن کی کُٹیا ہمیشہ کسی کے سُبک قدموں کی چاپ سُننے کے لئے
ترستی۔ برہمچاری اب بیکل ہونے لگے تھے۔

برف سے برہمچاری کو پیار تھا۔ جب بھی دسمبر جنوری میں برف گرتی وہ اپنی
لکڑی اُٹھا کر گھومنے نکل جاتے۔ اُن برفانی راستوں پر اُن کی کھڑاؤں اپنے
نقش چھوڑتی جاتیں۔ اب کی بار جب وہ اُٹھے تو اُن کے جسم میں وہ طاقت نہ تھی
لیکن قدرت سے ہمیشہ اُنہیں پیار تھا۔ اس کے علاوہ ویرانی اُنہیں ڈس رہی تھی
کمی احساس کی شدّت سے وہ کانپ رہے تھے۔ وہ اُٹھے۔ اُن کے کبوتر اب بھی
خوش تھے۔ وہ اپنی غٹرغوں میں مشغول تھے۔ برہمچاری کی آنکھوں میں آنسو آگئے
اب اُن کے پاس کچھ چاول بھی نہ تھے کہ وہ کبوتروں کے آگے بکھیرتے اور برہمچاری
کے حلق سے تو دوسرے دن سے کچھ نہ اُترا تھا اور برہمچاری میں اتنی خودداری تھی
اُن کے لئے ہاتھ پھیلانا اپنی رُوح کو کچلنے کے برابر تھا۔ وہ باہر نکل گئے۔ وہ کئی میل
برف سے ڈھکے ہوئے راستوں پر چلتے رہے۔ گاؤں کے باہر پگڈنڈیوں پر،
کھیتوں پر ——— اب ہوائیں بھی تُند تھیں اور جب برہمچاری رات کو لوٹے
تو اُنہیں نمونیا ہو گیا تھا۔

وہ تین دن اپنی کُٹیا میں پڑے رہے۔ کسی نے خیر و عافیت بھی نہ پوچھی
آخر ایک بوڑھی پڑوسن کو معلوم ہوا تو وہ ڈاکٹر بُلا لائی لیکن برہمچاری کو جینے کی
اب آشا نہ تھی۔ وہ خاموش اُداس چارپائی پر پڑے رہے۔ ڈاکٹر اپنا کام کرتا
رہا۔ اُنہیں یقین دلاتا رہا۔ برہمچاری صرف اُس گھڑی کے لئے ترس رہے تھے جب
وہ آخری بار اُسے دیکھیں گے۔ انہوں نے اپنی تصویر کی طرف دیکھا۔ چمپا کا ہار مرجھا گیا
تھا۔ اب وہ محسوس کر رہے تھے کہ چمپا کی کلیوں سے کسی کے ارمانوں کی خوشبو بھی
آرہی ہے۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے اُٹھے۔ تین بار گرے۔ بمشکل تصویر تک پہنچے
چمپا کا ہار انہوں نے مُٹھی میں کر لیا اور موت کا انتظار کرنے لگے۔

رات تاریک تھی سردیوں کی ٹھٹھرتی ہوئی رات۔ خاموش اور ویران رات۔
برہمچاری کی کُٹیا میں مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ کبوتر خاموش اپنے گھونسلوں میں دبکے
بیٹھے تھے۔ برہمچاری کا چراغِ حیات گُل ہو رہا تھا۔ اتنے میں ہانپتا ہوا کوئی
کُٹیا میں داخل ہوا۔ گومتی کو ایک گھڑی پہلے ہی معلوم ہوا تھا۔ اُس کی آنکھیں
بھیگی ہوئی تھیں۔ اُس نے برہمچاری کو جھنجھوڑا۔ اُن کے کانوں میں دھیمے سے
پُکارا۔ یہ پکار انوکھی تھی۔ یہ آواز نرالی تھی۔ اس پُکار میں ایک کشش تھی۔ یہ مترنم
اور سُریلی آواز برہمچاری کی رگ وپے میں دوڑ گئی۔ اُن کے ذہن میں گونجنے لگی
انہوں نے آخری بار آنکھیں کھولیں۔ گومتی کو دیکھ کر گومتی کی بھیگی ہوئی آنکھوں کو
دیکھ کر اُس کے بکھرے بالوں اور کانپتے ہوئے لبوں کو دیکھ کر ——— اُن کے
ہونٹ کچھ کہنے کو پھڑکے، لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ اُنہوں نے پھر کوشش کی اور
کہہ اُٹھے :۔

"بہت دیر کی گومتی !"

پہلی بار گومتی برہمچاری کی زبان سے اپنا نام سُن کر خوشی سے ناچ اُٹھی
اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بہنے لگیں۔ اُس کے ہونٹ جُنبش کھانے
لگے۔ بڑا ضبط کر کے بولی :۔

"دیر میں نے نہیں، آپ نے کی ہے بھگون !"

برہمچاری کافی دیر خاموش رہے۔ ڈوبتی ہوئی آواز میں بولے :۔

"ہاں گومتی، دیر میں نے کی ہے !"

اُنہوں نے آخری ہچکی لی اور دم توڑ دیا۔ کُٹیا سے صرف گومتی کی
چیخیں سُنائی دے رہی تھیں۔

* * * * * * *

مہدی پرتابگڈھی

بیداری

(گوا کی آزادی کے موقع پر)

اِک قدم اور اُٹھا سوئے خیابانِ بہار
اور نزدیک ہوا عظمتِ آدم کا دیار
کل تلک تھی جو ہمارے لیئے منزلِ دشوار
بن گئی آج وہی اپنے لیئے شہرِ نگار
مِل گیا خاک میں پھر اک نئے راون کا غرور
آج پھر ٹوٹ گیا، جبر کا اندھا دستور

تھی زمانے سے ہر اک پھول کے پہلو میں چُبھن
صحنِ گلشن میں اندھیرا تھا نہ جگنو نہ کرن
خون میں غرق تھی یہ وادیٔ نسرین و سمن
حالات انسان کی حد درجہ تھی احساس شکن
اور پھر ٹوٹ گیا چیخ کے صدیوں کا جمود
صفحۂ زیست پہ اُبھرا نئے انساں کا وجود

اور اِک سلسلۂ خوابِ پریشاں ٹوٹا
زینت آرائے چمن اور ہوا اِک بُوٹا
زیست نے موت کا اِک اور بھی ڈیرا لوٹا
پنجۂ دورِ غلامی سے گوا بھی چھوٹا
اپنی دھرتی سے اندھیرے کے پرستار گئے
عصمتِ شہرِ نگاراں کے خریدار گئے

جذبِ بیدارِ جنوں زیست کے کام آ ہی گیا
حاصلِ شہرِ تمنا کا سلام آ ہی گیا
میکشی عام ہوئی رقص میں جام آ ہی گیا
تیرگی ختم ہوئی، ماہِ تمام آ ہی گیا
مدتوں ہم نے کیا شورشِ پنہاں کا علاج
بن گیا خود ہی جنوں چاک گریباں کا علاج

آج کافور ہے سینے کی تپش دل کی جلن
آج پلکوں پہ نہ ہے خواب، نہ پیروں میں تھکن
آج رقصاں ہے ہر انداز میں جینے کی لگن
آج کردار میں ڈھلنے لگا موضوعِ سخن
کشت زاروں میں خراماں ہیں عمل کے دستور
اور پیشانیٔ مشرق پہ ہے محنت کا غرور

کشور

گیت

اب نہ اَبیر گُلال اُڑا سکھی
اب نہ اَبیر گُلال
رنگ لہو سے مہنگا ہے اور دیش ابھی کنگال

سُنتا ہوں گھنگھور گھٹائیں پگھل گئی ہیں ساری
لیکن پھیل نہ پائی بھومی[1] پر اب تک بھی اُجیاری[2]
پھیلا ہے کیوں دُکھیا جگ پر اب بھی تمم[3] کا جال

دیکھ ابھی تک گُونجے ہی ہیں گیت سکھی کھیتوں کے
تان پھاگ کی بھول گئے ہیں دھرتی کے شہزادے
تار سبھی ٹوٹے بینا کے یاد نہیں سُرتال

پائل کی رم جھم سُننے کو کب سے کان ترستے
دیکھ دَشا گوری کی کب سے بیکل نین برستے
مُرجھائے گینڈے جیسے ہیں زَرد، گُلابی گال

گوری ننگے پاؤں ہوئی سونی پائل کی رم جھم
سُوکھے گالوں سے گُلاب کھوئی بھونروں کی گُن گُن
گانا پھاگ اُڑانا کیسا جینا ہے جنجال

[1] دھرتی   [2] اُجالا   [3] اندھیرا
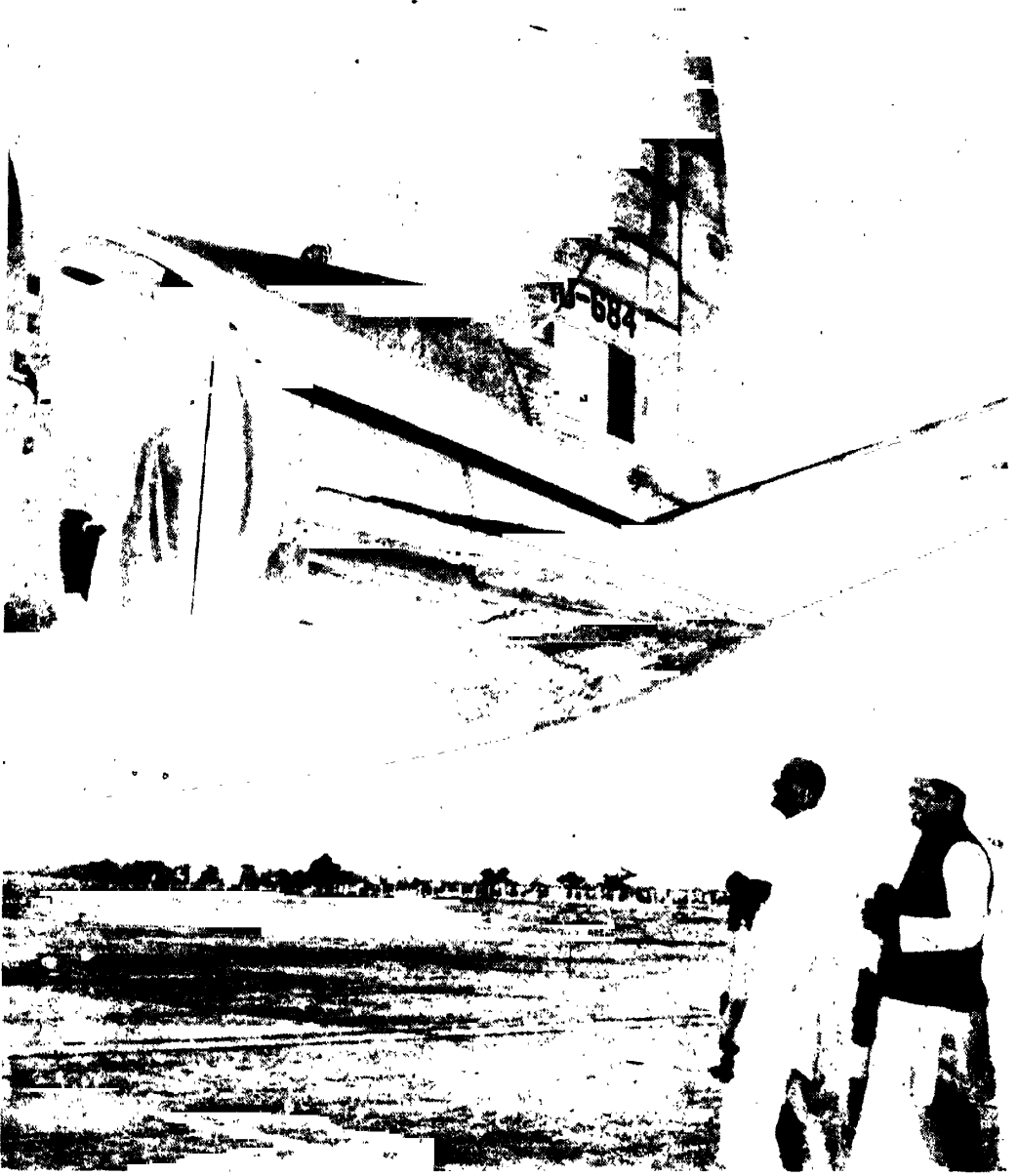
وزیر اعظم نہرو ٤ - فروری سنہ ۱۹٦۲ء کو وشاکھا پٹنم پر جہاز میں سوار ہونے سے پیشتر شری ڈی سنجیویا اور ڈاکٹر سنجیوا ریڈی سے بات چیت کر رہے ہیں -

سریکا کلم میں کلچرل شو: گورنمنٹ ہائی اسکول سریکا کلم کی دسویں جماعت کی کماری آر سندرما اور کماری ڈی۔ دھن لکشمی جنہوں نے منصوبے کی تشہیر کے نئے سلسلے میں منعقدہ کلچرل پروگرام میں حصہ لیا۔

بہترین جھانکی پر انعام۔ یوم جمہوریہ ہند سنہ ۱۹۶۲ء پر محکمہ بہبودی خواتین کی جانب سے بہترین جھانکی پیش کرنے پر گورنر آندھرا پردیش انعام دے رہے ہیں۔ (اس جھانکی کی تصویر اس

وشاکھاپٹنم بندر گاہ پر مزید چار «برتھ» کی اسیکم: مرکزی وزیر حمل و نقل و مواصلات ڈاکٹر پی سبرائن نے ۱۷ - جنوری سنہ ۱۹۶۲ء کو (۳۶۱۵) کروڑ روپئے کی لاگت کی اسکیم کا سنگ بنیاد رکھا -

وشاکھاپٹنم کے نزدیک پوگیری میں جذام کی روک تھام کا پروجکٹ - وزیر اعظم ڈنمارک
[illegible]

کالا ہستی مندر ۔

ایک روپئے کی بچت کی اسکیم : شری کے ۔ چنا ریڈی ۔ صدر پنچایت سمیتی آلیر (ضلع نلگنڈہ)
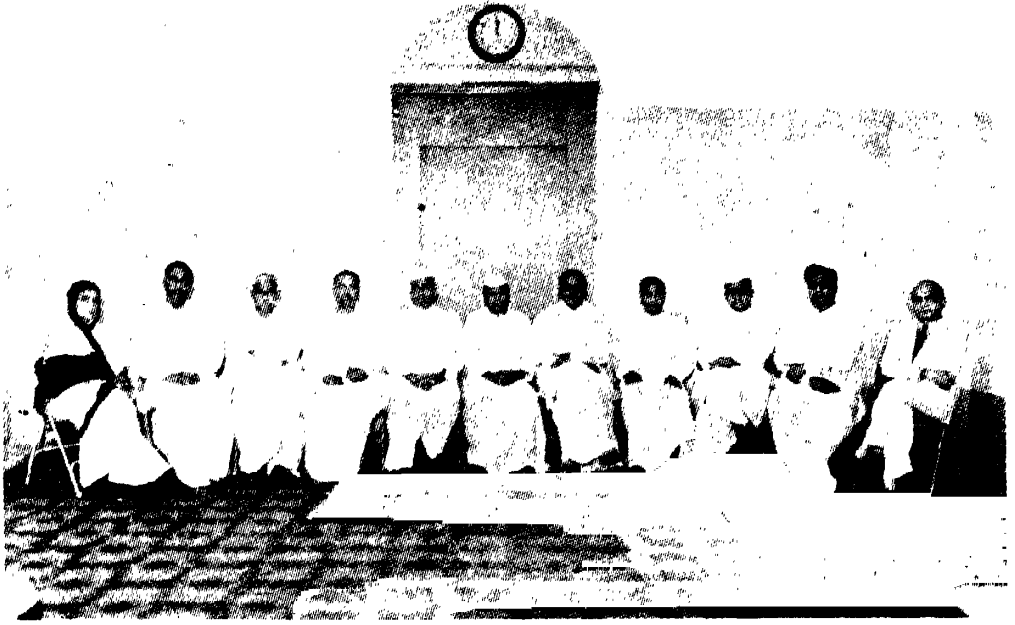
آندھرا پردیش کی سبکدوش ہونے والی کابینہ : یہ تصویر ۲۸ - فروری سنہ ۱۹۶۲ ء کو لی گئی -

الکشن اسکور بورڈ : محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ حیدرآباد کے باہر الکشن
اسکور بورڈ نصب کیا گیا تھا جہاں عوام کی سہولت کے لئے عام چناؤ کے
نتایج کا اعلان کیا جاتا رہا -

نمائش تھیٹر حیدر آباد میں ۳۱۔ جنوری سنہ ۱۹۶۲ء کو محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کی جانب سے کلچرل شو پیش کیا گیا جس میں براکتھا پارٹی اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی ہے۔

مجلس اتحادی کاشتکا دوسرا اجلاس وزیر اوقاف و امداد باہمی کی صدارت میں ۲۷۔ جنوری سنہ ۱۹۶۲ء کو منعقد ہوا۔

جن ساگر پر : ناگار جن ساگر میں ۲۷ - جنوری سے
روری سنہ ۱۹٦۲ء تک کھادی و دیہی مصنوعات کی
، منعقد ہوئی جس میں محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ
نب سے قایم شدہ اس پیویلین کو دوسرا انعام دیا گیا

محو خواب شاعر : دو فرانسسی ماہرین کٹھ پتلی، فلپ جینٹی اور سرج جارج نے ۱٤ - فروری سنہ ۱۹٦۲ء کو محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ میں ایک بڑے اجتماع کو اپنے فن سے محظوظ کیا -

گورنر اندھرا پردیش نے یوم جمہوریہ ہند سنہ ۱۹۶۲ء کے موقع پر سکندرآباد میں چھ پولیس افسروں کو ممتاز یا شاندار خدمات کے صلے میں تمغے عطا کئے ۔
دائیں سے بائیں (۱) شری ایس ۔ وی ۔ سرینواسلو نائیڈو ، آئی پی ایس، سپرنٹنڈنٹ آف پولس (وظیفہ یاب) جو سابق میں صیغہ جرائم (سی ۔ آئی ۔ ڈی) حیدرآباد سے متعلق تھے (ممتاز خدمت کے صلے میں پریسیڈنٹ کا پولیس اور فائر سروس میڈل) ۔ (۲) شری ایف ۔ بی ۔ پٹیل ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس صیغہ جرائم (سی ۔ آئی ۔ ڈی) حیدرآباد (ممتاز خدمت کے سلسلے میں پریسیڈنٹ کا پولس اور فائر سروس میڈل) (۳) شری ڈبلیو سبا راؤ ۔ آئی ۔ پی ۔ ایس ۔ سپرنٹنڈنٹ آف پولس نلگنڈہ (شاندار خدمت کے صلے میں پولس میڈل) (٤) شری عبدالحامد انسپکٹر پولس ۔ خصوصی برانچ سی ۔ آئی ۔ ڈی حیدرآباد (شاندار خدمت کے صلے میں پولس میڈل) ۔
(۵) شری آر ۔ سرینواسلو انسپکٹر پولس ، دفتر انسداد رشوت ستانی (شاندار خدمت کے صلے میں پولس میڈل) ۔ (٦) شری سی ۔ وی ۔ ناراین ریڈی انسپکٹر پولس ، خصوصی برانچ ، سی ۔ آئی ۔ ڈی ، حیدرآباد (شاندار خدمت کے صلے میں پولس میڈل) ۔

آفتاب احمد

دردِ رائیگاں

کیوں شامِ چراغوں کی لَویں مدھم ہیں
پیڑ چپ چاپ ہیں ٹوٹے ہوئے خوابوں کی طرح
عرصۂ زیست سرابوں کی طرح

گھر کا دروازہ کھلا رہنے دو شاید کوئی آئے
کوئی مہتاب ! کوئی پارۂ ابرِ سیمیں
کوئی تارا، کوئی شعلہ، کوئی جگنو ہی سہی
دشتِ بے آب کا بھٹکا ہوا آہو ہی سہی
یادِ محبوب میں ٹپکا ہوا آنسو ہی سہی
(ہائے یہ سلسلۂ کشمکشِ وہم و یقیں)
سرو سامان پڑا رہنے دو شاید کوئی آئے
کوئی غارت گرِ دامن ہی سہی
کوئی رہزن ہی سہی

آندھرا پردیش کے عام انتخابات : ایک جائزہ

ایک جمہوری نظام کے تحت عوام کو مقررہ معیاد کے وقفے سے اپنے نمائندوں کا انتخاب کرنا ہوتا ہے جو حکومت تشکیل دیتے ہیں اور ایسی حکومت عوام کی خواہشات کو رُو بہ عمل لانے کی کوشش کرتی ہے۔ ہندوستانی دستور کی رُو سے جمہوری طرزِ حکومت کی بنا ڈالی گئی ہے۔ اس دستور میں عوام کو ہر پانچ برس کے بعد نئی حکومت کے انتخاب کا حق دیا گیا ہے اور یہ انتخابات بالغوں کی حق رائے دہی کے اساس پر منعقد ہوتے ہیں۔ ہندوستان دُنیا کا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے اور اس کی آبادی دُنیا کی مجموعی آبادی کا ۱/۵ ہے۔ اور یہاں رائے دہندوں کی تعداد (۲۱) کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ ہمارے ملک میں تیسرے عام انتخابات ابھی ابھی منعقد ہوئے ہیں اس سے پہلے سنہ ۱۹۵۲ء اور سنہ ۱۹۵۷ء میں دو مرتبہ عام انتخابات مکمل ہو چکے جن کے انصرام پر نئی حکومتوں نے ملک کی باگ ڈور سنبھالی تھی۔

آندھرا پردیش کی آبادی ۳ ۱/۲ کروڑ سے زائد ہے اور رائے دہندوں کی تعداد ایک کروڑ ۹۰ لاکھ ہے۔ یہاں ۵ برسوں کی مدت کے لئے ریاستی اسمبلی کے (۲۹۳) ارکان اور لوک سبھا کے لئے (۴۳) ارکان کے چناؤ کے لئے ۱۹ رفروری سنہ ۱۹۶۲ء کو رائے دہی کا آغاز ہوا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تلنگانہ کے انتخابی حلقوں میں ٹھیک (۵) برسوں کے بعد رائے دہی ہوئی لیکن آندھرا پردیش کے ماسبق انتخابی حلقوں میں سات سال بعد رائے دہی عمل میں آئی کیونکہ آندھرا اسمبلی کے (۱۹۶) ارکان کی معیاد، جو سنہ ۱۹۵۵ء میں پرکاشم وزارت کی شکست کے بعد منتخب ہوئے تھے۔ سنہ ۱۹۶۲ء تک بڑھا دی گئی تھی۔ حالیہ انتخابات میں رائے دہی کے لئے نشان لگانے کا نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

آندھرا پردیش میں رائے دہی ۱۹ رفروری کو شروع ہوئی اور ۲۵ رفروری سنہ ۱۹۶۲ء کو مکمل ہوگئی۔ تمام انتخابی حلقوں میں رائے شماری ایک ساتھ ۲۵ رفروری کو شروع ہوئی۔ عام طور پر تمام انتخابی حلقوں میں رائے دہی پُرامن طریقے پر عمل میں آئی۔ رائے دہندوں نے اپنا حق رائے دہی استعمال کرنے میں بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔

آندھرا پردیش لیجسلیٹیو اسمبلی کی مجموعی تعداد (۳۰۲) تھی جس میں وہ ایک رکن بھی شامل ہے جسے گورنر انیگلو انڈین فرقے میں سے نامزد کرتے ہیں لیکن سرحدوں کے تعین کے نتیجے میں ایک نشست مدارس اسٹیٹ کو منتقل کر دی گئی اور اسطرح اس تعداد میں ایک نشست کی کمی واقع ہو گئی۔ چھ کانگریسی اُمیدوار بلا مقابلہ منتخب ہو گئے اور ضلع میدک کے ایک انتخابی حلقے راماین پیٹھ میں ایک اُمیدوار کے انتقال کی وجہ سے رائے دہی ملتوی کر دی گئی۔

حالیہ انتخابات کے دوران آندھرا پردیش اسمبلی کے قابلِ احترام اسپیکر شری اے۔ کالیشور راؤ کا ۲۶ رفروری کی صبح انتقال ہو گیا (ان کی عمر ۸۰ سال سے متجاوز ہو چکی تھی) ان کا ریاست دیئے واڑہ (جنوبی) نشست کا انتخاب جیتنے سے ٹھیک (۱۲) گھنٹے پہلے ہو گیا۔ تاہم انہیں (بعد از مرگ) منتخب قرار دیا گیا۔

انتخابات کے نتائج کا آخری تجزیہ اور جماعتی صورت حال حسب ذیل جدول میں دی جاتی ہے۔

ریاستی اسمبلی :

جملہ نشستیں	کانگریس	کمیونسٹ	سوتنترا پارٹی	سوشلسٹ	آزاد امیدوار
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۳۰۰	۱۷۶	۵۱	۱۹	۲	۵۱
	لوک سبھا :				
۴۳	۳۴	۷	۱	..	۱

آندھرا پردیش میں ۶۴ فیصد رائے دہندوں نے اپنے ووٹ ڈالے کانگریس نے ڈالے ہوئے ووٹوں کا (۴۷٫۲۳) فی صد، کمیونسٹوں نے (۱۹٫۳۵) فی صد، آزاد امیدواروں نے (۲۰٫۴۳) فی صد، سوتنترا پارٹی نے (۱٫۶۲) فی صد اور سوشلسٹوں نے (۰٫۱۱) فی صد حاصل کیا۔ جن سنگھ، ری پبلکن پارٹی اور پرجا سوشلسٹ جماعتیں، ریاستی اسمبلی میں ایک نشست بھی حاصل نہ کر سکیں۔ ان جماعتوں نے ڈالے ہوئے ووٹوں کا ترتیب وار (۱٫۰۳) فی صد، (۰٫۴۰) فیصد اور (۰٫۲۳) فی صد حاصل کیا۔

ریاستی اسمبلی کے چناؤ کے نتائج کا قطعی اعلان ہو جانے کے بعد چیف منسٹر شری ڈی سنجیویا نے ۲۸ر فروری ۱۹۶۲ء کو اپنی کابینہ کا استعفیٰ گورنر کے آگے پیش کر دیا۔ تاہم گورنر آندھرا پردیش نے چیف منسٹر سے خواہش کی کہ وہ نئی وزارت کے حلف اٹھانے تک اپنے فرائض انجام دیں اب گورنر ریاستی اسمبلی میں اکثریتی پارٹی کے لیڈر کو نئی وزارت کی تشکیل کی دعوت دیں گے۔

○

ایک شخص کافی ہاؤس میں داخل ہوا اور جب اس کی فرمائش کی تکمیل ہوئی تو اس نے بڑی عجلت میں کافی نوش کی اور میز پر ایک روپیہ رکھ کر باہر چلا گیا۔ بیرے نے روپیہ اُٹھا کر اپنی جیب میں ڈالنا چاہا لیکن اس نے جلد ہی بھانپ لیا کہ منیجر اس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس نے مایوسی و حیرت سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بعض گاہک بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں، بل ادا نہیں کیا اور بخشش میں ایک روپیہ دے گیا ہے۔"

○

شاہد صدیقی

......کہ عید آئی ہے

نہ جانے علامہ اقبال نے کس ذہنی عالم میں یہ شعر کہا تھا۔ ؎

پیامِ عیش و مسرت ہمیں سناتا ہے
ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے

اسلئے کہ جہاں تک خاکسار کے مشاہدے اور تجربے کا تعلق ہے اس نے ہلالِ عید کو پیامِ عیش و مسرت سناتے ہوئے تو بے شمار مرتبہ دیکھا ہے لیکن کسی انسان کی ہنسی اڑاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا اور اب تو چونکہ انسان چاند تک پہنچنے کا تہیہ کرچکا ہے اس لئے ہمیں اس کرۂ فضائی سے بہتر تعلقات قائم کرنے کا منصوبہ بنانا چاہیئے اور ایسی باتیں ہرگز نہیں کرنی چاہئیں جو خلافِ واقعہ یا توہین آمیز ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہلالِ عید انسان کی ہنسی نہیں اڑاتا بلکہ انسان اس کے ساتھ مضحکہ خیز رویہ اختیار کرتا ہے یعنی جیسے ہی چاند کے نمودار ہونے کی تاریخ آتی ہے اور طلوعِ ہلال کا وقت ہوتا ہے لوگ سڑکوں پر مکانوں کی چھتوں پر دیواروں پر یہاں تک کہ درختوں پر جمع ہوجاتے ہیں اور پھر ایک دوسرے کو یوں مخاطب کرتے ہیں ——— وہ رہا کھجور کی شاخ کے اوپر ——— ارے ادھر گنبد کے قریب ——— وہ جو املی کا جھاڑ ہے اس کی تھوڑا سا نیچے سے کوئی ایک بالشت دور ——— بادل کے اس ٹکڑے کی سیدھ میں جو پورب سے پچھم کی طرف بھاگ رہا ہے ——— اور جب چاند دیکھ لیا جاتا ہے تو بس یوں سمجھئے کہ ساری فضا بدل کر رہ جاتی ہے۔ بعض لوگ ہاتھ اٹھا کر دعائیں پڑھنے لگتے ہیں۔ بعض آئینہ میں اپنی شکل دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف تالیاں بجانے اور نعرے لگانے کو ترجیح دیتے ہیں!

اب سے کچھ دن پہلے ہلالِ عید پابندِ اوقات نہ تھا' یعنی اگر جنتری میں ۲۹ رتاریخ لکھی ہے تو وہ ۳۰ رکو برآمد ہوتا تھا' اور اگر ۳۰ ردرج ہے تو ۲۹ رہی کو جلوہ دکھا دیتا تھا۔ اس دو عملی کی روک تھام کے لئے جگہ جگہ رویتِ ہلال کمیٹیاں قائم کردی گئی ہیں۔ جن کا فرض ہے کہ وہ چاند کو پابندیٔ وقت پر مجبور کریں' خود چاند دیکھیں اور دوسروں کو دکھائیں پھر قسم کھا کر کہیں کہ "واقعی چاند ہوگیا ہے"۔ اس احتیاط کے باوجود کبھی کبھی مختلف مقامات پر مختلف تاریخوں میں چاند نظر آتا ہے جس کے نتیجے میں ایک کے بجائے دو عیدیں ہوجاتی ہیں اور دوگونہ لطف آتا ہے۔ شاید ایسے ہی کسی موقعہ پر فانی مرحوم نے کہا تھا۔ ؎

اس سال مبارک ہوں فانی تجھے دو عیدیں

ہلالِ عید کی نمائش سے لے کر صبحِ عید تک جو رات درمیان میں گزرتی ہے وہ بڑے جوش و خروش اور "سود و زیاں" کی رات ہوتی ہے۔ اس رات کی سب سے اہم تقریب [illegible] ہے مگر اس کے دوران میں "صارفین" کی جیبیں خالی ہوجاتی ہیں اور تاجروں کے کیسے بھر جاتے ہیں۔ پھر چونکہ تاجر بھی "صارف" ہوجاتا ہے اسلئے آخر کار وہ بھی خالی ہاتھ نظر آنے لگتا ہے۔ دہلی میں جامع مسجد کے قریب کا علاقہ' لکھنؤ میں نخاس اور حیدرآباد میں پتھر گٹی کی سڑک اور لاڈ بازار اسی رات کی فیض بخشی اور ہنگامہ آرائی کے اہم مرکز ہیں۔ یہاں اسوقت کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ سر سے سر ٹکراتا ہے اور کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی!

خیر خدا خدا کر کے (یا شور و غل کے ہجوم میں) عید کی صبح ہوئی۔ اب آپ دیکھیں گے کہ جتنے منہ ہیں اتنی ہی باتیں ہیں اور جتنے جسم ہیں اتنی ہی پوشاکیں ہیں، گہری نظر سے دیکھئے تو عید منانے والوں کی اتنی قسمیں نظر آئینگی کہ ان کا شمار آئندہ عید تک بھی ممکن نہیں۔ مثلاً اس فہرست میں سب سے پہلے تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے رمضان کا پورا مہینہ روزہ رکھ کر اور دوسرے فرائض و واجبات کی پابندی کر کے گزارا ہے ان کی عید واقعی عید ہے لیکن ان کے پیچھے ایک بہت بڑی فوج ان عید منانے والوں کی ہے جو رمضان بھر روزے کھاتے رہے ہیں اور عید کے دن صرف شیر خرما کھانے پر اکتفا کر رہے ہیں۔ بعض ریسرچ اسکالرس نے بڑی محنت و جستجو سے پتہ چلایا ہے کہ غالب مرحوم بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل تھے، چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ ؎

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے!

عید کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس دن نظام الاوقات بہت مختصر سا ہو کر رہ جاتا ہے اور جب ہر سال اس کی تکرار ہوتی رہتی ہے تو وہ فطرت ثانیہ بن جاتا ہے یعنی صبح بیدار ہوئے نہا دھو کر شیر خورمہ کھایا، کپڑوں میں کسٹرک چھاپ عطر لگایا (جو تھوڑی دیر بعد اڑ گیا) عیدگاہ یا کسی مسجد میں جا کر نماز پڑھی، دوستوں سے بغلگیر ہوئے اپنی شیروانی کے کپڑے کا قصیدہ سنا دوسرے کے جوتے کی شان میں ایک قطعہ مدحیہ پڑھا، یتیم خانے کے لڑکوں کو چندہ دیتے ہوئے اپنی یتیمی کے زمانے کو یاد کیا، کسی کو دیکھا کہ اپنے نئے "پمپ" کی گمشدگی کا نوحہ پڑھ رہا ہے اور کسی کی نسبت یہ یقین حاصل کیا کہ وہ اپنی "موٹر ٹائر" کی چپل چھوڑ کر باٹا کا بہترین شوز پہنے ہوئے بھاگا جا رہا ہے!

جو عناصر عید کے دن کو دوسرے ایام حیات سے ممتاز کرتے ہیں ان میں شیر خرما کو بڑی اہمیت حاصل ہے، پتہ نہیں اس غذا کا نسخہ کس ماہر اغذیہ نے ایجاد کیا تھا، لیکن اس کے ذائقہ اور افعال و خواص سے معلوم ہوتا ہے کہ موجد اگر یونانی نہیں تھا تو کم سے کم مقویات کے استعمال کا عادی ضرور تھا، ذرا آپ ہی غور فرمائیے شیر خرمے کے ایک پیالے میں شکر کی اتنی مقدار کہاں تک جائز ہے جو لسے اچھا خاصہ شکر نحو بنا دے اور ہر چمچے کے ساتھ یوں محسوس ہو گویا گنے کے رس کا ایک پورا کڑھا حلق سے نیچے اترتا چلا جا رہا ہے، مٹھاس کی بے پناہ شدت کے علاوہ اس ثقیل غذا کی دوسری خوبی یا خرابی یہ ہے کہ اس میں وہ تمام اجزا شامل ہیں جو حکما کے نزدیک مولد خون اور مقوی اعضاء رئیسہ سمجھے گئے ہیں، دودھ، گھی، کھجور، میدے کی سیویاں، چرونجی، بادام، پستے، ناریل وغیرہ وغیرہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگر ذائقہ بگڑنے کا خوف نہ ہوتا تو شاید اہل ذوق شیر خرمے میں جب صلاحیت فرمادی معدودی نقرہ و طلاء شریک کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے!

اس حسن اہتمام اور شدت مرصلہ کا نتیجہ یہ ہے کہ شیر خرمے سے زیادہ ثقیل اور دیر ہضم غذا اب تک دریافت نہیں ہوئی، اور جو لوگ نفاست پسند ہیں یا جن کا ہاضمہ کمزور ہے وہ تو عید کے دن سے گھر سے باہر ہی نہیں نکلتے اور اس خوف سے لرزتے رہتے ہیں کہ جہاں جائیں گے دستر سار رسم دنیا کے مطابق شیر خورمہ کھانا پڑے گا۔ اس سلسلے میں ایک صاحب کا لطیفہ یا حادثہ مشہور ہے کہ عید کے دن جب وہ اپنے تین دوستوں کے گھر شیر خرما کھانے کے بعد چوتھے دوست کے یہاں پہنچے اور ان کے سامنے چوتھا پیالہ آیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے تھوڑی دور جانے کے بعد مڑ کر جو دیکھا تو پتہ چلا کہ دوست صادق اور محب واثق ہاتھ میں شیر خرمے کا پیالہ لئے ہوئے پیچھے پیچھے بھاگتے چلے آ رہے ہیں!

عید کی آرائش و زیبائش میں عید کارڈ کا بھی بہت اہم حصہ ہے یہ کارڈ احباب کی طرف سے عید سے دو چار دن پہلے بھیجے جاتے ہیں اور علی العموم عید کے دو چار روز بعد مرسل الیہ کو پہونچتے ہیں اس طرح باہمی محبت بڑھتی ہے اور پرانی دوستیاں تازہ ہوتی ہیں ان عید کارڈوں کے ڈیزائن اور نقوش عجیب ہوتے ہیں، کسی میں ایک لڑکی لق و دق صحرا کے درمیان نماز پڑھ رہی ہے اور ایک درخت کے اوپر سے چاند طلوع ہو رہا ہے، کسی کا منظر یہ ہے کہ ریگستان میں اونٹوں کا قافلہ چلا جا رہا ہے دوسرے منظر میں ایک مرد وجیہ چہرے پر داڑھی لئے ہوئے کھڑا انتظار کر رہا ہے کہ اونٹ گزر جائیں تو میں آگے بڑھوں، بعض عید کارڈوں کے چھاپنے والے بڑے جدت پسند ہوتے ہیں انہیں موضوع کے تقاضوں کا خیال بھی نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر راقم الحروف کی نظر سے ایسے عید کارڈ بھی گزرے ہیں جن پر دہلی کے جنتر منتر کی تصویر اور حیدرآباد کے چارمینار کی تصویر بنی ہوئی تھی یا سمندر میں سورج غروب ہو رہا تھا یا دو پہلوان کشتی لڑ رہے تھے اور ان کے سروں پر لکھا ہوا تھا عید مبارک۔

عید کارڈ کا صوری و معنوی حسن بڑھانے کے لئے بعض اوقات ان پر اشعار بھی لکھ دیئے جاتے ہیں جن سے انکی قیمت بھی بڑھ جاتی ہے، ہماری اردو شاعری میں ایسے اشعار کی تعداد زیادہ نہیں ہے، جو براہ راست عید سے متعلق ہوں لیکن جتنے بھی ہیں وہ دل میں اتر جانے والے ہیں اور جب انہیں کسی تصویر کے ساتھ عید کارڈ پر لکھ دیا جاتا ہے تو ان میں بے پناہ تاثیر پیدا ہو جاتی ہے!

مثال کے طور پر ایک عید کارڈ کی تصویر میں یہ منظر دیکھا گیا کہ سمندر کے ساحل پر ایک سوٹڈ بوٹڈ نوجوان کھڑا ہے، سامنے ہلال عید نمایاں ہے اور قریب ہی یہ شعر لکھا ہوا ہے۔ ؎

رہ گیا اپنے گلے میں ڈال کر باہیں غریب
عید کے دن جس کو غربت میں وطن یاد آگیا

ظاہر ہے کہ اس ڈزائن کے عید کارڈ کا استعمال آپ ایک شہر میں رہ کر نہیں کرسکتے اس کے لئے فریقین میں سے کسی ایک کو پردیس جانا پڑے گا۔

جس طرح عید کارڈ کی تصویر کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ عید ہی کے موضوع سے متعلق ہو اسی طرح عید کارڈ کے اشعار بھی اس قید سے آزاد ہیں مثلاً Believe it or not حسب ذیل اشعار بھی عید کارڈوں ہی سے نقل کیے گئے ہیں۔ ؎

دل ہی نہ رہا امید کیسی
جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی

ابھی سن ہی کیا ہے جو بے باکیاں ہوں
انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے

ہر شے مسافر ہر چیز راہی
کیا چاند تارے کیا مرغ ماہی

یہ ایک اہم تاریخی حقیقت ہے کہ ہماری ہندوستانی تہذیب کے دو اجزا مختلف اوقات میں اپنے مراکز بدلتے رہے ہیں ان میں ایک تو ہے شاعری جس نے دلی کی تباہی کے بعد لکھنؤ کو آباد کیا اور جب لکھنؤ بھی تباہی کے قریب پہونچ گیا تو حیدرآباد چلی آئی اور دوسری ہے عید کی مسرت اور چہل پہل اس نے بھی شاعری کے تعاقب میں اپنا سفر جاری رکھا یعنی یکے بعد دیگرے دہلی لکھنؤ اور پھر حیدرآباد کو اپنی رنگینیوں اور ہنگامہ آرائیوں کے لئے انتخاب کیا۔

بعض مورخین جنہوں نے گڑے مردے اکھاڑنا اور انہیں نیا کفن پہنا کر بازار میں لانا اپنا شعار بنا لیا ہے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت مغلوں کی سلطنت دم توڑ رہی تھی اس وقت دلی کی عید دیکھنے کے قابل ہوتی تھی چاند رات ہی سے نوبت بجنی شروع ہو جاتی اور جب وہ بجتے بجتے قلعہ دہلی تک پہونچتی تھی تو لوگ خوش ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ "نوبت بہ ایں جا رسید ——
بچیاں اور سہاگنیں ہاتھ پاؤں میں مہندی لگا کر مسہریوں پر آرام کرتی تھیں۔
ظاہر ہے کہ دوسرے لوگ انہیں معذور سمجھتے تھے، وہ گھڑی کی رات اپنے تمام گھروالیاں بیکار ہو جاتی تھی۔ کوئی اوڑھنی چن رہا ہے کوئی داڑھی پر خضاب لگا رہا ہے کسی کے سپرد بہترین دودھ کا انتظام ہے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر دھوم دھام ہے۔ کباب، کلیجے، شیرمال، دہی بڑے، آلو کی چاٹ نمکین اور میٹھی چاٹ اور دوسری ہاضمہ خراب کرنے والی اشیائے خوردنی دھڑا دھڑ بک رہی ہیں

لوگ کھا رہے ہیں اور گھروں کو واپس، نماز عید کا وقت ہوا عبادت گزار بندے منہ ہاتھ صاف کرکے مسجد میں داخل ہوئے صفیں درست ہوئیں بچوں نے گریہ و زاری شروع کی ادھر تکبیر کی آواز بلند ہوئی ادھر قلعہ میں توپ چلی اور سب سمجھ گئے کہ سلطنت شاہ عالم از دہلی تا پالم۔

لکھنؤ کی عید کے بھی کیا کہنے ادھر نخاس میں کبوتر فروخت ہو رہے ہیں۔ ادھر چوک کی تپلی سی گلی میں اتنی بھیڑ ہے کہ جب شانے سے شانہ ٹکراتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ دل سے دل مل گیا۔ امین آباد میں چھوٹی چھوٹی دوکانوں پر شیر خرما فروخت ہوتا ہے کہ جس کا جی چاہے کھائے اور عید منائے۔ طرحداران اودھ چکن کی اچکنیں پہنے بٹیریں ہاتھوں پر سنبھالے پیر بخارا کی مسجد میں داخل ہو رہے ہیں ادھر نماز ختم ہوئی ادھر ——— امان واللہ ——— آپ کے سر عزیز کی قسم ——— حضور کو عید مبارک کی صدائیں بلند ہوئیں شرکوں پر جھک جھک کر سلام کیے جا رہے ہیں کوٹھوں پر ترانے گائے جا رہے ہیں جب یہ ہنگامہ بھی ختم ہوا تو بٹیروں کی پالی شروع ہو گئی یا پھر عید کی تقریب میں فی البدیہہ مشاعرے ہونے لگے۔

حیدرآباد کی عید سے متعلق اسلئے تفصیل سے لکھنا ضروری نہیں کہ آپ سب حضرات جو ان سطور کو پڑھ رہے ہیں یہاں کی عید کے مالہ وماعلیہ سے اچھی طرح واقف ہیں ہماری عید کی خصوصیت قطب شاہ کے زمانے سے یہ رہی ہے کہ اسے اجتماعی طور پر منایا جاتا ہے یعنی شیخ کریم بخش لالہ دین دیال سے گلے ملتے ہیں اور پنڈت نرسنگھ راؤ حضرت قدرت اللہ مجددی سے بغلگیر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حیدرآبادی عید کی دوسری خصوصیت شیروانی ہے جس کا زور شور جاگیرداری ختم ہونے کے بعد سرد پڑ گیا ہے) جس طرح دلی میں عید کا نشان امتیازی دہی بڑے اور لکھنؤ میں بٹیر کی پالی تھی اسی طرح حیدرآباد میں یہ کام شیروانیوں کے تنوع سے لیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے یہاں کے لوگ خوش پوشی میں مشہور ہوئے اور درزیوں کی عید سب سے زیادہ مفید اور شاندار ہوتی رہی۔!
آخر میں آندھرا پردیش کے قارئین اور شائقین کو عید مبارک !۔

آندھرا پردیش میں معدنی صنعتیں

آندھرا پردیش میں معدنی صنعتوں پر ایک دو روزہ مجلس مباحثہ حیدرآباد میں یکم اور ۲ر فروری ۱۹۶۲ء کو منعقد ہوئی۔ اس مجلس مباحثہ کا مقصد یہ تھا کہ آجروں کی توجہ ریاست کے اندر ایسی صنعتوں کے قیام کی طرف مبذول کرائی جائے جن کی اساس جمشید پور، نیشنل کیمیکل لیباریٹری، پونا، کونسل آف اپلائڈ اکنامک ریسرچ، نئی دہلی، یونیورسٹیز، جیالاجیکل سروے آف انڈیا، انڈین بیورو آف مائنز اور ریاستی حکومت کے مختلف محکموں کی جانب سے (۲۳) مقالے وصول ہوئے۔ صنعت کی جانب سے بھی موثر نمائندگی کی گئی۔ ان کنی کی صنعت میں مشغول اداروں کی جانب سے کوئی (۸) مقالے وصول ہوئے۔ اس موقع پر معدنیات اور معدنی پیداوار کی ایک نمائش بھی منعقد کی گئی۔

یہ مجلس مباحثہ (۳) اجلاس میں منعقد ہوئی۔ پہلے اجلاس میں لوہے کی کچدھات، میگنیز، کرومائیٹ اور کوئلے کے مسائل پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ اس اجلاس کی صدارت سنگارینی کالریز کمپنی لمیٹڈ کے جنرل مینجر شری ایس۔ کے نرگوند کر نے کی۔

دوسرے اجلاس میں اسبسطاس، ابرق، سرامک اور شفاف معدنیات چونے کے پتھر، بیریٹس وغیرہ کے تعلق سے تبادلہ خیال کیا گیا۔ اس کی صدارت سنٹرل انسٹیٹیوٹ آف جیوفزکس کے ڈائرکٹر ایم۔ ایس۔ کرشنن نے کی۔

تیسرے اجلاس میں سونے، ہیرے، سلیٹس اور کیمیاتی کھاد میں استعمال ہونے والی معدنیات پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ اس کی صدارت جیالاجیکل سروے آف انڈیا آندھرا پردیش سرکل کے سپرنٹنڈنگ جیالاجسٹ شری ایس۔ این۔ سین نے کی۔

حل طلب مسائل :

اس تبادلۂ خیال کے نتیجہ میں جو مسائل منظر عام پر آئے ان کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے :-

میگنیز کی صنعت کو سرد بازاری کا سامنا ہے کیونکہ اول تو یہ کہ ذخائر کا گریڈ ادنیٰ ہے اور دوسرے یہ کہ کلم کی کچدھات میں سے فاسفورس کی زائد مقدار دور نہیں کی جاسکی۔ مزید تجربات کرنے سے ایسا طریقہ دریافت ہوسکے گا جو اس کے لئے موزوں ہوگا۔ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ اس رتبے کی کچدھات کو ۱۰ فیصد سائنٹفک میگنیز ڈائی آکسائیڈ کے اضافے کے ساتھ ڈرائی بیاٹریز کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے اور اسطرح بیاٹری گریڈ میگنیز ڈائی آکسائڈ کی درآمد کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس پر مزید غور کیا جاسکتا ہے۔

ایسی صنعتوں کے قیام پر زور دیا گیا جن کی اساس کوئلے پر ہو۔ کوئلے کی پیداوار میں اضافے کے تعلق سے سنگارینی کالریز کمپنی کے ترقیاتی پروگراموں اور کامیابیوں کا تذکرہ کیا گیا۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ فولاد اور کیمیائی کھاد کی صنعتوں نیز ادنیٰ تپش کے کاربونائزیشن یونٹ کے قیام کے نتیجے میں کوئلے کے مناسب

استعمال کی ابتدا ہوگی۔

سرامک کی صنعت کے تعلق سے یہ ضروری خیال کیا گیا کہ اس شعبے میں ترقی کے لیئے خام مال کا تفصیلی اور مکمل سروے کیا جائے۔ گرینائٹ صنعت کو جن مسائل کا سامنا ہے وہ پیش کیئے گئے۔ اس سلسلے میں ذخائر کی مزید تلاش اور اسے حاصل کرنے کے لیئے انداز اور سہولت بخش طریقوں کے استعمال پر زور دیا گیا۔

چونے کے پتھر کی صنعت پر تبادلہ خیال سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ہم اپنے محفوظ ذخائر کے بارے میں اب زیادہ عرصہ مطمئن نہیں رہ سکتے اور اب وقت آگیا ہے کہ ان ذخائر کی قسم وار تقسیم کی جائے اور محفوظ ذخائر کی حفاظت کی جائے۔

ریاست کی بیرئیٹس پیسنے کے لیئے " ایمونڈمل گنجائش کو پوری طرح کام میں لانے اور بعض صنعتوں کے قیام پر زور دیا گیا۔ اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ جاپان اور دوسرے ملکوں کو خام بیرئیٹس کی برآمد ختم کر دی جائے اور اس معدنی شئے کو اندرون ملک استعمال کے لیئے محفوظ کر لیا جائے۔ اضلاع چتور اور اننت پور کی سونے کی کانوں اور ریاست کی ہیرے کی کانوں کو دوبارہ کھولنے کی پر زور درخواست کی گئی۔ یہ بیان کیا گیا کہ تلاش و تحقیق کا کام جاری ہے اور نتائج کا انتظار ہے۔

وشاکھاپٹنم کے اپیاٹائٹ کو استعمال کرتے ہوئے فیوزڈ فاسفیٹ فرٹیلائزر کی تیاری کے امکان کا بھی جائزہ لیا گیا اگر یہ کوشش کامیاب ہوئی تو —— (لیٹریٹک قسم کی) زمین کی زرخیزی میں مدد ملے گی۔

کان کنی کی صنعت میں سڑکوں، مراصلات، صحت اور معیار زندگی کی ترقی پر زور دیا گیا۔ فنی تربیت کی کافی سہولتیں موجود ہیں لیکن یہ تجویز پیش کی گئی کہ تربیت میں مزید امداد دینے کے لیئے ایک نمونے کی کان اور میوزیم قائم کیا جانا چاہیئے۔

دھات کی صفائی کی ضرورت :

شری سید کاظم، ناظم معدنیات و اراضیات، آندھرا پردیش نے اپنی خیر مقدمی تقریر کے دوران کہا کہ آندھرا پردیش میں کئی اقسام کی معدنی دولت موجود ہے لیکن یہاں معدنی صنعت صرف اس حد تک ہی محدود ہے کہ اسے نکالا جائے اور خام شکل میں فروخت کر دیا جائے۔ ان ذخائر سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ان معدنیات کی صفائی کی جائے اور اسے مختلف شکلوں میں استعمال کیا جائے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وشاکھاپٹنم میں تیل صاف کرنے کا کارخانہ قائم کیا گیا ہے۔ دوسری معدنیات سے بھی اسی قسم کے فائدے حاصل کیئے جا سکتے ہیں۔

" ہندوستان کی یہ واحد ریاست ہے جہاں بڑے پیمانے پر اسبطاس کی کرائی سوٹائل قسم حاصل ہوتی ہے۔ جو ہندوستان کی مجموعی پیداوار کا ۵۰ فیصد ہے۔ لیکن اسبطاس کی کمتر قسم کی تھوڑی بہت مقدار کے سوا، جو اسبطاس سمنٹ کی تیاری میں استعمال کی جاتی ہے، پوری پیداوار برآمد کر دی جاتی ہے بیرئیٹس کی تقریباً تمام پیداوار آندھرا پردیش سے حاصل ہوتی ہے اور لطف یہ کہ اس میں سے اندرون ریاست کچھ بھی استعمال نہیں کی جاتی ہے۔ ابرق اور دوسری کئی معدنیات کے تعلق سے بھی یہی صورت حال ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کوئلے کو چھوڑتے ہوئے، معدنیات سے بڑے پیمانہ پر استفادہ ہی نہیں کیا گیا اور ایسی صنعتوں کا بڑے پیمانے پر قیام ہی عمل میں نہیں لایا گیا جن کی اساس ان معدنیات پر ہو، ایسے افراد پر جو کانوں کا انتظام چلا رہے ہوں ایک اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسے اثاثہ جات سے استفادہ کر رہے ہیں جنہیں بعد میں دوبارہ معمور نہیں کیا جا سکتا۔ ہم کسی بھی معدنی شئے کو تلف نہیں کر سکتے بلکہ ہمیں ایسے طریقے بھی دریافت کرنے چاہئیں جن کی بدولت ہم ایسی معدنیات کو بھی استعمال کر سکیں جن کا تلف ہونا ناگزیر ہے۔ اس سلسلے میں ابرق کی کانوں میں کوارٹز اور فلسپر کے ساتھ بڑی مقدار میں ابرق اور فلیگ اسٹون کی کانوں میں چونے کے پتھروں کے بڑے بڑے انباروں کے تلف ہونے کی مثال دی جا سکتی ہے۔

مائننگ کارپوریشن :

شری آئی۔ جے۔ نائیڈو، سکریٹری، محکمہ صنعت نے اپنی صدارتی تقریر میں آندھرا پردیش مائننگ کارپوریشن کے قیام پر روشنی ڈالی اور کہا :

" اس کارپوریشن کے تعلق سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ اس کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ خانگی شعبے کو کان کنی اور اس کے استفادہ سے الگ تھلگ رکھا جائے۔ برخلاف اس کے مائننگ کارپوریشن کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس سمت میں خانگی آجروں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور معدنیات سے زیادہ وسیع استفادہ کیا جائے اور ان کا تفصیلی سروے عمل میں لایا جائے اور یہ بتایا جائے کہ ذرائع و وسائل کی اس قدر بہتات ہے کہ ان سے خانگی آجر بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔ میں اس اہم موقع پر یہ چیز واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہے۔

" جہاں تک کوئلہ کے استعمال کا تعلق ہے ہم سب بخوبی جانتے ہیں کہ آج ملک میں کوئلے کو ایک انتہائی اہم مقام حاصل ہے۔ جبکہ ہم روزانہ اخبارات

اور خاص طور پر ان اخبارات پر نظر ڈالتے ہیں جو کامرس اور صنعت سے متعلق ہوتے ہیں، تو کالم کے کالم کوئلے کی صنعت سے اَٹے پڑے ہوتے ہیں۔ سنگارینی کالریز کمپنی لمیٹڈ کے پیش نظر یہ منصوبہ ہے کہ پیداوار (۲۰۷) ملین ٹن سے بڑھا کر (۵۰۷) ملین ٹن کر دی جائے یعنی (۳) ملین ٹن زائد پیداوار کے حصول کا تخمینہ ہے۔

"آندھرا پردیش میں خام دھات کو صاف کرنے کی صنعت کے آغاز کے لئے کافی ذرائع و وسائل ہیں کیونکہ ان میں کوئلے سے کافی استفادہ کیا جاتا ہے۔

" ریجنل ریسرچ لیبارٹری کی کوششوں کی بدولت، جس کے سربراہ ڈاکٹر حسین ظہیر ہیں، ۲۵ ٹن یومیہ گنجائش کے ادنیٰ تپش والے کاربونائزیشن پلانٹ پر کام ہو رہا ہے۔ انہوں نے دریافت کر لیا ہے کہ سنگارینی اور دوسری متصلہ کانوں میں حاصل ہونے والے کوئلے کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور اسے کوک (Coke) میں تبدیل کر کے دھات کی صفائی اور صنعتی اغراض کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ حکومتِ ہند اس سے مطمئن ہو جائے گی اور ڈھلوان لوہے اور فولاد کے کارخانہ کے قیام کی منظوری دیدیگی جس کے لئے ہم درخواست دے چکے ہیں اور ان کے قیام کے تعلق سے ہم خانگی اور سرکاری دونوں شعبوں میں مزید کوشش کر رہے ہیں۔"

اِمداد کا تیقُّن :

شری ایم۔ پی۔ پائی، چیف سکریٹری نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا " اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس ریاست میں معدنی دولت کا استعمال ہم ابھی شروع کر رہے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اگلے وقتوں میں بھی اس ریاست کو معدنیات کے استعمال میں دُنیا کے کئی حصّوں کی رہنمائی کا شرف حاصل تھا۔ نہ صرف یہ کہ دھاتیں بلکہ ہیرے بھی نکالے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر کوہِ نُور جو کرشنا کے طاس میں دریافت کیا گیا تھا۔ رام گیری میں بھی سونے کی کانیں تھیں۔ جیسا کہ کئی مُستند افراد کا خیال ہے کہ جس فولاد سے دمشق کی تلواریں بنتی تھیں وہ ورنگل اور بیرونِ ریاست بیدر کا ہوتا تھا۔ سنگارینی کے کوئلے کو چھوڑتے ہوئے صُورتِ حال یہ ہے کہ صرف اُوپری سطح پر کان کنی کر لی جاتی ہے اور جو کچھ ملتا ہے اُسے غنیمت جان کر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس ہندوستان میں حاصل ہونے والے کوئلے کی ۵ فیصد پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے کوئلے کے یہ ذخائر (۱۰۰۰) ملین ٹن سے بھی زائد ہیں۔ ہم نے اب تک سائنٹیفک طریقے پر کان کنی میں کوئی ترقی نہیں کی ہے اور جدید ٹیکنالوجی سے بھی خاطر خواہ کام نہیں لیا جا رہا ہے۔ ہماری ریاست کے اندر واقع اور بیرونِ ریاست واقع تجربہ خانوں سے بہت کچھ کام لیا گیا ہے اور جیسا کہ معتمدِ صنعت شری نائیڈو نے ابھی کہا کہ ریجنل ریسرچ لیبارٹری حیدرآباد نے ادنیٰ تپش کا ایک کاربونائزیشن پلانٹ قائم کیا ہے۔ اب خانگی آجروں کا فرض ہے کہ ان تحقیقات میں جو ترقی کی گئی ہے ان سے تجارتی پیمانے پر استفادہ حاصل کریں۔ جہاں تک لوہے کی کچ دھات کا تعلق ہے خوش قسمتی سے ہمارے پاس کوئلے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کی لوہے کی کچ دھات کے وسیع ذخائر بھی ملتے ہیں۔ بدقسمتی سے اس ریاست میں کوکنگ کوئلہ نہیں ملتا ہے لیکن سائنس کی جدید ترقی کے نتیجے میں یہاں دستیاب ہونے والا نان۔کوکنگ کوئلہ بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نیشنل میٹل سرجیکل لیبارٹری پر جو تجربات ہوئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ کم تر درجے کی لوہے کی کچ دھات اور کوئلہ، یہاں دستیاب ہونے والے چونے کے پتھر کے ساتھ، فولاد کی تیاری میں کامیابی سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میں توقع کرتا ہوں کہ خانگی آجرین اس تجربے سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس شعبے میں پہلے ہی سے بعض آجرین موجود ہیں اور میں ان کی کامیابی کی دُعا کرتا ہوں۔ میں انہیں ریاست کی جانب سے یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس اہم صنعت میں تمام ممکنہ امداد دی جائے گی۔ یہ ایک بنیادی صنعت ہے اور اس کے اثرات اندرونِ ریاست دوسرے کئی صنعتوں پر مُرتب ہوں گے۔

" مجھے خوشی ہے کہ شری نائیڈو نے خانگی شعبے کے ان تمام خدشات کو رفع کر دیا ہے کہ آندھرا پردیش مائننگ کارپوریشن خانگی شعبے سے مسابقت کرنے کی غرض سے قائم کی گئی ہے، یہ مقصد بالکل نہیں ہے۔ میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتا۔ میں صرف یہ دُعا کرتا ہوں کہ اس مجلس مباحثہ کے نتیجے میں ریاست میں خانگی آجروں کے مسائل کو زیادہ بہتر طریقے پر سمجھا جائے گا اور ریاست میں معدنی صنعت کی ترقی کے سلسلے میں ان مسائل پر باہمی تعاون کی فضا میں عمل درآمد کیا جائے گا۔

ناظم معدنیات و ارضیات نے اختتامی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آندھرا پردیش مائننگ کارپوریشن کے مقاصد نہ صرف یہ ہیں کہ مختلف معدنیات سے استفادہ کیا جائے بلکہ معدنیات کے فائدہ مند استعمال اور ان سے تیار ہونیوالی مصنوعات کی تیاری کے لئے کارخانے قائم کیئے جائیں۔ انہوں نے اس اُمید کا اظہار کیا کہ کارپوریشن نے جو کام انجام دیا ہے وہ کانوں کے مالکان کے لئے ایک درس ثابت ہوگا اور اس کے نتیجہ میں وہ نہ صرف کانوں کا بہتر انتظام کریں گے بلکہ اپنے زیرِ انتظام کانوں میں معدنی پیداوار کی ترقی اور ان سے استفادہ میں زیادہ دلچسپی لیں گے۔

* * * * * * * * *

فرخ سہیل

اس نظم میں

کونسی الجھن کو ______

لب بیاباں بوسے بے جاں
کونسی الجھن کو سلجھاتے ہیں ہم
جسم کی یہ کارگاہیں
جن کا ہیزم آپ بن جاتے ہیں ہم

نیم شب اور شہر خواب آلودہ، ہم سائے
کہ جیسے دزدِ شب گرداں کوئی
شام سے تھے حسرتوں کے بندۂ بے دام ہم
پی رہے تھے جام پر جام ہم
یہ سمجھ کر جرعۂ پنہاں کوئی
شاید آخر ابتدائے راز کا ایما بنے

مطلب آساں، حرف بے معنی
تبسم کے حسابی زاویئے
جن سے عیشِ خام کے نقش ریا بنتے رہے
اور آخر جسم میں بُعدِ سرِ مُو بھی نہ تھا

جب دلوں کے درمیاں حائل تھے سنگیں فاصلے
قربِ چشم و گوش سے ہم کونسی الجھن کو سلجھاتے رہے

کون سی الجھن کو سلجھاتے ہیں ہم
شام کو جب اپنی غم گاہوں سے دزدانہ نکل آتے ہیں ہم
زندگی کو تنگنائے تازہ تر کی جستجو!
یا زوالِ عمر کا دیوِ سبک پا رُوبرو؟
یا انا کے دست و پا کو وسعتوں کی آرزو
کونسی الجھن کو سلجھاتے ہیں ہم
کونسی الجھن کو سلجھاتے ہیں ہم

(ن۔م۔ راشد)

ن۔م۔ راشد اور نظم آزاد، دونوں کا ذکر کچھ اسطرح ساتھ ساتھ آتا ہے کہ صنفِ آزاد نظم کو پسند کرنے والوں کے ذریعہ راشد کے چاہنے والوں کی مردم شماری آسان ہو گئی ہے۔ اسی طرح راشد کو ناپسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ قارئین لازماً نظم آزاد کو رد کرتے ہیں۔

نظمِ آزاد راشد کی اختراع نہ ہوتے ہوئے بھی اس کی مٹی میں راشد کا خون پسینہ شامل ہے۔ عبدالحلیم شرر، اسمٰعیل میرٹھی وغیرہ کی کوششوں سے قطع نظر راشد ہی کے سر آزاد نظم کی مقبولیت کا سہرا ہے (راشد کے معاصرین میراجی، تصدق حسین خالد وغیرہ کی کوششوں کا یہاں ذکر نہیں ہے۔)

"کونسی اُلجھن کو" ایک ایسی سوسائٹی کے ممبروں کی کہانی ہے جنہیں عیشِ خام کے مواقع حاصل ہیں اور جن کی جیب اور شکم دونوں ہی پر ہیں لیکن اس طبقہ کے پاس زندگی کا کوئی آئیڈیل نہیں ہے جس کے سبب ان کے دماغ کا واک اور رُوح پیاسی ہے۔

راشد کی یہ نظم قاری سے بار بار پڑھنے کا مطالبہ کرتی ہے، یہ راشد کا عام رنگ ہے کہ اُن کی نظمیں عوام کے لیئے نہیں ہوتیں بلکہ شاعروں کے لیئے ہوتی ہیں یعنی ہم راشد کو poet's poet کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

زیرِ بحث نظم بورژوا طبقہ کے ایک ایسے فرد کی رُودادِ حیات ہے جس کے پاس چند ناکارہ اور فضول خیالات کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ یہ شخص جو نظم کا راوی ہے اپنی ہر شام کسی کلب میں سرِ جام گذارتا ہے۔ اس کے ساتھ جنسِ مخالف کی شرکت اور رفاقت بھی ضروری سمجھتا ہے۔ اس شخص کو اپنے ہم سائے بھی رات کی تاریکی میں چوروں کی طرح نظر آتے ہیں۔ نظم کا ہیرو، جسے سماج کے اس زوال آمادہ طبقہ کا نمایندہ کہنا چاہیئے اپنی رُودادِ حیات کے ساتھ اپنے ساتھیوں کی بھی کہانی سُناتا ہے کہ شام ہی سے حسرتوں کا اژدہام تھا اور ہر جرعۂ مئے اس توقع پر پیا جا رہا تھا کہ اپنی اپنی اَنا کا جائزہ لیا جائے۔

مطلب آساں، حرفِ بےمعنی
تبسم کے حسابی زاویئے
جن سے عیشِ خام کے نقشِ ریا بنتے رہے

نظم کے یہ مصرعے سماج اور سوسائٹی کے اِس ریاکار ماحول کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں۔ "تبسم کے حسابی زاویئے" کس قدر خوبصورت اظہارِ بیان ہے اس کی جسقدر داد دی جائے کم ہے۔ وہ لوگ جو محض تصنع اور نمائش کے دِلدادہ ہیں اُن کا اخلاق بھی مُلمع سے پُر ہوتا ہے ان لوگوں کے تبسم کی احتیاط کو تبسم کے حسابی زاویئے کہنا شاعر کی قوتِ مشاہدہ کی بہترین مثال ہے۔

نظم جُوں جُوں آگے بڑھتی ہے اپنی نقاب کُشائی آپ کرتی جاتی ہے۔ عیشِ خام کے یہ دلدادگان ایک کلب سے سرشار و مخمور نکلتے ہیں، یہ سرشاری اور مخموری دراصل زندگی کی حقیقتوں سے فرار کی کوشش ہے۔ اِس عالمِ مستی میں یہ لوگ کن باتوں کی تھاہ پانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ یہ ہیں:

زندگی کو تنگنائے تازہ تر کی جُستجو
یا زوالِ عُمر کا دیوِ سُبک پا رُوبرو
یا اَنا کے دست و پا کو وسعتوں کی آرزو

اِن عیش پرستوں کا زاویۂ نگاہ بطورِ خاص غور طلب ہے کہ ان کے آگے ایک راستہ ضرور ہے لیکن اس راستے کا دوسرا سرا پھر فراموش کاری کے دہانے پر ختم ہوتا ہے۔ انقلاب اور گوناگونی کی آرزو انہیں بھی ہے لیکن کسی وُسعت کی آرزو نہیں بلکہ کسی تنگنائے تازہ تر کی جُستجو ہے۔ ان عیش پسندوں کے آگے عُمر کا دیوِ سُبک پا مُنہ پھاڑے کھڑا ہے کہ زندگی بے مقصد و بے آہنگ گذری جا رہی ہے۔ سماج کے اس خواب پرست طبقہ کے لیئے اگر کوئی غم ہو سکتا ہے تو وہ عُمر کے دیوِ سُبک پا ہی کا ہو سکتا ہے کیونکہ ان کی پیٹھ تو سورج کی طرف رہتی ہے اور انہیں روشنی کی تاب نہیں ہے۔ ان شپرہ چشموں کی حکایت کے لیئے راشد نے جن نظموں کا انتخاب کیا ہے وہ یقیناً قابلِ داد ہیں۔

"یا اَنا کے دست و پا کو وُسعتوں کی آرزو"

اس عیش گزیدہ طبقہ کی اَنا کا اظہار سرِ جام ہی ممکن ہے اور ان افراد کا اپنے آپ کو غرقِ مئے کرنے کا جواز بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس موضوع کے ذریعہ نفسیات کی ایک اور گرہ کھُلتی ہے کہ کس طرح آتشِ سیال ان کے جذبۂ اَنا کو ہوا دیتی ہے۔ سنجیدہ اور معتدل کیفیت انہیں لب کُشائی سے اس لیئے باز رکھتی ہے کہ اِن کے تحت الشعور میں احساسِ کمتری کارفرما ہے۔

"کونسی اُلجھن کو" ایک دلآویز نظم ہے اس کا حُسن اس کی ہئیت میں بھی پوشیدہ ہے۔ نظم کا ایک بار مطالعہ بھی یہ یقین دلانے کے لیئے کافی ہے کہ اِس نظم کا شاعر اسالیبِ بیان اور امکاناتِ زبان کے رموز سے خُوب خُوب واقف ہے۔

پنچایت راج کی ترقی کی رفتار

قبائلی رقبے میں صحت کے ابتدائی مرکز کا قیام :

ہمارے معاشرے کے غیر مراعات یافتہ طبقات میں بھی اب بیداری پیدا ہو چلی ہے اور وہ بھی اپنے مستقبل سے پُر امید ہو چلے ہیں ۔ انہوں نے اب " اپنی مدد آپ " کی اہمیت محسوس کر لی ہے ۔ حال ہی میں لکشمی نارائن دیوی پیٹا (پولاورم بلاک ضلع مغربی گوداوری) کے باشندوں نے صحت کے ابتدائی مرکز کی تعمیر کے لیئے (۶۰۰۰) روپے کی رقم اور (۲) ایکڑ اراضی عطیہ دی ۔ زیادہ عطیہ دینے والوں میں سری ہوتا بابی راجو اور سری کوپاکا ویرا بھدرا راؤ شامل ہیں ۔

ریڈیو سننے والے گروپ :

آج کل ریڈیو کی نشریات ایک بہترین و مقبول عام تفریح ہے ۔ ریڈیو پر جو مختلف پروگرام پیش کیئے جاتے ہیں ان میں غالباً خبریں عام طور پر بہت مقبول ہیں ۔

جنوری ۱۹۶۲ء میں نیّ نارکنڈ یپگا (ناگری پنچایت سمیتی، ضلع چتور) کے نوجوانوں نے ریڈیو سٹ کی خریدی کے لیئے (۵۰۰) روپیہ فراہم کیا ۔

کولاپور سمیتی، ضلع محبوب نگر میں ریڈیو سننے والے (۳) گروپ قائم کیئے گئے ۔

سڑک کی تعمیر کے لیئے شرم دان :

اب شرم دان ہندوستان میں ترقیاتی سرگرمیوں کی ایک اہم خصوصیت ہے ۔ دیہی رقبوں میں نہایت منظم اور پُر امن طریقے پر شرم دان کا کام انجام دیا جا رہا ہے

جنوری ۱۹۶۲ء میں موضع ماگدی (آرمور پنچایت سمیتی، ضلع نظام آباد) کے باشندوں اور طلباء نے شرم دان کے ذریعہ ۱½ میل لمبی سڑک تعمیر کر لی ۔ جو کام انجام دیا گیا اس کی لاگت (۱۰۰۰) روپے سے زائد ہوتی ہے ۔

خواتین کے لیئے گرام سہایک کیمپ :

آج کل نام نہاد پس ماندہ رقبوں کی خواتین بھی قومی تعمیر کی سرگرمیوں میں حصّہ لینے اور اس سلسلے میں ضروری تربیت حاصل کرنے کے لیئے بڑی تعداد میں آگے آ رہے ہیں ۔

موضع گما لکشمی پورم (جگدا گیری بلاک ضلع سریکاکلم) میں ۱۲ سے ۲۳ جنوری تک صرف خواتین کے لیئے گرام سہایک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا ۔ (۵۰) خواتین کو تربیت دی گئی ۔

سلوائی کی مشینوں کی تقسیم :

پنچایت سمیتی پنٹا پاڑو، مغربی گوداوری کے زیر اہتمام ایسی خواتین میں جنہیں

خیاطی اور ملبوسات کے مقامی مرکز پر تربیت دی گئی ہسلائی کی (۲۶) مشینیں تقسیم کی گئیں ۔ (۵۰) فی صد اخراجات سمیتی نے برداشت کیے اور باقی خود ان خواتین نے۔

دوپہر کے کھانے کا پروگرام :

موضع کونڈاپور (دھان واڑا پنچایت سمیتی ضلع محبوب نگر) میں یکم جنوری ۱۹۶۳ء کو دوپہر کے کھانے کے مرکز کا قیام عمل میں آیا۔ گاؤں پنچایت اور یوتھ کلب نے گاؤں والوں سے غلہ اکٹھا کیا۔ فی الوقت (۲۰) غریب ہریجن طلبا کو کھانا دیا جاتا ہے ۔

(۸) ایکڑ اراضی کا عطیہ :

کامے پلی (کونڈاپی پنچایت سمیتی ضلع نیلور) کے باشندوں نے صحت کے ابتدائی مرکز اور مڈل اسکول کی عمارت کی تعمیر کے لیے (۸) ایکڑ اراضی عطیہ دی ہے ۔

ایک مہینے میں (۱۵) یوتھ کلبوں کا قیام :

جنوری ۱۹۶۳ء میں آدونی پنچایت سمیتی کے رقبے میں (۱۵) یوتھ کلب قائم کیے گئے ۔ تمام بڑی بڑی تحریکوں میں ہمارے نوجوان ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں اور کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے ۔ یہ کلب اپنے قیام کی تاریخ ہی سے بہت سرگرمی دکھا رہے ہیں اور بستی کی آبادی کے لیے کئی مفید اسکیمیں روبہ عمل لا رہے ہیں ۔

شائی گوڑہ میں دیہی بنک :

امداد باہمی کے قرضے کے شعبے میں شائی گوڑہ (آلیر پنچایت سمیتی ضلع نلگنڈہ) کے دیہی بنک نے قابل لحاظ ترقی کی ہے ۔ اس بنک نے اب تک اس رقبے کے کسانوں میں (۲،۴۴) لاکھ روپے کی حد تک قرضے منظور کیے ہیں ۔ (۸۲۰) دیہی خاندان اس بنک کے تحت لے آئے گئے ہیں ۔

نندی گاما سمیتی میں بہترین پنچایت :

نندی گاما پنچایت سمیتی میں بنڈی پالم پنچایت کو (۱۹۶۱-۶۲) کے لیے بہترین پنچایت قرار دیا گیا اور اسے ۲۹ جنوری کو "پنکا جم رولنگ شیلڈ" دی گئی۔

دودھ کی تقسیم کا مرکز :

موضع کوڈی گنا پلی (ضلع اننت پور) میں ۲۲ جنوری کو اسکول جانے والے بچوں کے لیے دودھ کی تقسیم کا مرکز قائم کیا گیا۔ روزانہ اوسطاً (۵۵) بچوں کو دودھ دیا جاتا ہے ۔

○

فون: ہیلو ہیلو ۵۵۵۵۵ ہماری بلڈنگ میں پانچویں منزل پر ایک عورت اپنے شوہر کو بری طرح سے مار رہی ہے اس کو روکیے۔

پولیس، ٹھیک ہے، آپ کون صاحب ہیں؟

فون: اس عورت کا شوہر ہوں اور کون!

○

سوالات

سوال :- شری بی لکشمی نارائن، مٹھواڑہ، ضلع ونیکل :-
دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران آندھرا پردیش میں کتنے نئے تعلیمی ادارے قائم کئے گئے ؟

جواب :- آندھرا پردیش میں دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی مدت کے دوران جو تعلیمی ادارے قائم کئے گئے ان کی تعداد حسب ذیل رہی :-

پرائمری اسکول	۵۴۹۶
نئے جونیر بیسک اسکول	۲۸۴
مڈل اسکول	۵۴۱
پوسٹ بیسک اسکول	۲
بیسک ٹریننگ اسکول	۳۹
بالغ خواتین کے لئے مخصوص مدارس	۶
نئے ہائی اسکول	۳۸۱
نئے تربیتی کالج	۳
لڑکیوں کے نئے کالج	۴
طلباء کے نئے کالج	۱
زرعی ایجوکیشن کالج	۱
انجینئرنگ کالج	۲
پولی ٹکنک اور کالج کی سطح کے ادارے	۱۴
صنعتی تربیتی ادارے	۳
جونیر ٹیکنیکل اسکول	۳

سوال :- شری کادی گنگا راجو جنیا، ورلی لبنی۔
تعلقہ آرمور (ضلع نظام آباد) کے مواضعات نرنا کل اور مورو ٹوڈو کے درمیان پلیم واگو پر پل کافی نیچا ہے چنانچہ برسات کے موسم میں ایس آر. ٹی. سی کی بسیں اسے پار نہیں کر سکتیں۔ کیا حکومت کے پیش نظر اسے بڑا بنانے کا منصوبہ ہے؟ اگر منصوبہ ہے تو یہ کب رو بعمل لایا جائیگا اور اسکے لئے کیا گنجائش رکھی گئی ہے۔!

جواب :- تجویز ہے کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبہ میں جگتیال۔ آرمور روڈ کے میل ۳۴ پر پل تعمیر کیا جائے تیسرے منصوبے کی تجاویز میں جو عارضی رقم فراہم کی گئی ہے اس کی گنجائش (۵) لاکھ روپیہ ہے۔ موجودہ نیچی سطح کے پل کی بجائے اونچی سطح کے پل کی تعمیر کے تخمینے پر غور کیا جائے گا۔

سوال :- شری ایس سکند راؤ۔
پرلی پی، تعلقہ دھرماورم، ضلع اننت پور۔
ضلع اننت پور میں قحط کے امدادی کاموں کے سلسلے میں جو رقوم منظور کی گئیں ان کی

تفصیلات دیجئے نیز اب تک جو کام انجام دیا گیا اور مستفید ہونے والے افراد کی تعداد کی بھی تفصیلات دیجئے :

جواب :- ۱۹۶۱ - ۶۲ کے دوران ضلع اننت پور کے لئے ناسازگار موسمی حالات کے پیش نظر حسب ذیل رقومات الاٹ کی گئیں :-

خصوصی امدادی پروگرام :

۴۵ (الف) قحط کے امدادی کام (ب) امدادی سڑکوں کے کام و (۹۵۰۰۰) روپیہ اور دوسرے کام پینے کے پانی کی باؤلیوں کو گہرا کرنے کا کام (۷۰۰۰۰) روپیہ (سڑکوں کے ۱۲۲ کام زیر تعمیر ہیں۔ ان سڑکوں پر روزانہ اوسطاً (۲۲۰۰) مزدور کام کر رہے ہے۔ یہ کام تمام تعلقوں میں پھیلے ہوئے ہیں)۔

۲۔ بلند سطح کی نہر پر کام کے دوران مزدوروں کو سہولتوں کی فراہمی (۲۵۰۰۰) روپیہ (بلند سطح کی نہر اور کی معاون نہروں کی کھدائی (۹) مقامات پر جاری ہے۔ مزدوروں کے لئے جھونپڑیوں میں مفت رہائش اور حمل و نقل کی سہولتوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ ان کاموں پر روزانہ اوسطاً (۴۰۰۰) مزدور کام کر رہے ہیں قحط کے کیمپوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے بچوں حاملہ عورتوں اور ماؤں کے لئے دودھ کی مفت تقسیم کی جاتی ہے۔ کام کرنے کی جگہوں پر پنڈیوں یا محکمے کی گاڑیوں کے ذریعہ پینے کا پانی سربراہ کیا جا رہا ہے۔ مزدوروں کو کام کرنے کی جگہوں پر یا ان سے بالکل قریب واجبی قیمت پر چاول فروخت کیا جا رہا ہے۔

چارے کی خریدی وغیرہ (۵۰۰۰) روپے۔

قلت زدہ رقبوں میں تقسیم کے لئے نلہ ملائی سے (۵۰۰) ٹن گھاس کی سربراہی کے احکام دیئے گئے ہیں۔ یہ گھاس پہنچ رہا ہے۔ یہ ۴۰ روپے کے حساب سے فروخت کیا جائے گا جبکہ اس کے اخراجات تقریباً (۱۰۰) روپے ہوتے ہیں۔ یہ نقصان حکومت برداشت کرے گی۔

ریاستی حکومت کی جانب سے قرضے۔ باؤلیوں کے سلسلے میں قرضی امداد ۷۵۰۰۰ روپیہ ۱۰۰۰ باؤلیوں کے لئے۔ یہ رقم مختلف پنچایت سمیتوں اور ضلع پریشد میں تقسیم کی گئی ہے۔ ان کی منظوری پنچایت سمیتی یا ضلع پریشد کی مجلس قائمہ اس تعلق سے عالیہ ہدایات کے بموجب دے گی۔

قرضے، ایل آئی ایل زراعت ۳۰۰۰۰ روپیہ

۴ لاکھ روپیے کے معمولی الاٹمنٹ کے علاوہ، درخواستوں پر عاجلانہ تحقیقات کی جا رہی ہیں اور قرضے منظور کئے جا رہے ہیں۔ ایسی درخواستوں کو ترجیح دی جا رہی ہے جن میں آبپاشی کی باؤلیوں کو گہرا کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔

قرضے (الف) گزر بسر کیلئے قرضہ (۲۵۰۰۰) روپیہ

اور (ب) چارے کے لئے قرضہ (۲۵۰۰۰) "

اب جبکہ پہاڑ یولہ سے گھاس پہنچ چکا ہے اس کی تقسیم کی کوشش کی جائے گی تاکہ جو رقومات بطور قرضہ دیئے جائیں وہ امدادی نرخوں پر چارے کی خریدی کے لئے فوری طور پر استعمال کی جاسکیں۔

آبپاشی کے چھوٹے ذریعوں کی مرمت (۱۲۵۰۰۰) روپیے

یہ کام جنوری تا مارچ میں انجام دیئے جائیں گے جب تمام تالاب سوکھ جاتے ہیں اور مزدور روزگار کی تلاش میں رہتے ہیں۔

وزیر اعظم کا امدادی فنڈ (۲۰۰۰) روپیہ

متاثرہ رقبوں میں مستحق عوام کو کپڑوں وغیرہ کی سربراہی کے لئے استعمال کیا گیا۔

انڈین پیپل فیمن ٹرسٹ فنڈ سے گرانٹ (۶۰۰۰) روپیہ

متاثرہ رقبوں میں مستحق افراد کو کپڑوں کی تقسیم اور غریبوں کو کھانا کھلانے کے مراکز پر راتب کی سربراہی میں استعمال کی گئی۔

محکمہ کے حسب معمول پروگرام جنہیں فراہمی روزگار کی غرض سے شروع کیا گیا۔

محکمہ تعمیرات عامہ بلند سطح کی نہر کے کام (۱۹٫۵۰) لاکھ روپیہ کام جاری ہیں روزانہ تقریباً (۴۰۰۰) افراد کام کرتے ہیں۔

محکمہ تعمیرات عامہ کے تالابوں کی مرمت شکستہ تالابوں کی بحالی وغیرہ (۳٫۵) لاکھ روپیہ روزانہ تقریباً (۱۰۰۰) افراد کو کام پر لگایا گیا۔

محکمہ زراعت کی جانب سے زمین کی حفاظت کا پروگرام (۱٫۶۰) لاکھ روپیہ یہ کام (۵) تعلقوں میں جاری ہے اور کوئی (۵۰۰) افراد برسر روزگار ہیں۔ ۳۱ مارچ ۱۹۶۲ء کے ختم تک (۸۰۰۰) ایکڑ اراضی پر کام انجام دیا جائیگا۔

سول سپلائز: اوزان فروشی کی (۳۵۰) دکانوں کی منظوری دی گئی تھی جن میں سے (۲۹۱) قائم کی جا چکی ہیں۔ ۱۹۶۱ء کے دوران ضلع میں (۳۲۰۰) ٹن چاول اور (۱۰۰۰) ٹن میلو درآمد کیا گیا اور اسے نرخ فروشی کی دکانوں کے ذریعہ فروخت کیا گیا۔ جنوری ۱۹۶۲ء کے لئے مجلس اراضی نے مستعار سے (۳۲۵۰) ٹن چاول الاٹ کیا ہے۔

سوال:- شری آر۔ بی لکشمی نرسا راؤ بھٹا پرولو ضلع گنٹور۔

چرالا اسپننگ مل کب کام شروع کرے گا ؟ یہاں کتنے تکلے ہوں گے اور

کسقدر لاگت آئے گی ؟

جواب:- چالہ کراپریٹو اسپنگ ملز لمیٹڈ جو ۱۲۰۰۰ تکلوں سے کام شروع کریگی توقع ہے کہ یہ جولائی ۱۹۶۲ء کے اوائل میں کام شروع کردے گا ۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ۱۲۰۰۰ تکلوں کے اسپننگ مل پر ۴۰ لاکھ اور ۴۵ لاکھ کے درمیان اخراجات ہوں گے ۔

سوال:- شری ایم ۔ آر ۔ وینکٹ ریڈی
آر ۔ کے ۔ وی بہادر وری پیٹا ضلع چتور ۔
کیا برقی بورڈ نے موضع آر ۔ کے ۔ وی بہادر وری پیٹا کریشنگر بلاک تعلقہ پتور ضلع چتور کو برقی قوت کی سربراہی منظور کی ہے ؟ یہ کام کب شروع ہوگا ؟

جواب: آر ۔ کے ۔ وی بہادر وری پیٹا کو برقی قوت کی توسیع کی اسکیم ریاستی برقی بورڈ کی جانب سے اکتوبر ۱۹۶۱ء کے دوران منظور کی گئی تھی ۔ یہ کام فنڈ کی دستیابی پر شروع کیا جائے گا ۔

سوال: شری ملا دیانڑیلو ۔ موری تعلقہ راجول ضلع مشرقی گوداوری
کیا حکومت کاکی ناڈا میں بندرگاہ کی تعمیر کے سوال پر غور کرے گی ؟

جواب: وزارت حمل و نقل و مراسلات حکومت ہند کی انٹرمیڈیٹ پورٹس ڈیولپمنٹ کمیٹی نے کاکی ناڈا اور مسولی پٹنم کی بندرگاہوں کا معائنہ کیا اور اپنی رپورٹ میں یہ سفارشات پیش کیں کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران کن کن بندرگاہوں کو ترقی دی جائے اور ان بندرگاہوں پر کن کاموں کو فوقیت دی جائے

سوال ۔ شری سی بیشنکر راؤ ۔ سرسلہ ضلع کریم نگر
سوشل سرویس میں ڈپلوما حاصل کرنے کے لئے کیا قابلیت ضروری ہے ؟ کیا ہماری اسٹیٹ میں ایسا ادارہ ہے ؟

جواب: سوشل سرویس میں ڈپلوما کورس کی تعلیم دینے کے لئے ہماری اسٹیٹ میں کوئی ادارہ نہیں ہے ۔

سوال:- شری ٹی ۔ جی ۔ راسا راؤ ۔ گنٹور
کیا یہ حقیقت ہے کہ گنٹور میں سپریم کورٹ کے قیام کی تجویز حکومت آندھرا پردیش کے زیر غور ہے ؟

جواب:- ایسی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور نہیں ہے ۔

سوال:- شری کونا ماھر راؤ ۔ پالی گنڈلہ پاڑ تعلقہ مدھیرہ
تعلقہ مدھیرا ضلع کھمم میں یرو پالیم سے بھیا ورم تک سڑک کب تعمیر کی جائے گی ۔ اس اسکیم کے تعلق سے کتنی رقم منظور کی گئی تھی اور یہ کام کب شروع ہوگا ؟

جواب:- یرو پالیم کو بھیا ورم سے ملانے کی کوئی راست تجویز نہیں ہے ۔ تیسرے مرحلے (۱۹۷۱ تا ۱۹۷۶) کے دوران یرو پالیم سے اچاورم تک (ڈی ۔ آر ۔ اسٹینڈرڈ) پر سڑک کی تعمیر کی تجویز ہے جس کی لاگت کا تخمینہ (۲۰۳۷) لاکھ روپیہ ہے ۔ بھیاورم سے اس عدد سڑک تک ایک برانچ روڈ بھی تعمیر کی جائے گی چونکہ یہ سڑک دیہی سڑک کے زمرے میں آتی ہے لہذا اس کام کو ضلع پریشد کھمم کی جانب سے فنڈ کی دستیابی پر شروع کیا جائے گا ۔

سوال:- شری ایم ۔ کیلاسم ۔ چاتور تعلقہ جنگاؤں ضلع ورنگل ۔
ماسٹر پلان کے مطابق علاقہ تلنگانہ میں کن مقامات سے کن مقامات تک سڑکیں تعمیر کی جائیں گی ؟ یہ کام کب شروع ہوگا ؟ براہ کرم ان راستوں کی اطلاع دیجیے ۔ آیا یہ پختہ روڈ ہوں گی یا بی ٹی روڈ ۔ کیا ضلع ورنگل کی کوئی سڑکیں اس منصوبے میں شامل ہیں ؟ ان کی تفصیلات دیجیے ۔

جواب:- ماسٹر پلان کے تحت ایسے مواصلاتی نظام کی فراہمی کا منصوبہ ہے کہ ایک ترقی یافتہ رقبے میں ہر گاؤں صدر سڑک سے ½ ۱ میل گاؤں کے اندر نیم ترقی یافتہ رقبے میں ۳ میل کے اندر اور غیر ترقی یافتہ رقبے میں ۵ میل کے اندر واقع ہو ۔
ماسٹر پلان (۲۰) برسوں کی مدت پر مشتمل منصوبہ ہے جس کے کم مرحلے ۵"۵ بارکے ہیں سڑکوں کی زمرہ بندی اہمیت اور آمد و رفت کی زیادتی کے لحاظ سے مختلف حصوں میں کی گئی ہے ۔ مختلف مرحلوں کے دوران نئی سڑکوں کی تعمیر یا ترقی کی تجویز ہے ان کاموں کو روبعمل لانے کا انحصار ان رقوم کی دستیابی پر ہے جو حکومت کی جانب سے مختلف منصوبوں کی مدتوں کے دوران الاٹ کی گئی ہے ۔
جہاں تک منصوبے میں ضلع ورنگل سے متعلق تجاویز کا تعلق ہے ۲۰ برسوں کے منصوبوں کے دوران مختلف اقسام کی سڑکوں کے تحت ۲۳۸۰ میل ۳ فرلانگ لمبی طویل سڑکیں تعمیر کی جائیں گی جبکہ موجودہ میلانہ ۹۷۴ میل اور ۷ فرلانگ ہے تفصیل حسب ذیل ہے :-

زمرہ بندی	مجوزہ سڑکیں میل	مجوزہ سڑکیں فرلانگ	موجودہ سڑکیں میل	موجودہ سڑکیں فرلانگ
قومی شاہراہیں	۱۱۰	۴	-	-
ریاستی شاہراہیں	۱۱۷	۷	-	-

زمرہ بندی	مجوزہ سڑکیں میل	فرلانگ	موجودہ سڑکیں میل	فرلانگ
ضلع کی بڑی سڑکیں	۶۴۴	۶	۳۱۶	۴
ضلع کی دوسری سڑکیں	۸۲۱	۰	۶۹	۵
دیہی سڑکیں	۶۸۶	۲	۹۳	۲
	۲۲۸۰	۳	۴۷۹	۷

(۳۰) برسوں کی مُدت کیلئے منصوبہ کی مجموعی لاگت کا تخمینہ ۲۲۔۱۸۲۶ لاکھ روپے ہے۔

○

ایک شخص نے ایک بھکاری سے کہا :

"تم کوئی کام وام کیوں نہیں کرتے ؟"

بھکاری نے کہا

"آپ کام دلوایئے "

اس شخص نے کہا

"چلو میرے گھر کی دیواروں پر سفیدی پھیر دو "

بھکاری نے دن بھر دیواروں پر سفیدی پھیری ۔ اس شخص نے خوش ہو کر اسے دو روپے مزدوری دی' لیکن بھکاری نے جواب دیا ۔

"جی یہ تو مزدوری ہوئی ۔ اب کچھ بھیک بھی تو دیجئے ۔ میں کوئی مزدور تھوڑا ہی ہوں میں تو پیشہ ور بھکاری ہوں "

○

دیہی رقبوں کو برقی قوت کی سربراہی

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران ضلع سریکاکلم کے مواضعات پوٹلی اور رام بھدراجو پیٹا (تعلقہ پالاکونڈہ) اور ولاپاڑو (تعلقہ نرسناپیٹا) کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

اسی مہینے کے دوران ضلع وساکھاپٹنم کے موضع اُپما کا (تعلقہ یلامنچلی) کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

نومبر ۱۹۶۱ء کے دوران ضلع چتور کے نیچے بتائے ہوئے مواضعات کو برقی قوت سربراہ کی گئی:۔

(۱) دولتھاکان پلی (تعلقہ وایل پاڑ)
(۲) پنبا پلی (تعلقہ چتور) اور
(۳) چنانادم پلی (تعلقہ چتور)

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران ضلع چتور کے نیچے بتائے ہوئے مواضعات کو برقی قوت سربراہ کی گئی:۔

(۱) اپالایاگنٹہ (تعلقہ چتور) (۲) اینومالاپالم (تعلقہ چتور)
(۳) نادم پلی (تعلقہ چتور) (۴) اماگری پلی (تعلقہ چتور)
(۵) گوپال پورم (تعلقہ چتور) (۶) راجا رنگیاگری پلی (تعلقہ چتور)
(۷) تھیرپو ریڈی پلی (تعلقہ چتور) (۸) اٹاوری پلی (تعلقہ چتور)
(۹) گربلی مٹا (تعلقہ چتور) (۱۰) بونتھی ونکا (تعلقہ چتور)
(۱۱) والسا پلی (تعلقہ مدنا پلی) (۱۲) کرشنا پورم (تعلقہ مدنا پلی)
(۱۳) بوڈے دری پلی (تعلقہ پنگانور) (۱۴) ایڈیگا پلی (تعلقہ پنگانور)
اور (۱۵) کوڈی ریڈی پلی (تعلقہ پنگانور)

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران ضلع کڑپا کے نیچے بتائے ہوئے مواضعات کو برقی قوت سربراہ کی گئی:۔

(۱) ویلور (تعلقہ کڑپا)
(۲) کھڈرا بڈکس (تعلقہ جما لامڑگو)
اور (۳) باکراپیٹ (تعلقہ جما لامڑگو)

علاقہ تلنگانہ میں دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران نیچے بتائے ہوئے مواضعات کو برقی قوت سربراہ کی گئی:۔

(۱) سیوم پیٹھ (تعلقہ اندھول ضلع میدک)
(۲) تھومو کنٹہ (تعلقہ میڑچل ضلع حیدرآباد)
(۳) شمشن آباد (تعلقہ کریم نگر ضلع کریم نگر)
(۴) اکوتھاٹا پلی (تعلقہ کلواکرتی ضلع محبوب نگر)
(۵) میٹر پلی (تعلقہ کھمم ضلع کھمم)
(۶) پوتھی ریڈی پلی (تعلقہ ظہیرآباد ضلع میدک)
(۷) ملکالا پلی (تعلقہ محبوب آباد ضلع ورنگل)
(۸) ہوٹی خود (تعلقہ ظہیرآباد ضلع میدک) اس موضع کو دسمبر میں برقی قوت سربراہ کی گئی۔ نومبر ۱۹۶۱ء میں نہیں جیسا کہ پہلے اطلاع دی گئی تھی۔

جنوری ۱۹۶۲ء میں ضلع کرشنا کے موضع پنڈیالا (تعلقہ نندی گاما) کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

ضلعوں کے آنچل سے

عادل آباد

گیت اور ڈرامے کا سیمینار :

اس ضلع میں گیت و ڈرامے کا چوتھا سیمینار جنوری ۱۹۶۲ء میں منعقد ہوا۔ ڈراموں کے مقابلے میں ضلع پریشد ہائی اسکول آصف آباد کے پیش کردہ ڈرامے "پرانالیکا پچالیتھامولو" نے پہلا انعام حاصل کیا۔

آننت پور

هریجن کالونی :

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران رایا درگ میں ایک نئی ہریجن کالونی کا افتتاح عمل میں آیا۔ اس مہینے میں محفوظ آبرسانی کی اسکیم بھی شروع کی گئی۔

چتور

باؤلیوں کی مرمت :

نومبر ۱۹۶۱ء کے دوران ناگری پنچایت سمیتی میں پینے کے پانی کی (۷) باؤلیوں کی مرمت کی گئی اور (۲۳) باؤلیوں میں کلورین کی آمیزش کی گئی۔

کڑپا

اسکول کی عمارت کا افتتاح :

موضع چناسے پلی (بدویل پنچایت سمیتی) میں ۲۲ جنوری ۱۹۶۲ء کو نئی تعمیر شدہ اسکول کی عمارت کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ عمارت (۳۰۰۰) روپے کی لاگت پر تعمیر کی گئی۔

مشرقی گوداوری :

گرام سہایک کیمپ :

دسمبر ۱۹۶۱ء میں موضع ٹاٹاراؤ (پداپورم پنچایت سمیتی) میں گرام سہایکوں کا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں (۴۰) کسانوں کو تربیت دی گئی۔

کیمیائی کھاد کی تقسیم :

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران پداپورم پنچایت سمیتی میں کسانوں کو (۶۶۵۵) من ترقی یافتہ بیج، (۲۰۱۰۰) من کیمیائی کھاد اور کھاد سربراہ کیا گیا۔ (۸) پمپ سٹ بھی نصب کیے گئے۔

گنٹور

تربیتی کیمپ :

جنوری ۱۹۶۲ء میں موضع انڈاولی (تعلقہ گنٹور) میں گرام سہایکوں کا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔

حیدرآباد

کیمیائی کھاد کی تقسیم :

جنوری ۱۹۶۲ء کے دوران (۱۸۶) ٹن کیمیائی کھاد اور (۶۳) من ہرا بیج تقسیم کیا گیا۔

کریم نگر

مٹ پلی میں نمائش :

یوم جمہوریہ ہند کے موقع پر مٹ پلی میں زرعی صنعتی نمائش کا افتتاح کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مٹ پلی پنچایت سمیتی میں گرام اکائی پروگرام کا افتتاح عمل میں آیا۔

کھمم

پنچایتوں کا قیام :

حال ہی میں بعد از الیکشن رتبے میں (۸۰) نئی پنچایتوں کا قیام عمل میں آیا، اب ضلع میں پنچایتوں کی جملہ تعداد (۳۰۴) ہوگئی ہے۔

تربیتی کیمپ :

جنوری ۱۹۶۲ء کے دوسرے ہفتے میں موضع مری کالا (ویکٹ پورم پنچایت سمیتی) میں گرام سہایکوں کا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔

کرشنا

تریوورو میں خواتین کا تربیتی کیمپ :

تریوورو پنچایت سمیتی کے زیر اہتمام جنوری ۱۹۶۲ء کے دوران تریوورو میں صرف خواتین کے لئے ۳ روزہ تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ (۱۵) گاؤں کی (۶۳) خواتین کو تربیت دی گئی۔

پری ایکسٹنشن بلاک کا قیام :

گوڈی واڈہ میں ۹ ر فروری کو پری ایکسٹنشن بلاک کا افتتاح کیا گیا۔ اس موقع پر ایک نمائش منعقد کی گئی جس میں زراعت، علاج حیوانات اور صحت عامہ کے تحت ترقیاتی سرگرمیوں کو اجاگر کیا گیا۔

کرنول

صحت کا ابتدائی مرکز :

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران موضع گازولاپلی (نندیال پنچایت سمیتی) میں صحت کے ابتدائی مرکز کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

محبوب نگر

ترقی یافتہ بیج کی تقسیم :

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران کلواکرتی پنچایت سمیتی میں (۵۰۳۱) من ترقی یافتہ بیج اور (۱۲۹۳) من کیمیائی کھاد تقسیم کیا گیا۔

میدک

گیت اور ڈرامے کا سیمینار :

ضلع کی سطح پر گیت و ڈرامے کا سمینار راماین پیٹھ میں ۵ ر سے ۷ ر جنوری تک منعقد ہوا۔ ضلع پریشد ہائی اسکول، گجویل کے طلبا کی جانب سے پیش کردہ ڈرامے "تیاگامو" کو بہترین ڈرامہ اور ضلع پریشد ہائی اسکول توپران کی پیش کردہ "پنچایتی راجیم" کو بہترین براکتھا قرار دیا گیا۔ کوئی دس ہزار افراد نے تین روزہ سیمینار میں شرکت کی۔

نلگنڈہ

سوشیل سروس کیمپ :

بھارت سیوک سماج کے زیر اہتمام سوریا پیٹھ پنچایت سمیتی کے موضع قمرآباد میں جنوری ۱۹۶۲ء کے دوران سوشیل سروس کیمپ منعقد کیا گیا۔ تربیت یابوں نے تعمیری پروگرام میں شرکت کی جو گاؤں پنچایت کی جانب سے شروع کیے گئے۔

بھارت سیوک سماج کیمپ :

راماین پیٹھ میں ۸ ر جنوری سے ۱۷ ر جنوری ۱۹۶۲ء تک بھارت سیوک سماج سوشیل سروس کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں ضلع پریشد ہائی اسکول کے (۵۴) طلبا نے شرکت کی۔

ناکریکل ۔ شالی گورارم روڈ :

پنچایت سمیتی ناکریکل نے ناکریکل ۔ شالی گورارم روڈ اسکیم پر کام شروع کیا ہے۔ یہ سڑک ۱ میل لمبی ہوگی اور اس پر لاگت کا تخمینہ (۸۰۰۰۰) روپے ہوگا۔

موضع چاندورکو برقی قوت کی سربراہی :

ریاستی وزیر بھاری و چھوٹی مصنوعات نے فروری ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتے میں نارائن پور پنچایت سمیتی کے موضع چاندورکو برقی قوت کی سربراہی کا افتتاح کیا۔

کھادی اور دیہی صنعتوں کی نمائش :

ناگارجن ساگر میں جنوری کے آخری ہفتے میں کھادی اور دیہی صنعتوں کی نمائش ترتیب دی گئی جس میں ریاستی حکومت کے مختلف محکموں نے اپنے اپنے اسٹال قائم کیے۔ نمائش کی مدت کے دوران فلم شو اور کلچرل پروگرام بھی منعقد کیے گئے۔ نمائش میں اطلاعات کے پویلین کو دوسرا انعام دیا گیا۔

ڈسٹرکٹ انفارمیشن سنٹر :

ڈسٹرکٹ انفارمیشن سنٹر کا افتتاح ۱۲ ر فروری کو عمل میں آیا۔ اس افتتاحی تقریب کی صدارت صدرنشین ضلع پریشد نے کی۔

آتماکور میں بلاک میلہ :

پنچایت سمیتی کے زیر اہتمام آتماکور میں بلاک میلہ منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر ایک نمائش بھی منعقد ہوئی۔ محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کی جانب سے جو پویلین قائم کی گئی تھی اس میں ضلع نلگنڈہ میں دوسرے منصوبے کے تحت ترقی کی رفتار کا ایک خاکہ نقشوں اور تصاویر کی مدد سے پیش کیا گیا۔

نیلور

زروگوملی ۔ بہترین موضع :

کونڈاپی پنچایت سمیتی میں زروگوملی کو بہترین گاؤں پنچایت قرار دیا گیا ہے۔ اسے (۱۰۰۰) روپے نقد انعام دیا جائے گا۔

پنچایت کے صدر کا عطیہ :

کونڈاپی میں کیونٹی بلڈنگ تعمیر کرنے کی تجویز ہے۔ یہ عمارت اس اراضی پر تعمیر کی جائے گی جو صدر کونڈاپی پنچایت شری راودیلا دیکنیا نے عطیہ دی ہے۔

عوام کا چندہ :

ایلاورا اور زروگوملی (کونڈاپی پنچایت سمیتی) کے باشندوں نے کیونٹی سنٹر اور دواخانے کی عمارت کی تعمیر کے لیے (۹۰۰۰) روپے چندہ فراہم کیا۔

دوپہر کے کھانے کے مراکز :

دسمبر کے دوران مواضعات تنرو پاڑ، وردھی نینی پالم اور کوٹاپاڑ (کونڈاپی پنچایت سمیتی) میں دوپہر کے کھانے کے مراکز قائم کیے گئے جہاں مفت کھانا سربراہ کیا جائے گا۔

نظام آباد

بہترین ولیج لیول ورکر :

شری سی۔ سداسیوم (بانسواڑہ بلاک) کو ضلع کا بہترین ولیج لیول ورکر قرار دیا گیا ہے۔

تربیتی کیمپ :

جنوری ۱۹۶۲ء کے دوران بانسواڑہ پنچایت سمیتی کے موضع بیرانگاؤ گی میں گرام سہایکوں کا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں (۴۰) گرام سہایکوں نے شرکت کی۔

وشاکھاپٹنم :

بندرگاہوں کی "برتھ" کا سنگ بنیاد :

ڈاکٹر پی۔ سبرائن، مرکزی وزیر حمل ونقل و مواصلات نے جنوری ۱۹۶۲ء کے تیسرے ہفتے میں وشاکھاپٹنم کی بندرگاہ پر چار زائد برتھ اور جہاز سے مال اُتارنے کے گھاٹ کا سنگ بنیاد رکھا۔

وزیانگرم میں "یوم کسان"

وزیانگرم کے سرکاری مزرعہ غذائی اجناس پر ۹ر فروری کو "یوم کسان" منایا گیا۔ اس موقع پر زرعی پیداوار کے تعلق سے ایک نمائش بھی منعقد کی گئی۔ یہ مزرعہ دو اضلاع سریکاکلم اور وشاکھاپٹنم کے لیے قائم کیا گیا ہے اور اس نے دلچسپ اور مفید تجربات انجام دیئے ہیں۔ جن میں راگی کی دو اقسام وی زیڈ ایم ۲ وی زیڈ ایم ۱ کی کاشت بھی شامل ہے جو اعلیٰ پیداوار دینے والی اقسام ہیں۔ یہاں جو نتائج حاصل کیے گئے وہ اطمینان بخش رہے ہیں۔

ورنگل

ترقیاتی میلہ :

جنوری ۱۹۶۲ء کے دوران پنچایت سمیتی وردھنا پیٹھ کی جانب سے موضع رائے پرتھی میں تین روزہ "ترقیاتی میلہ" منعقد کیا گیا۔

میلہ و نمائش جانوران :

ملگ پنچایت سمیتی کے موضع گھن پور میں ۸ر جنوری سے ۱۰ر جنوری ۱۹۶۲ء تک ترقیاتی کاموں کے تعلق سے میلہ و نمائش جانوران منعقد کی گئی۔

مغربی گوداوری

تشہیری کام :

محکمہ اطلاعات کے ضلع یونٹ کی جانب سے دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران ۱۱ فلم شو، دس عام جلسے اور دو نمائشیں منعقد کی گئیں۔

امدادِ باہمی کی انجمنیں :

دسمبر ۱۹۶۱ء کے دوران اکی ویڈو پنچایت سمیتی میں کام کرنے والی امداد باہمی کی انجمنوں میں (۵۴۲) کاشتکار ارکان کی حیثیت سے شریک کیے گئے (۶۱۴۰) روپے کی رقم بطور قرضہ دی گئی۔

اخباری اطلاعات

ریاست میں برقی قوت کی صورت حال

ریاست میں برقی قوت کے بحران کے تعلق سے بعض اخبارات میں شائع شدہ خبر کی تردید کرتے ہوئے حکومت نے حسب ذیل وضاحت کی ہے :-

" حکومت آندھرا پردیش کچھ عرصے سے ریاست میں برقی قوت کے استعمال پر تحدید عاید کرنے کی تجویز پر غور کر رہی ہے اس واقعہ کے باوجود کہ دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران میں برقی قوت کی پیدائش کی قائم شدہ گنجائش میں اضافہ نہیں ہوا لیکن صنعتی اور خانگی دونوں شعبوں میں بوجھ روز بروز بڑھتا ہی گیا ہے ۔ اسکی وجہ سے برقی قوت کی پیدائش کی موجودہ گنجائش پر کافی تحفظ کے بغیر ہی حد سے زیادہ بوجھ پڑا ہے ۔ ایسے ناموافق حالات میں کسی بڑی ناکامی سے بچنے کی خاطر یہ ضروری خیال کیا گیا کہ کسی حد تک تحدید عاید کردی جائے ۔ اس سلسلے میں پہلے قدم کے طور پر حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ خانگی صارفین سینماؤں دکانوں اداروں اور چھوٹے صنعتی اداروں کو برقی قوت کی سربراہی میں (۲۰) فیصد کمی کردی جائے ۔ یہ (۲۰) فیصد کمی پچھلے بارہ مہینوں میں برقی قوت کے اوسط ماہانہ صرفے پر عاید کی جائے گی اس کا عمل یکم اپریل ۱۹۶۲ء سے ایک سال تک ہوگا ۔

بڑے صنعتی اداروں کے بارے میں کس حد تک تحدید عاید کی جاسکتی ہے اس کا تعین انفرادی طور پر صنعت کاروں سے مشورے اسکی مجموعی مانگ بوجھ کی نوعیت اور اسکی پیداوار کے طریقے پر غور کرنے کے بعد چیف انجنیر برقی پردکشن، کریں گے ۔

بچوں کا لٹریچر

وزارت تعلیم حکومت ہند نے "بچوں اور مدرسین کے لئے لٹریچر کی تیاری" کی اسکیم کے تحت بچوں کے لیے کتابوں کے آٹھویں انعامی مقابلے کا اعلان کیا ہے ایسے مصنفین اور ناشر میں جو بچوں کے لٹریچر میں دلچسپی رکھتے ہوں دلچسپ اور اچھی طرح شائع شدہ کتابیں (بشمول قلمی مسودات) پیش کرسکتے ہیں ۔ نگو کتب معتمد محکمہ تعلیمات حکومت آندھرا پردیش حیدرآباد کے پاس پیش کی جانی چاہئیں ۔ کتب مذکورہ عہدہ دار کے پاس یکم مئی ۱۹۶۲ء تک پہنچ جانی چاہئیں ۔

مصنفین کسی بھی موضوع کا انتخاب کرسکتے ہیں لیکن عام طور پر یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ ۵ ۔ ۸ سال کی عمر کے بچوں کے لئے جانوروں کی کہانیاں عوامی کہانیاں ایسی کہانیاں جن کا پس منظر گھریلو ہو اور ایسی کہانیاں جن میں بچوں کے ماحول پر روشنی ڈالی گئی ہو زیادہ موثر ہوتی ہیں ، ان کتابوں میں تصاویر بھی ہونی چاہئیں ۔

ریسرچ ورکروں کو رقمی امداد

سماجی علوم اور ثقافتی مضامین میں بنیادی تحقیقات کے لئے انفرادی ریسرچ ورکروں کو رقمی امداد کی اسکیم کے تحت حکومت ہند تحقیقاتی کام کے لئے ایسے افراد

کو مالی امداد دے گی جو کسی مسلمہ ادارے سے تعلق رکھتے ہوں یا ایسے اداروں سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ "سماجی علوم اور ثقافتی مضامین" سے مراد ایسے مضامین ہوں گے جن کی زمرہ بندی سائنس یا ٹیکنالوجی کے تحت کی گئی ہو۔ اس میں اعداد و شمار ایجوکیشن اور کامرس بھی شامل نہیں ہوں گے۔

جو امیدوار اس اسکیم کے تحت امداد حاصل کرنا چاہتے ہوں انہیں چاہیئے کہ وہ مقررہ فارم پر وزارت سائنٹفک تحقیقات ثقافتی امور کو جو ریاستی حکومت (معتمد تعلیم) اور اس ادارے کے توسط سے (جس میں وہ کام کر رہا ہو) درخواست دیں۔

بلدی نظم و نسق

پوری ریاست کا محکمہ بلدی نظم و نسق اب تین ریجن پر مشتمل ہے جو شمالی، جنوبی اور غربی ریجن کہلائیں گے۔ حکومت نے ان کے علاقہ واری حدود اور ہیڈ کوارٹر حسب ذیل طریقے پر مقرر کئے ہیں :-

(۱) شمالی ریجن - اضلاع سریکاکلم، وشاکھاپٹنم، مشرقی گوداوری، مغربی گوداوری اور کرشنا۔ ہیڈ کوارٹر راجمندری ہوگا۔

(۲) جنوبی ریجن - اضلاع گنٹور، نیلور، چتور، اننت پور، کرنول اور کڑپا۔ ہیڈ کوارٹر کڑپا ہوگا۔

(۳) غربی ریجن - اضلاع عادل آباد، نظام آباد، ورنگل، کھمم، حیدرآباد، میدک، محبوب نگر، نلگنڈہ اور کریم نگر۔ ہیڈ کوارٹر حیدرآباد ہوگا۔

ہر ریجن کا افسر انچارج "ریجنل ڈائرکٹر میونسپل ایڈمنسٹریشن" کہلائے گا۔

تعلیمی وظیفے

درج فہرست قوموں، درج فہرست قبائل اور دوسرے پس ماندہ طبقوں کے طلباء کو میٹرک سے اوپر کے درجوں میں تعلیمی وظیفے عطا کرنے کی حکومت ہند کی اسکیم کے تحت یہ طے کیا گیا ہے کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران میں درج فہرست قبائل کے تمام مستحق طلباء کو آمدنی یا تعلیمی امتیاز کی تصدیق کے اطلاق کے بغیر ہی محض پچھلے سالانہ امتحان میں کامیابی کی بناء پر ہی وظیفے عطا کئے جائیں۔ درج فہرست قوموں سے تعلق رکھنے والے درخواست گزاروں کے بارے میں یہ طے کیا گیا ہے کہ اس زمرے کے طلبہ کو تیسرے منصوبے کی مدت کے دوران میں تعلیمی امتیاز کا کوئی لحاظ کئے بغیر ہی صرف آمدنی کی تصدیق کی شرط پر وظیفے عطا کئے جائیں۔ یعنی درج فہرست قوموں سے تعلق رکھنے والے ایسے طلبہ کو جو آمدنی کی کم سے کم مقررہ حد کے اندر آتے ہوں محض کامیابی کی اساس پر اور پچھلے سالانہ امتحان میں حاصل نشانات یا کامیابی کے درجے کا لحاظ کئے بغیر ہی وظیفے دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ دوران سال ۶۲-۱۹۶۱ء میں عمل کیا گیا ہے۔ البتہ دوسرے پس ماندہ طبقوں سے تعلق رکھنے والے طلبہ آمدنی اور امتیاز دونوں تصدیق کے تابع وظیفے حاصل کرتے رہیں گے۔

سابق فوجیوں کے لئے سہولت :

ناظم طبی خدمات نے ایسے تمام سابق فوجیوں کی اطلاع کے لئے جو ریاست میں مرض دق میں مبتلا ہوں اعلان کیا ہے کہ تمام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں اور بعض تعلقہ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں پر دق کے کلینک قائم کئے گئے ہیں۔ ان کلینکوں پر دق میں مبتلا سابق فوجیوں کی ابتدا میں مریضوں کی حیثیت سے معائنہ، اکسرے اور علاج کیا جائے گا۔ اور جن مریضوں کے لئے صحت گاہ دق میں داخلہ ضروری تصور کیا جائے ان کے تعلق سے آندھرا پردیش کو مختلف صحت گاہوں میں بستروں کے الاٹمنٹ کے لئے فہرست مرتب کی جائے گی۔

ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹی

اضلاع کرشنا، گنٹور، مغربی گوداوری، مشرقی گوداوری، نیلور، چتور، کڑپا، اننت پور، کرنول، وشاکھاپٹنم اور سریکاکلم کی ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹیوں کے غیر سرکاری ارکان کی میعاد عہدہ میں ۳۱ اگست ۱۹۶۲ء تک توسیع کردی گئی ہے۔

لائسنسنگ آفیسر

اسٹیٹ سکریٹری اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی حیدرآباد آندھرا پردیش، اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کی موٹر گاڑیوں کے تعلق سے قانون محصول موٹر گاڑیوں (علاقہ آندھرا)، آندھرا پردیش ۱۹۳۱ء کے تحت لائسنسنگ آفیسر کے اختیارات و فرائض انجام دیں گے۔

چوبینے کی صنعت

حکومت نے چوبینے کی صنعت میں کام کاج کے حالات کی تحقیقات کرنے اور اس میں کام کرنے والے مزدوروں کے رہن سہن کے حالات بہتر بنانے کے لیئے تجاویز پیش کرنے کے لئے ایک کمیٹی قائم کی ہے یہ کمیٹی (۱) چیف کنزرویٹر جنگلات

حیدرآباد (صدرنشین) (۲) چیف انسپکٹر آف فیکٹریز اور (۳) ناظم سماجی بہبود (ارکان) اور (۴) مددگار چیف کنزرویٹر جنگلات (رکن معتمد) پر مشتمل ہوگی۔ کمیٹی غیر سرکاری ارکان کو شریک کرسکتی ہے جو چرمینے کی صنعت کے آجروں اور مزدوروں کا ایک ایک نمائندہ ہوگا۔ یہ کمیٹی ۱۰ اپریل ۱۹۶۲ء تک اپنی قطعی رپورٹ حکومت کے آگے پیش کردے گی۔

قواعد میں توسیع

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ شہری اجارہ رقبہ جات مسدودیہ حیدرآباد لینڈ ریونیو رولس ۱۳۴۸ف کو علاقہ تلنگانہ میں ۹ فروری ۱۹۶۲ء سے مزید ایک سال کی مدت کے لئے توسیع دی جائے کیونکہ اس تعلق سے جامع قانون سازی اور پوری ریاست میں نافذ کرنے کے لئے وقت درکار ہوگا۔

مشاورتی کمیٹی چڑیا گھر

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ حال ہی میں قائم شدہ مشاورتی کمیٹی زوولوجیکل گارڈن کے زائد سرکاری ارکان کی حیثیت سے مالی مشیر سرکار، محکمہ زراعت اور کیوریٹر زولوجیکل گارڈن کو نامزد کیا جائے۔ پرنس مکرم جاہ بہادر اور شری کرشنم راج بہادر ایم ایل اے کو کمیٹی کا غیر سرکاری رکن نامزد کیا گیا ہے۔

زمین کا تحفظ

حکومت نے آندھرا پردیش میں مچکنڈ سے سیراب ہونے والے رقبے میں سطح زمین اور پانی کے تحفظ کی اسکیم کو ۶۲-۱۹۶۱ء میں روبہ عمل لانے کی منظوری دی ہے۔ یہ مرکزی حکومت کی اسکیم ہے۔ اس سے پہلے حکومت ہند نے اس ریاست کے دریائی وادیوں کے پروجکٹوں سے سیراب ہونے والے رقبوں میں سطح زمین کے تحفظ کی اسکیم کی انتظامی منظوری صادر کی ہے جس کا خرچ (۶) لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہوگا۔

محکمہ مارکٹنگ

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ محکمہ زراعت کے موجودہ شعبہ مارکٹنگ کو یکم فروری ۱۹۶۲ء سے مذکورہ محکمہ سے علیحدہ کرکے ایک آزادانہ مارکٹنگ ڈپارٹمنٹ کی حیثیت سے قائم کیا جائے جو ایک ناظم کی نگرانی میں رہے گا۔ اور یہ کہ محکمہ زراعت موجودہ اسٹیٹ مارکٹنگ افسر کے عہدے کا نام بدل کر ڈائرکٹر آف مارکٹنگ رکھا جائے۔

○

ماں: (بیٹے سے) بیٹا! بجلی کے بلب سے سر لگا کر کیوں کھڑے ہو؟

بیٹا: اس لئے کہ دماغ روشن ہوجائے۔

○

ماہِ گذشتہ کے اہم واقعات

آندھرا پردیش میں ،

۲۱ جنوری ۱۹۶۲ء

وزیانگرم کے نزدیک کورو کونڈہ میں سینک اسکول قائم کیا گیا۔

یکم فروری ۱۹۶۲ء

حیدرآباد میں "آندھرا پردیش میں معدنی صنعتیں" پر مجلسِ مباحثہ کا افتتاح عمل میں آیا۔

۲ فروری ۱۹۶۲ء

حکومت نے ریاست میں برقی قوت کی صورتِ حال کے بارے میں پریس نوٹ جاری کیا۔ نوٹ میں کہا گیا ہے کہ تشویش کی کوئی وجہ نہیں اور یہ کہ حکومت گنجائش میں اضافہ کی کوشش کر رہی ہے۔

۵ فروری ۱۹۶۲ء

شریمتی سچر نے اسٹیٹ انفارمیشن سنٹر حیدرآباد میں شعبہ خواتین کا افتتاح کیا۔

ریاست کی کچھ سیاسی جماعتوں کے نمایندوں کا ایک جلسہ حیدرآباد میں منعقد ہوا جس میں امن و اماں کی برقراری اور منصفانہ چناؤ کے سلسلے میں ، الکاتی "ضابطۂ اخلاق" منظور کیا گیا۔

۶ فروری ۱۹۶۲ء

دیہی کاموں کے پروگراموں کی علاقہ واری کانفرنس حیدرآباد میں منعقد ہوئی جس نے سفارش کی کہ ۵ ریاستوں ، آندھرا پردیش ، کیرالا ، مدراس ، مہاراشٹرا ، اور میسور میں ۶۳-۱۹۶۲ء کے زرعی موسم میں (جبکہ فصلیں نہ کاٹی جاتی ہوں) دیہی کاموں کے (۶۰) پروگراموں کا آغاز کیا جائے۔

۹ فروری ۱۹۶۲ء

صدر کینیڈی کے خصوصی اسسٹنٹ مسٹر شلسنجر نے "سرکاری شعبے" پر تین روزہ سمینار کا افتتاح کیا جو عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے حیدرآباد میں طلب کیا گیا ہے۔

۱۲ فروری ۱۹۶۲ء

چیف سکریٹری نے حیدرآباد میں ریاستی محکمہ اطلاعات کی جانب سے شائع ہونے والے حکومت آندھرا پردیش کے ماہنامہ "آندھرا پردیش" کے ہندی ایڈیشن کا افتتاح کیا۔

۱۳ فروری ۱۹۶۲ء

چیف منسٹر نے تعلقہ چنتلا پوڑی (ضلع مغربی گوداوری) میں تمی لیرو پروجکٹ کا سنگِ بنیاد رکھا جس کی لاگت کا تخمینہ (۱۲۱) لاکھ روپے ہوگا۔ وزیر تعمیرات نے تیرا کلوا پراجکٹ کا سنگِ بنیاد رکھا۔

۱۵ر فروری ۱۹۶۲ء

تحقیقاتی کمیٹی تبا ئل، آندھرا پردیش نے حکومت کے آگے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔

۱۷ر فروری ۱۹۶۲ء

آندھرا ویلیج آفیسرس ایسوسی ایشن کی مجلس انتظامیہ نے عدم تعاون ختم کرنے کا فیصلہ کیا جو انہوں نے یکم جنوری کو شروع کیا تھا۔

۱۹ر فروری ۱۹۶۲ء

آندھرا پردیش میں رائے دہی شروع ہوگئی۔

ھندوستان میں:

۲۴ر جنوری ۱۹۶۲ء

حکومت ہند نے یمن سے سفارتی نمایندوں کے تبادلے کا فیصلہ کیا۔

۲۵ر جنوری ۱۹۶۲ء

صدر جمہوریہ ہند نے تیرھویں یوم جمہوریہ کے موقع پر (۵۵) اوارڈ کا اعلان کیا جن میں "پدم وبھوشن" کے (۲) اوارڈ بھی شامل ہیں۔

۲۶ر جنوری ۱۹۶۲ء

تیرھویں یوم جمہوریہ، پورے ملک کے طول و عرض میں نہایت جوش و خروش سے منایا گیا۔

۲۹ر جنوری ۱۹۶۲ء

حکومت ہند نے دوسرے پے کمیشن کی سفارش کے نتیجہ میں سرکاری ملازمین کے لیئے الونس اطفال کی ایک نئی اسکیم کا اعلان کیا۔

۳۱ر جنوری ۱۹۶۲ء

داس کمیشن نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ داس کمیشن نے سکھوں کی چند شکایات پر تحقیقات کیں۔

۳ر فروری ۱۹۶۲ء

ہندوستان اور روس نے کلکتہ میں دو سالہ ثقافتی تبادلے کے پروگرام پر دستخط کیئے۔

۴ر فروری ۱۹۶۲ء

چیف منسٹر مغربی بنگال نے درگا پور میں رسمی طور پر اے۔ وی۔ بی پروجکٹ کا افتتاح کیا جو سمنٹ سازی کی مشنری، بھاپ بنانے کے کارخانے اور کان کنی کی صنعتوں کے لیئے بھاری آلات کی تیاری کے سلسلے میں ہندوستانی برطانوی مہم ہے۔

۸ر فروری ۱۹۶۲ء

حکومت ہند نے فوج کے جنرل سروس افسروں کی مستقل جائدادوں کی تنخواہوں کے اسکیل پر نظر ثانی کا اعلان کیا۔

۱۳ر فروری ۱۹۶۲ء

اعلان کیا گیا کہ مرکزی حکومت نے تیسرے فینانس کمیشن کی سفارشات قبول کرلیں۔ اس کمیشن کے سربراہ شری اے۔ کے۔ چندا تھے۔

۱۲ر فروری ۱۹۶۲ء

نئی دہلی میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ مرکزی حکومت نے اقوام متحدہ کے (۲) بلین ڈالر کی مالیت کے بانڈ خریدنے کا فیصلہ کیا ہے۔

۱۶ر فروری ۱۹۶۲ء

ملک میں تیسرے عام چناؤ آج شروع ہوگئے۔

باھر کے دیشوں میں:

۲۸ر جنوری ۱۹۶۲ء

سیلون کی حکومت نے اعلان کیا کہ اس نے پولیس اور مسلح افواج کے بعض سینئیر افسروں کی جانب سے حکومت کا تختہ الٹ دینے کی سازش کو کچل کر رکھ دیا۔

۳۰ر جنوری ۱۹۶۲ء

حکومت پاکستان نے ایک سابق وزیر اعظم شری ایچ۔ ایس۔ سہروردی کو گرفتار کر لیا۔ ان پر باغیانہ نوعیت کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا الزام لگایا گیا ہے۔

۱۰ر فروری ۱۹۶۲ء

امریکی یو۔۲ پائلٹ فرانسس گیری پاورس جو روس میں جاسوسی کرنے کے الزام میں سزا بھگت رہے تھے، آج رہا کر دیا گیا۔ امریکہ نے بھی ایک روسی روڈلف ایبل کو رہا کر دیا جو امریکہ میں اس قسم کے الزام میں سزا بھگت رہے تھے۔

۲۰ر فروری ۱۹۶۲ء

امریکی خلاباز جان گلن کو خلا میں روانہ کیا گیا وہ ۵ گھنٹے کی پرواز کے بعد صحیح و سلامت واپس لوٹ آئے۔

* * * * * * *

صنعتی خبرنامہ

○ مرکزی پروجکٹس :

دواسازی کے پروجکٹ کے لیئے جو اراضی حاصل کی گئی ہے اُسے ہموار بنانے کا کام جاری ہے۔

بھاری برقی آلات کے پروجکٹ کے لیئے جو اراضی منتخب کی گئی ہے اسے ہموار بنانے کا کام بھی ناگارجن ساگر کے عہدہ داروں نے شروع کیا ہے۔

○ خانگی شعبے :

حکومت ہند نے وشاکھاپٹنم میں کارخانے کے قیام کے لیئے لائسنس منظور کیا ہے۔ جہاں گم بوٹس، اور دوسرے جوتے وغیرہ تیار کیئے جائیں گے نیز ایسی چپلیں بھی تیار کی جائیں گی جن میں چمڑے کا جز نہیں ہوتا ہے۔

ایک خانگی پارٹی کو حیدرآباد میں ایک کارخانے کے قیام کے لیئے لائسنس جاری کیا گیا ہے جہاں الکٹرک مائنٹ اور بلاک تیار کیئے جائیں گے جن کی گنجائش (۵۰۰) کے جی ہوگی۔

○ صنعتوں کے قیام کے لیئے سہولتیں :

ریاست میں نئی صنعتوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کے لیئے حکومت نے حال ہی میں متعلقہ عہدہ داران بلدیہ کے صلاح دمشورے سے (جی۔او۔ایم ایس نشان ۱۵۶۸، صحت، اکمنہ و بلدہ نظم ونسق) کے ذریعہ یہ احکام جاری کیئے ہیں کہ نئے صنعتی اداروں کو رعایتی شرحوں پر پانی سربراہ کیا جائے چنانچہ وجئے واڑہ، کاکی ناڈا، گنٹور اور راجمندری کی بلدیات سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ ایسی صنعتوں کو جہاں روزانہ (۵۰۰۰) گیلن سے زائد پانی استعمال کیا جاتا ہو، ۲ روپے میں (۱۰۰۰) گیلن کے حساب سے پانی سربراہ کریں۔

حکومت نے نئی صنعتوں کے لیئے پانی کی سربراہی میں اضافہ کرنے کے لیئے آبرسانی کی دو گراں اسکیمیں ایک حیدرآباد کے نزدیک مانجرا میں اور دوسری وشاکھاپٹنم میں شروع کی ہیں۔

منتخب نئی صنعتوں کو رعایتی شرحوں پر برقی قوت کی سربراہی کی جو سہولتیں موجود ہیں یہ سہولت اس کے علاوہ ہے۔

○ کوئلے کی صنعت :

سنگارینی کالریز کی پیداوار (جو سرکاری کمپنی ہے) میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔ نومبر ۱۹۶۱ء کے دوران پیداوار (۲۶۶۲۳۹) ٹن رہی پچھلے سال کی اس مدت میں پیداوار (۲۱۹۷۹۱) ٹن رہی تھی۔

○ شکر کی صنعت :

نظام شوگر فیکٹری لمیٹڈ کی توسیع کا کام مکمل ہوئی ہے اور ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۱ء سے گنا دابنے کا کام شروع ہوگیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ فیکٹری کے دو یونٹ مل کر روزانہ (۴۲۰۰) ٹن سے زائد گنا داب سکیں گے۔

شوگر فیکٹری کے تمام یونٹوں کے لیئے "کاشتکاری سسٹم" رائج کر دیا گیا ہے۔ جس سے کارخانے کو ہر لحاظ سے فائدہ پہنچے گا۔

شری ایس۔کے۔پاٹل، مرکزی وزیر اغذیہ وزراعت نے ۱۸ر جنوری ۱۹۶۲ء کو جنکم پیٹھ (ضلع نظام آباد) میں نظام آباد کوآپریٹیو شوگر فیکٹری کا سنگِ بنیاد رکھا۔

* * * * * * *

جھلکیاں

"عُمدہ کام"

شریمتی اندرا گاندھی نے نومبر ۱۹۶۱ء میں امریکہ کے ویمن نیشنل پریس کلب سے خطاب کرتے ہوئے "ہندوستان کے ترقیاتی کاموں کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی، جن میں آزادی سے قبل کی تحریک، سماجی اصلاحات، ہندوستان کی طویل تاریخ میں خواتین کا فریضہ، تعلیمی پالیسی اور خاندانی منصوبہ بندی جیسے مسائل شامل تھے۔ انہوں نے آندھرا پردیش کے ایک قصبے ضلع نلگنڈہ کے موضع مٹم پلی کا بھی ذکر کیا۔ جہاں پنچایت کی مشکلات کو اس طرح حل کیا گیا کہ مجلس انتظامی میں گیارہ خواتین کو منتخب کر لیا گیا ہے۔ شریمتی اندرا گاندھی نے کہا کہ خواتین عُمدہ کام انجام دے رہی ہیں۔"

"امریکن رپورٹر" سے۔

این۔ سی۔ سی آندھرا سرکل:

یوم جمہوریہ ہند کے موقع پر نئی دہلی میں این۔ سی۔ سی کیمپ جو منعقد ہوا تھا ان میں آندھرا پردیش کے این۔ سی۔ سی دستے نے نمایاں امتیاز حاصل کیا۔ آندھرا پردیش نے ۱۹ سال کا بہترین سرکل ہونے پر ٹرافی این۔ سی، انٹر سرکل بینر، حاصل کیا اور دوسرے چھ انعامات بھی حاصل کیے۔ کیڈٹس ۲ فروری کو حیدرآباد واپس ہو گئے۔

آندھرا پردیش کی ترقی:

وزیر اعظم نہرو کا اظہار ستائش:

پنڈت نہرو، وزیر اعظم ہند نے ۳ فروری کو وشاکھا پٹنم میں جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے آندھرا پردیش کو تمام شعبوں میں ترقی کرنے پر مبارکباد دی۔

وزیر اعظم نہرو نے کہا کہ زراعت کے شعبے میں ریاست نے اچھی ترقی کی ہے اور یہ سر فہرست کے بالکل قریب ہے۔ ریاست صنعتی لحاظ سے بھی اچھی ترقی کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انہیں ایک حیرت انگیز واقعہ کا علم ہوا، وہ یہ کہ آندھرا پردیش کے ایک کسان نے فی ایکڑ (۱۵۲) ٹن گنا حاصل کیا جبکہ اوسط صرف (۳۰) ٹن ہے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ آندھرا پردیش اور راجستھان نے پنچایت راج کی عظیم الشان تحریک کا آغاز کیا اور اب دوسری اسٹیٹیں ان کی تقلید کر رہی ہیں۔

شاذ تمکنت

اِک پھول کا مضمون

—— تبصرہ کے لیئے دو جلدیں آنی چاہئیں ——

گُلِ تر :۔ از مخدوم محی الدین

قیمت : ایک روپیہ پچاس نئے پیسے

ناشر: مکتبہ صبا؛ مجرد گاہ۔ حیدرآباد

مخدوم دورِ حاضر کے مشہور و مقبول شاعر ہیں۔ شہرت کے سونے پر مقبولیت کا سُہاگہ شاذ ہی نصیب میں لکھا ہوتا ہے، مخدوم انہی خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کے شعر کو عوام نے رُوح کی بُنیادی ضرورت سمجھ کر قبول کیا ہے۔

"گُلِ تر" مخدوم کا دوسرا شعری کارنامہ ہے جو نظم و غزل کے گُل ہائے رنگ رنگ سے آراستہ ہے۔ مخدوم کا پہلا مجموعۂ کلام "سُرخ سویرا" صرف نظموں پر مشتمل تھا اور یہ نظمیں اپنی جدیدیت کے باوجود، ردیف و قوافی سے کنارہ کشی کے باوجود، غزل کے لوچ سے دُور نہیں تھیں۔ یہ غزل ہی کا لوچ نہیں بلکہ شاعری کا لوچ ہے، یہ اور بات ہے کہ ہماری نوّے فیصدی شاعری غزل پر مشتمل ہے اور صنفِ غزل جسقدر مانجھی گئی ہے اُسے احاطۂ تحریر میں لانے کے لیئے مبسُوط کتاب درکار ہے۔ میں شاعری کے لوچ کی بات کر رہا تھا جسے کچھ لوگ تغزل کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں (میری مُراد غزلیت سے نہیں ہے) یہ تغزّل بھی ایک دین ہے جو ہر شاعر کے امکان میں نہیں، مخدوم کے پہلے دَور کی نظمیں اسی تغزّل کی خوبصُورت مثالیں ہیں اور ان نظموں کی زیریں کیفیت ہم سے وعدہ کرتی نظر آتی ہے کہ کل اس کا شاعر غزل کی طرف بھی بڑھے گا۔ چنانچہ آج ہم اس ایفائے عہد کے دَور سے گذر رہے ہیں جبکہ مخدوم نے یہ کہا ؎

کمانِ ابروئے خُوباں کا بانکپن ہے غزل
تمام رات غزل گائیں دیدِ یار کریں

غزل ایک صنفِ شاعری ہی نہیں بلکہ ایک تہذیب کا نام ہے۔ میں نے جس تغزّل کا ذکر کیا ہے اُسے جدید ترین شعری رُجحانات رَد کر[illegible] ہیں اور ہمارے بعض نئے شاعر اس بات کا بطورِ خاص التزام برتتا ہیں کہ نظم غزل کے ڈکشن سے نہ صرف مختلف ہو بلکہ اس میں ایک طرح کھُردراہٹ بھی پائی جائے جو زندگی کی تلخ حقیقتوں کی ترجمانی کر سکے۔ نظم کا غزل کے ڈکشن سے مختلف ہونا تسلیم، لیکن یہ کھُردراہٹ کی تلقین ا[illegible] ہی ہے جیسے قوتِ نطق پر تتلاہٹ اور ہکلاہٹ کو ترجیح دی جائے۔ زند[illegible] کی تلخ حقیقتوں کی امیجری بھی تلخ ہی ہونی چاہیئے لیکن ہمارے جدید تر شع[illegible] کو یہ نکتہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ شاعری کا ایک پہلو نشاط بھی ہے جس[illegible] خمیر لطافت سے اُٹھا ہے۔

میں نے تمہید کو قدرے طویل اس لیئے کیا کہ مخدوم کے شعری مزاج کی تھاہ پانے میں سہولت ہو۔ یقیناً مخدوم کی نظم جدید ترین کھُردری اور سپاٹ نظم نہیں ہے۔ ان کی نظم کی آراستگی اور شانہ کشی میں وہی تغزل [illegible]

اموضوعِ بحث ہے۔

میں اپنی بات یہ کہہ کر مختصر کرتا ہوں کہ مخدومؔ کی اولین نظموں
ی غزل کی گنگناہٹ موجود ہے اور اسی وَصف کے سہارے آج انہوں
زل کو اپنایا ہے۔

مخدومؔ کی غزل کا سب سے بڑا وَصف جس نے مجھے اپنی طرف
ہ کیا ہے وہ تازگی اور شگفتگی ہے۔ یہ تازگی اور شگفتگی بڑی
ت اسطرح ہے کہ زمانہ ہزار بار جس رَہ گُذر سے گُذر چکا ہے اُسی
گُذرتے ہوئے تازہ دمی کا احساس دلانا شاعری کو ساحری بنانے کے
ادف ہے۔

مخدومؔ کی غزل کا دوسرا وصف وہ محاکاتی رُجحان ہے جو
ں مُصحفی کے قریب لے جاتا ہے۔ مُصحفی کے پاس رنگ بھی ہے اور
ں بھی، صَوت بھی ہے اور تصویر بھی۔ مخدومؔ کے ہاں آخر الذکر خوبی کا
ان زیادہ ہے۔ میں انہیں مشورہ دینے کا اہل تو نہیں لیکن یہ خواہش
ہر کر سکتا ہوں کہ وہ محاکات کی طرف بطورِ خاص توجہ دیں تو ہمیں کئی
ور شعر مل سکیں گے۔

چند شعر سُنیئے:

بزم سے دُور وہ گاتا رہا تنہا تنہا
سو گیا ساز پہ سر رکھ کے سحر سے پہلے

(دوسرے مصرعہ میں غیر شعوری طور پر Alliteration کی
نُدرت دادطلب ہے)

کھٹ کھٹا جاتا ہے زنجیرِ درِ مے خانہ
کوئی دیوانہ کوئی آبلہ پا آخرِ شب

٭

کوئی دیوانہ گلیوں میں پھرتا رہا
کوئی آواز آتی رہی رات بھر

"گُلِ تر" کی نظمیں علیحدہ مضمون کا مُطالبہ کرتی ہیں لیکن میں
چند اشاروں میں اپنا ما فی الضمیر مختصراً بیان کرتا ہوں۔ مخدومؔ اوّل اوّل
(پہلے مجموعہ کلام میں) پابند نظموں کے دلدادہ نظر آتے ہیں لیکن "گُلِ تر"
کا شاعر آزاد نظم کا شاعر ہے۔ آج آزاد نظم کے شاعر اُنگلیوں پر گِنے
جا سکتے ہیں جن میں مخدومؔ کا نام سرِفہرست کے دو ایک شاعروں میں لیا
جا سکتا ہے۔ آج کا دَور پابند اور مقفیٰ نظموں کا دَور ہے، آزاد نظم
رُو بہ زَوال سہی لیکن راشدؔ، سردار جعفری اور مخدومؔ کے ہاتھوں یہ ہئیت
ابھی زندہ اور تابندہ نظر آتی ہے۔

مخدومؔ کی رُومانی نظم جو کبھی یاسیت سے بھی مُزیّن ہوا کرتی تھی
اب خالصتاً نشاطیہ لب و لہجہ سے ہم کنار نظر آتی ہے۔ زندگی پر اٹل ایقان
مخدومؔ کی شاعری کا ایمان ہے۔ یہ ایمان و ایقان کسی فیشن کا رہینِ منت
نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بُہتوں کے ہاں دکھاوے کی صُورت میں نظر آئے
لیکن مخدومؔ کی تہذیبِ عاشقی کی پَرداخت کچھ ایسی ہوئی ہے کہ جہاں زندگی
ہی زندگی کار فرما نظر آتی ہے۔

دورِ حاضر کے تین شاعر ایسے ہیں جن کے کلام میں فرو گذاشتیں
سہی لیکن ان کی غلطیاں بلا شُبہ نظر انداز کیئے جانے کی لائق ہیں۔ میری
مُراد فراقؔ، فیضؔ اور مخدومؔ سے ہے۔ کسی شاعر کے کلام کا بے عیب ہونا
ہی بڑی بات نہیں ہے لیکن فنّی لغزشوں سے بے اعتنائی بھی مستحسن نہیں
مجھے اِن تینوں شاعروں کی کھیت کرتی چاندنی سی شاعری میں کہیں کہیں
اَبر کے لکّے نظر آتے ہیں۔ مخدومؔ کے شعر میں کہیں کہیں جو لغزش راہ
پا گئی ہے اس کا شاید جواز یہی ہے کہ آرائشِ زُلف میں ایک آدھ لٹ
کا چہرے پر بکھر کر رہ جانا بھی عینِ رعنائی ہے۔

آندھرا پردیش
اعداد و شمار

رقبہ اور انتظامی ڈویژن (۱۹۶۱ء کی مردم شماری)

رقبہ	(مربع میل میں)	۱۰۵۸۵۸
مجموعی آبادی	(لاکھ میں)	۳۵۹٫۸
ضلعوں کی تعداد		۲۰
تعلقوں کی تعداد		۱۸۵
قصبات اور شہروں کی تعداد		۲۹۳
شرح آبادی	(فی مربع میل)	۳۴۰

کمیونٹی ڈیویلپمنٹ پروگرام

تفصیلات	۱۹۵۹-۶۰ء	۱۹۶۰-۶۱ء
بلاکوں کی تعداد	۲۸۲	۳۲۶
بلاکوں کی تعداد فی ہزار گاؤوں پر	۱۰٫۶۶	۱۵٫۵۲
بلاکوں کی تعداد، دس لاکھ کی آبادی پر	۷٫۶۲	۱۵٫۵۲
گاؤوں کی تعداد جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے۔	۱۶۸۸۷	۲۰۸۲۳
آبادی جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے (ہزاروں میں)	۱۸۷۳۱	۲۰۷۰۱

پانچ سالہ بہائم شماری : ۱۹۶۱ء

(ہزاروں میں)

مویشی	۱۲۱۸۰
بھینسیں	۶۹۵۲
بھیڑ	۸۳۷۳
بکریاں	۴۲۵۵
گھوڑے ٹٹو	۷۳
دوسرے جانور	۶۸۲

معدنی پیداوار

۱۹۵۹-۶۰ء تا ۱۹۶۰-۶۱ء

(اعداد ہزار ٹن میں)

	۱۹۵۹-۶۰ء	۱۹۶۰-۶۱ء
کوئلہ	۲۲۶۰	۲۵۹۶
لوہے کی کچ دھات	۱۹۹	۲۳۶
مینگنیز	۱۶	۲۳
ابرق	۳	۳
چونے کا پتھر	۷۶۶	۱۰۱۱

قوم کے ساتھ ساتھ ترقی کیجئے

اپنی بچتوں کو

حکومتِ ہند کی چھوٹی بچتوں کی اسکیم میں لگائیے

اوراسطرح ہندوستان کے

- کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام
- بڑے دریائی وادیوں کے ترقیاتی پروجکٹس
- اور ریلوں اور سڑکوں کی ترقیات میں مدد دیجئے

اپنی رقم ان نفع بخش محفوظ کفالتوں میں سے کسی میں بھی لگائیے؛

۱۲ سالہ نیشنل پلان سیونگس سرٹیفکیٹ	شرح سُود (۵٫۴۱) فیصد جو مدت کی تکمیل پر ملتا ہے (۵) روپے سے لیکر (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثایق میں مل سکتے ہیں۔ انفرادی طور پر (۲۵۰۰۰) روپے کے وثایق خریدے جاسکتے ہیں۔ (۲۵۰۰۰) روپے کی قیمت کے وثایق صرف پراویڈنٹ فنڈ کی سرمایہ کاری کے لیئے ہیں۔
۱۰ سالہ ٹریژری سیونگس ڈپازٹ سرٹیفکیٹ	سالانہ (۴) فیصد سُود ادا کیا جاتا ہے۔ (۵۰) روپے کے حاصل ضربوں میں (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثایق انفرادی طور پر خریدے جاسکتے ہیں۔
۱۵ سالہ اینوٹی سرٹیفکیٹ	قیمت فروخت (۱۳۳۰) روپے (۳۳۲۵) روپے (۶۶۵۰) روپے (۱۳۳۰۰) روپے اور (۲۶۶۰۰) روپے انفرادی طور پر (۲۶۶۰۰) روپے کے وثایق خریدے جاسکتے ہیں۔ (۴٫۲۵) فیصد سالانہ سے کچھ زیادہ شرح سے مرکب سُود کے ساتھ ماہانہ قسطوں کی شکل میں رقم واپس کی جاتی ہے یہ قسطیں پندرہ سال کی مدت تک جاری رہتی ہیں۔
پوسٹ آفس سیونگس بنک اکونٹس	(۲۵) روپے سے (۱۰۰۰۰) روپے تک کی امانتوں پر (۲½) فی صد شرح سے سُود دیا جاتا ہے اور (۱۰۰۰۰) روپے سے زائد امانتوں پر (۲) فیصد۔
کیومیولیٹیو ٹائم ڈپازٹ اسکیم	اگر (۵) یا (۱۰) سال کی مدت کے لیئے ماہانہ ۵، ۱۰، ۲۰، ۵۰، ۱۰۰ یا ۲۰۰ روپے جمع کیئے جائیں تو سُود کے ساتھ رقم یکمشت حاصل کی جاسکتی ہے۔
بلا سُودی (۵) سالہ انعامی بانڈ ۱۹۶۵ء جو مساوی قیمت پر اجرا کیئے جائیں گے اور مساوی قیمت پر ہی یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو واجب الادا ہوں گے۔	انعامی بانڈ (۱۰۰) روپے اور (۵) روپے کی قیمت کے سلسلوں میں جاری کیئے جاتے ہیں۔ ہر سال یکم جون یکم ستمبر، یکم دسمبر اور یکم مارچ کو انعامات کے لیئے قرعہ اندازی ہوگی۔ ہر سہ ماہی قرعہ اندازی کے ذریعہ (۱۰۰) روپے کی قیمت کے ہر ایک لاکھ بانڈ کے سلسلوں میں (۴۰) انعامات اور (۵) روپے کی قیمت کے ہر دس لاکھ بانڈ کے سلسلوں میں (۲۷۸) انعامات دیئے جاتے ہیں۔

چھوٹی بچتوں میں لگائی ہوئی رقوم سے حاصل ہونیوالا سُود انکم ٹیکس اور سُوپر ٹیکس سے مستثنیٰ ہے

ہندوستان کے مستقبل میں اپنی رقمیں لگائیے

ان وثایق سے متعلق مزید تفصیلات اور قواعد و ضوابط کے لیئے براہ کرم قریب ترین کے پوسٹ آفس یا ریجنل سیونگز آفیسر، ۱۰-۲-۲، اے سی گارڈز روڈ حیدرآباد یا اپنے ضلع کے دفتر کلکٹری میں ڈسٹرکٹ آرگنائزر سے ربط قائم کیجئے۔

Statement about ownership and other particulars about newspape (ANDHRA PRADESH) to be published in the first issue every yea after the last day of February.

FORM - IV

(See Rule 8)

1.	Place of Publication	Hyderabad
2.	Periodicity of the Publication:	Monthly.
*3.	Printer's name Nationality Address:	Intekhab Press Indian. Jawaharlal Nehru Road, Hyderabad.
4.	Publisher's Name Nationality: Address:	Director of Information and Public Relations. Indian. Mukarramjahi Road, Hyderabad-1.
5.	Editor's Name Nationality: Address:	Narendra Luther, I. A. S., Indian. Director of Information & Public Relation Government of Andhra Pradesh, Mukarramjahi Hyderabad-1.
6.	Names and Addresses of individuals who own the newspaper and partners or share holders holding more than one percent of the total capital.	

I, Sri Narendra Luther, Director of Information and Public Relations of Andhra Pradesh I declare that the particulars given above are true to the best of my knowledge and belief.

(Sd.) Narendra Luthe

Signature of Publisher

---

*The Director, Government Printing Press, Hyderabad is the Official Printer but he may any other Printer when the Government Press cannot undertake printing of the this Journal.

(رجسٹرڈ نمبر ایچ ۳۷۲)

آندھرا پردیش

اپریل ۱۹۶۲ء

آندھرا پردیش کے نئے وزراء نے ۱۲ - مارچ سنہ ۱۹٦۲ ء کو راج بھون حیدرآباد میں
اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا - تصویر میں چیف منسٹر ڈاکٹر سنجیوا ریڈی کو
حلف اٹھانے کے بعد رجسٹر پر دستخط کرتے دکھلایا گیا ہے -
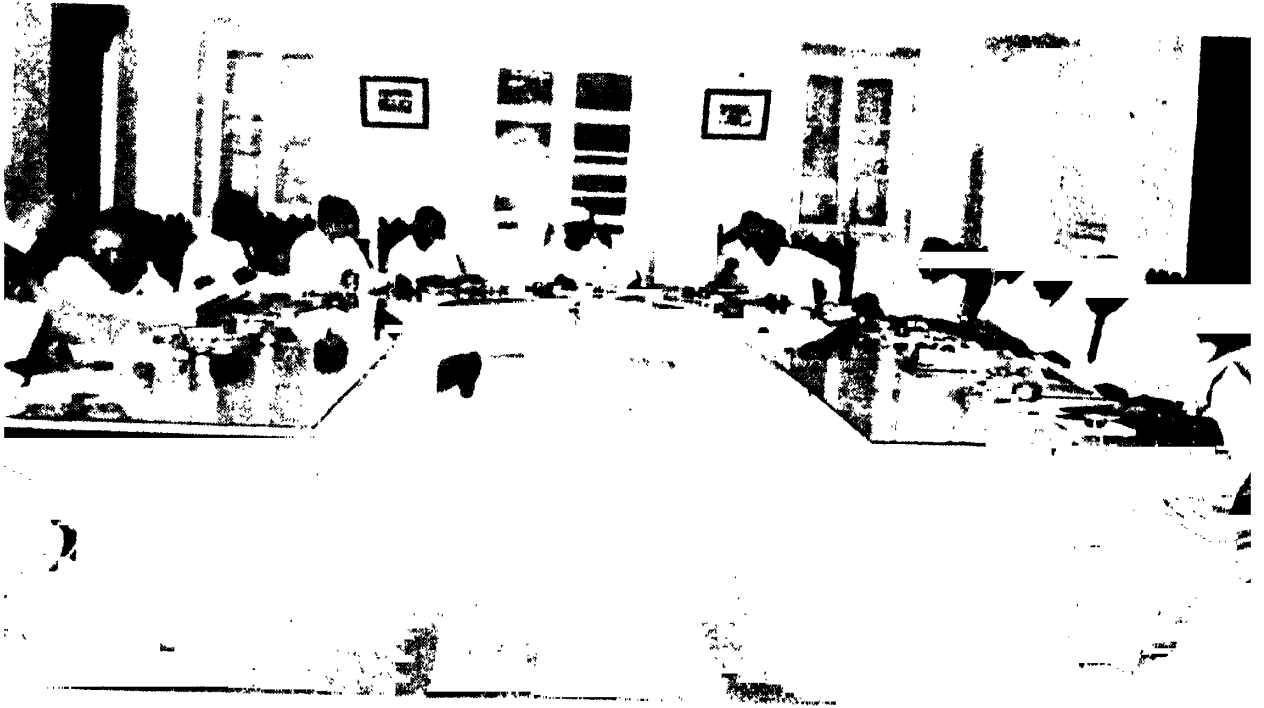
نئی کابینہ کا پہلا اجلاس ۱۲ - مارچ سنہ ٦۲ء کو منعقد ہوا -

آندھرا پردیش

اپریل سنہ ۱۹۶۲ء
چیت ۱۸۸۳ساکا

جلد (۶)
شمارہ (۶)

فی پرچہ (۲۵) نئے پیسے
سالانہ (۳) روپے

سرورق

تعلقہ میڑچل (ضلع حیدرآباد) میں
باغبان اپنے کام میں مشغول ہیں۔

آخری ورق

'آندھرا پردیش کی نئی وزارت'

ترتیب

ناظم محکمۂ اطلاعات وتعلقات عامہ آندھرا پردیش نے شائع کیا۔

★ مطبوعہ: انتخاب پریس۔ جواہر لال نہرو روڈ۔ حیدرآباد

اپنی بات

پچھلے مہینے سارے ملک میں انتخابی مہموں کی چہل پہل کے بعد تقریباً ساری ریاستوں میں نئی وزارتیں قائم ہوئیں۔ مرکز میں بھی سابقہ پارلیمان کی جگہ نئی پارلیمان نے لی۔ ہند کے عظیم المرتبت سپوت اور کروڑوں ہندوستانی عوام کے محبوب لیڈر سری جواہر لال نہرو پھر سے کانگریسی جماعت کے لیڈر چنے گئے ہیں۔ آندھرا پردیش بھی، جمہوریت کے فوائد اور برکات سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کے ساتھ شاہ راہِ ترقی پر گامزن ہے۔ یہاں بھی ڈاکٹر این۔ سنجیوا ریڈی کی قیادت میں نئی وزارت بنی ہے۔ ملک کے اس ممتاز لیڈر نے ریاستی عوام سے صاف ستھرے، ایماندار نظم و نسق اور خوش حال مملکت کے قیام کے لیئے ممکنہ جدّ و جہد کے وعدوں کے ساتھ ہندوستانی قومی کانگریس کی صدارت سے سبکدوشی کے بعد پھر ایک بار آندھرا پردیش کے وزیر اعلیٰ کی ذمہ داریاں قبول فرمائی ہیں۔ اس شمارے میں چیف منسٹر کی وہ تقریر جو انہوں نے حلف برداری کی رسم کے بعد نشر کی ہے، شائع کی جا رہی ہے۔ نیز نئی ریاستی اسمبلی اور لیجسلیٹیو کونسل کے مشترکہ اجلاس میں گورنر آندھرا پردیش سری بھیم سین سچر کے خطبے سے بھی اس شمارے کو مزیّن کیا جا رہا ہے۔ ان کے علاوہ ریاستی موازنے کے اہم اقتباسات اور دوسرے مضامین بھی شامل کیئے جا رہے ہیں۔ جو اُمید ہے کہ ناظرین کو اہم معلومات بہم پہنچائیں گے۔

آندھرا پردیش کا علمی و ادبی معیار سارے ملک میں تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ اس شمارے میں بھی جو تخلیقات، نظم و نثر پیش کی جا رہی ہیں وہ بھی ہمیں توی توقع ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔ ہم تعمیری تنقید اور اچھی تجویزوں کا ہمیشہ خیر مقدم کریں گے۔

حال ہی میں اُڑیسہ، مدھیہ پردیش اور افغانستان کے تہذیبی وفود نے ہندوستان کا دورہ کیا۔ آندھرا پردیش میں بھی ان وفود کا پُر تپاک خیر مقدم کیا گیا اور ان کے مظاہروں نے یہاں کے عوام کے دل موہ لیے۔ خصوصاً افغانی وفد نے اپنے پروگراموں میں اُردو غزلوں اور ہندوستانی موسیقی کے راگ راگنیوں کو شامل کرتے ہوئے اپنے مظاہروں کو نہایت پُرکشش بنا دیا ایسے وفود کے تبادلے کی اُفادیت اب تسلیم کی جا چکی ہے۔ مختلف مُلکوں اور مختلف ریاستوں کے عوام کو ایک دوسرے کے قریب تر لانے اور ان میں دوستی، اتحاد اور ہم آہنگی کے جذبات کو ترقی دینے میں ایسے وفود خوش گوار حصہ لیتے ہیں۔

مدراس میں نومبر۔ دسمبر ۱۹۶۱ء میں جو قومی زرعی میلہ منعقد ہوا تھا اس میں ریاست آندھرا پردیش نے بھی اپنا ایک پویلین قائم کیا تھا۔ ہندوستان کی دوسری ریاستوں کے علاوہ بعض بیرونی مُلکوں نے بھی اس میلے میں اپنے اسٹال لگائے تھے۔ قارئین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ آندھرا پردیش کا پویلین اس میلے کا بہترین اسٹال قرار دیا گیا اور اس نے پہلا انعام جیت لیا۔

آندھرا پردیش لیجسلیٹیو اسمبلی اور کونسل کے مشترکہ اجلاس میں

گورنر کا افتتاحی خطبہ

سری بھیم سین سچر، گورنر آندھرا پردیش نے ۲۰ مارچ کو آندھرا پردیش لیجسلیٹیو اسمبلی اور کونسل کے مشترکہ اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے جو خطبہ دیا، اس کے بعض اقتباسات نیچے دیئے جاتے ہیں

٭٭٭

اِصلاحِ نظم و نسق

معزز ارکان، کمیٹی اصلاحِ نظم و نسق کی سفارشوں سے واقف ہیں حکومت نے یہ کمیٹی سرکاری دفاتر کی کارکردگی میں بہتری پیدا کرنے کی غرض سے قائم کی تھی۔ ان میں سے اکثر سفارشیں قبول کر لی گئیں اور روبہ عمل لائی جارہی ہیں، اور دوسری سفارشوں پر بھی سرگرمی کے ساتھ غور کیا جارہا ہے۔

حکومت نے شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کے سرکاری دفاتر میں کام کرنے والے غیر تلگو دان سرکاری ملازمین کو تلگو سکھانے کی غرض سے یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء سے مختلف مرکزوں پر تلگو جماعتیں قائم کی ہیں۔ مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ سرکاری ملازمین اس سہولت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور تلگو زبان سیکھ رہے ہیں۔ تلگو زبان کو تعلقہ داری سطح پر بعض مزید محکموں میں مراسلت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

اُردو، علاقائی زبان کی حیثیت سے

جہاں ہم تلگو کی تعلیم کی ہمت افزائی

کر رہے ہیں، وہیں اس کے ساتھ ہی ساتھ اُردو کو علاقائی زبان قرار دیئے جانے کے متعلق حکومت کے اعلان کو روبہ عمل لانے کے لیئے بھی تدبیریں اختیار کی گئی ہیں۔ ایسے سرکاری ملازمین کو، جن کی مادری زبان تلگو ہو، ہندی یا اُردو کے ایک ٹسٹ میں کامیابی حاصل کرنی پڑے گی۔ تلنگانہ علاقے کے نو ضلعوں میں حکومت کی موسومہ مراسلت اُردو زبان میں بھی قبول کی جاتی ہے۔ اُردو زبان کے مزید استعمال اور دوسرے ضلعوں میں بھی اس کی ترویج کے امکان پر غور کیا جارہا ہے۔ بلاشبہ آپ اس سے بھی واقف ہوں گے کہ تمام ریاستی خدمات میں داخلے کے لیئے اُردو کو بھی ایک علاقائی زبان کی حیثیت دی گئی ہے۔ ایسے اسکولوں میں جہاں اُردو بولنے والے طلبا کافی تعداد میں ہوں

اُردو زبان ذریعۂ تعلیم بھی قرار دی گئی ہے ۔

تیسرا پانچ سالانہ منصوبہ

جیسا کہ معزز ارکان واقف ہیں، ہم نے پچھلے سال اپریل میں اپنا تیسرا پانچ سالہ منصوبہ شروع کیا۔ جس کا سائز (۳۰۵) کروڑ روپے کا ہے ۔ لیکن حکومتِ ہند کی امداد کے وعدوں اور خود اپنے ذریعوں اور وسیلوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے پہلے سال کے پروگرام کے لیے (۵۴ ، ۴۸) کروڑ روپے کی گنجائش مُہیا کرنا ممکن ہو سکا ہے ۔ اس میں تین کروڑ کی ایک رقم بھی شامل ہے جو تلنگانہ علاقے کی ترقی کی بعض خصوصی اسکیموں کے لیے، جن کی سفارش علاقائی کمیٹی نے کی ہے، مختص کی گئی ہے ۔ پہلے سال کے دوران میں مرکزی امداد (۳۱) کروڑ روپے کی حاصل ہوگی ۔ بقیہ (۵۴ ، ۱۷) کروڑ روپے ہمیں اپنے ہی ذریعوں اور وسیلوں سے مُہیا کرنے پڑیں گے ۔ تیسرے فینانس کمیشن کی سفارشیں بھی اب ہمیں وصول ہو چکی ہیں جن سے اس ریاست کی مالی ضرورتوں کو پُورا کرنے میں دُور رس مدد ملے گی ۔

اگر ہمیں اپنے (۳۰۵) کروڑ روپے کے منصُوبے کو پُوری طرح رُو بہ عمل لانا ہو تو ہمیں آمدنی کے تمام ممکنہ ذریعوں سے کام لینا پڑے گا ۔ مجھے بھروسہ ہے کہ منصُوبے کے لیئے مالیہ کی فراہمی اور خاطر خواہ ترقی کے حُصول میں معزز ارکان میری حکومت کے ساتھ دلی تعاون کریں گے ۔

ریاستی تخمینہ ساز کمیٹی

میری حکومت اس کے لیئے ہر ممکنہ تدبیر اختیار کرتی آرہی ہے کہ شروع ہی سے منصُوبے کے تحت مُہیا کی ہوئی گنجائشوں کا ٹھیک ٹھیک استعمال ہو اور مختلف پروگراموں کے تحت مقرر کیئے ہوئے ٹارگٹ پُوری طرح حاصل ہو جائیں ۔

میری حکومت نے منصُوبے کی اسکیموں کی وُسعت اور مضمرات کی جانچ کی غرض سے ریاستی سطح پر ایک تخمینہ ساز کمیٹی مقرر کی ہے جس کے صدر چیف سکریٹری ہیں ۔ یہ کمیٹی بعض اسکیموں کی، جو عمل میں آ چکی ہیں، نوعیت کا بھی جائزہ لے گی تاکہ یہ دیکھا جائے کہ ان اسکیموں پر روپیہ کفایت کے ساتھ اور مناسب ڈھنگ سے خرچ کیا گیا ہے ۔

پنچایت راج

مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ نظم و نسق کو جمہوری طریقے پر غیر مرکوز کرنے کا جو قانون منظور رہا تھا، اس کی مطابقت میں، صرف درج فہرست رقبوں کے سوا، ساری ریاست میں پنچایتیں قائم ہو چکی ہیں ۔ اب میری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قبائلی لوگوں کو بھی عوامی اداروں کے فائدوں سے محروم نہ رہنے دیا جائے اور یہ کہ اُنہیں پنچایت راج کی عمل آوری کے ساتھ وابستہ کر دیا جائے ۔ تمام درج فہرست رقبوں میں بھی پنچایتوں کے قیام کے لیئے خصُوصی تدبیریں اختیار کی گئی ہیں ۔ آیندہ چند ہفتوں میں یہ کام مکمل ہو جائے گا اور درج فہرست رقبوں کے کمیونٹی ڈیویلپمنٹ بلاکوں میں بھی پنچایت سمیتیاں قائم ہو جائیں گی ۔

حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ تلنگانہ علاقے کی بچتوں سے عثمانیہ یونیورسٹی کو ۶۲-۱۹۶۱ء میں (۱ ، ۱۸۹) لاکھ روپے کا ایک فاؤنڈیشن گرانٹ اور ۶۳-۱۹۶۲ء میں بھی (۹ و ۱۱۰) لاکھ روپے منظور کیئے جائیں ۔ یہ رقم آندھرا پردیش الکٹریسٹی بورڈ کی کفالتوں میں لگائی جائے گی اور اس پر حاصل ہونے والے سُود کی رقم سے سائنس اور ٹیکنالوجی کے پوسٹ گریجویٹ کورسوں میں بہتری پیدا کی جائے گی اور الکٹریسٹی بورڈ خود یہ رقم تلنگانہ علاقے کے دیہات میں برقی قوت کی سربراہی پر خرچ کرے گا اور یہ انتظام منصُوبے کی معمولی اسکیموں کے علاوہ ہوگا ۔

حکومت نے اس سال حیدرآباد میں ہوم سائنس کا ایک ڈگری کالج قائم کیا ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی سے مُلحق ہے ۔ آندھرا یونیورسٹی اور عثمانیہ یونیورسٹی کو زائد عطیے بھی دیئے گئے ہیں تاکہ کیمیکل انجینیروں کی خدمات کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیشِ نظر وہ اپنے یہاں کیمیکل انجینیری کے شعبے میں طلبا کی بڑھتی ہوئی تعداد میں داخلہ دے سکیں ۔

میری حکومت نے، اسکولوں کے مدرسین اور ان کے متعلقین کی مشکلات کو دُور کرنے کی غرض سے حکومتِ ہند کے قائم کیئے ہوئے "مدرسین کی فلاح و بہبود کے نیشنل فاؤنڈیشن" کے لیئے (۲۵۰۰۰) روپے منظور کیئے ہیں ۔

آب پاشی اور برقی قوت

دریائے کرشنا اور گوداوری کے پانی کی تقسیم کے سلسلے میں حکومتِ ہند نے جو "کرشنا ، گوداوری کمیشن" مقرر کیا ہے، اس سے معزز ارکان واقف ہیں ۔ اس کمیشن کی رپورٹ کا سخت انتظار ہے ہم جانتے ہیں کہ آب پاشی اور برقابی قوت کی ترقی، جس کے بغیر ریاست کی مزید ترقی مُشکل ہو جائے گی، بڑی حد تک اس مسئلے کے اطمینان بخش حل پر مُنحصر ہے ۔

آب پاشی کے بڑے پروجکٹوں میں، تنگبھدرا پروجکٹ کی نچلی سطح کی نہر پر کاشم بارتیج ، رالاپاڑ پروجکٹ ، بھیراوانی تپا پروجکٹ اور آپر پنیار پروجکٹ مکمل کر لیئے گئے ہیں اور ان سے استفادہ بھی شروع ہو چکا ہے ۔ راجولا بنڈہ ڈائورشن اسکیم، تنگبھدرا پروجکٹ ہائی لیول کنال اور پنیار ریگولیٹر پر کام کی رفتار بہت اچھی ہے ۔

پوچم پاڈ پروجکٹ پر بھی ابتدائی کام شروع ہو چکا ہے اور حکومت ہند کی جانب سے اس پروجکٹ کی منظوری حاصل ہوتے ہی آنی کٹ اور نہر کی کھدائی کا کام شروع کر دیا جائیگا۔

آندھرا اور تلنگانہ علاقوں میں چھوٹے پیمانے کی آب پاشی کی اکثر اسکیمیں جو پہلے منصوبے میں شامل تھیں، اب مکمل ہو چکی ہیں۔ ساحلی ضلعوں میں، وِساکھا، ناگاولی اور سراوا ندیوں پر، سیلابوں کی روک تھام کی کئی اسکیمیں شروع کی جا چکی ہیں۔ بُڈامیرو ڈائورژن اسکیم جس کا مقصد کولیرو کے رقبے میں غرقاب ہونے والی (۲۰٬۰۰۰) ایکڑ زمینات کو بچانا ہے، مکمل کر لیا گیا ہے۔ سیلابوں کی روک تھام کی کئی دوسری اسکیموں کے تحت بھی کام جاری ہے۔ عظیم الشان ناگارجن ساگر پروجکٹ پر کام کی رفتار نہایت ہی تیز ہو گئی ہے اور اس کی تکمیل تک اسی رفتار کو برقرار رکھنے کی غرض سے پروجکٹ کو رُو بہ عمل لانے والی مشینری میں بھی بہتری پیدا کر دی گئی ہے ۱۹۶۲-۶۳ء میں تجویز ہے کہ کرشنا ڈیلٹا کے رقبے میں دوسری فصل کے تحت (۱٫۵) لاکھ ایکڑ کے رقبے کی سیرابی کے لیئے پانی چھوڑا جائے۔

میری حکومت نے تلنگانہ علاقے کی پس ماندگی کے پیش نظر، تلنگانہ ہائیڈرو تھرمل اسکیم کے لیئے (۷۵٫۸۱) کروڑ کی یکمشت رقم منظور کی ہے۔ کوتہ گوڈم تھرمل اسکیم اور رام گنڈم ایکسٹنشن اسکیم کی عمل آوری کی بھی منظوری دی جا چکی ہے معزز ارکان پر یہ بھی واضح رہے کہ دیجے واڑہ کے برقی ادارے کے حصول کے بعد جو ۲۳ ردسمبر ۱۹۶۱ء کو عمل میں آیا ہے، حکومت نے ریاست کے تمام برقی اداروں کو قومیانے کا کام مکمل کر لیا ہے۔

چھوٹے اور اوسط پیمانے کی صنعتیں

معزز ارکان اس سے واقف ہوں گے کہ بڑے اور اوسط پیمانے کی صنعتوں کی ترقی کے لیئے آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیویلپمنٹ کارپوریشن اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی امداد کے لیئے اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیویلپمنٹ کارپوریشن اور ریاست کے معدنی ذریعوں اور وسیلوں سے استفادے کے لیئے آندھرا پردیش منرل کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا ہے۔ ریاست کی صنعتی ترقی کے لیئے بھاری برقی آلات کی تیاری کا ایک کارخانہ حیدرآباد میں قائم کرنے کے لیئے حکومت ہند کا فیصلہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ میری حکومت نے صنعتی ترقی کو تیز تر کرنے کے لیئے خانگی شعبے کے تعلق سے بھی ایک نیا نمانہ اور لچک دار پالیسی اختیار کر رکھی ہے یہ ہماری معلنہ پالیسی ہے کہ ریاست کے اندر اور باہر کے مہم پسندوں کی، ہمت افزائی کی جائے کہ وہ آگے بڑھ کر بڑے اور اوسط پیمانے کی صنعتیں قائم کریں اور ہمارے ذریعوں اور وسیلوں کو استعمال کرتے ہوئے عوام کی خوشحالی کے اسباب بنائیں سنگارینی کالریز کمپنی نے اپنے یہاں کوئلے کی موجودہ پیداوار سالانہ (۲٫۶۵) ملین ٹن کو تیسرے منصوبے کے اختتام تک سالانہ (۵٫۶۵) ملین ٹن تک بڑھانے کا منصوبہ بنایا ہے۔

چرم اور دباغت کی صنعتوں کی ترقی کے لیئے بھی ایک ایڈھاک لیدر بورڈ قائم کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں ضروری قانونی مسودہ غور و خوص کے لیئے بہت جلد آپ کے آگے پیش ہوگا۔

طب اور صحت کی خدمات

جنوبی منطقے کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی غرض سے حیدرآباد میں سنٹرل میڈیکو لیگل انسٹیٹیوشن قائم کرنے کی تجویز ریاستی اور مرکزی حکومتوں کے زیر غور ہے اسی ادارے میں طب کی پوسٹ گریجویٹ تعلیم کا انتظام رہیگا۔ انسداد ملیریا پروگرام کو جاری رکھنے اور انسداد چیچک کا پروگرام ریاست کے طول عرض میں شروع کرنے کی تجویز بھی حکومت کے زیر غور ہے۔ حکومت نے (۱۵) لاکھ روپے کے خرچ سے گورنمنٹ آیورویدک کالج کی تعمیر کی منظوری دی ہے اور یہ کام تیسرے منصوبے کی مدت میں شروع کیا جائے گا۔ اس کالج کو عثمانیہ یونیورسٹی کے ساتھ ملحق کرنے کی تجویز بھی زیر غور آ گئی ہے۔

لیبر

سال کے دوران میں ایمپلائز اسٹیٹ انشورنس اسکیم کو مزید قصبوں یعنی راجمندری، ڈدلیشورم، کرنول اور رینو تک وسعت دینے کی تجویز بھی ہے۔ ان مقامات پر دواخانے کھولنے کے لیئے ضروری عملے اور خرچے کی منظوری دی جا چکی ہے۔ اس سے ۱ لاکھ سے زیادہ بیمہ شدہ افراد اور اُن کے خاندانوں کو طبی سہولتیں حاصل ہو جائیں

موسمی حالات

موسمی حالات اور فصلوں کی حالت، اضلاع اننت پور، کڑپہ، سری کاکلم، وشاکھاپٹنم، چتور، نیلور اور کے بعض حصوں کے سوا عام طور پر خوشگوار رہے چکم متاثرہ رقبوں میں خشک سالی کے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے ضروری تدبیریں اختیار کیں۔ مزدوروں کو مہیا کرنے کی غرض سے امدادی کام شروع کیے گئے۔ مالگذاری کی وصولی ملتوی کی گئی اور معاف بھی نیز تقاوی قرضوں کی تقسیم کیلئے مزید گنجائشیں منظور کی گئیں۔

زمینات کی منتقلی!

فاضل زمینات کی تقسیم اور منتقلی کے حکومت مخلصانہ توجہ کرتی رہی ہے تک (۸۶۱۳۴۴٫۴۰) ایکڑ زمینات منتقل کی جا چکی ہیں۔"

نریش کمار شاد

غزل

جو زندگی میں خوشی کو دوام ہو جائے
تو زندگی کی لطافت تمام ہو جائے

اگر ہو آپ سے گل رُخ کو شوقِ مے نوشی
چمن چمن میں ہر اِک پھول جام ہو جائے

جنابِ شیخ بھی پینے لگیں شراب اگر
مرے لیئے اسے پینا حرام ہو جائے

نثار تیری رفاقت کے چند لمحوں پر
اگر عطا مجھے عمرِ دوام ہو جائے

مجھ ایسے رِند کو بھی تُو نے حشر میں یارب
بُلا لیا ہے تو کچھ انتظام ہو جائے

ہمارے گھر میں جو آئے تو عین ممکن ہے
رُخِ نگارِ سحر تیرہ فام ہو جائے

مجھے پسند نہیں اُس پہ گامزن ہونا
وہ رہگذر جو گزرگاہِ عام ہو جائے

ہمارا دل بھی کسی مے کدے سے کم تو نہیں
جو غم بھی آئے یہاں شاد کام ہو جائے

امجد یوسف زئی

"سوویت یونین میں — بھارت کا کلچر"

روس اور ھندوستان ۔ شمال اور جنوب کے ان دو دیسوں کو اونچے اونچے برف پوش پہاڑوں کے میلوں طویل سلسلے اور سینکڑوں میل عریض ریگستانوں نے ایک دوسرے سے دور رکھنے کی کوشش کی، مگر انسان کے عزم کو قدرت کی یہ بندشیں کہاں روک سکتی ہیں؟ آریا ان ہی کو پار کر کے بھارت آئے ۔ مہاراجہ اشوک کے زمانے میں بدھ مذہب کے پرچارک ان ہی راستوں سے دور دور پہنچے اور کنشک تو وسط ایشیا کا ہی حکمران تھا اور اس کے دور میں گنگا سے دولگا تک دونوں ملکوں کے باشندوں کی آمد و رفت جاری تھی ۔ کنشک کے بعد وسط ایشیا کے مغل حکمران آئے اور ان ملکوں میں وسیع تجارتی اور تمدنی تعلقات رہے —— افاناسی نکیتن، روس کا پہلا سیاح بہمنی دورِ حکومت میں بیدر آیا تھا ۔ اس کا سفرنامہ بڑے شوق سے سوویت یونین میں پڑھا جاتا ہے ۔ یہی حال تزکِ بابری کا ہے ۔ انیسویں صدی کے اواخر میں چند روسی ڈاکٹر اور مصور بھی یہاں آئے تھے اور انگریزوں کے دور سے پہلے ہماری تجارت بخارا اور باکو تک تھی ۔ ابھی تک وہاں کی کارواں سرائیں ان دنوں کی یاد دلاتی ہیں ۔

انگریزوں کے دور میں سوویت یونین اور بھارت ایک دوسرے سے الگ رہے ۔ مگر اس کے باوجود کچھ ہندوستانی وہاں پہنچے ۔ بہت سے انگریزوں کے ظلم و ستم سے بیزار ہو کر وہاں چلے گئے ۔ ان میں ایک ڈاکٹر تیج سنگھ ہیں ۔ وہ ۱۹۱۵ء میں سوویت یونین پہنچے ۔ وہ جہاز میں ملازم ہو کر ولیودی ووستوک پہنچے اور وہاں سے ماسکو گئے ۔ وہ لدھیانہ کے باشندے ہیں ۔ اور اب ازبکستان کی ایک خود اختیار جمہوریت قراقپاک کے ایک قصبہ "قرا ازیاک" میں رہتے ہیں ۔ وہ پہلے ہندوستانی ہیں جو سوویت شہری ہیں اور ۱۹۱۵ء سے وہیں رہتے ہیں ۔ ان کی بیوی کا نام اولگا، بیٹے کا نام بورس، اور بیٹی کا نام لیودا ہے ۔ ان کی خدمات کے عوض میں وہاں کی جمہوریت نے انہیں "ممتاز ڈاکٹر" کا اعزاز عطا کیا ہے ۔ ان کے بچے کچھ ہندوستانی گانے جانتے ہیں ۔ داؤد علی دت پہلے ہندوستانی ہیں جنہوں نے سوویت باشندوں کو بنگالی اور اردو سکھائی ۔ اس وقت ماسکو اور لینن گراڈ میں بنگالی اور اردو کے جتنے استاد ہیں ان میں بیشتر انہیں کے شاگرد ہیں — داؤد علی دت کا وہیں انتقال ہوا ۔ حبیب احمد وفا بھی لدھیانہ کے رہنے والے تھے ۔ وہ تحریک خلافت کے زمانے میں وہاں پہنچ گئے ۔ انہوں نے ڈرامے پر بھی کام کیا اور وہیں فوت ہوئے ۔ ان کی شاعری پر اورینٹیل انسٹیٹیوٹ میں کام ہو رہا ہے مگر وہ ان کی بیاض تک محدود ہے ۔ ان کا بہت سا کلام ہندوستان کے رسائل اور اخبارات میں چھپا ہے ۔ وفا کے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ماسکو میں ہیں اور ان کے ہندوستانی نام برقرار ہیں ۔ اسی طرح ہم آندھرا کے ڈاکٹر سیتارامیا کو کسی صورت سے نظر انداز نہیں کر سکتے ۔ وہ ایک سائنٹیفک انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر ہیں اور Oil Lubrication پر ماہر سمجھے جاتے ہیں ۔ وہ ۱۹۲۸ء سے وہیں ہیں اور سوویت شہری بن گئے ہیں ۔ وہ گوداوری ضلع کے ایک گاؤں وڈیوارُ کے رہنے والے ہیں، اسی گاؤں کی تصویر اب بھی ان کے ڈرائنگ روم کی زینت ہے ۔

آندھرا تاریخ کا تلگو سے روسی زبان میں ترجمہ کیا ہے ۔ انہیں تلگو گانوں کا بہت شوق ہے اور ان کے پاس تلگو کے ریکارڈوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے ۔ ان کی لڑکیوں کے نام لیلاوتی اور نیلاوتی ہیں ۔ سوویت ناموں میں ہندوستانی نام بڑے بھلے اور پیارے لگتے ہیں ۔ میں جب ڈاکٹر صاحب سے ملا تھا تو وہ بہت خوش ہوئے ' پوچھا تلگو آتی ہے ۔ میں نے کہا شُدبُد ۔ تو بولے ، تب تمہیں آندھرا کا کیسے مانیں ! وہ بہت اچھی اُردو بولتے ہیں ۔ پرن دت ۱۹۲۹ء میں احمد آباد سے کابل پہنچے ۔ وہاں سے مزار شریف سے ترمیز اور تاشقند پہنچے ۔ اور ماسکو سے Philology میں ڈاکٹریٹ کیا ۔ پہلے ہندوستانی ڈی یس سی ہیں ۔ بنگالی کی روسی زبان میں گرامر لکھی ہے ۔ اور سنہ ۱۹۶ ء تک ماسکو میں بنگالی کے استاد تھے اور اب جادجپیا کی یونیورسٹی میں ہیں ۔ یہ بھی سوویت شہری ہیں ۔

مدن موہن ۱۹۴۲ء میں دریائے آمو کو پار کرکے سوویت دیس گئے گرفتار ہو گئے ۔ اور اب تاشقند میں اُردو ، ہندی پڑھاتے ہیں اور ریڈیو تاشقند میں اناؤنسر ہیں ۔ ان کی بیوی روسی ہے ۔ مدن نے روسی اور اُردو قاعدہ لکھا ہے اور "ہندی کیسے سیکھیں ؟" اس پر ایک کتاب روسی زبان میں لکھی ہے ۔ مدن ہندوستان سے آم کا درخت بھی لے گئے ہیں ! اور یہاں کے بعض پودے بھی ان کے ڈرائینگ رُوم میں ہیں ۔

برانیکوف نے 'راماین' کا روسی زبان میں ترجمہ کیا ہے اسی طرح مہابھارت کا بھی ترجمہ ہو گیا ہے ، سمیرنوف نے 'بھگوت گیتا' کا ترجمہ ترکمانستان کے صدر مقام عاشق آباد سے شائع کیا ہے ۔ پنچ تنتر کی کہانیاں روسی بچے بہت شوق سے پڑھتے ہیں ۔ اور اب تو مرچھ کٹیکا کو اسٹیج پر دکھایا گیا ہے اور اسے سب نے بہت سراہا ۔ راماین کا ایک منظر بھی اکثر اسٹیج کیا جاتا ہے ۔ 'سوہنی مہینوال' جب اسٹیج کیا گیا تو اس کو روسیوں نے بہت پسند کیا ۔ روسی ہندوستانی کردار کو بڑی خوبی سے پیش کرتے ہیں ۔

۱۹۵۶ء ، سوویت یونین کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ بھارت کے پچیس سے زیادہ مترجم ماسکو پہنچے اور ۱۹۵۷ء میں تقریباً بیس کی تعداد وہاں پہنچی ۔ ان میں سے کچھ ریڈیو کے اناؤنسر بھی تھے ۔ ان میں سے ایک میں بھی تھا ۔ ہم نے بھارت کے کلچر کو ان سے روشناس کرانے کی بہت کوشش کی ۔ چنانچہ رُوسی عورتیں ساڑیاں بہت پسند کرتی ہیں ۔ میری ایک شاگرد زیبا فینووا جو ہندوستان میں بھی ایک سال رہی ہیں اکثر ساڑی پہن کر باہر نکلتی ہیں ، ہماری عورتوں نے انہیں ساڑیاں پہننا سکھایا ۔ وہ پان بھی شوق سے کھاتی ہیں ۔ ہم نے اپنے اکثر دوستوں کو ساڑیاں اور چوڑیاں تحفتہً دیئے ہیں ، میری دوست گالیا اور نتاشا حیدر آباد کے گوٹ ' بڑی شان سے پہن کر محفلوں میں جاتے ہیں ۔ ماسکو میں یہ "بریسلیٹ" بہت پسند کیا گیا ۔ میں وہاں جاتے وقت اپنے ساتھ نرمل کی لکڑی کا کچھ سامان لے گیا تھا وہ بھی اکثر دوستوں کے گھر کی زینت بن گئے ہیں ۔ وہاں ہم روسی کھانے کے تو عادی ہو گئے تھے مگر اکثر روسی دوستوں کو کچوریاں ، گلاب جامن ، گاجر کا حلوا ، قورما ، دال موٹ ، اور پُوریاں بنانا سکھایا ۔ اب وہ بڑے شوق سے ہندوستانی کھانا کھاتے ہیں ۔ لیکن انہیں شکایت ہے کہ اتنا اچھا پکانے کے لیے بہت وقت لگتا ہے ۔

سوویت یونین میں دوسرے ملکوں کے کلچر سیکھنے کا بڑا شوق ہے ۔ کرشنا مورتی نے سبرامونیم بھارتی نامی تامل شاعر اور تامل کی مشہور کتاب "ترکول" کے ترجمے کرانے میں مدد دی ۔ سوریم نے تلگو کے پوتنا اور ویمنا کے کلام کو روسی زبان میں ترجمہ کرایا ۔ غالب کے خطوط کا تاجیک اور روسی زبان میں ترجمہ میری نگرانی میں پولا تووا نے کیا ۔ ظ ۔ انصاری نے اُردو ، روسی لغت کے کام میں مدد دی ۔ سرماسندرم نے تامل اور روسی لغت مرتب کرنے میں روسیوں کی مدد کی ۔ گوپش نے ہندی روسی لغت کے کام میں مدد دی ۔ بلونت گارگی نے پنجابی روسی لغت کو مرتب کیا ۔ عمرانی کرنے مراٹھی روسی لغت کے مرتب کرنے میں مدد کی ۔

سوویت یونین کے باشندوں کو خود ہندوستانی ادب سے بڑی دلچسپی ہے ۔ وہاں ہمارے قدیم ادب سے بھی دلچسپی لی جارہی ہے ۔ کالیداس کی شکنتلا کا ترجمہ ہوا ہے ۔ "ارتھ شاستر" کا ترجمہ ہو رہا ہے ۔ ناگارجن کی کتاب کا بھی ترجمہ کیا جارہا ہے ۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹیگور کے اکثر ناولوں ، ڈراموں اور کہانیوں کے ترجمے ہو گئے ہیں ۔ اور کوئی سوویت شہری ایسا نہیں جو ٹیگور کے نام سے واقف نہ ہو ۔ پریم چند ، یشپال ، اپندر ناتھ اشک کے ناول و کہانیوں کا روسی زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے ۔ کرشن اور عباس اُردو کے مقبول افسانہ نگار سمجھے جاتے ہیں ۔ ملیالم کے مشہور ادیب 'پلّے' کی ناولوں کا بھی روسی ترجمہ ہو گیا ہے ۔ بنگلہ کی بہت سی ناولوں کا ترجمہ ہو چکا ہے ۔ ایوان چیلی شیف نے نرالا اور ہندوستان کے انسانوں پر کام کیا ہے ۔ وہ بھارت کے کلچر کے بڑے مدّاح ہیں ۔

روسی فنکار بھی ہمارے فن سے بہت دلچسپی لیتے ہیں ۔ روس کے مشہور نغمہ نگار میخائیل ادسوکن نے ہندوستانی موسیقی پر کئی مضامین لکھے ہیں ، لوئیزا ذاکیرووا ' ازبکستان کی مشہور مغنیہ ہیں ، جن کے ہندوستانی گانوں کو روسی بہت پسند کرتے ہیں ۔ ذاکیرووا میری دوست ہیں اور ہم نے ہندوستانی گانوں کے صحیح تلفظ اور ادائیگی میں ان کی کافی مدد کی ہے ۔ ———

آذربائیجان کے مشہور گائک رشید بیتی بوف بہت سے ہندوستانی گانے گاتے ہیں جن کو سی ایچک دانہ، پیچک دانہ، میں آوارہ ہوں، گاتا ہے۔ ازبکستان کی مشہور مغنیہ تمارا خانم کئی ہندوستانی گانے بڑی خوبی سے گاتی ہیں اور وہاں کی مشہور رقاصہ گالیا اسمٔیلووا نے کئی ہندوستانی ناچ، منی پوری وغیرہ سیکھے ہیں اور ان کے یہ ناچ بہت پسند کیے جاتے ہیں۔ بوچیروا نے رکمنی آرنڈیل کے مدرسہ میں بھرت ناٹیم سیکھا ہے۔ اور اس کا مظاہرہ وہ روسی اسٹیج پر کرتی رہتی ہیں۔ بوچیروا بالشوئی تھیٹر کی اداکارہ ہیں۔ اور ہندوستانی فلم "قانون" میں بھی کام کیا ہے۔ ہمارے ہندوستانی ساتھیوں نے بھی جو ہمارے ساتھ وہاں کام کرتے تھے۔ اپنے کلچر کو ان کے روبرو بڑی خوبی سے پیش کیا۔ آندھرا کے سوریم نے تلنگانہ کے رقصوں کو ماسکو کے اکثر جلسوں میں پیش کیا۔ بینا رائے اور گھوش نے بنگالی نغموں سے انہیں روشناس کرایا۔ ہیم لتا جن سوامی نے ہندوستانی اور تلگو گانوں سے انہیں محظوظ کیا۔ سِتار کار نے ستار پر اپنے فن کا کمال دکھایا اور ۱۹۵۷ء میں نوجوانوں کے عالمی میلہ میں طلائی تمغہ حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بھارت کے اکثر فن کار وہاں آتے ہیں اور اپنے فن کا مظاہرہ کر کے غیر معمولی داد حاصل کرتے ہیں۔ ان میں پدمنی، راگنی، اندرانی رحمٰن، وجینتی مالا، روشن کماری اور تارا چودھری کے رقص کو سوویت شہری کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

اسی طرح وہاں کے مشہور مصوروں نے بھی ہمارے کلچر سے بڑی دلچسپی لی ہے چنانچہ گراسیموف، چوئیکوف، عبداللہ ایف نے ہماری زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو لکیروں اور رنگوں میں محفوظ کر دیا ہے۔ ہمارے فلم انہیں بہت پسند ہیں۔ چنانچہ 'آوارہ' دو بیگھہ زمین، سجاتا، چار سو بیس، نئی دہلی نوکری وہاں مقبول ہیں اور ان کے ریکارڈ سب شوق سے سنتے ہیں۔ غرض ہمارا کلچر وہاں زیادہ سے زیادہ مقبول ہوتا جا رہا ہے۔

پرویز زاہدی

غزل

کچھ طلب سے بھی سوا قیمتِ اشعار ملی
وہ سخن فہم نظر میری طرفدار ملی

تیری پلکیں خلشِ جذبۂ تخلیق بنیں
تیری آنکھوں سے توانائی افکار ملی

تیری آواز سے جذبات نے پایا آہنگ
تیرے لہجے سے مجھے نرمیٔ گفتار ملی

چشمِ بے خواب کو آنکھوں سے تری خواب ملے
دلِ خوابیدہ کو بیداریٔ سرشار ملی

غم بغم مجھ کو محبت میں ہر احساس ملا
جو تمنا بھی ملی دل کو وہ تہہ دار ملی

ہر روایت نے کیئے تیرے ہی بت کو سجدے
ہر بغاوت مجھے تیری ہی پرستار ملی

ذہن نے بھی دلِ وحشی کو سہارا ہی دیا
عقل بھی مجھ کو جنوں ہی کی مددگار ملی

عشق میں دل ہی کی جاگیر نہیں عیشِ سفر
ذہن کو بھی جو ملی راہ تو ہموار ملی

کوچۂ عشق میں محسوس تھکن بھی نہ ہوئی
دھوپ بھی سر پہ لیئے سایۂ دیوار ملی

ظلمت آبادِ ہوس میں بھی محبت تیری
روشنی ہی کا بناتی ہوئی مینار ملی

گردشِ شام و سحر کہتے ہیں جس کو پرویزؔ
اس میں بھی حسن ہی کی شوخیٔ رفتار ملی

حق پرست

گُلاب

اخلاق اور کردار کے رائج الوقت معیار سے یہ ایک گُناہ کی سرگذشت ہے لیکن میں اکثر حیران ہوتا ہوں کہ کیا یہ واقعی گُناہ تھا ۔؟

سنہ ۱۹۰۹ء، یعنی زائد از نصف صدی پیشتر کی بات ہے کہ میں مہاراجہ کالج میں داخل ہونے کے لیئے جے پور (راجستھان) پہنچا ۔ وہاں کی مُفت تعلیم خاص وجہ تھی کیونکہ ہم گردشِ زمانہ کے شکار تھے ۔ مگر ایک اہم وجہ وہ جذبات تھے جو راجستھان کی تاریخ کے مطالعہ نے میرے نوجوان دل میں پیدا کر دیئے تھے ۔ میں نہ صرف اس مبارک سرزمین کو دیکھنا چاہتا تھا بلکہ اس کے آغوش میں رہنا چاہتا تھا جہاں اُن آتماؤں نے جنم لیا تھا جن کے کارناموں پر راجستھان کیا ساری دُنیا فخر کرسکتی ہے ۔

گرمی کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں ۔ ان چھٹیوں ہی میں میں نے آریہ سماج مندر میں ٹھہرنے کی اجازت حاصل کر لی تھی ۔ یکہ والے نے مجھ کو اجمیری دروازہ پر اُتار دیا کہ آریہ سماج یہیں قریب ہے ۔ میرا سامان دیکھ کر چند مزدُور لپکے ۔ ان میں ایک لڑکا بھی تھا جس کی عمر بارہ تیرہ سال سے زائد نہ ہوگی ۔ اُس نے بڑی منت سے کہا "حُضور! میں آپ کا سامان پہنچا دوں گا" اور میرے منع کرتے کرتے کہ سامان بھاری ہے اُس نے میرا کتابوں سے بھرا ٹرنک اور بستر سر پہ لدوا ہی لیا ۔ سماج واقعی قریب ہی تھا ۔ مگر اس بوجھ کے ساتھ چلنا اس غریب کے لیئے سخت مشکل ثابت ہوا ۔ راستہ میں تین چار جگہ دَم لینا پڑا ۔ بالآخر جب ہم سماج پہنچ گئے تو میں نے ترس کھا کر اس کو ایک چونی دے دی ۔ یہ لے کر اُس نے ایک عجیب انداز سے مجھ کو دیکھا ۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ وہ کچھ اور چاہتا ہے ایک دونی اور اس کے ہاتھ میں رکھدی ۔ اس پر اس کی عجیب کیفیت ہوئی ۔ نظر بھر کر اُس نے مجھ کو دیکھا اور سر جھکا کر چلدیا ۔ اُس کی آنکھوں میں خوشی اور حیرت دونوں جھلک رہے تھے ۔ اُس کے جاتے ہی ایک نوجوان عورت جو کچھ گھونگھٹ نکالے اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھڑی تھی اپنی جے پوریا بولی میں ایک سہیلی سے کہہ رہی تھی "عجیب آدمی ہے، جس کام کے لیئے زیادہ سے زیادہ دو آنے مزدوری ہوسکتی ہے اُس کے بے تکلف چھ آنے دے ڈالے"۔ یہ سماج کے چپراسی کی بیوی گلاب تھی ۔

بات یہ تھی کہ جے پور میں ہر چیز بہت سستی تھی ۔ محنت مزدوری بھی ۔ عوام بہت غریب تھے بالخصوص نچلے طبقے کے لوگ ۔ قدرتاً پیسہ کی بڑی قدر تھی ۔

— ۲ —

سماج کی دو منزلہ عمارت لبِ سڑک واقع تھی ۔ اُوپر کی منزل پر سیڑھیوں سے لگا ہوا ایک بڑا ہال تھا جو سماج کے جلسوں کے کام میں آتا تھا میں اسی ہال میں ٹھہرا گیا ۔ اس کے دوسری طرف صحن سے مُتصل دو کمرے تھے ۔ ایک میں چپراسی رام رُوپ رہا کرتا تھا اور دوسرا رسوئی گھر (باورچی خانہ تھا)

سماج کے منتری بہت نیک اور ہمدرد آدمی تھے۔ انہیں سے خط و کتابت ہوئی تھی۔ اب موصوف نے چپراسی رام روپ کو صرف دو روپے ماہوار پر میرا کھانا بنانے پر مقرر کر دیا اور اس کو تاکید کی کہ مجھ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

رام روپ کی عمر کوئی بیس بائیس سال کی ہوگی۔ میانہ قد، اکہرا بدن کھلا رنگ، ناک نقشہ بُرا نہ تھا۔ مگر چہرہ پر مکر اور لالچ کے آثار تھے اور مسکراہٹ میں بجائے شگفتگی کے طنز ظاہر ہوتا تھا۔ کچھ دنوں تو وہ خود میرا کھانا بناتا رہا۔ بعد نہ معلوم اُس نے کہاں کہاں کام تلاش کر لیا تھا کہ صبح اُٹھتے ہی چلدیتا۔ لہٰذا میری رسوئی کا کام اس کی بیوی کے سر پڑا۔

میں انٹر (سائنس) کا طالب علم تھا۔ میری پرورش اور پرداخت دھارمک (مذہبی) ماحول میں ہوئی تھی۔ ایک بزرگ پنڈت جی کی جن کا میں معتقد تھا یہ نصیحت تھی کہ مجھ کو بہ حیثیت ودیارتھی برہمچریہ (مجرد) کا پالن کرنا چاہیئے جو بغیر خیالات کی پاکیزگی کے ممکن نہیں اور اس کے لیئے اچھی صحبت، اچھا مطالعہ، جسمانی ورزش اور ساتوک (سیدھا سادہ) بھوجن از بس ضروری ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا تھا کہ غروبِ آفتاب کے بعد کبھی نہ کھاؤں اور اتوار کو صرف ایک وقت کھاؤں اور وہ بھی الونا (بغیر نمک کا)

میں تہِ دل سے اس پر عمل کرتا تھا۔ میل جول میں نے کسی سے بڑھایا ہی نہیں مطالعہ میں درسی کتابوں سے زیادہ تواریخ یا تواریخی قصے یا اخبار اور رسالہ جات رہا کرتے تھے۔ والد نے بچپن ہی سے ورزش کی عادت ڈال دی تھی۔ کھانے میں مرچ مصالحوں سے سخت پرہیز کرتا تھا۔ یہاں آنے کے بعد رام روپ اور اس کی بیوی سے البتہ یہ تاکید کرنی پڑی تھی کہ شام کا کھانا مجھ کو دِن رہتے مِل جایا کرے۔ سُورج ڈوبنے کے بعد میں نہ کھاؤں گا۔ مجھ کو یاد ہے اس پر رام روپ کی بہو نے ہنس کر کہا تھا،

"تھے سراوگی چھو کائیں؟" یعنی کیا تم سراوگی یعنی جینی[1] ہو؟ میں بھی ہنس پڑا تھا اور کہا تھا، یہی سمجھ لو۔

——۳——

دن گذرتے گئے۔ میری پابندیاں برابر جاری رہیں۔ جب تک رام روپ روٹی بناتا رہا اُس کے لیئے کچھ اسی میں سہولت تھی کہ شام کی روٹی کا قصہ جلد ختم کر دے جب اس کی بیوی بنانے لگی تو گو اُس کی گود میں دس ایک مہینے کی بچی تھی اُس نے بھی شکایت کا کوئی موقع نہ دیا۔

مگر ایک دن یہ ہوا کہ وہ کہیں دعوت میں چلی گئی۔ شرادھ کے دِن تھے رام روپ بھی نہ تھا۔ غرض کہ اس روز مجھ کو دن رہتے کھانا نہ مِل سکا۔ بھوکا سونا پڑا۔ ان دنوں بھوک میرے لیئے قابلِ برداشت تکلیف نہ تھی۔ بڑی مشکل سے رات کٹی۔

دو چار دن بعد پھر وہی صُورت پیدا ہوئی۔ اس بار مجھ کو اس قدر غصہ آیا کہ میں نے دوسری صبح بھی کھانے سے انکار کر دیا۔ کہہ دیا کہ کچھ اور انتظام کرلوں گا۔ رام روپ تو حسبِ معمول صبح اُٹھتے ہی چلدیا تھا۔ مگر اس کی بیوی نے میرے منع کرنے کے باوجود بہت سویرے ہی میری روٹی تیار کر دی۔ اور بڑی منت سماجت کی کہ معاف کر دوں اور روٹی کھالوں۔ لیکن میں نے ایک نہ سُنی اور جب اسطرح بغیر کھائے کالج جانے لگا تو وہ پھر میرے پاس آئی اور کہنے لگی "میں اسی ڈر سے دعوت میں نہیں جا رہی تھی۔ مجبوراً جانا پڑا۔ جلد لوٹنے کی بہیترا کوشش کی۔ وہ بھی نہ ہو سکا۔ میں جس جی جان سے تمہاری سیوا کرتی ہوں کبھی اپنے دھنی (خاوند) کی بھی نہ کی۔ اور آج تم میری مجبوریوں کی ایسی کڑی سزا دے رہے ہو" یہ کہتے کہتے اُس کے آنسو نکل پڑے۔ اسقدر کہ آنچل سے آنکھیں دبائے وہ ہچکیاں لینے لگی۔ آن کی آن میں میرا غصہ کافور ہوگیا۔ اور میں کھانے کے لیئے راضی ہوگیا۔ مگر وہ بڑی دیر تک سنبھل نہ پائی اور میں حیران تھا کہ میرے نہ کھانے کا اُس کے دل پر اسقدر اثر کیوں ہے۔

——۴——

بس اُسی دن سے میرے جذبات میں عجیب ہیجان پیدا ہوگیا۔ سمجھانے منانے کے سلسلے میں غیر ارادی طور پر اُس کو چھُونے کی نوبت آ گئی تھی۔ یہ غضب ہوگیا۔ چھُونا تھا کہ سارے جسم میں ایک عجیب و غریب لہر دَوڑ گئی جو میرے لیئے بالکل انوکھی اور انتہائی سُرور بخش تھی۔ اسقدر کہ اس روز کالج میں ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ جی چاہتا تھا کہ دَوڑ جاؤں اور اُس کو سینے سے لگالوں۔ وہ دِن اور رات سخت اندرُونی کشمکش میں گذرے۔ لیکن دوسری صبح جب وہ گھڑا لیئے پانی بھرنے کے لیئے ہال میں سے گذر رہی تھی تو ضبط کی تاب نہ رہی۔ اور دیوانہ وار لپک کر میں نے اُس کو سینے سے لگا لیا۔ اُس نے بچنے کی مطلق کوشش نہ کی بلکہ ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا ایک بیہوشی کی کیفیت اُس پر طاری ہے۔ لیکن وقت صبح کا تھا۔ لوگ جاگ چکے تھے۔ اس خوف سے کہ کوئی آ نہ جائے میری گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ چلی گئی، گویا خمار میں ہو۔ اس کے بعد یہ معمول ہوگیا کہ ہم کسی نہ کسی طرح دُنیا کی نظر بچا کر دیوانہ وار ایک دوسرے سے بغلگیر ہو جاتے۔

——۵——

معاملہ ابھی یہیں تک پہنچا تھا کہ میرے ضمیر نے مجھے سخت ملامت کی میرے دھارمک خیالات اور جذبات جن کے زیرِ اثر میں ایک طرح تپسیا (ریاضت) کی زندگی بسر کر رہا تھا اب اکدم جاگ اُٹھے۔ میں اپنے آپ میں بیحد نادم ہوا اور تہیہ کیا کہ جلد از جلد یہ جگہ چھوڑ دوں گا اور آیندہ کسی عورت کی طرف نظر تک

---

[1] جینی غروبِ آفتاب کے بعد کھانا نہیں کھاتے۔

نہ اُٹھاؤں گا۔ اتنے میں اتوار کا دن آگیا جو میرے برت کا دن تھا۔ میں اس دن خطوط لکھا کرتا تھا۔ میں اس کام میں مصروف تھا کہ دفعتاً رام روپ آیا اور کہنے لگا۔

"آج ہمیں بیینے (دعوت) جانا ہے۔ میری بیوی تو جا چکی۔ آپ اگر ابھی کھالیں تو میں روٹی اُتار دوں اور چلا جاؤں۔" میری موجودہ دلی کیفیت کے لحاظ سے یہ مجھ کو غیبی امداد محسوس ہوئی اور میں فوراً راضی ہوگیا۔

لیکن اب قسمت کا کھیل دیکھئے کہ ابھی میں کھانا شروع ہی کیا تھا کہ، رام روپ کی بہو واپس آگئی اور سیدھا رسوئی میں پہنچکر مجھ سے کہنے لگی کہ میرے لیئے کچھ مٹھائی لائی ہے۔ لے لوں۔ میں تھالی ہی پر نظریں جمائے مٹھائی لینے سے انکار کر دیا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کسی بات کی سُدھ بُدھ نہ تھی۔ وہ اپنے خاوند کے پاس ہی کھڑی ہوکر ایک از خود رفتگی کے عالم میں کہہ رہی تھی۔ "مجھ کو خیال تھا کہ آج تم نمک نہیں کھاتے، اس لیئے چُھپا کر اپنا حصہ مٹھائی کا تمہارے لیئے لائی ہوں...... ارے، تم میری طرف دیکھتے کیوں نہیں؟ مُہاری اور جھانکو تو سہی۔" (میری طرف دیکھو تو سہی)

خوف سے میرا دل کانپ اُٹھا۔ اُس کی طرف تو کیا دیکھتا، اُس کے خاوند کی طرف نظر اُٹھ گئی۔ شک و شبہ کے زہر میں بُجھے ہوئے تیر اس کی آنکھوں سے نکل رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بڑا نازک وقت ہے، یہ عورت اپنے آپے میں نہیں۔ میں نے کھانا فوراً ختم کیا اور اپنی جگہ جا کر خطوط میں مصروف ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد کپڑے بدل کر رام روپ ہال میں سے ہوتا ہوا باہر چلا گیا۔ اس کا جانا تھا کہ گلاب میرے پاس پہنچی اور انتہائی گھلاوٹ سے کہنے لگی۔ "آج یہ کیا بہروپ بنا رکھا ہے۔ میری طرف دیکھتے تک نہیں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "دیکھو! تم ایک بیاہتا عورت ہو۔ تمہیں کسی غیر مرد کی طرف نظر بھی نہ اُٹھانی چاہیئے۔" لیکن اُس پر تو ایک جُنون سوار تھا۔ بے دھڑک وہ میری آغوش میں بیٹھ گئی۔ اور میرا مُنہ اپنی طرف پھیرنے کی کوشش کرتی ہوئی کہنے لگی "تم میرے کرشن ہو، میں تمہاری رادھا۔" دن کا وقت اور دروازے سب کُھلے۔ میں گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا اور ٹوپی کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ باہر چلا جاؤں۔ مگر لپک کر اُس نے ٹوپی لے لی اور رسوئی گھر کی طرف دوڑ گئی۔ وہاں اس ٹوپی کی چھینا جھپٹی ہو رہی تھی کہ دبے پاؤں اُس کا خاوند آپہنچا۔ آدمی پست حوصلہ تھا۔ مجھ سے کچھ نہ کہا۔ اپنی بیوی کو پیٹا، زیور اُتار لیئے اور گالیاں دیتا ہوا اُس کو گھر سے نکال کر خود بھی کہیں چلا گیا۔

—— ٦ ——

مجھ پر ایک سکتہ سا طاری تھا۔ میں قسمت کی اس ستم ظریفی پر حیران تھا کہ ٹھیک ایسے موقعہ پر جبکہ میں ایمانداری سے نیکی کے راستے پر رہنے کی کوشش کر رہا تھا ایسی حالت میں پکڑا گیا جو میری بدترین رُوسیاہی کا باعث تھی مجھ کو یہ ایک سانحۂ عظیم محسوس ہو رہا تھا۔ باہر نکلا تو نظر اُٹھانے کی جرأت نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا چو طرف سے مجھ پر انگشت نمائی ہو رہی ہے۔

اُس رات مجھ نیند کے متوالے کی نیند حرام ہوگئی۔ رہ رہ کر یہی خیال آتا تھا کہ صبح ہوتے ہوتے یہ خبر چو طرف پھیل جائے گی۔ منتری جی لعن طعن کرتے آئیں گے کہ بڑے بھلے آدمی نکلے اب یہاں سے مُنہ کالا کرو۔ سوچتا تھا کہ کن اعلیٰ جذبات اور نیک خیالات سے آیا تھا اور کیا رُوسیاہی مول لی۔!

—— ٧ ——

معاملہ اسی پر ختم ہوتا تو پھر بھی غنیمت تھا۔ مگر قسمت کو کچھ اور گُل کھلانے تھے۔ صبح میں حسبِ معمول پڑوس کے ایک غریب لڑکے مہادیوا کو پڑھا رہا تھا کہ یکایک نیچے سے ایک بُڑھیا چھاتی پیٹتی آئی کہ رام روپ نہ معلوم کہاں چلا گیا رات بھر نہیں آیا۔ اور اب اس کی بیوی نے افیون کھالی ہے۔ حالت بُری ہے جلد کچھ کیجئے۔ میں حیران تھا کہ مُصیبت پر مُصیبت چلی آرہی ہے۔ دیوانہ وار اُٹھا اُس لڑکے مہادیوا کو ساتھ لیا اور ایک ڈاکٹر نارائن داس کے یہاں پہنچا جن سے سماج ہی میں ملاقات ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے سخت سرد مہری دکھائی۔ کہا کہ یہ پولیس کیس ہے۔ پولیس میں رپورٹ کر دیجئے۔ میری بہت منّت سماجت پر کہا کہ ڈیڑھ دو چھٹانک رائی باریک پیس کر گرم پانی میں ملا کر پلائیے۔ قے ہو جائے گی۔ میں تھوڑی دیر سے آتا ہوں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ نہ آئیں گے۔ تاہم مہادیوا کو پیسے دیکر دوڑایا کہ رائی لیتا جائے اور گرم پانی تیار کرائے۔ میں پریشان پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ سماج کے قریب پہنچا تھا کہ ایک بورڈ پر نظر پڑی۔ جس پر لکھا تھا "ڈاکٹر بھولا ناتھ۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس وغیرہ"۔ میں نے دل میں کہا چلو اس دروازے کو بھی کھٹکھٹا لیں۔ اندر پہنچا تو کافی لوگ جمع تھے۔ مگر غالباً میرے پریشان چہرہ کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحب پہلے میری ہی طرف متوجہ ہوئے۔ میری بات سُن کر خوش مزاجی سے فرمانے لگے "بھئی کیا پولیس میں پھنسوانے کا ارادہ ہے!" میں کیا جواب دیتا۔ مگر مجھ کو غور سے دیکھ کر اُس فرشتہ سیرت ڈاکٹر نے کہا "اِس کیس کو تو بُھگتنا ہی پڑے گا۔" اور ایکدم اُٹھ کر میرے ساتھ ہو لیئے۔ سماج پہنچکر اُنہوں نے پہلے مریضہ کی نبض دیکھی پھر آنکھ کی پُتلیوں کا بغور معائنہ کیا۔ مریضہ کو ابھی ہوش باقی تھا گو سخت غنودگی طاری تھی۔ پسی رائی اور گرم پانی انہوں نے بھی طلب کیا۔ یہ تیار تھے۔ دونوں کو ملا کر ایک کٹوری میں کچھ لیا اور مریضہ کو پلانا چاہا۔ اب غضب

دیکھئے کہ مریضہ نے دانت بھینچ لیئے ۔ ڈاکٹر صاحب نے بہتیرا سمجھایا، منت سماجت کی مگر اُس پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ زبان سے تو کچھ نہیں کہہ سکتی تھی لیکن اُس کے تیور سے صاف ظاہر تھا کہ اُس نے مرنے کا مُصمّم ارادہ کر لیا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب پریشان ہو گئے، مایوس ہو کر کہنے لگے " بھائی جان' اب یہ میرے بس کی بات نہیں ہے ۔ آپ فوراً پولیس میں اطلاع کر دیجئے، ورنہ ہم سب دھر لیئے جائیں گے "۔

۔۔۔ ۸ ۔۔۔

میری حالت کچھ نہ پوچھیئے ۔ اتنی تگ و دَو اور پریشانی کے بعد اُمید کی صُورت کچھ کچھ جو نظر آنے لگی تھی سو وہ بھی کافور ہونے لگی ۔ مجھ کو محسوس ہو رہا تھا کہ میری ہی وجہ سے یہ جان جا رہی ہے ۔ میں خُونی ہوں ۔ گلاب کے چہرے پر نظر ڈالی تو دل پاش پاش ہو گیا ۔ موت کا سایہ اُس کے خوبصُورت چہرہ پر پھیلتا جا رہا تھا مگر اُس کی دُھندلی آنکھیں میری ہی طرف یک ٹک لگی ہوئی تھیں ۔ ان میں کیسی بے پایاں محبت اور کس بلا کی حسرت تھی ۔ کیا مرتے وقت آنکھوں میں اس غضب کا حُسن چھا جاتا ہے ۔ بے تحاشہ میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ۔ میں ڈاکٹر کے پیچھے کھڑا تھا ۔ انتہائی عاجزی سے میں نے گلاب کے ہاتھ جوڑے اور بہتے آنسوؤں سے دَیا کی بھیک مانگی ۔

یکایک بجلی کی سُرعت سے اُس پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہوئی اُس کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے مگر چہرے پر ایک ہلکی روشنی پھیل گئی ۔ اور اُس کے کل انداز سے جس کا بیان کرنا مشکل ہے گویا یہ الفاظ نکل رہے تھے " تمہارے لیئے ! " اور اُس نے فوراً مُنہ کھول دیا ۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ پانی پلا دیا ۔ اِن آنکھوں ہی آنکھوں کی خاموش گفتگو اور یہ حیرت انگیز انقلاب کچھ سکنڈوں ہی کی بات تھی ۔ میں نے آسمان کی طرف تشکر بھری نظریں اُٹھائیں ۔ ڈاکٹر صاحب کا چہرہ بحال ہوا ۔ دو ایک منٹ بعد انہوں نے مریضہ کو قے کرائی ۔ یہ عمل تین بار کرنے کے بعد وہ مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے کوئی لال عرق تیار کیا اور مجھ کو ہدایت کی کہ گھنٹہ گھنٹہ سے اس کی خوراک دی جائے اور سخت نگرانی رکھی جائے کہ مریضہ سونے نہ پائے ۔ دو آدمی اسکو سنبھال کر مُسلسل ٹہلاتے رہیں ۔

۔۔۔ ۹ ۔۔۔

وہ دِن گذر گیا اور وہ بچ گئی ۔ اس کے بچ جانے سے جو خوشی ہوئی ناقابلِ بیان ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ سینے میں ایک جوش اُبل پڑا کہ اس کو لے کر کہیں نکل جاؤں ۔ مگر سوسائٹی اور بے روزگاری کا خوف دیو کی طرح سامنے کھڑا ہو گیا ۔ پھر خیال آیا کہ تعلیم اگر مکمل ہو چکی ہوتی تو روزگار سے لگنا آسان تھا ۔ تب سوسائٹی سے نپٹنا بھی مشکل نہ ہوتا ۔ سوچا کہ اب مناسب یہی ہے کہ جلد کسی اور جگہ منتقل ہو جاؤں اور تعلیم میں جی لگاؤں ۔ نظروں کے سامنے نہ رہنے سے اُس کی طبیعت کو بھی سکون ہو جائے گا ۔ رات بھر اسی اُدھیڑ بُن میں کروٹیں بدلتا رہا ۔ صبح حاجات اور فرائض سے فارغ ہو کر چُولھا سنبھالا ۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا ۔ کالج میں بہت جلد چلا جانا چاہتا تھا اس لیئے کہ منتری جی کے آ جانے کا خوف تھا ۔ مگر چُولھا میرے بس کی بات نہ تھی ۔ کمرہ دُھواں دھار ہو گیا ۔ آنکھوں سے پانی بہ رہا تھا ۔

یکایک صحن کے طرف کی کھڑکی سے نہایت نحیف اور نازک آواز آئی ،

" میں نے تمہیں کس سنکٹ میں ڈال دیا ۔ ہائے ! ۔ اس دل نے مجھ کو کہیں کا نہ رکھا " غم و حسرت کا حسین مُرقع یہ گلاب تھی ۔ اُس کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے ۔ کہنے لگی ۔ " تمہارا یہ کشٹ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا ۔ چاہے جو ہو، میں ہی تمہاری روٹی بناؤں گی " اور میرے منع کرتے کرتے وہ اندر داخل ہونے لگی دہلیز میں قدم رکھا ہی تھا کہ مارے کمزوری کے وہ لڑکھڑا گئی ۔ میں لپک کر تھام نہ لیتا تو بُری طرح سَر کے بَل گر تی ۔ میرا تھامنا تھا کہ میرے کندھے پر سَر رکھ کر وہ زار و قطار رونے لگی ۔ میں خوف سے کانپ رہا تھا کہ پھر کوئی نہ دیکھ لے ۔ بڑی مشکل سے اس کو کمرہ میں پہنچا کر کالج چلا گیا ۔ اس روز بازار کی پُوریوں ہی پر گزارہ رہا ۔

۔۔۔ ۱۰ ۔۔۔

آج زمانہ بہت بدل گیا ہے ۔ شاید لوگ میری بُزدلی پر ہنسیں ۔ بہر حال اُسی ہفتہ میں دوسرے مکان میں منتقل ہو گیا ۔

مگر خُطوط میرے سماج ہی کے پتہ پر آتے تھے ۔ اس لیئے آمد و رفت بنی رہی ۔ اب اس آمد و رفت نے جذبات کو عجیب گہرا رنگ دینا شروع کیا ۔ اسلیئے میں نے دل پر سخت جبر کر کے آمد و رفت بند کر دی اور خطوط مہا دیوا کے ذریعہ منگوانے لگا ۔ پھر ایک روز مہا دیوا کو رام روپ کی بہو (گلاب) نے ڈانٹ دیا کہ اس کو پتہ چلا ہے کہ وہ مجھ کو خطوط نہیں پہنچاتا ۔ کہیں اِدھر اُدھر پھینک دیتا ہے ۔ اسلیئے خطوط اس کو نہ دے گی ۔ مجبوراً مجھ کو پھر جانا پڑا ۔ اب اتفاق دیکھئے اس وقت بھی وہاں کوئی نہ تھا ۔ وہ روتی ہوئی میرے قدموں پر گر پڑی کہ " ایسا بھی کیا ظلم ہے کہ اب صُورت بھی نہ دکھاؤ گے ۔ مرنے سے روکا تو جینے کا اتنا تو سہارا دو کہ تمہیں دیکھ ہی لیا کروں "۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنے آنسو ضبط کیئے اور وعدہ کیا کہ ڈاک لینے میں خود آیا کروں گا ۔

۔۔۔ ۱۱ ۔۔۔

بس اُس دن سے یہ معمول ہوگیا کہ کالج سے میں سیدھا سماج جاتا ۔ وہ میری منتظر رہتی، کوئی خط ہوتا تو دے دیتی ۔ ورنہ نظریں نیچی کیئے پیر کے انگوٹھے سے زمین کُریدتی ہوئی کہتی ۔" آج کوئی خط نہیں آیا" اب اس میں پہلے کی سی ہنسی نہ تھی چُہل ۔ وہ میرے قریب آنے کی بھی کوشش نہ کرتی ۔ میرے پہنچتے ہی عجیب پیاسی نظروں سے مجھ کو دیکھ لیتی ۔ پھر نظریں جُھکا لیتی ۔ یاس و حرمان کا ایسا دردانگیز سماں اُس پہ چھایا رہتا کہ دیکھ کر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ۔ کمزور وہ ابھی تک تھی لیکن اسکی خوبصورت آنکھیں اور بڑی پُرکشش ہوگئی تھیں ۔ ان آنکھوں میں اتنا یاس اور درد تھا کہ اکثر دل بے قابو ہوجاتا کہ ہر حیہ بادا باد اب اس کو اس حالت میں نہیں دیکھا جاسکتا مگر میری لاچاریاں پھر سامنے کھڑی ہوجاتیں اور میں دل ہی دل میں ایشور سے فریاد کرتا کہ میں تو معصوم تھا ۔ یہ کس غضب کی آزمایش میں مُبتلا کر دیا گیا ۔ میری طبیعت میں رفتہ رفتہ اپنے ضمیر کے خلاف بغاوت کے آثار پیدا ہونے لگے ۔

۱۲

ایک دن چارپائی پر وہ نڈھال سی پڑی ہوئی تھی ۔ میرے قریب پہنچنے پر بھی اس کو خبر نہ ہوئی تو میں نے آواز دی ۔ وہ یکدم چونک پڑی اور سر پہ پلّا سنبھالتی ہوئی بڑی تھکی آواز میں کہا ۔" تم آگئے !" میں نے کہا" بڑی سوچ میں معلوم ہوتی ہو کیا بات ہے ؟" ۔ تو ایک ٹھنڈی سانس بھر کر اُس نے کہا " کچھ نہیں ، ایک سپنا دیکھا تھا سو آنکھوں میں پھر رہا ہے ۔" میں نے پوچھا ۔" ایسا کیا سپنا تھا ؟" تو وہ ایک ہلکی روانسی سی ہنسی ہنس کر کہنے لگی ۔" اب دن قریب آگئے ۔ جیون سپنا ہو کر رہ گیا" یہ کہہ کر وہ بڑی مشکل سے اُٹھ بیٹھی ۔ سر پر آنچل سنبھالا اور دروازے کی طرف کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھنے لگی ۔ میں نے کہا " آخر کہو تو سپنا کیا تھا ؟" اس پر اس کے آنسو اُبل پڑے اور ساڑی کے پلّے میں مُنہ چُھپا کر وہ رونے لگی ۔ میں پریشان ہوگیا ۔ میرے بہت اصرار پر اُس نے کہا " سپنے میں دیکھا کہ میں تمہاری بیندنی دلہن ہوں ۔ تم پلنگ پر گہری نیند سو رہے ہو اور تمہارے قدموں کو اپنے سینے میں سنبھالے میں بیٹھی تمہارا مُنہ نہار رہی ہوں ۔" آج اُس کے چہرے پر بہت یاسیت تھی ۔ آنکھیں سُوجھی ہوئی تھیں ۔ آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہی تھی ۔" نہ جانے کتنی رات تھی ۔ آنکھ کُھل گئی ۔ ٹٹولا تو پاس تکیہ تھی ، تم نہ تھے ۔ سوچا کہ ان پُھوٹے بھاگوں میں یہ کہاں ۔ پھر نیند نہ آئی ۔ رات ویسی ہی کٹی اور دن بھی یُوں ہی بیت گیا ۔" پھر اُس کے آنسو اُبل پڑے ۔ میں ایک سکتے کے عالم میں اس کو دیکھ رہا تھا ۔ آنسو کچھ تھمے تو وہ کہنے لگی ۔" جب پہلی بار تمہیں دیکھا تو ایسا لگا کہ میں تمہیں پہچانتی ہوں سوچتی تھی کہ تمہیں کب اور کہاں دیکھا تھا ۔ میں اِسطرح تمہاری طرف کھنچتی ہی چلی گئی ..... سوچتی ہوں دو سال پہلے تم کیوں نہ ملے ۔ پھر یہ بیاہ نہ ہونے پاتا ، جاہے جان

چلی جاتی ۔" میں نے کہا " تم کن اَنہونی باتوں کو سوچ سوچ کر اپنا جیون نشٹ کر رہی ہو ۔" تو اس نے ایک ٹھنڈی سانس چھوڑی ۔ اور وہ دروازے سے باہر آسمان کی طرف دیکھتی ہوئی کہنے لگی ۔" ہاں !۔ اب سُکھ کہاں ، میں نے اسی لیئے مرنے کی ٹھان لی تھی ۔ سو تم نے مرنے بھی نہ دیا ۔ اب ایک نہ ایک دن تم یہاں سے چلے جاؤ گے اور میں تڑپ تڑپ کر مر جاؤں گی ۔ اس وقت کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہوگا ۔" وہ پھر زار زار رونے لگی ۔

۱۳

کچھ دنوں بعد شہر میں پلیگ کی وَبا پھیلی ۔ اسکول اور کالج بند ہوئے لوگ شہر چھوڑ کر جنگل بسانے لگے ۔ ہیڈ ماسٹر بھُورا مَل جی نے ایک ٹھاکر صاحب کے بچوں کے ٹیوشن کی سفارش کی کہ ان تعطیلات میں اُن کے ساتھ اُن کی جاگیر میں رہنا ہوگا ۔ خوراک اور رہائش کے علاوہ فیس بھی معقول تھی ۔ مجھ جیسے پردیسی نوجوان کے لیئے اس سے بہتر کیا صُورت ہوسکتی تھی ۔ لہٰذا جب ہیڈ ماسٹر صاحب کا آدمی مجھ سے قطعی جواب لینے آیا تو میں نے رضامندی ظاہر کر دی ۔ مگر اتفاق دیکھئے کہ میرا ایک شاگرد اس وقت موجود تھا ۔ اُس آدمی کے پلٹتے ہی اُس نے بڑی ہی یاس و حسرت سے کہا ۔" تو ماسٹر صاحب ! آپ مجھ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے ؟" ۔ اُس کے لہجے میں اتنی محبت اور اتنا درد تھا کہ میں تڑپ گیا اور فوراً اُس آدمی کو بُلا کر انکار کر دیا ۔ وہ سخت حیران واپس گیا کہ دم بھر پہلے رضامندی ظاہر کی تھی اور دم بھر بعد انکار کر دیا ۔

جب پلیگ کا زور زیادہ ہوا تو میرے اُس شاگرد کا خاندان بھی منتقل ہوا ۔ غالباً میرے شاگرد کی ایما پر اُس کے والدین نے مجھ سے ساتھ چلنے کی خواہش کی ۔ شہر سے کوئی پانچ چھ میل دُور ایک قدیم باغ میں ہم جھونپڑیاں ڈال کر مقیم تھے ۔

اب قسمت نے نیا گُل کھلایا ۔ رام رُوپ کسی رئیس کا رسوئیا بن کر اُنکی جاگیر پر چلا گیا اور بیوی کو میرے شاگرد کے گھر رسوئی پر نوکر رکھ گیا تھا ۔ جب باہر منتقل ہوئے تو مجھ کو خبر نہ تھی کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہے ۔

ایک رات پچھلے پہر میری جھونپڑی کے دروازے پر کچھ کھٹکھٹاہٹ سی ہوئی تو آنکھ کُھل گئی ۔ یہ دیکھنے کے لیئے کہ کیا ہے میں نے دروازہ کھولا ۔ تو اس رات کے سہانے سناٹے میں بادِ صبا کی طرح سر جُھکائے گلاب اندر داخل ہوگئی ۔ آسمان پر تارے چھٹکے ہوئے تھے اُن کی ٹمٹماہٹ میں عجیب رمز و کنائیے تھے ۔

دو ایک مہینے جو ہم وہاں رہے تو زمین اور آسمان میں انقلاب آگیا ۔

جاڑوں میں بہار چھاگئی۔ ہواؤں کی سرد سرسراہٹ محبت کی داستان بن گئی۔ چڑیاں شادیانے گانے لگیں۔ آسمان میں تارے عیش و نشاط کی محفل بن گئے۔

— ۱۴ —

یہ ڈیڑھ دو مہینے بات کی بات میں بیت گئے۔ گویا ایک خواب تھا کہ اچانک گھر سے "تار آیا" والد سخت بیمار ہیں۔ جب ہم نے سفر کی تیاری کی تو رو رو کر وہ میرے قدموں میں لوٹ گئی کہ اس کو بھی ساتھ لیتا چلوں۔ میں نے بہتیرا سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کے ماں باپ ہیں، بھائی بند ہیں، بچی ہے۔ میرے ساتھ چلنے سے یہ سب ہمیشہ کے لئے چھوٹ جائیں گے۔ آخر میں جلد واپس بھی تو آرہا ہوں۔ مگر اُس نے کہا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ اب تم واپس نہ آؤ گے اور میں تمہارے بنا جی نہ سکوں گی۔" پھر زار زار روتی ہوئی کہنے لگی۔ "جب میں مرنے لگی تھی تو کیا ان سب سگے سمبندھیوں کو چھوڑ نہیں رہی تھی؟ اور جب میں مر جاؤں گی تو کیا یہ سب چھوٹ نہ جائیں گے۔ جیتے جی مجھ کو اس برہ کی آگ میں مت جلا دبابو!"

پھر اپنی بچی کی طرف دیکھ کر اور اُس کو اپنے سینے میں دبا کر کہنے لگی "یہ البتہ میرے ساتھ رہے گی اس کو تم بھی تو پیار کرتے ہو۔ اپنے گھر میں کہہ دینا ایک نوکرانی کو ساتھ لایا ہوں۔ میں ادنیٰ داسی کی طرح گھر بھر کا سب کام دھندا خوشی خوشی کر لوں گی۔ پھٹا پرانا پہن کر اور رُوکھا سُوکھا کھا کر سُکھ سے گزار دوں گی۔ کسی کو شکایت کا موقع نہ دوں گی۔" مگر میں اُس کے مقابلہ میں ہمیشہ بُزدل تھا۔ ہمت نہ ہوئی۔ دم دلاسا دیکر چلا گیا۔

— ۱۵ —

اُسی کی بات سچ نکلی۔ پھر واپس نہ جا سکا۔ چھ مہینے کی تیمارداری کے بعد والد کا انتقال ہو گیا۔ گھر کا بوجھ ایکدم سر پر آپڑا۔ تعلیم چھوٹ گئی اور تلاشِ روزگار میں جا بجا مارا مارا پھرتا رہا۔ انہیں گردشوں میں کوئی دو سال بعد جب میں دہلی میں تھا تو جے پور کے ایک دوست نے اطلاع دی کہ چھ مہینے ہوئے رام روپ کی بہو کا انتقال ہو گیا۔

* * * * *

غالبؔ بُرا نہ مان جو واعظ بُرا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

حبیب جالب

شوقِ آوارگی

آج اس شہر میں کل نئے شہر میں بس اسی لہر میں
اڑتے پتوں کے پیچھے اڑاتا رہا شوقِ آوارگی

اس گلی کے بہت کم نظر لوگ تھے فتنہ گر لوگ تھے
زخم کھاتا رہا مسکراتا رہا شوقِ آوارگی

کوئی پیغام گل تک نہ پہنچا مگر پھر بھی شام و سحر
نازِ یارِ چمن کے اٹھاتا رہا شوقِ آوارگی

کوئی ہنس کے ملے، غنچۂ جاں کھلے چاک دل کا سلے
ہر قدم پر نگاہیں بچھاتا رہا شوقِ آوارگی

صاف ستھرا، ایمان دار اور کارگزار نظم و نسق

چیف منسٹر کا وعدہ

ڈاکٹر این سنجیوا ریڈی چیف منسٹر آندھرا پردیش نے آج آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے نیچے دیا ہوا پیام نشر کیا۔

چیف منسٹر کی حیثیت سے اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد اب میں پہلی دفعہ اس ریاست کے عوام کو مخاطب کر رہا ہوں اور انہوں نے مجھے اپنا چیف منسٹر چن کر مجھ پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس کے لیئے میں پرخلوص ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔ دو سال کی غیر حاضری کے بعد پھر اپنی جدوجہد کے مرکز پر واپس آتے ہوئے میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ گویا میں اپنے گھر پہنچ گیا ہوں۔ میرے دوستوں اور بہی خواہوں نے جو ان گنت عنایتیں اور مہربانیاں مجھ پر نچھاور کی ہیں ان سے میں سرشار ہو رہا ہوں۔ تیسرے عام انتخابات نے پھر ایک دفعہ اس اعتماد کا بھرپور مظاہرہ کر دیا ہے جو ہمارے عوام کانگریس پارٹی پر رکھتے ہیں۔ تقریباً بچپن ہی سے مجھے خوش قسمتی سے اس پارٹی کی خدمت کا موقع ملا ہے جس نے مجھے پچھلے دو سال تک اپنی صدارت کی بہت بڑی عزت بخشی ہے۔

ایسے موقع پر نہ صرف اس ریاست کے بلکہ سارے ہندوستان کے عوام مجھ سے یہ توقع کریں گے کہ میں اپنی کابینہ کی، جس کا میں صدر رہوں گا، پالیسیوں اور پروگراموں کے بارے میں کچھ کہوں۔ مجھے اور میرے رفقائے کار کو ابھی ان مسئلوں پر جن سے ہم دوچار ہیں، تبادلۂ خیال کا موقع نہیں ملا ہے۔ اس لیئے میری تقریر صرف ایک عام نوعیت کی رہے گی۔ چونکہ برسراقتدار پارٹی وہی رہیگی اس لیئے عام طور پر پالیسی یا نصب العین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ سوشلسٹ طرز کے سماج کا قیام اور اس ریاست کے صنعتی اور انسانی ذریعوں اور وسیلوں کی ترقی ہی ہمارا بڑا نصب العین ہوگا۔ پھر بھی میں ایک یا دو باتیں ضرور پیش کروں گا جو اس وقت سب سے پہلے میرے ذہن میں آ رہی ہیں۔ سب سے پہلے میں آپ سے ایک صاف ستھرا، ایمان دار اور کارگزار نظم و نسق کا وعدہ کرتا ہوں۔ آج صبح میں اور میرے ساتھیوں نے اس ریاست کے گورنر کے آگے دو حلف لیئے ہیں۔ ہم سب کی یہی کوشش ہوگی کہ اپنا عمل ان حلفوں کے مطابق رکھیں۔ یعنی دستور کی پابندی کریں اور اپنے فرائض وفاداری، خلوص اور غیر جانبداری کے ساتھ دوستی یا بغض کے کسی بھی جذبے کے بغیر ادا کریں۔ نیز تمام دفتری اُمور میں سرکاری رازداری کو برقرار رکھیں۔

ان حالات میں، میں ریاست کی خدمات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ثبات و دیانت اور خدمت کی بلند ترین روایات کو برقرار رکھیں۔ اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی اور اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں وہ نیک نیتی کے ساتھ جو کام کریں ان میں پوری پوری تائید اور حمایت کا وعدہ کرتا ہوں۔

پس ماندہ طبقوں کو تیقن

اس کے بعد میں آبادی کے غریب اور پس ماندہ طبقوں کو مخاطب کرتے ہوئے

ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ "سوشلسٹ طرز کا سماج" محض ایک خالی خولی نعرہ نہیں ہے۔ میری حکومت کی یہی کوشش ہوگی کہ آبادی کے معاشی اور سماجی طور پر پچھڑے ہوئے طبقوں کے لئے زندگی کی آسائشیں بڑھتے ہوئے پیمانے پر مہیا ہونے لگیں۔ آزادی اور منصوبہ بندی کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہوگا، اگر امیر زیادہ امیر اور غریب، غریب تر بنتے جائیں۔ اپنے تمام منصوبوں اور پروگراموں میں ہم ایسے لوگوں کی خاص ضرورتوں پر جو تعلیمی اعتبار سے، یا دولت کے اعتبار سے ہو یا سماجی حالات کے لحاظ سے پس ماندہ ہیں توجہ دینے کی ضرورت اور اہمیت کو نمایاں طور پر پیش نظر رکھیں گے۔

دریائی پانی کا مسئلہ

جیسا میں [illegible] اپنی وزارت کے [illegible] ابھی تک اسے [illegible] مسئلوں اور پروگراموں کی تفصیل میں جانے کا میں کوئی ارادہ نہیں رکھتا ہوں۔ البتہ ہماری [illegible] ریاستوں کے درمیان دریائی پانی کی تقسیم کا [illegible] طور پر [illegible] کا جس نے پچھلے چند برسوں سے کچھ [illegible] سے آبپاشی اور برقی بجلی کی ترقی سے متعلق ہماری بعض اہم اسکیموں کی ترقی روک رکھی ہے ہماری یہ [illegible] کوشش ہوگی کہ ہم اپنے کسی قانونی یا جائز حق کو چھوڑے بغیر اس تنازع [illegible] دوستانہ [illegible] اور [illegible] چھوڑ کر عمل [illegible] جائیں اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے پایۂ تکمیل [illegible] اس ریاست اور اس کے عوام کی خوشحالی بلکہ مجموعی طور پر ساری قوم کی خوشحالی ان تمام اہم ترقیاتی اسکیموں کی تیز تر تکمیل پر منحصر ہے۔

اس ریاست میں پچھلے چند برسوں میں بہت کچھ کام انجام دیا گیا ہے۔ ہم نے آندھرا کی جمہوری تقسیم کا ایک نمونہ قائم کیا۔ [illegible] دم شماری اور حالیہ انتخابات کے انعقاد دونوں معاملوں میں ہم نے بقیہ ہندوستان کی رہنمائی کی۔ لیکن ابھی اس سے زیادہ کٹھن کام ہمارے منتظر ہیں۔ ان کاموں سے نمٹنے کے لئے ہمیں اس ریاست کے ہر باشندے کی بھرپور تائید، حمایت اور ہمدردی کی ضرورت ہے۔ میں آپ سے وسیع پیمانے پر ایسی ہمدردی اور تائید و حمایت کی درخواست کروں گا۔ میں اپنے سیاسی حریفوں سے بھی خاص طور پر درخواست کروں گا کہ وہ افلاس، جہالت، کمزور صحت اور بیماری کے خلاف جنگ کے لئے ہمارے ترقی پسندانہ پروگراموں میں ہماری تائید کریں کیونکہ ان چیزوں کی نسبت کوئی نظریاتی اختلافات نہیں ہو سکتے۔ ہم تعمیری تنقید اور دستوری اختلاف کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ کیونکہ جمہوریت میں یہ چیزیں زبردست قدر و اہمیت رکھتی ہیں۔ اگرچہ ہماری جماعت اکثریتی جماعت ہے پھر بھی ہم اقلیتی جماعتوں کو بھی جس حد تک ہو سکے اپنے ساتھ لے چلنے اور جس حد تک واجبی ہو ان کی خواہشوں اور امنگوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔

میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تائید و رحمت [illegible] کی طرح ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے۔

جے ہند

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری
(اقبالؒ)

محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ حیدرآباد میں ۲۸ ۔ فروری سنہ ۱۹۶۲ء کو کالج کے طلباء کے لئے
« ایک ترقی پذیر حیثیت میں قومیانے کی اسکیم » پر مباحثہ منعقد ہوا ۔ اس مباحثے میں
لا کالج کی کماری اناپورنا (جنہیں تقریر کرتے ہوئے بتلایا گیا ہے)
انعام اول کی مستحق قرار دی گئیں ۔

پنچایت سمیتی میڑچل (ضلع حیدرآباد) میں واقع چینل کنٹہ بنڈم کے شگافوں کی
مرمت کا کام کسان کلب سرارم کے زیر اہتمام ۸ ۔ سے ۱۷ ۔ جنوری
سنہ ۱۹۶۲ ء تک [illegible] نے انجام دیا ۔

زچگی وارڈ «اری مٹی گنیا پراسوتی آلیم» سالور جس کا افتتاح شری پی۔ وی۔ جی۔ راجو (حال وزیر تعلیم) کے ہاتھوں ۱۴۔ فروری سنہ ۱۹۶۲ ءکو عمل میں آیا۔ یہ وارڈ شری اری سٹی ستیہ نارائن مورتی نے (۱۰۰۰۰) روپئے کی لاگت پر تعمیر کروایا اور عوام کے لئے بطور عطیہ دے دیا۔

آگ بجھانے کا ہفتہ: ۶ ویں کل ہند آگ بجھانے کے ہفتے کے سلسلے میں حیدرآباد میں ۵۔ مارچ سنہ ۶۲ء کو جھانکیں کا جلوس نکالا گیا۔ اس کا ایک منظر

رات کا چوکیدار : سالار جنگ میوزیم حیدرآباد کا ایک اہم مجسمہ ۔

ریاست کا دورہ کرنے والے :   اڑیسہ کلچرل ٹروپ کا ایک رکن ۔
اس ٹروپ نے ۱۲ ۔ مارچ سنہ ۱۹۶۲ ء کو حیدرآباد میں
اپنے فن کا مظاہرہ کیا ۔

تبتی کلچرل ڈروپ نے ۲٦ - فروری سنہ ۱۹٦۲ ء کو حیدرآباد میں
ڈانس ڈرامہ اسٹیج کیا - اس ڈانس ڈرامے کی ایک اہم
خصوصیت تھی ٤ شاندار لباس کا استعمال - تصویر میں
ایک رقاص کو مخصوص پوز میں دکھایا گیا ہے -
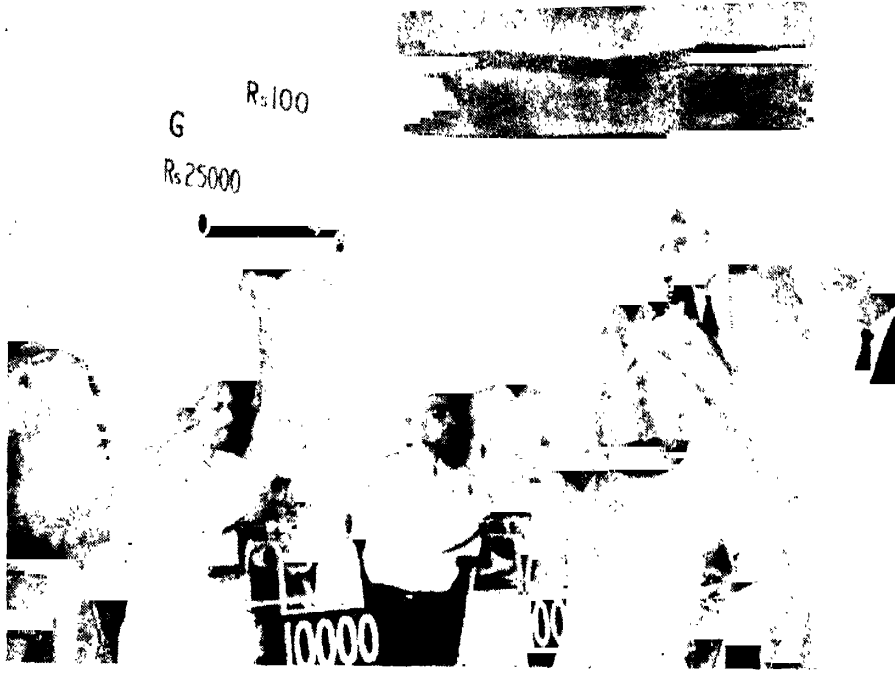
شریمتی للیتا سچر نے یکم مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو جوبلی ہال حیدرآباد میں
انعامی بانڈز کی ساتویں سہ ماہی قرعہ اندازی کا افتتاح کیا ۔

پچھلے مہینے مدراس میں دوسرا قومی زرعی میلہ ختم ہوگیا ۔ بہترین پویلین پر پہلا انعام
آندھراپردیش نے حاصل کیا ۔ تصویر میں مدراس کے چیف منسٹر شری کامراج نادار
آندھراپردیش کے اسٹال میں ایک تصویر کی ستائش کررہے ہیں ۔

شہاب جعفری

سمندر

آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے نہ دیکھو مجھکو
کسی گذرے ہوئے طوفاں کی خموشی، بے درد !
سطح پر چھوڑ گئی ہے وہ اُداسی، جس کو
آسماں سوچے تو اُس سے بھی بنا ڈوبے نہ سوچا جائے۔

تیرہ و تار سمندر ! جس میں
قُرب کے وشت، جُدائی کے جنگل
جانے انجانے زمانے، اَزلی درد کا اِک بوجھ لیئے
ڈوب گئے ہیں چُپ چاپ
وہ جو ساحل پہ کبھی میں نے جلایا تھا چراغ
دُور، نادیدہ کناروں کی طرف آپ سے آپ
دَم بخود، سحر زدہ کھنچتا چلا جاتا ہے
ایسا لگتا ہے — بُجھا جاتا ہے

اعتماد اور عقیدت کا اُجالا اوجھل !
ختم ہے کاوشِ طوفاں کششِ دردِ وفا
بے یقینی کے یہ سناٹے،
اب انجانے دلاسوں کی صدا سے بوجھل !!

کسی غرقاب، پُراسرار جزیرے سے
— جہاں میں بھی نہیں تُم بھی نہیں —
اِلتجا، عجز، ندامت سے گلوگیر تمہاری آواز
سطحِ سربستہ تک آتی ہے یہ مُجرم فریاد
"تم مرا درد نہ سمجھو گے !
خدا کے لیئے مت آؤ — یہ آنسو ہیں اتھاہ
مُجکو معلوم نہیں، کون ہوں میں، تم سے گُریزاں کیوں ہوں
بے وفا کہہ لو مگر مجھ سے محبت نہ کرو"

زہرہ عزیز قیسی

مسافر خانہ

یہ نیم دائرے کی شکل کی ایک بلڈنگ تھی۔ اُوپر نیچے چار منزلیں تھیں، اور ہر منزل پر چھ کمرے تھے۔ ان چھ چھ کمروں میں چھ خاندان رہتے تھے اور کبھی کبھی آٹھ اور دس خاندان بھی ہو جایا کرتے تھے۔ میں جس منزل کا ذکر کر رہی ہوں وہ منزل نہیں مرحلہ تھی۔ پہلا مرحلہ۔ یہ گراؤنڈ فلور تھا۔ بلڈنگ میں جانے کیلئے سیڑھیاں درمیان میں بنی تھیں ادھر تین کمرے تھے اور اُدھر تین۔

گراؤنڈ فلور کے پانچ کمروں میں پانچ خاندان تھے اور ہر چھٹے کمرے میں ایک تبیلہ ــــ چھٹے کمرے کو بلڈنگ والے عباس کا مسافر خانہ کہتے تھے اور گراؤنڈ فلور والے کو لونڈوں کا اڈہ ــــ چھٹے کمرے کے اس تبیلے کا سردار تھا عباس۔ چوڑا چکلا۔ غنڈوں جیسا انداز اور لونڈوں جیسی چال۔ ناک چھوٹی تھی اور چہرہ بھرا بھرا۔ پیشانی اُبھری ہوئی۔ اگرچہ چشمہ لگاتا تھا مگر ایسے لگتا تھا جیسے چشمہ لگایا نہیں ہے، ناک میں اٹکا لیا ہے، جو ابھی ہوا کے تیز جھونکے سے گر جائیگا چشمہ بھی اُس کی شخصیت میں کوئی سنجیدگی یا بُردباری پیدا نہ کر سکا تھا۔ حالانکہ چشمے عموماً غلاف بن کر بہت سے چہروں کی جہالت چھُپا لیتے ہیں۔ جو کوئی اُسے دیکھتا اس کو پہلی نظر میں ایسا لگتا جیسے ابھی وہ آستین چڑھا کر گھونسا مارے گا اور ناک توڑ دیگا مردوں کو وہ کیسا لگتا یہ تو میں نہیں جانتی البتہ ہم عورتوں کا یہی خیال تھا اُس کے بارے میں۔

میرا کمرہ چونکہ اس اڈے سے لگا ہوا تھا اس لیئے آتے جاتے عباس کو دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ اور اتفاق کیا، اس کا دیکھنا یوں سمجھو میرے مقدر میں لکھا تھا۔ صبح صبح میں دُودھ لینے جب دروازے میں آتی تو اڈے کا دروازہ کھُلا ہوتا اور میری نظر عباس پر جاتی جو فرش پر بغیر بستر کے دونوں ہاتھ پھیلائے سوتا رہتا۔ کبھی پاجامہ اور بنیان پہنے ہوئے اور کبھی صرف پاجامہ۔ اس کے خراٹے اتنے بلند ہوتے کہ کلیجہ دہل جاتا۔ اگر آپ کسی ریلوے اسٹیشن کے قریب نئے نئے رہنے آئے ہوں تو آپ کو اس کا تجربہ ہوگا کہ اچانک ریل کی آواز سے دل کی حرکت کسقدر تیز ہو جاتی ہے۔ پہلے پہل اُس کے خراٹوں کا مجھ پر بھی وہی اثر ہوا۔ مگر اب میں اس کی عادی ہو چکی تھی۔ ننگے فرش پر آدھ ننگا عباس۔ خراٹے۔ کھُلا ہوا دروازہ۔ یہ سب میری صبح کا نام ہو گیا تھا۔

عجیب یا وحشت قسم کا آدمی تھا وہ۔ دس بجے وہ بیدار ہوتا تھا اور بیدار ہوتے ہی نہایت کرخت آواز میں، جس میں نیند کے ٹوٹنے کی تلخی بھی ہوتی وہ اپنے نوکر کو آواز دیتا "غفور" اور غفور جو نوکر کم اور دوست زیادہ تھا بلڈنگ کے سامنے والے میدان سے جواب دیتا۔ "کیا ہے؟" پھر عباس چلاتا "چائے" ــــ اور پھر وہ ننگے فرش پر بیٹھا چائے پیتا۔

میں سوچتی، کتنا بے شرم ہے یہ ــــ اسطرح ننگے بدن بیٹھا ہے اور سُڑ سُڑ چائے پی رہا ہے۔ نہ منہ پر پانی کا چھینٹا نہ ہاتھ دھوئے، نہ آنکھیں صاف کیں، نہ دانت مانجھے۔ یا اللہ اتنی نحوست بھی کسی کو نہ لگے۔ چائے پیتے پیتے وہ چائے گرا دیتا۔ کبھی پاجامے پر کبھی فرش پر۔ فرش کی چائے وہ پاجامے سے پونچھ دیتا اور پاجامے کی، ہتھیلی سے۔ اور مجھے لگتا جیسے میں کسی بچے کو اپنی ناک

باٹتے دیکھ کر مسکرا رہی ہوں ۔ ارے تجھے یہ سب کچھ کرنا ہی ہو تو بھلے آدمی دروازہ بند کرلے، اور ہماری چھاتی پر تو مسل نہ توڑ ۔ مگر مجال ہے وہ ذرا پٹ بھی بھیڑ دے۔ پٹ دروازہ کھلا ہے اور وہ بیٹھے ہوئے سارے پروگرام پانچوں کمرے والوں کو دکھا رہے ہیں ۔ لیجئے اب سگریٹ جلے ۔ اب دوست آنا شروع ہوئے ۔

یہ دوست بھی عجیب عجیب وضع کے تھے ۔ کوئی کہیں سے خم کھایا ہوا کسی کے گلے پر چھائیاں، کسی کے کپڑوں پر اسٹارس لگے ہیں ۔ کسی کے بالوں میں سرسوں پھولی ہوئی ہے ۔ ہمہ اقسام کے جانور تھے وہ سب ـــــ آتے ہی کھی کھی کھا کھا شروع ہوا ۔ پھر تالیاں بجیں، پھر قہقہے اٹھے ۔ وہ بھی ایسے بھیانک کہ توبہ ـــــ استغفر اللہ ۔ یوں لگتا جیسے بند کنستر میں ڈھیروں سارے پٹاخے چھوٹ رہے ہوں ـــــ یہ قبیلہ تھا عباس کا ۔ کوئی ہیرو بننے آیا ہے، کوئی میوزک ڈائرکٹر، کوئی گیت لکھنا چاہتا ہے ۔ کوئی ڈائرکٹر بننا چاہتا ہے ۔ اور حلیے سب کے قیدیوں سے بدتر ۔ اور خود یہ عباس' سُنا ہے کہ یہ حضرت کہانیاں لکھتے ہیں' ادیب ہیں!۔

خدا کی مار ان پر ۔ جنہیں دو گھونٹ چائے پینے کا سلیقہ نہ ہو، بستر کرنے اور کپڑے پہننے کی تمیز نہ ہو وہ کیا کہانیاں لکھتے ہوں گے ـ مجھے تو گھن تھی اُس آدمی سے ۔ اور مجھے کیا پانچوں کمرے والے اُس سے چڑتے تھے ۔ سوائے نسیمہ کے جس کے دیدے کا پانی مر گیا تھا ۔ پتہ نہیں وہ اس چنڈال چوکڑی میں کس کو پسند کرتی تھی بس دن بھر کھڑکی کے پردے سے اُسی عجائب گھر کو دیکھتی رہتی ۔

مَردوں میں ذرا زیادہ صبر ہوتا ہے شاید ۔ ایک دو مرد دے کبھی کبھی اس اصطبل میں جا بیٹھتے اور خود بھی لوٹ پوٹ کے نکلتے ۔ جس مصیبت کو ہم ایک دن بھی برداشت نہیں کر سکتے اُسے ہمارے سینے پر مونگ دَلتے ایک مہینہ گذر گیا مگر ہم کریں تو کیا ۔ وہ بھی کرایہ دار تھا اور ہم بھی اور مالک مکان کو اپنے کرائے سے غرض تھی ۔

اس قوم کے خلاف کھچڑی پکنے لگی ۔ بیبیاں مُنہ بنائے گزرتیں اور ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کرتیں کو اُن شہدوں کو یہاں سے کیسے نکالا جائے اِدھر اُدھر سے پیغامات جاتے ۔ میٹنگیں ہوتیں ۔ کانفرنسیں برپا کی جاتیں ۔ مگر سب کی عقل عاجز تھی ۔ کوئی ترکیب نہیں سُوجھتی تھی ۔ ایک نسیمہ تھی جو غیر جانبدار تھی ۔ اُس نے کبھی اس قبیلے کو بُرا نہیں کہا ۔ اس کی یہ غیر جانبداری سب کو کھَلنے لگی تھی ۔

نسیمہ تیسرے کمرے میں اپنے باپ کے ساتھ رہتی تھی ۔ وہ اور اس کا چھوٹا بھائی اعظم ۔ بس یہی دو تھے جو دن بھر اس کمرے میں رہتے ۔ باپ بے چارہ عباس کی صبح سے پہلے ہی آفس چلا جاتا اور شام کو لوٹتا ۔

کچھ دنوں بعد سب بیبیوں نے دیکھا کہ اب معاملہ غیر جانبداری سے بڑھ کر دبی دبی سی تائید تک آ پہونچا ہے اور کبھی کبھی چائے کی پیالیاں تیسرے کمرے سے مسافر خانے تک جانے لگی ہیں پھر دبی دبی تائید کھُلی طرفداری پر اُتر آئی اور جب ایک شام مسافر خانہ بند تھا تو برآمدے میں بیبیوں کی کانفرنس ہوئی اور سب نے سوالات کے وقفے میں نسیمہ کو نشانہ بنایا ۔

"تم کیوں جھانکتی رہتی ہو دن بھر ؟"

"اچھا لگتا ہے مجھے ۔"

"کون ؟"

"مسافر خانہ"

"مسافر خانہ یا مسافر خانے والے ؟"

"سب ۔"

"کیا اچھا لگتا ہے ؟"

"سب کا ہنسنا ، کھیلنا ، کودنا ۔"

"تو تم بھی جاتی کیوں نہیں ان میں ؟"

"جاؤں گی کسی دن !"

یہ دو ٹوک جواب بیبیوں کے لیئے نان پارلیمنٹری اور باغیانہ تھے سب نے ایک زبان ہو کر نسیمہ کو ڈانٹنے کی کوشش کی اور وارننگ دی کہ آیندہ ایسی حرکت نہیں ہونی چاہیئے ۔ نسیمہ جھٹ سے یہ کہہ کر واک اوٹ کر گئی کہ آپ لوگوں کو ایسا کہنے کا حق نہیں ہے ۔ بیبیوں کو ایسا لگا جیسے بہت سے مردوں نے انہیں گھیر لیا ہے اور سب کی چوٹیاں مردوں کے ہاتھوں میں ہیں اور ان کی آبرو خطرے میں ہے ۔ انہوں نے طے کیا کہ اپنے اپنے شوہروں سے کہہ کے نسیمہ کے باپ کے نام حکم امتناعی جاری کر دیں ۔ چنانچہ ہر کمرے میں ایک ہی موضوع تھا ـــــ "مسافر خانے کے لوفر اور نسیمہ" ...... مگر کچھ ہو نہیں سکا ۔ شوہروں نے ایک کان سُنا اور دوسرے کان اُڑا دیا ۔ بیبیاں جھلّائیں ۔ اپنے اپنے طریقوں اور روایتوں کے مُطابق اپنے اپنے شوہروں سے خفا ہوئیں، رُوٹھیں یا احتجاجاً بولنا بند کر دیا ۔

سب کا خیال تھا کہ عباس سرغنہ ہے اگر اُسے کسی طرح نکالا جائے تو یہ عذاب ختم ہو جائے گا ۔ چنانچہ دوسری کانفرنس نے یہ قرارداد منظور کی کہ کوئی بی بی ہمت کر کے کسی دن عباس کو لتھاڑے اور سارے ہاؤز کے جذباتِ ملامت اُس تک پہونچا دے ۔ شاید اُسے شرم آئے اور وہ بوریا بستر گول کرے ۔

مسز جبار بڑی شیر دل عورت تھیں' انہوں نے سب کے اُکسانے پر

یہ ذمہ داری اپنے سسرلی اور اپنے چوتھے بیٹے کی زبانی عباس کو پیغام بھیجا کہ شام کو ان سے ملے۔ عباس جھومتا ڈولتا اپنے کمرے سے مسز جبار کے کمرے تک آیا۔ اس کا ناٹر السٹک رہا تھا اور وہ پاجامے پر بنیان پہنے ہوئے تھا۔ چشمہ ناک پر اٹکا ہوا تھا کلوں پہ پسینہ تھا، یوں لگتا تھا کھانا کھاتے کھاتے اٹھ آیا ہے۔ دروازے کے نزدیک وہ آیا۔ دروازے کی اوٹ میں مسز رشید، مسز بھانی، میں، مسز جبار اور ہم سب کی بیٹیاں، سلمہ، طیبہ، ریحانہ، نجمہ اور چھوٹے چھوٹے دو چار بچے جو تماشہ دیکھنے آئے تھے، کھڑے تھے۔ ہم سب کے دل دھک دھک کر رہے تھے مگر مسز جبار معلوم ہوتا تھا کہ فولاد کا دل لیئے کھڑی ہیں۔ آتے ہی اس نے بغیر کسی کی طرف دیکھے سلام کیا۔ آداب عرض ہے بھابی جان!۔

"ہائے"! مسز جبار کو بھابی جان کے لفظ نے ذرا سا ہلا دیا۔ وہ لرزیں۔ مسرت ضبط نہ کر سکیں۔ آنکھوں اور ابروؤں سے مسکرائیں اور لہجے میں پیار بھر کے بولیں:

"جیتے رہو میاں"!

مسز رشید نے اشارے سے مسز جبار کو جتایا کہ یہ وقت پیار کا نہیں تکرار کا ہے۔ مسز جبار نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے لہجہ بدل کر پوچھا۔

"یہ کیا کیفیت ہے تمہاری؟"

"جی بھابی جان۔ بات یہ ہے کہ میں بہت دنوں سے بیکار ہوں اس لیئے ذرا پریشان ہوں اور کوئی خاص کیفیت نہیں"۔

پریشانی کی بات سن کر مسز جبار پھر پگھلیں،

"کیوں کوئی کام نہیں ملتا کیا؟"

"ملتا تو میں نہ کرتا بھابی جان"!

"اوہ!"

میں نے نجمہ، طیبہ، سلمہ اور ریحانہ کو دیکھا۔ جان جہاں چھوکریاں دروازے کی درازسے عباس کو دیکھ رہی تھیں اور ہماری سب کی باتوں سے بے خبر تھیں۔

"کہاں تک پڑھے ہوئے ہو؟" مسز جبار نے جانے کیوں پوچھا۔

"بی۔ اے پاس ہوں"۔

اب تو مسز جبار کی گھگھی بندھی۔ ان کو اپنی علمیت کا بڑا زعم تھا یا تو یں جماعت انہوں نے اردو پڑھی تھی۔ راشد الخیری اور صادق الخیری سب کا مطالعہ کر چکی تھیں۔ ایم۔ اسلم کی ناولوں کے نام انہیں ازبر تھے اور ہر گلدستے سے سو سو شعر ان کی انتخابی نوٹ بک میں درج تھے جنہیں وہ فرصت کے اوقات میں رٹا کرتیں۔ مگر یہ بی۔ اے، ایف۔ اے ان کے بس کی بات نہ تھی۔ کہیں کمبخت انگریزی نہ شروع کر دے۔ مسز جبار تو اس کشمکش میں پڑ گئیں کہ کیا کہیں کیا نہ کہیں۔ مجھے یکبارگی خیال آیا ان چھوکریوں میں سے کسی کو کہوں ذرا انگریزی میں ڈانٹو مردود کو، آخر تم سب بھی تو اسکولوں میں پڑھتی ہو مگر یہ بھی غلط معلوم ہوا لڑکیاں سب سیانی ہیں اور یہ کمبخت پورا مردوا..... میں نے جی کڑا کے کہا۔

"دیکھئے جناب ہم نے آپ کا انٹرویو لینے آپ کو نہیں بلایا..... ہم نے ..... جوان لڑکیاں ہم سب کی ہیں اور آپ کا کمرہ ..... ماشاءاللہ .... اوہ ہے اس کا چشمہ ناک کے آخری کنارے تک پہونچ گیا۔ تیوریں تنیں اور اس نے کہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میرے کمرے میں کوئی جوئے یا شراب کا اڈا نہیں ہے"۔

"مگر یہ چیخ پکار کیا ہوتی رہتی ہے؟"

"ہم سب ذرا ہنس بول لیتے ہیں اور کیا۔ اچھا آداب عرض"۔ اس نے بحث یکلخت ختم کر دی اور چلا گیا۔

اس بات چیت کے بعد مسز جبار تو ہاتھ سے گئیں اور ساتھ ساتھ اُن کی بڑی لڑکی طیبہ بھی۔ یہ لوگ الٹا ہم سے لڑنے لگے کہ وہ سچ کہتا ہے بیر آدمی ہے شوہر نہ بیمار ہے تو اور کیا کرے، رہا ہنسنا بولنا تو اس پر ہمیں کیا اعتراض ہو ہے۔ ارے ہنسنا بولنا تو بہت اچھی بات ہے مگر یہ کمبخت شور کیوں مچاتے آدھی آدھی رات تک ——— سوتے کیوں نہیں۔ ہمیں کیوں سونے نہیں دیتے ہماری لڑکیاں گھروں میں بند ہیں۔ وہ آزادی سے گھوم سکتی ہیں نہ باہر نکل سکتی ہیں ہمیشہ غول کا غول کمرہ کھلا رکھے بیٹھا رہتا ہے اور تو اور یہ چائے کی پیالیاں چل رہی ہیں نسیمہ کے کمرے سے، یہ کیا معاملہ ہے۔ ہم یہ نہیں ہونے دیں گے دیکھتے دکھلاتے یہ ڈرامہ نہیں چلنے دیں گے۔

آج کی شکست معمولی نہیں تھی۔ سب کے دلوں میں انتقام کی آگ سلگ رہی تھی کمبخت کس ڈھیٹ پن سے ہماری باتوں کا کڑا جواب دے گیا۔

سب نے شوہروں کو رام کرنے کی قسم کھائی۔ ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال ہوئے۔ روٹھنا، ہنسنا، بول چال بند کرنا، مارپیٹ، گالی گلوچ، میکے جانے کی تیاریاں۔ غرضیکہ تحریک کا کوئی روپ ایسا نہ تھا جو آزمایا نہیں گیا۔ اِدھر یہ کارروائیاں بڑھ رہی تھیں اُدھر نسیمہ کا ربط ضبط زیادہ ہو رہا تھا . . .

آگ سلگتی رہی اور ایک دن بھڑکی۔ سب مردوں نے مل کر ایک وفد کی صورت میں عباس سے ملاقات کی۔ عباس کو ان سب نے گھیرا اور دھمکی دی کہ کمرہ خالی نہ کرے گا تو پولیس کی مدد لینی پڑے گی۔

مردوں کے ہاتھ میں جب معاملہ چلا گیا تو ہم سب خاموش تماشائی بن گئیں پھر تو وہ اسکیمیں بنیں وہ وہ طریقے ایجاد ہوئے کہ عباس اور اس کے قبیلے کے پاؤں اُکھڑنے لگے۔ محفلوں کا وقت کم ہو گیا۔ پٹاخوں کی آوازیں مدھم ہوتی گئیں اور پھر ایک دن پولیس کی مدد سے یہ کمرہ خالی ہو گیا ۔۔۔۔ اور عباس کی جگہ وہاں ایک مولوی صاحب آ گئے۔ جن کی بیوی میں نہ جانے کیا خاص بات تھی کہ دن رات دروازہ بند رہتا اور مرد تو مرد عورتوں کو اُن محترمہ کا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

اب سناٹا تھا۔ بیبیاں آزادی سے گھومتی پھرتی تھیں۔ بیٹیاں سب آزاد تھیں۔ مگر جانے کیا ہوا تھا کہ بیٹیوں نے اس آزادی سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا وہ سب کی سب اسی طرح بند پڑی رہتیں، ان کے لئے ایسا لگتا جیسے عباس کے قبیلے نے ابھی کوچ نہیں کیا ہے۔

نسیمہ کی حالت بُری تھی۔ کچھ لوگوں نے تو اُسے اکیلے میں چھپ چھپ کے روتے بھی دیکھا تھا۔ مگر بُری لڑکیوں سے کس کو ہمدردی ہوتی ہے۔

ایک برس گذر گیا۔ عباس اور اُس کے قبیلے کے بارے میں ہم سب بھول بھال گئے کہ ایک دن نسیمہ کے کمرے میں فرش بچھنے لگا۔ برتنوں کو پالش ہونے لگا اور شام ہوتے ہوتے ایک ہل چل سی مچ گئی۔ مسافر خانہ کا پورا قبیلہ موجود تھا لیکن کوئی کمبخت پہچانا نہیں جاتا تھا۔ عباس شیروانی پہنے ہوئے تھا۔ بال جمے ہوئے تھے چشمہ ڈھنگ سے لگا ہوا تھا۔ ناڑا بھی لٹکتا نظر نہ آتا تھا۔ چار چھ اور خوش پوش جوان اس کے ساتھ تھے۔ سب کے سب سلیقہ مند لگتے تھے۔ بیبیوں نے اپنے اپنے دروازے کی درازسے سب کو نسیمہ کے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا۔

نسیمہ کے باپ نے سب کمروں پر اطلاع دی کہ "میرے پاس آئیے، آج نسیمہ کا عقد ہے۔"

"عباس سے؟"

"پتہ نہیں کس سے!"

"سب دولھے لگتے ہیں آج تو۔"

"میں نہ کہتی تھی سب پڑھے لکھے لڑکے ہیں؟"

"اے میں تو پہلے ہی سے جانتی تھی، سب خاندانی ہیں۔"

"کمائی پُوت ہیں سب، خدا سلامت رکھے۔"

ہر کمرہ سرگوشیوں سے بھرا ہوا تھا۔

شام کو محفل جمی۔ نسیمہ کا عقد عباس سے ہو رہا تھا اور سب کے سب سکتے کے عالم میں تھے۔ خوشگوار سکتے کے۔

رات گئے تک یہ محفل چلی۔ آخر شب جب یہ ٹولی رخصت ہونے لگی میں نے اور چاروں کمروں کی بیبیوں نے اس قبیلے کو باری باری سے کھانے پر بُلایا اور سب کے سب نے بڑی مسرت سے اس بات کی اطلاع دی کہ "نجمہ، سلمہ طیبہ اور ریحانہ اپنے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کریں گی، آپ لوگ ضرور آئیے۔"

مسز جبار کے ہاتھ میں ان کی انتخابی نوٹ بک تھی اور آج شام سے یہ شعر رٹ رہی تھیں ؎

کسی کی بُرائی نہ کر، عیب ہے
کہ تیرا خدا عالم الغیب ہے

وہ پہلے فتنہ تھے، دیکھو بنے قیامت اب
جو تھک کے بیٹھ گئی کمسنی شباب اُٹھا

(رفیق حیدرآبادی)

کنیز نہرا

شام

شام چُپ چاپ کسی سانولی لڑکی کی طرح
جس کے محبوب نے پردیس کے ہنگامے میں
خط لکھا کوئی نہ پیغام زبانی بھیجا

باہیں پھیلائے ہوئے شاخ نے روکا تھا جسے
کُنج سرسبز نے پُروا کے سندیسے بھیجے
لکّہ ابر اُتر آتے تھے کونے کونے
بُوندیں کہتی تھیں نہ جاؤ میرے پیارے شاعر

پھر وہی شام مرے صحن میں دَر آئی ہے
روتے روتے مری صورت بھی نکھر آئی ہے

فرخ سہیل

اِس نظم میں

پُرانی بات

"کل مجھے کہنے لگے ہاتھ پکڑ کر سیّاں
تیرے جوڑے کا کرن پھول بہت کومل ہے
میں سکھی جھوم گئی کانپ اُٹھا میرا شریر
میرا جوڑا تو مُوا گھاس کا اِک جنگل ہے
پاس جاؤں تو کلائی سے پکڑ لیتے ہیں
دُور رہتی ہوں تو من اور بھی گھبراتا ہے
پاس جاؤں کہ رہوں دُور سکھی کچھ تو بتا
تیرا ساجن بھی تجھے ایسے ہی تڑپاتا ہے"

میں بتاؤں ری سکھی تیرا منوہر سیّاں
بڑا اچھا ہے بہت بھولا، بہت سُندر ہے
اس کی ہر بات میں اِک بات نئی ہوتی ہے
ناریاں نٹکھٹ ہیں اور ایک منوہر نر ہے
میں بتاؤں ری سکھی تیرا منوہر سیّاں
یُوں تو اچھا ہے مگر مردُوا ہرجائی ہے

مجھ سے بھی کہتا تھا کچھ روز ہوئے بات یہی
اس کی یہ بات مرے مَن کو بہت بھائی ہے۔

_______________ (شاؔد امرتسری)

نظم "پُرانی بات" پُرانی شراب کی طرح ایسا نشہ عطا کرتی ہے جس کا کیف آدم سے لے کر آج تک اور آج سے اَبد کی شام تک جُوں کا تُوں قائم رہے گا۔ محبّت انسان کی کمزوری بھی ہے اور طاقت بھی۔ حُسن و عشق کی حکایت ہزار شنیدہ سہی لیکن اپنی ذات سے ناشنیدہ ہے یعنی اِس حکایت کی رُوح ازل سے کنواری ہے۔

شاؔد امرتسری موجودہ دَور کے اُن شاعروں میں سے ہیں جن کا کلام موقر رسالوں کی زینت بننے کے باوجود شہرتِ عامہ سے ایک حد تک محرُوم ہے۔ یہاں ہمیں شاعر کی شہرت اور مقبولیت سے مرعُوب ہونے کی یا بے اعتنائی برتنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے ہمیں صرف زیرِ مطالعہ نظم کے معائب و محاسن سے بحث ہے جو اپنی نوعیت سے ایک دلچسپ فن پارہ ہے۔

نظم کا بُنیادی خیال سیدھا سادا ہے۔ نظم دو شادی شدہ عورتوں کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ مکالمہ کی نوعیت یُوں ہے کہ ایک عورت، جس کا شوہر اُس کے حُسن و جمال کی تعریف کرتا ہے اور وہ اپنی سہیلی سے نسوانی اَنا کی تسکین کی خاطر

رُودِن خانہ کا رازشناتی ہے ۔ دوسری عورت جو شادی شُدہ ہے اپنی سہیلی
کی ولولہ انگیز کہانی سُنتی ہے اور آخر کو یہ راز فاش کرتی ہے کہ اُس کے ساتھ بھی
اُس کے شوہر نے یہی سُلوک رَوا رکھا تھا یعنی وہ مرد ایک ہرجائی ہے جس نے
ہر دو عورتوں کو غلط فہمی کا شکار رکھا ہے ۔

یہاں نظم ختم ہو جاتی ہے ۔ اب ہم اس نظم کی کردار نگاری، لفظوں کے جُھاؤ اور معانی کی دُھوپ چھاؤں سے بحث کریں گے جس کے بغیر نظم کی کیفیت کا کماحقہٗ تجزیہ مُمکن نہیں ہے ۔

نظم کا پہلا کردار وہ عورت ہے جو پہلے بند میں سامنے آتی ہے ۔ یہ عورت ہر عورت کی طرح تعریف سے خوش ہوتی ہے ۔ شاعر نے فطرتِ نسوانی کی ترجمانی میں بڑی چابک دستی سے کام لیا ہے ۔ اس عورت کا یہ ذکرِ پسِ پردہ ہی اِس بات کی علامت ہے کہ یہ کردار اپنی توصیف کا مُتمنی ہے، نہ صرف اِس عورت کو اپنے شوہر کی تعریف بھلی لگی بلکہ وہ اپنی سہیلی سے بھی تعریف کی خواہشمند ہے، ثبوت کے طور پر مُلاحظہ ہو ع

"میرا جوڑا تو مُوا گھاس کا اِک جنگل ہے ۔"

یعنی اپنی خاکساری کے اظہار کا صریحاً یہ مقصد ہے کہ اُس کی سہیلی تردید کرے اور اُس ستائش کی تائید کرے جو اس کے شوہر نے کی ہے ۔

ع "پاس جاؤں کہ رہوں دُور، سکھی کچھ تو بتا"

اس سوال کے پیچھے وہی جذبہ کارفرما ہے جس کا ذکر اُوپر آ چکا ہے ۔ یعنی یہ عورت دل سے اِس چھیڑ چھاڑ کی متمنی ہے لیکن محض اپنی نسوانیت اور انانیت کی تسکین کی خاطر اپنی سہیلی سے تمام ضروری اور غیر ضروری باتیں پُوچھ رہی ہے ۔

اب نظم کے دوسرے کردار کی طرف آئیے جو سہیلی ہے ۔ اس سہیلی کی کردار نگاری میں شاعر سے چُوک ہو گئی ہے ۔ یہ سہیلی ایک غیر مرد کی ستائش سے خوش ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ اُسے یہ بات اچھی بھی لگی اور مصرعوں کا ڈھب بتا رہا ہے کہ یہ کردار اپنی نوعیت سے فلرٹ ہے لیکن شاعر نے یہ نفسیاتی نکتہ فراموش کر دیا کہ کس طرح ایک عورت دوسری عورت کے شوہر سے محبت کر کے اُسی کے آگے اعترافِ محبت بھی کر سکتی ہے ۔ یہ بات قطعاً قابلِ قبول نہیں ہے کہ سہیلی اپنی سہیلی سے اس طرح کی بات کرنے اور پھر عورت اس شک و رقابت کے معاملہ میں سانپ سے کم نہیں ہوتی چہ جائیکہ وہ اِس اَدا کو پسند بھی کرے اور دن دھاڑے سب کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر رہزنی پر بھی اُتر آئے سیا یہ ممکن تھا کہ سہیلی خود اُس مرد کی طرف مُلتفت نہیں ہوتی تب اس کا یہ بیان قرینِ قیاس معلوم ہوتا لیکن نظم کے آخری مصرع میں اس نے خود اعتراف کیا ہے کہ ——

"اُس کے مَن کو یہ بات بہت بھائی ہے ۔"

نظم کا تیسرا کردار مَرد ہے جو نظم کے کینوس پر کہیں نظر نہیں آتا یہ مرد ایک ہرجائی ہے یا ایسا حُسن پرست ہے جسے محض حُسن سے سروکار ہے ۔ موخر الذکر بات کا چونکہ ہمارے ہاں کوئی ثبوت نہیں ہے اس لیئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ اس نظم کے پیچھے جو مرد ہے وہ ایک رس کا لوبھی بھونرا ہے جو شاخ شاخ منڈلاتا ہے ۔

یہ نظم اپنی زبان کے اعتبار سے بہت سادہ ہے، یہی اس نظم کا ہُنر بھی ہے اور عیب بھی ۔ اگر اس سادگی میں کچھ پُرکاری بھی ہوتی تو شاید نظم اپنے مطالب میں اور شعاع ریز ہو جاتی ۔

○

یہ عشق نہیں آساں، اِتنا ہی سمجھ لیجئے
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے! (جگرؔ)

آندھرا پردیش کا درمیانی موازنہ

"ہم نے تیسرے منصوبے کے دوران میں نئے محاصل کے ذریعے (۴۵ ر ۸) کروڑ روپے مُہیّا کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔ مختلف اسباب کی بنا پر سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء میں کوئی نئے محاصل عائد کرنا ممکن نہ ہوسکا۔ اسطرح ہم نے ایک سال کھو دیا ہے۔ اس لیئے اب یہ ضروری ہوگیا ہے کہ محصُول اندازی کی ایک "جرأت مندانہ" پالیسی اختیار کی جائے تاکہ ہم آیندہ سال کے دوران میں (۴۵ ر) کروڑ روپے مُہیّا کرسکیں۔"

یہ اعلان سری کے۔ برہمانند ریڈی وزیر فینانس نے ۲۲ر مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو آندھرا پردیش کی مقننہ کے اجلاس میں سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء کا درمیانی موازنہ پیش کرتے ہوئے کیا۔

موازنے میں سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء میں مجموعی آمدنی (۲۲ ر ۱۱۱) کروڑ بتلائی گئی ہے جس میں تیسرے فینانس کمیشن کے فیصلے کے مطابق ریاست کو حاصل ہونے والی (۴۱ ر ۶) کروڑ کی زائد آمدنی بھی شامل ہے۔ (آمدنی کا مرتمہ تخمینہ ۵۴ ر ۸۷ کروڑ روپے کا تھا)۔ مجموعی خرچ سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء کے (۳۱ ر ۹۳) کروڑ کے مرتمہ تخمینے کے مقابلے میں (۳۵ ر ۱۱۳) کروڑ روپے تبلایا گیا ہے۔ اسطرح (۱۳ ر ۲) کروڑ روپے کا خسارہ ظاہر ہوتا ہے۔

توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ سال منصُوبے کی اسکیموں کے لیئے جن میں مرکز کی جانب سے چلائی جانے والی اسکیمیں بھی شامل ہیں، (۹۴ ر ۱۰) کروڑ روپے کے مرکزی گرانٹ حاصل ہوسکیں گے۔

وزیر فینانس کی تقریر کے بعض اقتباسات نیچے دیئے جاتے ہیں۔

"اب میں ریاست کے مالی موقف کا مختصرًا ذکر کردوں گا جو سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء کے حسابات اور سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء کے مرتمہ تخمینوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء کے موازنے کی رقموں کی وضاحت کردوں گا۔

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء میں

سنہ ۶۱-۱۹۶۰ء کے دوران میں آمدنی (۲۹ ر ۸۵) کروڑ اور خرچ کا اندازہ (۹۸ ر ۸۴) کروڑ روپے تک رہا جس سے (۳۱) لاکھ روپے کی بچت ظاہر ہوتی ہے۔ سال کے دوران میں اخراجات سرمایہ (۱۰ ر ۳۲) کروڑ روپے کے رہے اور سرکاری قرضوں، امانتوں، قرضوں اور پیشگی رقوم جیسے معاملات میں (۷۷ ر ۳۱) کروڑ روپے کی خالص آمدنی ہوئی۔

۶۲-۱۹۶۱ء کے مُرَمّمہ تخمینے

۶۲-۱۹۶۱ء کے اندازۂ موازنہ میں (۱۳۱ ، ۵۸) کروڑ روپے کی آمدنی اور خرچ (۱۳۳ ، ۸۷) کروڑ روپے اور متوقعہ خسارہ (۲ ، ۵۰) کروڑ روپے کا تبلایا گیا تھا اب مرمہ تخمینوں کے لحاظ سے آمدنی (۸۷ ، ۵۴) کروڑ روپے خرچ (۹۳ ، ۳۱) کروڑ روپے ظاہر ہوتا ہے جس کی وجہ سے (۵ ، ۷۷) روپے کے خسارے کی توقع کیجاتی ہے۔ خسارہ بڑھ جانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ سال کے دوران میں بعض اچانک اور غیر متوقع اخراجات عائد ہوئے مثلاً سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کے اسکیل پر نظرثانی جو گرانی الونس کے انضمام کا نتیجہ تھی، دیہی عہدہ داروں کی تنخواہوں میں اضافہ، ضلع پریشد دں اور پنچایت سمیتیوں کے زیر نگرانی تعلیمی اداروں کے اخراجات کے لیے، ان کے گرانٹس میں اضافہ، عثمانیہ یونیورسٹی کے فاؤنڈیشن فنڈ کے لیے (۱۰ ، ۴۹) لاکھ روپے کی منظوری اور مقامی مجالس کو مواصلات وغیرہ کے لیے (۳) کروڑ روپے کے خصوصی گرانٹس کی منظوری وغیرہ۔

سال کے دوران میں اخراجات سرمایہ، (۳۱ ، ۴۹) کروڑ روپے کے ہوں گے جو ابتدائی تخمینے میں (۵۶ ، ۳۴) کروڑ تجویز کیے گئے تھے۔ کھلے بازار کے قرضے اور چھوٹی بچتوں کے تحت جمع ہونے والی خالص رقمیں جو شروع میں ترتیب وار (۱۰ ، ۴۲) کروڑ اور (۲ ، ۵۰) کروڑ روپے تجویز کی گئی تھیں، اب ترتیب وار (۹ ، ۴۳) کروڑ اور (۱ ، ۵۰) کروڑ روپے ہوں گی۔ امانتوں، قرضوں اور پیشگی رقوم کے تحت (۱۷ ، ۶۸) روپے کی خالص آمدنی کی توقع کی جاتی ہے اسطرح ۳۱ مارچ ۱۹۶۲ء کو یہ مالی سال (۱۵ ، ۷) کروڑ کی منفی سلک کے ساتھ ختم ہوگا۔

اندازۂ موازنہ ۶۳-۱۹۶۲ء

آمدنی :۔ اب میں ۶۳-۱۹۶۲ء کے موازنے کا ذکر کروں گا۔ ۶۳-۱۹۶۲ء میں مجموعی متوقعہ آمدنی (۱۱۱ ، ۲۲) کروڑ روپے کی ہوگی جو نیچے بتائے ہوئے مدات پر مشتمل رہے گی۔

	مرمہ تخمینہ ۶۲-۱۹۶۱ء	مرمہ تخمینہ ۶۳-۱۹۶۲ء
	(روپے کروڑوں میں)	
(الف)۔ معمولی آمدنی	(۷۹ ، ۱۵)	(۹۳ ، ۸۷)
(ب)۔ تیسرے فینانس کمیشن کے فیصلے کے تحت آمدنی میں اضافہ۔	ـ	(۶ ، ۴۱)
(ج)۔ منصوبے کی اسکیموں کے لیے متوقعہ مرکزی گرانٹ	(۸ ، ۳۹)	(۱۰ ، ۹۴)
میزان	(۸۷ ، ۵۴)	(۱۱۱ ، ۲۲)

اخراجاتِ سرمایہ

" آیندہ سال منصوبے سے متعلق اور غیر متعلق اسکیموں پر اخراجاتِ سرمایہ (۲۹ ، ۸۳) کروڑ روپے کے ہوں گے اور قرضوں اور پیشگی رقوم کے تحت مختلف مدات کے تحت (۱۵ ، ۴۸) کروڑ روپے تقسیم کیے جائیں گے۔"

عام تفصیلات نیچے بتائی جاتی ہیں :۔

اخراجاتِ سرمایہ	روپے (کروڑوں میں)
۱۔ ناگارجن ساگر پروجکٹ	۹ ، ۰۰
۲۔ آب پاشی کے دوسرے پروجکٹ	۵ ، ۹۸
۳۔ تعمیرات (عمارات اور مواصلات)	۴ ، ۵۴
۴۔ صنعتی ترقی	۴ ، ۱۲
۵۔ برقی پروجکٹ	۳ ، ۹۷
۶۔ زمین داریوں کا معاوضہ	۱ ، ۰۴
۷۔ دیگر مدات	۱ ، ۱۸
	۲۹ ، ۸۳

قرضے اور پیشگی رقوم

(۱) کاشت کاروں کو قرضے اور پیشگی ادائیاں	۵ ، ۸۸
(۲) الکٹرسٹی بورڈ کو قرضے	۳ ، ۰۹
(۳) آب رسانی اور ڈرینج وغیرہ کے لئے میونسپلٹیوں کو قرضے	۱ ، ۵۲
(۴) کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت قرضے	۱ ، ۲۱
(۵) متفرق مدات	۳ ، ۷۸
میزان	۱۵ ، ۴۸

" توقع کی جاتی ہے کہ آئندہ سال کھلے بازار کے قرضے سے، ادائی کے لیے ضروری گنجائش مُہیا کر لینے کے بعد (۸ ، ۷۲) کروڑ روپے حاصل ہوں گے

اور چھوٹی بچتوں کے تحت جمع ہونے والی رقوم میں ریاست کا حصہ (۳) کروڑ کا ہوگا۔ اقساط اور قرضوں کے دوسرے مدّات کے تحت (۱۷٫۴۲) کروڑ روپے کی خالص آمدنی کی توقع کی جاتی ہے۔ آمدنی، سرمایہ اور قرضے کے مدّات کے تحت مجموعی طور پر ان تمام معاملات کا اثر ۱۹۶۲-۶۳ء میں (۲٫۵۰) کروڑ روپے کے خسارے کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

منصوبے کے تحت رقمی پروگرام

"آندھرا پردیش کے تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے تحت مجموعی طور پر (۳۰۵) کروڑ روپے کے خرچ کا پروگرام بنایا گیا ہے جس کے تحت رواں مالی سال میں (۴۸٫۵۴) روپے خرچ کیے جائیں گے۔ سال ۱۹۶۲-۶۳ء کے پروگرام میں (۴۹٫۹۷) کروڑ روپے کا خرچ تجویز کیا گیا ہے جس میں سے (۶) کروڑ روپے کھاتہ آمدنی کے تحت اور بقیہ (۴۳٫۹۷) کروڑ روپے کھاتہ سرمایہ کے تحت خرچ کیے جائیں گے جس میں ترقیاتی اغراض کے لیے قرضوں اور پیشگی رقوم کی ادائی بھی شامل ہے۔ نیچے دیے ہوئے خاکے میں ترقیات کے اہم مدّات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

	روپے (کروڑوں میں)
(۱) زرعی پروگرام	۱۳٫۳۷
(۲) آب پاشی اور برقی	۲۱٫۴۵
(۳) صنعت اور معدنیات	۴٫۷۹
(۴) سڑکیں اور حمل ونقل	۲٫۷۶
(۵) سماجی خدمات	۸٫۰۹
(۶) متفرق	۰٫۵۱
	۴۹٫۹۷

"(۴۹٫۹۷) کروڑ روپے میں سے (۱۹٫۳۳) کروڑ روپے تلنگانہ علاقے میں خرچ کیے جائیں گے اور بقیہ (۳۰٫۶۴) کروڑ روپے آندھرا علاقے کی ترقیاتی اسکیموں کے لیے استعمال کیے جائیں گے۔

"کمیشن منصوبہ بندی نے ۱۹۶۲-۶۳ء میں (۳۳) کروڑ روپے کی مرکزی امداد کا وعدہ کیا ہے۔ موجودہ تخمینوں اور وعدوں کے پیشِ نظر ریاست (۱۳٫۴۹) کروڑ روپے حاصل کرسکے گی جس میں (۷٫۱۵) کروڑ روپے آغازِ سال کی منفی سلک کی پابجائی کے لیے فوری درکار ہوں گے۔ اسطرح ۱۹۶۲-۶۳ء میں منصوبے کے پروگراموں کی عمل آوری کے لیے پیشِ نظر خالص مالیہ (۳۹٫۳۴) کروڑ روپے کا ہے جس کے مقابلے میں متوقعہ خرچ کا پروگرام (۴۹٫۹۷) کروڑ کا ہے۔ اسطرح قابلِ حصول ذریعوں اور وسیلوں اور منصوبے کے خرچ کے پروگرام کے درمیان (۱۰٫۶۳) کروڑ روپے کا تفاوت ہے۔ اس لیے سال کے دوران میں (۱۰٫۶۳) کروڑ کی یہ رقم مہیا کرنے کے لیے ذرائع و وسائل تلاش کرنے پڑیں گے اس لیے طے کیا گیا ہے کہ آئندہ سال منصوبے کے پروگراموں کو دو مرحلوں میں رُوبہ عمل لایا جائے۔ پہلے مرحلے میں (۲۴) کروڑ روپے کے وعدے پورے کرنے پڑیں گے اور دوسرے مرحلے میں مزید (۸) کروڑ روپے کا مالیہ درکار ہوگا دوسرا مرحلہ حکومت کی محصول اندازی کی تجویزوں کی منظوری کے بعد، جو دوسری میقات میں ایوانِ مقننہ میں پیش کی جائیں گی، جولائی میں کسی وقت شروع کیا جائے گا۔

ذریعے اور وسیلے

"پچھلے چند برسوں میں، دوسرے منصوبے کے تحت مقرر کیے ہوئے پروگراموں اور بڑھے چڑھے نصب العینوں کے دباؤ کی وجہ سے ریاست کی مالی صورتِ حال پوری طرح اطمینان بخش نہیں رہی۔ ان دشواریوں کے باوجود ریاست نے دوسرے منصوبے کے دوران میں (۱۷٫۵) کروڑ کے اصل نصب العین کے مقابلے میں (۱۸۹) کروڑ روپے خرچ کیے۔ ہم حکومتِ ہند اور ریزرو بنک آف انڈیا کے ممنون ہیں جن کی امداد اور تعاون کی بدولت ریاست اپنی دشواریوں پر غالب آسکی۔

" ذریعوں اور وسیلوں کی صورتِ حال اب تک بھی کسی قدر نازک ہے کیونکہ ریزرو بنک آف انڈیا سے ہم کافی رقوم زائد برداشت کرچکے ہیں اور نیا سال بھی (۷٫۱۵) کروڑ کی منفی سلک کے ساتھ شروع ہوگا۔ ۱۹۶۲-۶۳ء کے اندازۂ موازنہ سے بھی مجموعی طور پر خسارہ ظاہر ہوتا ہے۔"

وزیرِ فینانس نے آئندہ چار مہینوں، اپریل سے جولائی ۱۹۶۲ء تک کے متوقعہ خرچ کے لیے ایوانِ مقننہ کی منظوری طلب کی۔

* * * * * * *

آندھرا پردیش میں بھی، ملک کے مابقی حصوں کی مانند فروری ۱۹۶۲ء میں رائے دہی ہوئی۔ آندھرا پردیش میں ریاستی اسمبلی کے لیئے (۲۹۳) ارکان، اور لوک سبھا کے لیئے (۴۳) ارکان کے چناؤ کے لیئے رائے دہی عمل میں آئی۔

آندھرا پردیش میں رائے دہندوں کی تعداد ایک کروڑ ۹ لاکھ سے زائد تھی۔ جس میں سے (۶۴) فیصد رائے دہندوں نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کیا۔ ریاستی اسمبلی میں مختلف جماعتوں کا موقف حسب ذیل ہے:

کانگریس (۱۷۶) نشستیں ۔ کمیونسٹ (۵۱)

سوتنترا (۱۹) ۔ سوشلسٹ (۲)

اور آزاد (۵۱)

شری نیلم سنجیوا ریڈی کو ۸ مارچ کو کانگریس لیجسلیچر پارٹی کا لیڈر منتخب کرلیاگیا۔ ایوان میں اکثریتی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے گورنر آندھرا پردیش نے شری نیلم سنجیوا ریڈی کو نئی وزارت کی تشکیل میں صلاح ومشورے دینے کی دعوت دی۔ گورنر کے آگے ۱۲ مارچ کو راج بھون حیدرآباد میں دس وزراء اور چھ مملکتی وزراء نے حلف اُٹھایا۔ حلف برداری کی رسم ۳۵ منٹ جاری رہی۔ شام میں کابینہ کا پہلا اجلاس ہوا جس میں حسب ذیل طریقے پر وزارتی قلمدانوں کی تقسیم عمل میں آئی۔

(۱) ڈاکٹر نیلم سنجیوا ریڈی
چیف منسٹر

جنرل ایڈمنسٹریشن
پولیس و اُمور داخلہ
لیجسلیچر و انتخابات
خدمات
سماجی بہبود
بڑی صنعتیں

(۲) شری این۔ رامچندر ریڈی
وزیر (مال)

مال
رجسٹریشن و اسٹامپس
جائداد تخلیہ کنندگان
عطیات
جاگیر ایڈمنسٹریشن

مجلس تصفیہ قرضہ
زرعی اصلاحات
امداد و باز آبادکاری

۳ شری کے۔ برہمانند ریڈی
(وزیر فینانس و امداد باہمی)

فینانس
تجارتی محاصل
امداد باہمی

۴ شری ایم۔ پلم راجو
(وزیر انیمل ہسبنڈری)

انیمل ہسبنڈری
جنگلات
ماہیات

۵ شری ایم۔ چنا ریڈی
(وزیر منصوبہ بندی)

منصوبہ بندی
بیورو معاشیات و اعداد و شمار
پنچایتی و پنچایت راج

۶ شری پی۔ وی۔ جی۔ راجو
(وزیر تعلیمات)

تعلیمات

۷ شری اے۔ سی۔ سبا ریڈی
(وزیر آبپاشی و برقی قوت)

آبپاشی و برقی قوت

۸ شری میر احمد علی خان
(وزیر عمارات و مواصلات)

عمارات
شاہراہیں
بندرگاہیں
باغ عام
آبرسانی بلدہ دستی واٹر ورکس
پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ ورکشاپس
مسلم اوقاف و اوقاف بورڈ
سالارجنگ اسٹیٹ

۹ شری راجہ سیوا رام پرساد
(راجہ آف چلا پلی)
وزیر (صحت۔ نیابت)

صحت و طبی خدمات

۱۰ ڈاکٹر ایم۔ این۔ لکشمی نرسیا
(وزیر صنعت)

اوسط و چھوٹے پیمانے کی صنعتیں
صنعتی کوآپریٹیوز
اسٹیشنری و پرنٹنگ
کنٹرول شدہ اشیاء
اسمال اسکیل انڈسٹریز کارپوریشن
کان کنی
مائننگ کارپوریشن
سنٹرل اسٹورس پرچیز

۱۱ شری ایم۔ آر۔ اپا راؤ
(وزیر آبکاری و نشہ بندی)

آبکاری و نشہ بندی

۱۲ شری پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ

وزیر (قانون و اطلاعات)

قانون

قانونی عدالتیں

قانونی دفاتر

محابسی

اطلاعات و تشہیر

سیاحت

۱۳ شری الاپٹی وینکٹ رامیّا

وزیر (بلدی نظم و نسق)

بلدی نظم و نسق

اکمشنہ

۱۴ شریمتی ٹی۔ این۔ سدالکشمی

وزیر (اوقاف)

مذہبی و خیراتی اوقاف اہلِ ہنود

اکوموڈیشن کنٹرول

قلیل پس اندازی

۱۵ شری اودری بالارام ریڈی

وزیر (زراعت)

زراعت

غذائی پیداوار

مارکٹنگ

دیہی قرضداری و امداد قرضہ

قرض دہندگی و قرض دہندگان

اسٹیٹ ویرہاؤسنگ کارپوریشن

۱۶ شری بی۔ وی۔ گرومورتھی

وزیر (لیبر و ٹرانسپورٹ)

لیبر

ٹرانسپورٹ

آندھرا پردیش میں پہلی مرتبہ مُملکتی وزراء کا تقرر کیا گیا ہے جنہیں اگرچہ کابینی رُتبہ حاصل نہ ہوگا لیکن جو اپنے اپنے موضوعات کی حد تک آزاد رہیں گے۔

چیف منسٹر نے اپنا عہدہ سنبھالنے کے فوراً بعد ایک نشری تقریر میں شہریوں سے تکمیلِ تعاون کی اپیل کی ہے۔

ایک قدیم لیکھک کے قلم سے :

نیم کے پھول اور نئے کپڑوں کا تیوہار

تلگو سالِ نَو کے پہلے روز " اُگادی " کے پروگرام میں نیم کے پھولوں کا ذائقہ چکھنا، نئے کپڑوں کا پہننا اور آنے والے سال میں " قوم کی حالت " کے بارے میں اجتماعی طور پر جوتشیوں کی پیشگوئیاں سُننا لازمی ملات ہیں ۔

ان ۶۰ برسوں کے سلسلے میں، جو " پرا بھاوا " " وبھاوا " وغیرہ ناموں سے شروع ہوتے ہیں ۔ پالوا سال ختم ہوگا اور اگلا سال " شبھاکرتو " ۵ راپریل ۱۹۶۲ء سے شروع ہوگا ۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ انسانی زندگی کے اہم واقعات کا قبل از قبل یقین ان کی پیدائش کے وقت ستاروں کی صورت حال سے ہوتا ہے اور نجومی، جوتشی پیدائش کے ستارے کی بنیاد پر پیشگوئی کرتے ہیں، اسطرح اس سال اس روز دنیا کے حالات سے زراعت، مویشیوں، صنعت، تعلیم، عوام کی صحت، قدرتی مصائب، جرائم اور انصاف ــ غرض ہر ہر چیز کے متعلق تفصیلی پیش قیاسی کرتے ہیں اس علم میں عوام کا عقیدہ اس قدر راسخ ہے کہ تلگو بولنے والے رقبے میں شاید ہی کوئی موضع ایسا ہوتا ہو جہاں رسمی طور پر " پنچانگ " نہ سُنی جاتی ہو ۔ اس میں یہ تمام پیش قیاسی شامل ہے جسے پنڈت، ایک بڑے مجمع میں پڑھ کر سُناتے ہیں ۔ مجمع یا تو مندر میں جمع ہوتا ہے یا بَڑ کے درخت کے تلے ۔

سادہ لوح عوام کا ایک عام عقیدہ یہ ہے کہ " پہلے روز جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ سال تمام جاری رہے گا " یہ ایک ضرب المثل بن چکی ہے جس کے نتیجے میں ایک غریب خاندان کا رُکن بھی نئے کپڑے زیب تن کرنے اور بہترین کھانوں کی دعوت کا انتظام کرنے خود کو مجبور پاتا ہے ۔ لیکن ان انواع و اقسام کے کھانوں کا ذائقہ چکھنے سے پہلے اُسے اس مبارک و مسعود صبح میں بعد غسل تیل کے فوراً بعد ہی نیم کے پھولوں کا کڑوا میٹھا ذائقہ چکھنا پڑتا ہے (اس وقت تک نیم کا پھول وافر مقدار میں اور ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہوجاتا ہے) ساتھ ہی اسکے گڑ، نئی املی اور کیری کے ٹکڑوں کا بھی ذائقہ چکھنا ہوتا ہے ۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان کو آنے والے برس میں زندگی کے تمام تجربات تلخ، شیریں اور ترش کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے ۔

لیکن اس خوشگوار یوم سالِ نو پر ابتداً ہمیشہ شیریں ہی ہوتی ہے موسم بہار کی آمد آمد رہتی ہے ۔ پھلوں کے بادشاہ اور بادشاہوں کے پھل آم کی فصل آنی شروع ہوتی ہے اور ذائقے کے لیے اچار موجود رہتا ہے، جو کہ موسم گرما میں ہر تلگو خاندان کے لیے ایک نہایت ضروری چیز ہے ۔

ماہِ گزشتہ کے اہم واقعات

آندھرا پردیش میں

○ ۲۲ر فروری

وجئے واڑہ کے قریب دریائے کرشنا پر دوسرے ریلوے پل کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

○ ۲۵ر فروری

تیسرے عام انتخابات کے سلسلے میں ریاست میں رائے دہی آج اختتام کو پہنچی۔

○ ۲۶ر فروری

سری ایا دیو ارا کالیشور راؤ اسپیکر آندھرا پردیش لیجسلیٹیو اسمبلی نے وجے واڑہ میں اپنی قیام گاہ پر وفات پائی۔

○ ۲۷ر فروری

گورنر نے اپنے ایک اعلان کے ذریعہ جو حیدرآباد میں جاری کیا گیا، ۲۳ر فروری سے آندھرا پردیش لیجسلیٹو اسمبلی کے بارھویں اور لیجسلیٹو کونسل کے پانچویں سیشن کو ملتوی کردیا۔

○ ۲۸ر فروری

سری ڈی سنجیویا نے گورنر کے پاس اپنی کابینہ کا استعفیٰ پیش کردیا۔

○ ۲ر مارچ

لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم کی ریاستی کونسل کے زیر اہتمام ریاستی دارالحکومت میں تعلیم نسواں سے متعلق ایک سمینار شروع ہوا۔

○ ۵ر مارچ

حیدرآباد میں چوتھی علاقائی سوائل ٹسٹنگ کانفرنس کا افتتاح عمل میں آیا۔

○ ۷ر مارچ

سری نیلم سنجیوا ریڈی صدر کانگریس، متفقہ طور پر آندھرا پردیش کی نئی کانگریسی جماعت مقننہ کے لیڈر چنے گئے۔

○ ۸ر مارچ

سری این سنجیوا ریڈی کو گورنر نے وزارت بنانے کی دعوت دی۔

○ ۱۱ر مارچ

سری این سنجیوا ریڈی چیف منسٹر نے حیدرآباد میں اپنی کابینہ کے ارکان اور چھ مملکتی وزرا کے ناموں کا اعلان کیا۔

○ ۱۲ر مارچ

آج آندھرا پردیش کے وزیروں نے راج بھون میں گورنر کے آگے اپنے عہدے کا حلف لیا۔

○ ۱۹ مارچ
آج لیجسلیٹو اسمبلی کے نئے ارکان نے عارضی اسپیکر کے آگے حلف لیا۔

○ ۲۰ مارچ
آج شری بی۔ وی۔ سبا ریڈی، متفقہ طور پر آندھرا پردیش اسمبلی کے اسپیکر منتخب ہوئے۔
گورنر نے لیجسلیٹو اسمبلی اور کونسل کے ایک مشترکہ اجلاس کو مخاطب کیا۔

ہندوستان میں

○ ۵ مارچ
صدر جمہوریۂ ہند نے ہندوستانی علاقوں گوا، دمن، اور دیو کے نظم و نسق اور اس کے متعلق امور کے بارے میں ایک آرڈیننس جاری فرمایا۔

○ ۵ مارچ
چھٹے کل ہند ہفتۂ انسداد آتش زدگی کی تقاریب شروع ہوئیں۔

○ ۶ مارچ
حکومتِ ہند نے برما کی نئی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

○ ۱۲ مارچ
صدر راجندر پرشاد نے پارلیمان کے ایک مشترکہ اجلاس کو مخاطب کیا۔

○ ۱۲ مارچ
تیسرے فینانس کمیشن کی سفارشیں اور جو فیصلے حکومت نے ان سفارشوں پہ کیئے، وہ آج لوک سبھا میں پیش کیئے گئے۔

○ ۱۲ مارچ
صدر امریکہ کی اہلیہ مسز جیکویلین کینڈی آج دہلی پہنچیں۔

○ ۱۴ مارچ
آج لوک سبھا نے متفقہ طور پر دستور کی بارھویں ترمیم منظور کی جس کی رُو سے گوا، دمن اور دیو، ہندوستانی علاقے قرار دیئے گئے۔

○ ۱۳ مارچ
آج لوک سبھا میں سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء کے ریلوے کے موازنے سے متعلق ایک وہائٹ پیپر پیش کیا گیا۔

○ ۱۴ مارچ
مرکزی وزیر فینانس نے آج لوک سبھا میں سنہ ۶۳-۱۹۶۲ء کا موازنہ پیش کیا جس سے (۶۳،۵) کروڑ روپے کا خسارہ ظاہر ہوتا ہے۔

باہر کے دیشوں میں

○ ۲ مارچ
بری فوج کے کمانڈر انچیف جنرل نی ون نے اعلان کیا کہ برما میں آج آدھی رات کو فوجی انقلاب لایا گیا۔

○ ۱۱ مارچ
ریاست ہائے متحدہ امریکہ، برطانیہ اور روس کے وزرائے خارجہ نے ترکِ اسلحہ سے متعلق تین بڑوں کی بات چیت کے سلسلے میں جینوا میں ملاقات کی۔

○ ۱۸ مارچ
فرانسیسی اور الجیریائی نمائندوں نے الجیریا میں آتش باری کی موقوفی کی تجویز سے اتفاق کر لیا۔

جب سے کھویا گیا ہے دل میرا
چیز رکھتا ہوں بھول جاتا ہوں (نامعلوم)

صنعتی خبرنامہ

بابت فروری : سنہ ۱۹۶۲ء

مرکزی پروجکٹ

دواسازی کے کارخانے اور بھاری برقی آلات کے کارخانے کے پروجکٹوں کے لیئے جس زمین کا انتخاب کرلیا گیا ہے اس کی درستگی اور استواری کا کام شروع ہوچکا ہے اور جاری ہے ۔

خانگی شعبے میں

حکومت ہند نے سائکل ڈائنموں، بسوں، لاریوں اور اسٹیشن واگنوں کی ڈھانچوں کی تیاری کی اجازت دی ہے ۔ وشاکھاپٹنم میں آئرن شاٹس اور گیرٹس تیار کرنے والی ایک فیکٹری کے قیام کے لیئے بھی لائسنس اجرا ہوچکا ہے ۔

حکومت ہند نے دوا داروں کو آندھرا پردیش میں ایک ایک رولر فلور مل قائم کرنے کی اجازت دی ہے ۔ ہر گرنی کی پسوائی کی قوت گیہوں کے لحاظ سے روزانہ (۴۰) ٹن ہوگی ۔ اسطرح حکومت ہند نے اس شعبے کے تحت رواں مالی سال میں روزانہ (۲۰۰) ٹن کی زائد گنجائش کی اجازت دی ہے ۔ کیمیائی مرکبات اور دوائیں تیار کرنے والے ایک مقامی ادارے کو بھی نیکوٹینک ایسڈ ہائیڈریزائڈ کی پیداوار میں ماہانہ (۴۰۰) کیلوگرام کا اور ٹولبوٹامائڈ کی پیداوار میں ماہانہ (۸۰) کیلوگرام کا اضافہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے ۔

حکومت نے ضلع گنٹور میں پائی جانے والی میگنیسائٹ کی کچ دھات کے استعمال سے متعلق مشورے دینے کی غرض سے ایک کمیٹی [illegible] ہے ۔ ناظم [illegible] ناظم صنعت و تجارت اور دوسرے ریاستی عہدہ داروں کے علاوہ سپرنٹنڈنگ جیولوجسٹ علاقہ جنوبی کو بھی اس کمیٹی سے وابستہ کیا جارہا ہے ۔

کوئلے پر مبنی صنعتوں کی ترقی

سنگارینی کالریز پر (جو ایک حکومتی کمپنی ہے) کوئلے کی پیداوار میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے جہاں کوئلے کی پیداوار سنہ ۱۹۶۰ء میں (۲۵۰۲۹۹۳) ٹن کے مقابلے میں سنہ ۱۹۶۱ء میں (۲۷۹۵۴۰۲) ٹن رہی ۔

حکومت نے ریاست میں کوئلے پر مبنی صنعتوں کی ترقی سے متعلق مشورے دینے کے لیئے ایک کمیٹی بنائی ہے ۔ دوسرے ریاستی عہدہ داروں کے علاوہ ناظم علاقائی تحقیقاتی تجربہ خانہ حیدرآباد اور سری نرگنڈکر جنرل مینجر سنگارینی کالریز لمیٹڈ کو بھی اس کمیٹی کی رکنیت کے لیئے نامزد کیا گیا ہے ۔

شکر کی صنعت

نظام شوگر فیکٹری لمیٹڈ کی توسیع کا پروگرام مکمل ہوجانے کے بعد دو یونٹوں کے ذریعہ جنوری سنہ ۱۹۶۲ء کے دوران میں (۱۰۰۸۵۵) ٹن گنا دابا گیا ۔

مزدوروں کے لیئے دو دو کمرے والے مکانوں کی تعمیر کا کام جاری ہے ۔

دستکاریاں

حکومت نے موضع دُرگی ضلع گنٹور میں ملائم پتھر کی مورتیاں بنانے کی صنعت کی ترقی کے لیئے ایک اسکیم منظور کی ہے ۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ اس مقام کی ایک قدیم دست کاری کو زندہ کیا جائے اور دست کاروں کیلیئے باقاعدہ اور مسلسل روزگار کا ذریعہ مہیا کیا جائے ۔

پنچایت راج کی رفتار

اَن پڑھ افراد کو پڑھنا لکھنا سکھانے کا انتظام

منڈے ویلی پنچایت سمیتی کے رقبے میں مواضعات اپا پورم، کنا ورم، الاپیرو، رائی گنٹہ، ویوا کا، ٹیلر جیرد، پیدا کما پوڑی، وڈالی، گوکینم پاڑو، اور جیاگو نورو کے اَن پڑھ بالغ باشندے اب تعلیم بالغان کے اسکولوں سے پُورا پُورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ اسکول یکم فروری ۱۹۶۳ء کو ان مواضعات میں قائم کیے گئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ریاضی اور عام معلومات جیسے مضامین میں یہ لوگ گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابتدائی سکولوں کے طلبا کے لیے بہتر سہولتیں مُہیا کرنے کی غرض سے موضع دینو دورو میں اسکول کی عمارت تعمیر کی گئی جس پر اندازاً (۹۰۰۰) روپے کا خرچ آیا ہے۔

بکریوں کی پرورش کے مرکز

آلور پنچایت سمیتی کے رقبے میں گرلیم اور ہولیبٹرو کے باشندوں میں بکریوں کی نگہداشت اور پرورش کا شوق پیدا ہوگیا ہے۔ فروری ۱۹۶۲ء میں گرلیم میں بکریوں کی افزائش کا ایک اور ہولیبٹرو میں دو مرکز قائم کیے گئے۔ ہر مرکز پر پندرہ پندرہ یا سولہ سولہ بکریاں فراہم کی گئیں جو کنٹری بیوشن کی اساس پر مُہیا کی گئی ہیں۔

اسی بلاک کے گاؤں ایردرو میں گاؤں والوں نے ابتدائی اسکول کی عمارت کی تعمیر میں ہاتھ بٹایا۔ موضع نیمکل میں علاج حیوانات کا جو دیہی دواخانہ قائم کیا گیا تھا

وہ اطمینان بخش طریقے پر کام کر رہا ہے۔ اس پروگرام کے تحت اس بلاک میں بلوان کھاد کے (۷۰) گڑھے کھودے گئے۔ سڑکوں کی تعمیر کے (۲۰) سالہ منصوبے کے تحت (۱۰۰۰۰) روپے خرچ کیے گئے۔ سڑکوں کی تعمیر کے سالانہ ٹارگٹ (۱۰۰) گز کے مقابلے میں (۱۱۴) گز کچی سڑک تعمیر کر لی گئی اور ساہم بیٹھ گاؤں میں اسی پروگرام کے تحت (۶۰۰۰) اینٹیں تیار کی گئیں۔

پینے کے پانی کا کنواں

ہریال گوڑہ پنچایت سمیتی کے رقبے میں گاؤں پنچایت ستی پالم نے فروری ۱۹۶۳ء میں ہریجنوں کے لیے پینے کے پانی کا ایک کنواں کھدوایا۔ ایک عرصے سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ راگا ڈاپا اور تاڈسا ملا کے گاؤں والوں نے اپنے اپنے گاؤں میں ترتیب وار (۲۰) گز لمبی سڑکوں کی مرمت کر لی۔ انجن پلی سرکل میں بھی تین کچی سڑکیں تعمیر کر لی گئیں۔ میدگولا پلی سرکل میں بھی اسی طرح ایک آبپاشی کی باؤلی تعمیر کر لی گئی جس سے تین ایکڑ زمین سیراب ہوگی۔

پائلٹ پروجکٹ

حکومت نے (۳) لاکھ روپے والی پائلٹ پروجکٹ اسکیم کو رُو بہ عمل لانے کی غرض سے ضلع چتور کے راما گیتم بلاک کا انتخاب کیا ہے۔ اس اسکیم کا مقصد روزگار کے موقعے فراہم کرنا اور غذائی مسئلے کو حل کرنا ہے۔ ایک با اختیار ٹیم نے کلکٹر ضلع کی

قیادت میں ۳ مارچ ۱۹۶۲ء کو اس بلاک کا دورہ کیا تاکہ وہ اسکیم کے مختلف پہلوؤں سے واقفیت حاصل کریں۔

کلکٹر نے پنچایت سمیتی کے دفتر کے لیئے (۴۶۰۰۰) روپے کے خرچ سے تعمیر کی جانے والی عمارت کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔ نیز انہوں نے موضع انی گنور میں بھی اسکول کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس پر (۶۰۰۰) روپے کی لاگت آئے گی جس میں عوام کا بھی متناسب حصّہ شامل رہے گا۔ اس بلاک میں (۵۰۰) ایکڑ کے رقبے پر اتحادی کاشت کے آغاز کے لیئے بھی ایک اسکیم شروع کی جارہی ہے جو اب آخری مراحل طے کر رہی ہے۔

دیہات میں برقی قوت کی سربراہی کی اسکیم کے تحت اس بلاک کے اکثر مواضعات میں برقی قوت کی سربراہی کی اسکیم کو بھی قطعیت دے لی گئی ہے جس پر (۳۲) لاکھ روپے کا خرچ آئے گا۔

دیہی پیداواری کمیٹیاں

ملک پنچایت سمیتی کے رقبے میں فروری ۱۹۶۲ء میں، دس منتخب مواضعات میں جو وسیع تر ترقیوں کے لیئے ایکسٹنشن افسروں کے سپرد کیئے گئے ہیں، دیہی پیداواری کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ سڑکوں کی تعمیر کے (۲۰) سالہ منصوبے کے تحت تقریباً دس فرلانگ لمبی کچی سڑک تعمیر کر لی گئی اور یہ کام پوری قوت کے ساتھ جاری ہے۔

تقاوی قرضے

کولاپور پنچایت سمیتی کے رقبے میں فروری ۱۹۶۲ء میں مجموعی طور پر (۳۱۸۸۵) روپے خرچ کیئے گئے جس میں سے باؤلیوں کی کھدائی کے لیئے (۶۰۸۵) روپے کے تقاوی قرضے تقسیم کیئے گئے۔ اب اس اسکیم کے تحت (۳۰) باؤلیاں تعمیر کی جارہی ہیں۔ چار ریڈیو سننے والے گروپ اور تین بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں۔

موٹر پمپ سٹ

آرمور پنچایت سمیتی کے رقبے میں فروری ۱۹۶۲ء میں (۴۳) برقی موٹر پمپ سٹ نصب کیئے گئے۔ یہاں کے کاشت کاروں نے تجارتی پیمانے پر ترکاریوں کی کاشت شروع کی ہے اور یہ ترکاریاں نظام آباد اور آرمور کے بازاروں میں مستقل طور پر فروخت ہورہی ہیں۔ اس رقبے میں موٹر پمپ سٹوں کی مدد سے (۵۵) ایکڑ زمینات کو سیراب کیا جارہا ہے۔

وہ کون ہیں جنہیں توبہ کی مل گئی فرصت
یہاں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے (آنند نرائن مُلّا)
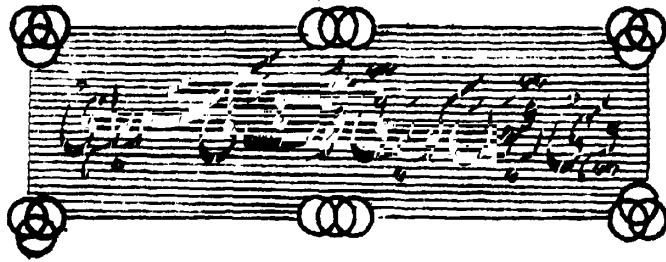
جنوری ۱۹۶۳ء کے دوران ضلع کرنول کے نیچے بتائے ہوئے گاؤں کو
برقی قوت سربراہ کی گئی :۔

۱۔ تھاپورم (تعلقہ نندیال)
۲۔ لاچلا (تعلقہ کڈالور)
۳۔ ایڈدرورو
۴۔ باستی پاڑو
۵۔ چلا ملاپورم ، اور
۶۔ پیالاکرتی (تعلقہ کرنول)

اسی مہینے کے دوران ضلع آننت پور کے نیچے بتائے ہوئے مواضعات
کو برقی قوت سربراہ کی گئی :۔

۱۔ کوٹھاکوٹا (تعلقہ گوٹی)
۲۔ کھادراگنٹہ (تعلقہ آننت پور)
۳۔ کونڈاپورم (تعلقہ تاڑی پتری)
۴۔ ارکاٹی ومولا (تعلقہ ״ ״)
۵۔ سومندےپلی (تعلقہ پینوکنڈہ)
۶۔ آتماکر (تعلقہ آننت پور) اور
۷۔ بنڈلاوارا (تعلقہ آننت پور)

اسی مہینے کے دوران ضلع چتور میں نیچے بتائے ہوئے گاؤوں کو برقی
قوت سربراہ کی گئی ۔

۱۔ راماپورم (تعلقہ وایل پاڑو) اور
۲۔ کنڑاپاکم (تعلقہ چندراگیری)

حلقہ وشاکھاپٹنم میں جنوری ۱۹۶۳ء کے دوران نیچے بتائے ہوئے مواضعات
کو برقی قوت فراہم کی گئی :

۱۔ پوٹیاوالسا (تعلقہ نرسنا پیٹا ضلع سریکاکلم)
۲۔ کروپم
۳۔ سیونا پیٹا
۴۔ پدامیرنگی
۵۔ کتاپڈوراوالسا
۶۔ رامی نائیڈو والسا (تعلقہ پروتی پورم ضلع سریکاکلم) اور
۷۔ آنندپورم
۸۔ کٹوبولو ، اور
۹۔ ترودوپلی

جنوری ۱۹۶۳ء کے دوران علاقہ تلنگانہ کے نیچے بتائے ہوئے گاؤں
کو برقی قوت سربراہ کی گئی :

۱۔ سنگاپور	تعلقہ ظہیرآباد	ضلع میدک
۲۔ رنگا سمدرم	״ شادنگر	״ محبوب نگر

گاؤں	تعلقہ	ضلع
۳۔ ریگانڈی	سلطان آباد	کریم نگر
۴۔ تاڑکیل	حضور آباد	،،
۵۔ مالنگر	،،	،،
۶۔ محتشل دیچ براہ مالنگور	،،	،،
۷۔ بورنے پلی	،،	،،
۸۔ کنڈی کونڈہ	محبوب آباد	ورنگل
۹۔ قمرنگر	شادنگر	محبوب نگر
۱۰۔ پدمتی سومارم	بھونگیر	نلگنڈہ
۱۱۔ انکریال	،،	،،
۱۲۔ چاندور	نلگنڈہ	،،
۱۳۔ ناگنور	کریم نگر	کریم نگر
۱۴۔ الگنور	،،	،،
۱۵۔ مریپ	سرسلہ	،،
۱۶۔ علی پور	ناگرکرنول	محبوب نگر
۱۷۔ شامیرپیٹھ	میڑچل	حیدرآباد
۱۸۔ مری پڑنگا	سدی پیٹھ	محبوب نگر
۱۹۔ لکشمی پور	حضور آباد	کریم نگر
۲۰۔ ڈینڈو کرو	مدہرہ	کھمم
۲۱۔ ارسلپاڑو	مدہرہ	کھمم
۲۲۔ کوٹھلن دولوپاڈو	،،	،،
۲۳۔ مچاپورم	ورنگل	ورنگل
۲۴۔ اگرارم	سرسلہ	کریم نگر
۲۵۔ ملیال	محبوب آباد	ورنگل
۲۶۔ یلاپور	جنگاؤں	،،
۲۷۔ رحیم خان گوڑہ	بھونگیر	نلگنڈہ

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

بدوشِ صبا می رسد بوئے یارے
چہ مرکب سبک رو چہ نازک سوارے

(نامعلوم)

سوالات

شری یو۔ بھوماچاری پٹواری، بومنیا (موضع)، کورٹلہ۔ ضلع کریم نگر۔

❖

سوال کوئی دو برس پہلے موضع بومنیا کے پاس سے بہنے والی ندی پیداواگو پر پروجکٹ کی تعمیر کے سلسلے میں سروے مکمل کر لیا گیا تھا۔ کیا یہ پروجکٹ تعمیر کیا جائے گا؟ اگر تعمیر کیا جائے گا تو اس کے تخمینی اخراجات کیا ہوں گے؟ آبپاکٹ رقبہ کیا ہوگا؟ اس سے کون کونسے گاؤں مستفید ہوں گے؟

❖

جواب موضع بومنیا (تعلقہ منتھنی ضلع کریم نگر) میں پیداواگو کی شاخ پر پروجکٹ کی تعمیر کا تخمینہ زیر غور ہے۔ اس اسکیم کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱۔ رقم تخمینہ ۱۲۵۲۰۰ روپے
۲۔ مجوزہ آبپاکٹ رقبہ (۹۰۰) ایکڑ
۳۔ مستفید ہونے والے گاؤں۔ پوسارو پیٹھ ڈولور اور ڈمپیٹا

❖

این۔ آر۔ ڈومراسے موانگ ہلاپی مولین۔ ایل برنا۔

سوال آندھرا پردیش میں تعمیر کیا جانے والا ناگارجن ساگر بڑا ہے یا مشرقی پنجاب کا بھاکڑا ننگل؟

❖

جواب ناگارجن ساگر بند دنیا کا سب سے بڑا پکا بند ہے۔ اس بند (۸،۱۱) ملین ایکڑ فٹ پانی کے ذخیرہ کی گنجائش ہے۔ اس کے برخلاف بھاکڑا کے خزانۂ آب میں صرف (۲،۷) ملین ایکڑ فٹ کی گنجائش ہے۔

❖

شری جے۔ لکشمی نارائن ریڈی، گدوال۔ ضلع محبوب نگر۔

❖

سوال تیسرے منصوبے میں لازمی تحتانی تعلیم کی اسکیم کے تحت تعلقہ گدوال کے موضع ڈنڈارپلی میں ایک اسکول قائم کیا گیا ہے۔ لیکن والدین اپنے بچوں کو اسکول روانہ نہیں کر رہے ہیں باوجودیکہ مدرس روزانہ گھروں پر جاتا ہے۔ اسی موضع میں ۶۔۷ سال کی عمر کے کوئی (۱۰۰) بچے ہیں۔ اس سلسلے میں اب کیا کیا جائے؟

❖

جواب الف) مدرس کو چاہئے کہ وہ گرام پنچایت کے ایک دو ارکان کے ساتھ والدین کے پاس جائے اور ان کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اپنے بچوں کو اسکول روانہ کریں۔ اگر اس پر بھی وہ اپنے بچوں کو اسکول روانہ نہ کریں تو اس کی اطلاع ڈپٹی انسپکٹر (اسکولس) کو دی جائے۔ وہ متعلقہ والدین کو نوٹس اجرا کرے گا اور مناسب سمجھا تو ضروری احکام بھی دے گا۔ وہ مزید کارروائی بھی کر سکتا ہے۔ جس کی کہ قانون اور قواعد میں گنجائش رکھی گئی ہے۔

شری اے ۔ لکشمن مورتی، داسل چرپرو، ضلع چتور

سوال: زمینداری پنگانور کا سروے کیا جا چکا ہے لیکن متعلقہ پٹہ داروں کو پٹے جاری نہیں کیے گئے ہیں۔ بنتیجتاً وہ مختلف اقسام کی سرکاری امداد مثلاً رقمی امداد، قرضہ وغیرہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ براہ کرم مطلع کیجئے کہ یہ صورتحال کب تک جاری رہے گی ؟

جواب: زمینداری پنگانور کا سروے اور بندوبست کیا جا چکا ہے۔ متعلقہ کسانوں کو ۱۹۵۹ء میں خام پٹہ جات دیئے جا چکے ہیں۔ شکایات کے ازالہ کے لیے متعلقہ کسان عہدہ داران، متعلقہ یعنی تحصیلدار وغیرہ سے ربط قائم کریں کیونکہ اس پورے زمینداری رقبے کو رعیت واڑی میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور اب ان کا نظم و نسق مال کے عہدہ دار چلا رہے ہیں۔ آپ مزید توضیح کے لیے اسسٹنٹ سٹلمنٹ آفیسر، چتور سے ربط قائم کر سکتے ہیں۔

سوال: حکومت نے قانون برخاستگی زمینداری کیوں نافذ کیا ہے ؟ اس سے مستفید ہونے والے کونسے افراد ہیں ؟ جو زمینات حاصل کر لی گئی ہیں ان کا معاوضہ کس طرح ادا کیا جاتا ہے ؟ اب تک کتنا معاوضہ ادا کیا گیا ہے اور ابھی کتنا معاوضہ ادا کیا جانا باقی ہے ؟

جواب: ب : قانون برخاستگی زمینداریاں، زمینداری رقبوں کے کسانوں کے فائدے کے لیے نافذ کیا گیا۔ یہ ایک اہم زرعی اصلاحات میں سے ایک ہے جس کا مقصد حکومت اور کسان کے درمیان، درمیانی شخص کا خاتمہ، زمینداری کے کسانوں کو حقیقت اراضی کا تحفظ اور ان کسانوں کو رعیت واڑی کسانوں کی سطح پر لے آنا ہے۔ معاوضہ کا تعین حاصل شدہ زمینداری کی خالص سالانہ آمدنی کی اساس پر کیا جاتا ہے جس کے لیے قانون میں شرح مقرر کی گئی ہے۔ معاوضہ ڈسٹرکٹ جج اور عدالت برخاستگی زمینداری کے پاس جمع کیا جاتا ہے جو اسے قانون کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ اب تک چھ کروڑ روپیہ ادا کیا جا چکا ہے اور ابھی مزید ۳،۴ کروڑ روپیہ ادا کیا جانا باقی ہے۔

شری ایم ۔ رنگیا، کے سمدرم :

سوال: آندھرا پردیش کو محکمہ جنگلات سے کس قدر آمدنی حاصل ہوتی ہے، براہ کرم ضلع واری اعداد و شمار دیجئے گا ؟

جواب: ۱۹۶۰-۶۱ء کی بابت آمدنی حسب ذیل ہے :-

میدک	۹۶۱۹۵۷	روپے
نظام آباد	۲۱۵۰۴۳۴	″
عادل آباد	۱۰۰۹۲۹۴۷	″
سریکاکلم، وشاکھاپٹنم	۴۶۰۴۳۰	″
مشرقی و مغربی گوداوری	۴۰۲۱۱۶۱	″
کرشنا و گنٹور	۶۶۴۵۹۴	″
نیلور	۱۰۸۰۸۷۴	″
حیدرآباد	۳۱۹۰۴۰	″
کریم نگر	۳۶۳۸۸۹۶	″
کھمم	۲۶۷۲۰۸۹	″
محبوب نگر	۷۸۵۹۵۸	″
نلگنڈہ	۱۷۹۸۳۷	″
ورنگل	۳۱۹۲۱۵۹	″
کرنول	۱۹۷۸۰۰۱	″
آننت پور	۲۲۰۱۸۴	″
کڑپا	۶۰۷۵۸۹	″
چتور	۵۱۲۸۷۷	″

بہترین پویلین پر آندھرا پردیش کو پہلا انعام :

دوسرے قومی زرعی میلے' منعقدہ مدراس میں آندھرا پردیش پویلین نے پہلا انعام حاصل کیا۔ چیف منسٹر مدراس نے ۱۱ر مارچ ۱۹۶۲ء کو انعامات تقسیم کیئے۔

گوداوری میں ایشیا کی عظیم ترین ماہی گاہوں کی دریافت :

گوداوری کے دہانوں پر ماہی گیری سے متعلق پہلا سروے حال ہی میں مکمل کرلیا گیا ہے۔ گوداوری کے دہانوں پر' سارے ایشیا کی بہترین اور زرخیز ماہی گاہیں پائی گئی ہیں بلکہ یہاں جھینگے' مچھلی کی جو قسم ملتی ہے وہ پورے ایشیا میں سب سے بڑے سائز کی ہے۔ مقامی مارکیٹ میں یہ جھینگا' مچھلی ۸ آنے فی پونڈ کے حساب سے ملتی ہے' لیکن امریکہ میں یہ ایک پونڈ فی ڈالر کے حساب سے فروخت ہوتی ہے۔

۴۵

ضلعوں کے آنچلوں سے

○ آننت پور

نمائش جانوران :

کوڈی گناپلی پنچایت سمیتی کے رتبے موضع لیپاکشی میں ۱۰ر فروری ۱۹۶۲ء کو کلیدی دیہی اسکیم کے زیرِ اہتمام نمائش جانوران منعقد کی گئی۔ کسانوں نے ہندوپور میں مصنوعی طور پر گابھ کرانے کے مرکز کے لیے لیباریٹری بلڈنگ کی تعمیر کے لیے نقد عطیوں کا بھی اعلان کیا۔

⁂

○ کڑپا

اسکول کی عمارت :

کلکٹر کڑپا نے فروری ۱۹۶۲ء میں پنچایت سمیتی پنڈلی مری کے موضع نلایاگری پلی میں ابتدائی اسکول کی عمارت کا افتتاح کیا۔

⁂

○ چتور

دوپہر کے کھانے کے مراکز :

فروری ۱۹۶۲ء کے دوران گنگا دھر نیلور بلاک رتبے میں دوپہر کے کھانے کے سات مراکز قائم کیے گئے۔ (۲۰) اسکولوں میں سلیٹ خریدے گئے اور اسکول جانے والے بچوں کو سربراہ کیے گئے۔ ۲۸ر فروری ۱۹۶۲ء کو یوم ہریجن منایا گیا۔

تربیتی کیمپ :

سینتھا دیدو پنچایت سمیتی کے موضع سیرو نمبودور میں ۲۶ر فروری سے ۲۸ر فروری ۱۹۶۲ء تک گرام سہایکوں کا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔

○ گنٹور

گیت اور ڈرامے کا سمینار :

گورنمنٹ ومنیس کالج گنٹور میں ۱۴ر اور ۱۵ر فروری ۱۹۶۲ء کو گیت اور ڈرامے کا سمینار منعقد کیا گیا۔ ڈی اسکول ترا جلا کے ڈرامے "نیا مار یو" نے پہلا اور بی بی۔ ایچ۔ ہائی اسکول کے ڈرامے "پرجا راجیم" نے دوسرا انعام حاصل کیا۔

⁂

○ کھمم

نئی عمارت کا افتتاح :

کلکٹر کھمم نے ۷ار فروری ۱۹۶۲ء کو راگھو ناتھ پالم پنچایت سمیتی کھمم میں لیدر ٹریننگ انڈسٹریل کوآپریٹیو سوسائٹی کے لیے نئی عمارت کا افتتاح کیا۔

اسکول کی عمارت :

کلکٹر نے موضع پڈدیڈی گڈم میں ۱۶ر فروری ۱۹۶۲ء کو اسکول کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا۔

⁂

پنچایت گھر :

کلکٹر نے ۱۶ر فروری ۱۹۶۲ء کو پنچایت گھر کا افتتاح کیا جو تمام تر پاتھر لاپاڈ، ترملا پالم پنچایت سمیتی (ضلع کھمم) کے عوام کی مشترکہ کوششوں سے تعمیر کیا گیا ہے۔

⁂

○ **کریم نگر**

تربیتی کیمپ :

موضع تمم پلی میں ۲۶ر فروری ۱۹۶۲ء سے ۳ روزہ گرام سہایک تربیتی کیمپ منعقد ہوا۔ جس میں (۵۰) افراد نے شرکت کی۔

⁂

○ **کرشنا**

لوک سہایک سینا کیمپ :

نندی گاما میں (۳۰) روزہ لوک سہایک سینا کیمپ ۱۶ر فروری ۱۹۶۲ء کو ختم ہو گیا۔ کیمپ میں (۵۲۵) تربیت یابوں نے شرکت کی۔ جہاں فیلڈ انجینئرنگ اور پہلی طبی امداد کی تربیت بھی دی گئی۔

بہترین پنچایت :

بنڈی پالم پنچایت کو ترقیاتی کاموں کو روبہ عمل لانے کے سلسلے میں ۱۹۶۰-۶۱ء کے لیے بہترین پنچایت قرار دیا گیا۔ اس پنچایت کو بینکا جم رام راؤ رولنگ شیلڈ دی گئی۔

⁂

○ **میدک**

تربیتی کیمپ :

درگل بلاک پنچایت سمیتی کی جانب سے موضع گھن پور میں ۱۰ر فروری ۱۹۶۲ء سے ۳ روزہ گرام سہایک تربیتی کیمپ کا انتظام کیا گیا۔ اس کیمپ کا افتتاح صدر سمیتی نے کیا۔ گاؤں کے (۵۰) باشندوں کو گرام سہایک کی تربیت دی گئی۔

⁂

○ **نیلور**

پینے کے پانی کی سہولت :

کونڈاپی پنچایت سمیتی رقبے میں، جنوری ۱۹۶۲ء میں موضع نیگلوری دری پالم میں ابتدائی اسکول کی عمارات مکمل کر لی گئیں۔ ان کی لاگت کا تخمینہ (۰۰۰ء) روپے رہا۔ سمیتی نے (۵۰۰) روپے چندہ فراہم کیا۔ نندور پاڑ پاچوا ہریجن پالم اور رنڈی کا پالم میں پس ماندہ طبقات کے لیے پینے کے پانی کی باؤلیوں کی تعمیر کا کام اطمینان بخش طریقے پر جاری ہے جن میں عوام کا چندہ ۲۵ فیصد رہے گا۔ ہر باؤلی کی لاگت کا تخمینہ (۳۰۰۰) روپے رہتا ہے۔

⁂

○ **نلگنڈہ**

معلوماتی دورہ :

سمیتی کی جانب سے آلیر پنچایت سمیتی مہیلا منڈلی کے ارکان کے معلوماتی دورے کا انتظام کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ خواتین دوسرے بلاکوں کے ترقیاتی کاموں سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ اس جماعت نے مزرعہ راجندر نگر اور ناگارجن ساگر پروجیکٹ کا بھی دورہ کیا۔

⁂

○ **سریکاکلم**

کلچرل ٹروپ :

اڑیسہ کے کلچرل ٹروپ نے ۸ر مارچ ۱۹۶۲ء کو میونسپل ہائی اسکول سریکاکلم میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ کلکٹر ضلع نے صدارت کی۔ اڑیسہ کے کلچرل ٹروپ نے وزارت سائنسی تحقیقات و ثقافتی امور حکومت ہند کی جانب سے شروع کیے گئے ثقافتی جماعتوں کے بین ریاستی تبادلے کے تحت اس ریاست کا دورہ کیا۔

⁂

○ **وشاکھا پٹنم**

پودوں کی حفاظت کا کام :

فروری ۱۹۶۲ء کے دوران کوٹن رٹلہ پنچایت سمیتی رقبے میں کیڑے مکوڑوں سے آم کے پودے کی حفاظت کا کام انجام دیا گیا۔ اس طرح اب تک (۶۰۰) ایکڑ رقبے پر "منگو ہاپر" سے بچاؤ کے لیے چھڑکاؤ کیا گیا۔

⁂

○ **مغربی گوداوری**

مہیلا سمیتی :

ضلع مغربی گوداوری کے اکی ویدو بلاک میں جنوری ۱۹۶۲ء کے دوران ایک نیا اسکول قائم کیا گیا اور دو موجودہ اسکولوں کو ترقی دی گئی۔ اس کے علاوہ بلاک رقبے میں تین باؤلیوں کی صفائی کی گئی اور دو مہیلا سمیتیاں قائم کی گئیں۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اخباری اطلاعات

برقی قوت کے استعمال پر تحدید

حکومت نے تلنگانہ علاقے میں برقی قوت کی سربراہی اور استعمال پر تحدید عائد کی ہے جو یکم اپریل ۱۹۶۲ء سے نافذ ہوگی اور ۲۵ جنوری ۱۹۶۳ء تک یا کسی دوسری تاریخ تک جس کا بعد میں اعلان کیا جائے نافذ رہے گا۔ یہ حکم نیچے بتائے ہوئے ضلعوں میں نافذ ہوگا۔

(۱) حیدرآباد (۲) محبوب نگر (۳) عادل آباد
(۴) نظام آباد (۵) کریم نگر (۶) میدک
(۷) ورنگل (۸) نلگنڈہ اور (۹) کھمم

ہر صارف کے بارہ مہینوں، یکم جنوری ۱۹۶۱ء سے ۳۱ دسمبر ۱۹۶۱ء تک کے برقی قوت کے اوسط خرچ کا تعین کیا جائے گا۔ اگر کسی صارف نے یکم جنوری ۱۹۶۱ء کے بعد سے بجلی کا استعمال شروع کیا ہو تو بعد کے مہینوں میں جن کی تعداد (۱۲) سے زیادہ نہ ہوگی، اوسط صرفے کا حساب لگایا جائے گا۔ اسطرح ہر صارف کے لیئے بجلی کے استعمال کا جو ماہانہ اوسط برآمد ہو، اُس کا (۸۰) فیصد کوٹہ مقرر کیا جائے گا۔

اگر کوئی صارف ڈپٹی چیف اکزنٹنٹ کے مقرر کیے ہوئے کوٹے سے ناراض ہو تو وہ سپرنٹنڈنگ انجنیئر (آپریشن) حیدرآباد کے پاس اپیل پیش کرے گا جس کا فیصلہ قطعی ہوگا۔

تمباکو کے کوٹھوں پر نمبر اندازی

عوام اس سے واقف ہیں کہ اضلاع گوداوری، کرشنا، گنٹور، اور آس پاس کے رقبوں میں تمباکو کی صفائی کے لیئے کوئلے کی سربراہی ان کوٹھوں کی اساس پر عمل میں آتی ہے جو اس غرض کے لیئے تعمیر کیئے گئے ہوں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے کوٹھوں کی تعداد اور ملکیت کے بارے میں واضح معلومات کی عدم موجودگی میں کوئلے کے اجازت ناموں کے لیئے کوٹھوں کے مالکوں کی جانب سے پیش ہونے والی درخواستوں کی تنقیح میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔

اس لیئے ناظم کنٹرول شدہ اشیاً نے احکام صادر کیئے ہیں کہ ایسے ہر کوٹھے کے مالک کو جسے ۶۳-۱۹۶۲ء میں تمباکو کی صفائی کے موسم میں کوئلہ درکار ہو، چاہیئے کہ اپنے کوٹھے کا نمبر، کوٹھے کے دروازے پر واضح طور پر درج کرے یہ نمبرات ۶۲-۱۹۶۱ء کے موسم کے لیئے اجرا کیئے ہوئے کوئلے کے کارڈوں پر درج شدہ مل جائیں گے۔ یہ ہدایت بھی کی جاتی ہے کہ جو کاشت کار ۶۳-۱۹۶۲ء کے موسم میں اور اس کے بعد کے موسموں میں بھی کوئلہ حاصل کرنا چاہتے ہوں، وہ اپنے کوٹھوں کے نمبرات کو مٹنے یا دُھندلے ہو جانے نہ دیں بلکہ ان کی حفاظت کریں تاکہ وہ پڑھے جا سکیں۔ اگر ایک ہی کوٹھے کے متعلق ایک سے زیادہ درخواستیں وصول ہوں تو ایسے کوٹھوں کے لیئے کوئلے کا اجازت نامہ اجرا نہیں کیا جائے گا۔

گوا کو چاول کی منتقلی

حکومتِ ہند نے احکام صادر کیے ہیں کہ حکم نگرانی منتقلی چاول (جنوبی منطقہ) بابتہ ۱۹۵۸ء میں مندرجہ کسی حکم کے باوجود کوئی شخص چاول یا دھان (جس میں اُن سے بننے والی اشیا بھی شامل ہیں) جنوبی منطقے کے کسی مقام سے گوا کے اندر کسی مقام تک بھی لے جاسکے گا۔

علاقائی مجالس حمل و نقل

اضلاع کرشنا، گنٹور، مغربی گوداوری، مشرقی گوداوری، نیلور، چتور، کڑپہ، اننت پور، کرنول، وشاکھا پٹنم اور سری کاکلم کی علاقائی مجالس حمل و نقل، (ریجنل ٹرانسپورٹ اتھارٹیز) کے غیر سرکاری ارکان کی رکنیت کی مدت میں ۳۱ اگست ۱۹۶۳ء تک توسیع کی گئی ہے۔

سماجی و اخلاقی سُدھار کا پروگرام

ریاستی حکومت کی جانب سے "سماجی و اخلاقی سُدھار اور دیکھ بھال" کا ایک پروگرام رُوبہ عمل لایا جارہا ہے جس کا مقصد تادیبی اداروں مثلاً جیلوں، سرٹیفائیڈ اسکولوں، بورسٹل اسکولوں اور غیر تادیبی اداروں مثلاً یتیم خانوں اور معذور خانوں سے نکلے ہوئے افراد کی بازآبادکاری ہے۔ ایسے اداروں سے نکلنے والے اکثر افراد سماج میں مناسب مقام نہیں رکھتے ہیں اور حکومت کا سوشل ویلفیر ڈیپارٹمنٹ ان کی امداد کرتا ہے۔ مردوں سے متعلق یہ پروگرام ناظم سوشل ویلفیر کی نگرانی میں اور عورتوں سے متعلق پروگرام ڈائرکٹر ویمنس ویلفیر ڈیپارٹمنٹ کی نگرانی میں رُوبہ عمل لایا جائے گا۔

رائے دہندوں کی فہرستوں میں ناموں کا اندراج

اب جبکہ انتخابات ۲ر مارچ ۱۹۶۲ء کو مکمل ہوچکے ہیں کوئی شخص بھی جو اس تاریخ کے بعد اپنے نام کی شمولیت کے لیئے درخواست پیش کررہا ہو وہ اپنی درخواست چیف الکٹورل رجسٹریشن افسر کے پاس نہیں بلکہ صرف متعلقہ الکٹورل رجسٹریشن آفسر کے پاس (آٹھ آنے فیس کے ساتھ جو غیر عدالتی اسٹامپ کی شکل میں ادا ہونی چاہیئے) پیش کرسکتا ہے۔ صرف ایسی درخواستیں چیف الکٹورل آفسر کے پاس (تین روپیے کے غیر عدالتی اسٹامپ پر) پیش ہونی چاہیئیں جو انتخابات کے اعلان کی اشاعت کی تاریخ اور انتخابات کی تکمیل کی تاریخ کے درمیان پیش کی جارہی ہوں۔ کسی ذیلی انتخاب کی صورت میں بھی اسی قاعدے کا اطلاق ہوگا۔

محبوب نگر میں مکانات کا الاٹمنٹ

کم آمدنی والے طبقوں کے لیئے مکانات کی تعمیر کی اسکیم کے تحت تعمیر ہونے والے مکانات کے ہائر پرچیز سسٹم کے تحت الاٹمنٹ کے قواعد کی رُو سے حکومت نے احکام صادر کیے ہیں کہ مجلس بلدیہ محبوب نگر کے لیئے جدید مشاورتی کمیٹی الاٹمنٹ تشکیل دی جائے جو نیچے بتلائے ہوئے ارکان پر مشتمل رہے گی۔

(۱) کلکٹر۔ صدر (۲) ڈپٹی کلکٹر نائب صدر، اور ارکان (۳) صدر میونسپل کمیٹی (۴) سری پی۔ ہنمنت راؤ رکن پارلیمان (۵) سری محمد ابراہیم علی انصاری رکن بلدیہ محبوب نگر (۶) سری سی۔ چندریا تاجر و معتمد انجمن امداد باہمی تعمیر املاک محبوب نگر۔

قانونِ انتقال جائیداد پر نظر ثانی

وزارت قانون (محکمہ مقننہ) کے لا کمیشن نے قانون انتقال جائیداد ۱۸۸۲ء کی نظر ثانی کا کام شروع کیا ہے تاکہ وہ اس بارے میں سفارشیں پیش کرے کہ اس میں کس طرح ترمیم یا نظر ثانی کی جائے یا کس طریقے سے اسے عصری بنایا جائے۔

اس سلسلے میں مذکورہ کمیشن اس معاملہ میں دلچسپی رکھنے والے افراد اور اداروں کی آرا کا خیر مقدم کریگا کہ اس پر کس طرح نظر ثانی یا ترمیم کی جانی چاہیئے۔ ایسے افراد اور اداروں سے خواہش کی جاتی ہے کہ وہ اپنی آرا معتمد محکمہ قانون حکومت آندھرا پردیش کے پاس یکم ستمبر ۱۹۶۳ء تک روانہ کردیں۔

عدالت تادیبی، کارروائی کے اوقات

حکومت نے احکام صادر کیے ہیں کہ دفتر عدالت تادیبی کارروائی کے اوقات ۱۵ر مارچ ۱۹۶۳ء ، رجون ۱۹۶۳ء تک (جن میں دونوں دن شامل ہیں) صبح کے ۸ بجے سے دن کے ایک بجکر ۳۰ منٹ تک ہوں گے۔

اسٹیٹ ویر ہاؤزنگ کارپوریشن

سنٹرل ویر ہاؤزنگ کارپوریشن نے آندھرا پردیش اسٹیٹ ویر ہاؤزنگ کارپوریشن کی مجلس نظما کی رکنیت کے لیئے، ڈپٹی چیف آفسر، ایگریکلچرل کریڈٹ ڈیپارٹمنٹ ریزرو بنک آف انڈیا کی نامزدگی (جس کا اس سے پہلے اعلان کیا گیا تھا) منسوخ کردی ہے اور موصوف کی بجائے سری ٹی۔ ستیہ نارائن راؤ، جائنٹ چیف آفسر ایگریکلچرل کریڈٹ ۴۔ ڈیپارٹمنٹ، ریزرو بینک آف انڈیا کو آندھرا پردیش اسٹیٹ ویر ہاؤزنگ کارپوریشن کی حیثیت سے نامزد کیا ہے۔

شاذ تمکنت

اک بھول کا مضمون

تبصرے کے لئے دو جلدیں آنی چاہئیں

خدا اور آدم کے گیت از : آثر بھارتی
قیمت : دو روپے
پتہ : مینجر اُردو اکاڈمی ۔ انبالہ چھاؤنی

"خدا اور آدم کے گیت" کے موضوع کے ساتھ ہی ہمیں دانتے، گوئٹے ملٹن، اقبال اور ٹیگور کے کارنامے یاد آتے ہیں، جن کی بُنیاد مادیت اور روحانیت کے امتزاج پر رکھی گئی ہے۔

آثر بھارتی ایک گمنام شاعر ہیں، انہوں نے ایک ایسے موضوع پر فکرِ سخن کی ہے جو فلسفہ و علم کے ساتھ ساتھ شعری وجدان کا بھی مطالبہ کرتا ہے۔ آثر بھارتی بدقسمتی سے ہر دو اوصاف سے مُبرّا ہیں اور بزعم خود اپنی اِس کوشش کو ٹیگور کی "گیتان جلی" اور اقبال کے کارناموں کا ہم دوش سمجھتے ہیں۔ موصوف کتاب کی ابتدا میں رقم طراز ہیں۔

"بھارت میں ایسا کوئی شاعر نہیں جس کی شاعری کا موضوع عظمتِ آدم ہو۔ جگر مرادآبادی شراب و ساغر میں غرق رہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

جان کر منجملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مُدتوں روتے رہیں گے جام و پیمانہ مجھے

ساغر نظامی سایۂ زُلفِ تاباں میں رہتے ہیں۔ جوش ملیح آبادی تمام عمر شاہد و ساقی کے گیت گاتے رہے جس کی گواہ انکی رنگین راتیں ہیں۔ فراق گورکھپوری کا بقول "بیسویں صدی" (سالنامہ ۱۹۶۰ء) یہ حال ہے ؎

یہی سائز تھا زُلفِ یار کے حلقوں کا اے واعظ
ذرا پی لوں تو بتلاؤں کہ زُلفِ یار کتنی تھی

کلاسیکی شاعری کے علم برداروں میں نوح ناروی، جوش ملسیانی مرحوم، مانی جائسی کا نام کافی ہے" ——

آثر بھارتی کی یہ مندرجہ بالا تحریر ان کے ذہنی توازن اور استعدادِ علمی کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ بلاشبہ آثر بھارتی ایک ایسے آدمی ہیں جنہوں نے شاعری کو شوقِ فضول سمجھ کر کتاب چھپوانے کی جرأتِ رندانہ فرمائی ہے۔ موصوف کے درج شدہ محاکمہ کے بعد میری رائے کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں پھر بھی دو ایک باتیں اسلئے عرض کرتا ہوں تاکہ شاعر کو نہ سہی قارئین کو عبرت ہو۔ آثر بھارتی کی فکرِ عرش پیما کا تو ذکر ہی کیا ہے، شاعرِ محترم لفظوں کے در و بست کی ابتدائی منزل سے تک ناواقف ہیں، فرماتے ہیں ؎

کھول آنکھیں دیکھ میرا نظم و نسق
زندگی ہے آدمیت کا نظام

تضیعِ اوقات کے خیال سے شاعرِ موصوف کی اور غلطیوں کی طرف اشارہ نہیں کروں گا کیونکہ یہ بے مزہ حکایت بہت طویل ہے۔ نظم و نثر کا یہ لایعنی مُرقع ادب پرستوں کے احساسات پر ایک تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

آثر بھارتی کا یہ شعر اِن کی اِس تصنیف کی مکمل تشریح ہے ؎

کوئی سمجھا ہے نہ سمجھے گا مجھے
اِک مُعمّہ ہے مرا پیغام بھی

کتاب کا سرِ ورق ہم چھاپا، جھلا جھل چھپی ہے جسے دیکھ کر ہی مصنف اور پبلشر کے ذوقِ لطیف کا اندازہ ممکن ہے۔ ؎؎؎

دیہات میں کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب

نیچے اُن گاؤوں اور اِداروں کی فہرست دی جاتی ہے جہاں فروری ۱۹۶۲ء میں کمیونٹی ریڈیو سیٹ نصب کیئے گئے

نشان سلسلہ	ضلع	تعلقہ	گاؤں یا ادارہ	کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب کی تاریخ
۱	نظام آباد	آرمور	لاکھورہ	۱۵ر فروری ۱۹۶۲ء
۲	میدک	میدک	رُکما پور	۷ر " "
۳	"	"	مٹی میونسپلٹی میدک	۷ر " "
۴	"	سدی پیٹھ	پدا کو دور	۹ر " "
۵	عادل آباد	نرمل	مجولا پور	۱۲ر " "
۶	"	خانہ پور	خانہ پور	۱۴ر " "
۷	نلگنڈہ	"	اَیڈا اوتی	۱۸ر " "
۸	چتور	چتور	کونے پلی	۲۱ر " "
۹	وشاکھاپٹنم	پادیرو	سلیور گورنمنٹ مڈل اسکول	۱۷ر " "

اندھرا پردیش

اعداد و شمار

رقبہ اور انتظامی ڈویژن (سنہ۱۹۶۱ء کی مردم شماری)

رقبہ	(مربع میل میں)	۱۰۶۰۵۲
مجموعی آبادی	(لاکھ میں)	۳۵۹ء۸
ضلعوں کی تعداد		۲۰
تعلقوں کی تعداد		۱۸۹
قصبات اور شہروں کی تعداد		۲۲۳
شرح آبادی (فی مربع میل)		۳۴۰

پنج سالہ بہائم شماری سنہ ۱۹۶۱ء

(ہزاروں میں)

مویشی	۱۲۱۸۰
بھینسیں	۶۹۵۳
بھیڑ	۸۳۷۳
بکریاں	۴۲۵۵
گھوڑے و ٹٹو	۷۳
دوسرے جانور	۶۸۲

کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام

تفصیلات	۶۰ - ۱۹۵۹ء	۶۱ ء۱۹۶۰ء
بلاکوں کی تعداد	۲۸۲	۳۲۶
بلاکوں کی تعداد فی ہزار گاؤوں پر	۱۰ء۶۶	۱۵ء۵۲
بلاکوں کی تعداد دس لاکھ کی آبادی پر	۷ء۷۲	۱۵ء۵۲
گاؤں کی تعداد جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے -	۱۷۸۸۷	۲۰۸۲۳
آبادی جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے (ہزاروں میں)	۱۸۷۳۱	۲۰۷۰۱

معدنی پیداوار

(اعداد ہزار ٹن میں)

	۶۰ - ۱۹۵۹ء	۶۱ - ۱۹۶۰ء
کوئلہ	۲۲۶۰	۲۵۹۶
لوہے کی کچدھات	۱۹۹	۲۳۶
مینگنیز	۱۶	۲۳
ابرق	۳	۳
چونے کا پتھر	۷۶۶	۱۰۱۱

آندھرا پردیش

(رجسٹرڈ نمبر ایچ ۳۷۲)

مئی سنہ ۱۹۶۲ء

کوئی چیز پیچھے . . .

(آرٹسٹ :۔ اے ۔ سدا سیو یا ۔ چیر وکر تعلقہ یا بشلہ ۔)

مئی ۱۹۶۲ء

ویساکھ ۱۸۸۳ ساکا

جلد : (۶)

شمارہ : (۷)

فی پرچہ
(۲۵) نئے پیسے

سالانہ : (۳) روپے

ترتیب

سرورق:
وضع کوٹارا مچندرا پورم (تعلقہ پولاورم ضلع مغربی گوداوری) میں ۲۱ مارچ ۱۹۶۲ء کو تیر اندازی کا مقابلہ منعقد ہوا۔ یہ مقابلہ ہر سال ایجنٹ برائے سرکار کی جانب سے منعقد کیا جاتا ہے۔

آخری ورق:
بہترین ریڈیو رورل فورم، پلا لا متری (ضلع نلگنڈہ) میں ریڈیو رورل فورم کے ارکان اور کسانوں کا اجتماع، جسے ۶۲-۱۹۶۱ء کی بابت ریاست کا بہترین فورم قرار دیا گیا۔

ناظم محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ آندھرا پردیش نے شائع کیا

★ مطبوعہ: انتخاب پریس۔ جواہر لال نہرو روڈ حیدرآباد

اپنی بات

اپریل میں بھارت کی نئی سرکار نے اپنے عہدہ کا حلف اُٹھایا قوم نے ایک بار پھر وزارت عظمیٰ کی اہم ذمہ داریاں ملک کے قابلِ فخر سپوت جواہر لال نہرو کو سونپی ھیں جن کی قیادت میں ملک روز بروز ترقی کی منزلیں طے کر رہا ھے ۔ آئندہ پانچ برس ہمارے ملک کے لئے بڑی اہمیت رکھتے ھیں ۔ ھمیں امید ھے کہ ملک اس مدت میں مسلسل ترقی و خوشحالی کی منزلیں طے کرتا جائیگا ۔

اس ماہ ڈاکٹر راجندر پرشاد صدارت کے عہدے سے سبکدوش ہورہے ھیں ۔ راجن بابو نے جدوجہد آزادی کے دوران آزادی کے بعد سے مُلک و قوم کی جو شاندار خدمات انجام دی ھیں انہیں نئے ہند کی تاریخ میں سُنہرے حروف سے لکھا جائیگا ۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں جب کہ نیا دستور نافذ ہوا ڈاکٹر راجندر پرشاد مُسلسل اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے ھیں ۔ راجن بابو نے اعلان کیا ھے کہ وہ اس عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد بھی ملک و قوم کی خدمت کرتے رہیں گے ۔ یہ اعلان جہاں ہمارے لئے اطمینان بخش ھے وہیں اس سے اس عظیم نیتا کی سچی لگن اور تڑپ کا اظہار ہوتا ھے ۔

اپریل میں حیدرآباد میں آل انڈیا نیوز ایڈیٹرز کانفرنس کی مجلس قائمہ کا اجلاس ہوا، جس کا افتتاح چیف منسٹر شری سنجیوا ریڈی نے کیا ۔ صحافت کو آج ایک اہم مقام حاصل ھے آزادی اور قومی اتحاد کے استحکام میں صحافت ایک اہم فریضہ ادا کر سکتی ھے ۔ ھمارے ملک کی صحافت کو یہ امتیاز حاصل ھے کہ وہ قومی مسائل پر بے لاگ اور آزادانہ تبصرے کرتی ھے ۔
شری سی ۔کے ۔ بھٹا چاریہ ایم ۔پی ایڈیٹر جن سیوک کلکتہ و صدر کانفرنس نے اپنی آخری تقریر میں فرمایا کہ " حیدرآباد کے موسم حیدرآباد کی تاریخی یادگاریں اور یہاں کے باشندوں کی خوش اخلاقی و مہمان نوازی اپنی آپ مثال ھیں ۔ حیدرآباد کی یاد ھمارے دلوں میں ھمیشہ محفوظ رھیگی ۔"

ستیہ پال آنند

لڑکا، بھیک اور کام

لڑکا چھوٹا سا تھا!۔

اس کے بائیں ہاتھ میں، ہاتھ سے بھی بڑی گھنٹی تھی۔ دائیں بائیں کانوں پر اور سامنے پیشانی پر لٹکتی ہوئی پیتل کی تین پتلی پتلی کڑیاں تھیں۔ سر پر پیتل کا بنا ہوا کلس تھا۔ کلس میں مور کے پر اُڑسے ہوئے تھے، جو ہوا سے لہرا رہے تھے۔ کپڑے گیروے نہیں تھے۔ پاؤں میں لمبی نوک والی جوتی تھی جو ایک طرف سے ذرا سی پھٹی ہوئی تھی ــــ چہرے پر بچپن کا بھولپن اور سُرخی ضرور تھی۔ لیکن اس میں شادابی نہیں تھی۔ چہرہ گرد اور دُھوپ سے مُرجھا گیا تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں جو بچپن کی شوخی سے عاری تھیں۔ ان سے زندگی کے تئیں بیزاری اور حزن ٹپکتا تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ ایک ہی لے اور ایک ہی تال سے گھنٹی کو ہلا رہا تھا۔

شو بھولے کا بیاہ، پڑھتے پڑھتے وہ دائیں بائیں ماحول کو دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹکل اور خراد کی مشینوں کی سمع خراش آواز بھی ایک ہی لے اور ایک ہی تال میں آ رہی تھی۔ ایک کونے میں اُس کے ہم عمر لڑکے میلے داغ لگے کپڑے پہنے اوزاروں پر گریس اور تیل مل رہے تھے۔ کچھ لڑکے گریس لگے چکروں پر لکڑی کا بُرادہ مل مل کر اُنہیں چمکا رہے تھے، مشینوں پر پُرزوں کو گھسا جا رہا تھا۔ دَہکتی ہوئی بھٹی کے قریب بیٹھا سنہرے بالوں والا خوبصورت لڑکا بار بار ٹن میں اُبلتی ہوئی سریش کو خو نیچے سے ہلا رہا تھا ہر طرف کام کی گہما گہمی تھی۔ کسی کو بھی آنکھ اُٹھا کر اس کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں تھی۔

شو بھولے کے بیاہ کی لوک کتھا میں وہ اس حصے تک پہنچ چکا تھا جہاں پاربتی کو اس کی سہیلیاں طعنے دیتی ہیں۔ وہاں شو کے سانپوں، اُس کی بھبھوت (دھونی)، اُس کے زہریلے حُسن اور غیر متوازن عادات کا ذکر تھا کتھا کے اس حصے تک وہ شاذ ہی پہنچتا تھا۔ عموماً لوگ اس کو بہت جلد ہی ایک پیسہ دے کر چلتا کر دیا کرتے تھے، لیکن اس بازار میں جہاں ہر طرف کارخانے ہی کارخانے تھے، وہ پہلی بار آیا تھا۔ دروازہ پر پہنچ کر اُس کی گھنٹی کی پہلی آواز سے کچھ چہرے اس کی طرف اُٹھے تھے۔ کچھ ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ اُبھری تھی۔ کچھ آنکھوں نے سُکڑ کر اُسے گھُورا تھا۔ ایک لڑکے نے تو نفرت سے ناک سکیڑ کر دھرتی پر تھُوکا بھی تھا۔ صرف بھٹی کے قریب بیٹھے بھورے بالوں والے لڑکے نے ایک نظر اُس پر ڈال کر بڑی ہی پیاری مسکراہٹ سے اس کا استقبال کیا تھا۔

وہ اسی طرح گاتے جا رہا تھا۔

شو بھولے کا بیاہ ختم ہو چکا تھا۔ اب وہ اُن دعاؤں کی بار بار گردان کر رہا تھا۔ جو کتھا کے آخر میں آتی تھیں اور خالص برج بھاشا میں تھیں:

شو بھولے بھنڈار بھریں گے
کشٹ کمان والے جیتے رہیں گے
مائیوں کے بالکے جیتے رہیں گے

کونے کے سیزر پر مشینوں سے دُور بیٹھے ہوئے سکھ مالک نے ایکبار کھنکار کر گلا صاف کیا۔ ناک سے عینک اُوپر اُٹھا کر اُسے گھورا اور پھر جیب سے پانچ پیسے کا سکہ نکال کر اس کی طرف پھینک دیا۔

سکہ ایک جھنکار پیدا کرتا ہوا اُس کے پاؤں میں گرا۔ ایک بار سب چہرے پھر اُس کی طرف اُٹھ گئے۔ وہ ایک لمحہ جھجکا، ٹھٹکا، اُس کا چھوٹا سا مُنہ حیرت سے کھُل گیا۔ عموماً وہ بھکشا کا سکہ اپنی گھنٹی کو آگے بڑھا کر اُس میں لیا کرتا تھا۔ زمین سے سکہ اُٹھانا اُس کے اُصول کے خلاف تھا۔ یہ اُس کی خاص سادھو آنہ روش کے منافی تھا کہ وہ اپنے پاؤں میں پڑا ہوا سکہ اُٹھالے اس کے بھیک مانگنے کے انداز میں بھی ایک وقار تھا۔ ایک خاص قسم کی تمکنت تھی۔ جسے اُس کے بزرگوں نے خاص اُصولوں میں ڈھال کر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا تھا۔۔۔۔ لیکن وہ تین دنوں سے پانچ چھ آنے روز سے زیادہ نہ بنا پایا تھا۔ اور ڈیرے پر اس کی ماں اسے روز کوستی تھی۔ اس نے وہ اصول توڑے۔ جُوتی اُتارے بغیر اُٹھی ہوئی نظروں سے بے نیاز، لیکن ڈرتے، جھجکتے بھٹکتے اور جھینپتے ہوئے وہ سکہ اُٹھالیا۔

کوئی ہنسا!۔

سکہ اُٹھاتے ہوئے اس کی جرأت نہ پڑی کہ وہ آنکھ اُٹھا کر ہنسنے والے کو ایک نظر دیکھ لے۔ گھنٹی بائیں ہاتھ میں پکڑے، سکہ دائیں مٹھی میں دبائے وہ جلدی سے باہر نکل آیا۔

جھڑکیاں اُس نے پہلے بھی کھائی تھیں۔ نوجوان پڑھے لکھے بابوؤں نے اسے دُھتکارا بھی تھا۔ کئی لوگوں نے پیسہ دینے کے بجائے، 'مشٹنڈا' چور، وغیرہ کے خطابات سے بھی نوازا تھا۔ مگر آج جیسی تضحیک اُس نے پہلے کبھی نہیں پائی تھی۔ اپنے ہم عمر کام کرنے والے لڑکوں کی خاموش پھٹکار نے ایک بار جیسے اُسے جھنجھوڑ دیا تھا۔ بھورے بالوں والے خوبصورت لڑکے کا استقبالیہ تبسم۔۔۔۔ شاید اس میں بھی طنز چھپا تھا۔ آخری قہقہہ بھی شاید اُسی کا تھا۔

اپنی چھوٹی سی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا، جب اُس نے پیسہ لیا تھا اور وہ بھی زمین سے اُٹھا کر۔۔۔۔۔ اُسے اپنے آپ سے نفرت سی ہونے لگی۔ اُسے اُس چھوٹے بچے کی یاد آگئی، جس نے کچھ دن پہلے اُسے اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر بڑے بھولے پن میں اپنی ماں سے کہا تھا۔

"ممی! ہم بھی بڑے ہو کر ایسے ہی بنیں گے!؟"

اور ماں نے اپنے بچے کو گود میں لیتے ہوئے اُس کی طرف حقارت آمیز نظروں سے دیکھا تھا اور کہا تھا:

"اس جیسا بنے گا، بھیک مانگے گا منّے! چل دوڑ اسے پیسہ دیکے آ اور کہنا، کچھ کام کرو بابا، تم لُولے لنگڑے تو نہیں ہو!"

اور جب بچے نے پیسہ دیتے ہوئے طوطے کی طرح یہ رٹا رٹایا جملہ دُہرا دیا تھا تو وہ ایک بار تو جیسے زمین میں دھنس گیا تھا۔ ابھی اس کا ضمیر کچا تھا۔ اس پر دُنیا کے رنگ نہیں چڑھے تھے۔ اور اب اس دوسری چوٹ سے تو جیسے اس کے لئے مانگنا دشوار ہو گیا اور اس کے قدم گھر کی جانب اُٹھنے لگے۔

ڈیرے پر پہنچ کر اُس نے ماں سے بیماری کا بہانہ کیا اور چٹائی پر لیٹ رہا۔ اُس کے دونوں بڑے بھائی ابھی نہیں لوٹے تھے۔ ماں نے گڑ کا شربت بنا کر اُس کے سامنے رکھا، جو اُس نے پی لیا۔ وہ مضمحل سا لیٹ رہا۔ شام ہوگئی مگر وہ لیٹا رہا۔ اس کی ماں پھر اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ ماں نے اپنی ہتھیلی اس کے ماتھے پر رکھی اور چونک کر بولی۔

"بھولے رے ۔۔۔۔ تجھے تو کس آگئی!؟"

"ماں۔۔۔۔!" اُس نے کہا، "اگر کوئی آدمی بھکشا لینے نہ جائے تو؟"

ماں پھر چونکی۔ یہ لڑکا شروع ہی سے کچھ عجیب ڈھنگ کا تھا۔ اس نے کہا "کیا کہتا ہے رے؟"

"ماں" اس نے پھر کہا۔ "بھکشا نہ لے اور کام کر کے پیسے کمائے تو؟" "وہ کرمی نہیں ہوگا!" ماں نے تیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر ساگ سبزی دیکھنے چلی گئی۔

"کرمی نہیں ہوگا!" اس نے سوچا۔ جو شوراتری کو تین راتیں نہیں جاگے گا وہ کرمی نہیں ہوگا جو جوتی پہنے ہوئے ہی بھکشا کا سکہ اٹھالے گا، وہ کرمی نہیں ہوگا جو کلس اور کوڑیاں نہیں پہنے گا وہ کرمی نہیں ہوگا۔ جو کام کر کے پیسہ نہیں لے گا وہ کرمی نہیں ہوگا! آخر کرمی کون ہوگا؟ اور کرمی ہوتا بھی کیا ہے!

اس نے دل میں سے لیٹے لیٹے پکارا "ماں! ۔۔۔ جو لڑکے بنگر میں کام کر کے پیسہ لیتے ہیں، کیا وہ کرمی نہیں ہیں؟"

"ان کا کرم یہی ہے بھولے! یہ تو آج کیا باتیں کرنے لگا ہے؟" ماں نے پھر تیز نظروں سے اسے دیکھا اور منہ دوسری طرف کرلیا۔

عجیب بات تھی۔ اس نے 'بھیک' اور 'بھکشا' میں ہمیشہ فرق سمجھا تھا۔ بھیک تو وہ لیتے ہیں جو اندھے اور لولے لنگڑے ہوتے ہیں اور ریلوے کے پل پر بیٹھتے ہیں اور بھکشا سادھو لوگ لیتے ہیں جن کا کرم ہی ۔۔۔ لیکن مانگتے تو سبھی ہیں نا، پھر فرق ہی کیا ہے؟؟

وہ لیٹا رہا۔ جب اس کے دونوں بڑے بھائی آئے اور انہوں نے پیسے

اور ادھنیاں اور اکنیاں پانچ اور دس نئے پیسے کے سکے گن کر اعلان کیا کہ آج انہوں نے تین روپے پینتیس نئے پیسے بنائے ہیں تو بھی وہ لیٹا رہا۔ جب اس کے دونوں بھائی کھانے پر ٹوٹ پڑے تو بھی وہ لیٹا رہا۔ اور جب وہ دونوں اس سے بات کئے بغیر سو گئے تو بھی وہ لیٹا رہا۔

ماں نے خود کھانے سے پہلے اس کے لئے پکائی ہوئی کھچڑی اُسے دی اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور پھر ہلکے لہجے میں کہا ——— "اب تو تجھے کس نہیں ہے رے!"

اس وقت اس کا بخار واقعی اتر چکا تھا کیونکہ وہ ایک فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔

صبح وہ کافی دن چڑھے اٹھا۔ شیو آرتی سے فارغ ہو کر اس نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ معمول کے مطابق کپڑے پہنے۔ کلس اور کٹوریاں اٹھائیں گھنٹی لی اور چل پڑا۔ بجائے شہر کی طرف جانے کے وہ دریا کی طرف نکل گیا کنارے پر ایک جگہ کھڈ میں اس نے کلس اور کٹوریاں اور گھنٹی اتار کر چھپا دیں اور پھر شہر کی طرف چل پڑا۔

نکل اور خدا کے ایک کارخانہ میں داخل ہوتے وقت اُسے خیال تک نہیں تھا کہ وہ اتنی جلدی کام پالے گا۔ لیکن جب ہڈیوں کے ڈھانچے کی طرح تیلے بابو نے اس کا نام پوچھ کر ایک روپیہ روزینہ پر اسے بھٹی کے سامنے بٹھا دیا تو یہ سب اسے خواب سا معلوم ہوا ——— اس کے اردگرد اسی طرح کام کی گہما گہمی تھی مشینوں پر پرزے کاٹے چھانٹے جا رہے تھے۔ ایک طرف دھیرے دھیرے گنگناتا ہوا ایک لڑکا پیتل کے باریک چھلکوں کو تپتی ہوئی کڑاہی میں ڈال رہا تھا کسی نے اس کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ کوئی اس سے بولا تک نہیں تھا۔ صرف دبلے پتلے بابو نے ایک بار اس کی نوکدار جوتی کی طرف مشکوک نگاہوں سے دیکھ کر یہ پوچھنے پر ہی اکتفا کی تھی۔

"بالگڑی ہے بے؟"

اس نے بغیر مطلب سمجھے سر ہلا کر اثبات میں جواب دے دیا تھا۔

'کام'! یہ اس کے لئے نئی بات تھی گھنٹی بجانے والے سست ہاتھ بہت جلد تھک گئے۔ پیشانی گرمی سے دہک اٹھی اور اس پر پسینے کے قطرے چمک اٹھے وہ پہلے ہی گھنٹے میں دوبار پانی پینے کے لئے کونے میں رکھے ہوئے گھڑے تک گیا گرم بھٹی کے سامنے سے اٹھ کر ٹھنڈا پانی پی لینے سے اُسے اپنا گلا سوکھتا ہوا محسوس ہوا۔ لیکن پھر بھی وہ کام میں مگن رہا۔ کھولتے ہوئے پیتل کے لاوے کو بھٹی پر اتارتا چڑھاتا رہا۔ ایک دوبارہ دبلا پتلا بابو اس کے سر پر آکھڑا ہوا لیکن اسے تسلی بخش طور پر کام میں مصروف دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔

ایک بجے دو گھنٹے کی چھٹی ہوئی۔ سب کاریگر کام کو اسی طرح چھوڑ کر باہر نکلے۔ وہ بھی باہر نکل آیا۔ کام کرتے کرتے اسکی بھوک چمک اٹھی تھی۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سکہ نکالا۔ ایک کلچہ کھایا۔ پانی پیا اور پھر ایک چبوترے پر چھاؤں میں لیٹ گیا۔

اس نے سوچا' اس کے دونوں بھائی اس وقت بھی شیو پاروتی کا بیاہ گا رہے ہوں گے۔ گھنٹی آگے بڑھا کر جوتی اتار کر پیسے لے رہے ہوں گے۔ کئی لوگوں نے انہیں دھتکارا ہوگا مسٹنڈا کہا ہوگا۔ محنت کرنے کی تلقین کی ہوگی۔ کئی لوگوں نے ہاتھ جوڑ کر بڑے ہی طنزیہ انداز سے معاف کرنے کو کہا ہوگا۔ کئی لوگوں نے نفرت سے منہ پھیر کر تھوکا ہوگا ——— اس وقت اسے بڑی ذہنی تسکین کا احساس ہوا کہ اب وہ کم سے کم ان جیسا نہیں ہے۔ وہ مانگ کر پیٹ نہیں بھر رہا ہے شام کو اسے ایک روپیہ ملے گا۔ ویسے وہ اپنا سامان اٹھا کر اسی لباس میں گھر پہنچے گا۔ کسی کو بھی پتہ نہیں چلے گا کہ اس نے کام کر کے پیسے کمائے ہیں یا بھکشا مانگ کر۔ . . وہ کری ہے یا نہیں!

اس سے کچھ دوری پر مزدوروں اور کاریگروں کی ٹولی بیٹھی باتیں کر رہی تھی اس کے لیے کئی الفاظ بالکل اجنبی تھے۔ اوور ٹائم . . سک رپورٹ . . . لیبر انسپکٹر . . . ڈاکٹری امداد . . . . بونس . . . . کچھ لڑکوں نے اس سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ہاں ہوں کر کے خاموش رہا۔ وہ یہاں سخت قسم کے احساس کمتری میں مبتلا تھا۔ وہ انکی نئی زبان سے ناواقف تھا جب اس کے ہم عمر مزدوروں نے اسے باتیں کرنے پر نا رضامند پایا تو پیچھے ہٹ گیا۔

"نیا کبوتر ہے" ایک لڑکے نے کہا۔ "کل تک ٹھیک ہو جائے گا!"

چھٹی ختم ہوئی۔ وہ پھر جا کر کام پر جٹ گیا۔ گرمی بڑھ گئی تھی لیکن کیا ہوا؟ یہ کام دھوپ میں مارے مارے پھرتے رہنے سے تو بہتر تھا۔ اور پھر اس میں عزت ہی عزت تھی۔ کوئی تکلیف وہ احساس نہیں تھا۔ کام کیا اور پیسہ لیا۔ نہ کسی کا احسان نہ کسی کی منت!

کام ہوتا رہا۔ اب اسے تھکاوٹ کا احساس نہیں تھا۔ چار بج گئے۔ پھر پانچ بج گئے۔ وقت گزرتا رہا۔ چھٹی ہونے کا وقت قریب آ گیا۔

وہ صاف شدہ پرزے بالٹی میں ڈالے مشین کے قریب رکھ رہا تھا کہ گھنٹی کی جانی پہچانی آواز اس کے کانوں میں آئی۔ وہ چونک اٹھا۔ اس نے دروازہ کی طرف دیکھا۔ سولہ سترہ برس کا ایک صحت مند لڑکا جو اس کے اپنے ڈیرے کا نہیں تھا گھنٹی بجاتا ہوا دروازہ میں کھڑا تھا ——— اس کے ساتھ ہی ساتھ اور کاریگروں کی نگاہیں بھی اٹھیں۔

اس نے دیکھا، کام کرنے والوں کے چہروں پر کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہوئی صرف ایک لڑکے نے ناک سکیڑ کر دھوتی پر تھوکا۔ باقی لڑکوں نے صرف ایک بار مسکرا کر منہ پھیر لیے، گویا ان کے لئے اس ہٹے کٹے لڑکے کا بھیک مانگنا کوئی خاص بات نہ ہو ــــــ وہ ایک لحظہ خاموش رہا۔ پھر چیخ کر بولا۔

"شرم کرو! ہٹے کٹے ہو، کام کرو اور پیسہ کماؤ! بھیک مانگتے لاج نہیں آتی تمہیں؟"

حیرت زدہ کارندوں نے دیکھا۔ نیا کم عمر مزدور جس نے تمام دن کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس وقت غصے سے کانپ رہا تھا۔

رگھوبنسی نرمل

نذرِ کشمیر

سلام شہرِ طرب سرزمینِ لالہ و گُل!
دکن کی گود کے سرشار نوجواں ہیں ہم
مچلتی موجوں کا اک سیلِ بیکراں ہیں ہم
نئی حیات کا بے تاب کارواں ہیں ہم
نہ پُوچھ آج فضاؤں میں گُونج کیسی ہے
تری زمیں پہ بصد شوق نغمہ خواں ہیں ہم
سلام شہرِ طرب سرزمینِ لالہ و گُل!
خلوص و پیار کی سوغات لے کے آئے ہیں
نظر میں نُور کی بارات لے کے آئے ہیں
نفس میں بارشِ نغمات لے کے آئے ہیں
ہر ایک پیرہنِ گُل کو چُوم لیتے ہیں
کچھ ایسی فطرتِ جذبات لے کے آئے ہیں
سلام شہرِ طرب سرزمینِ لالہ و گُل!

تجھے خبر بھی ہے فطرت کا شاہکار ہے تُو
خیال و خواب کا ترشا ہوا دیار ہے تُو
فقط بہار نہیں رُوحِ صد بہار ہے تُو
کہ کائنات کا سمٹا ہوا نکھار ہے تُو
زمانے بھر پہ بہ ایں طور آشکار ہے تُو
سلام شہرِ طرب سرزمینِ لالہ و گُل!
نیا سفر ہے قدم سے قدم ملا کے چلیں
جہاں کو مژدۂ عہدِ وفا سُنا کے چلیں
اب ایسے میں کہ کہاں جسم و جاں بچا کے چلیں
ہر ایک سمت ابھی ظلمتوں کا طوفاں ہے
چراغِ عظمتِ امن و بقا جلا کے چلیں
سلام شہرِ طرب سرزمینِ لالہ و گُل!

سید الطاف احمد ہنر *

سودا، ایک غزل گو

غزل اُردو شاعری کی آبرو ہے۔ رشید احمد صدیقی کا یہ کہنا اُن کی غزل دوستی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے اور غزل کے اُس قبولِ عام کی سند مہیا کرتا ہے جو شاعری کی دوسری اصناف کو حاصل نہ ہوسکیں۔ غزل اپنی ذات سے ایک معمورۂ رنگ رنگ ہے۔ ہر شاعر جس نے شعر کی ابتدا کی اِس بابِ اوّلیں (غزل) پر سجدہ ضرور کیا اس کا سبب اس صنف کی وہ کافری ہے جو ہر "مسلماں" کا مذہب ہے۔ گویا شعر کے ایوان میں بار پانے کے لئے ہر شاعر کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پہلا قدم بابِ "غزل" میں رکھے اور بعد کو بقدرِ ظرف و استطاعت آگے کی منزلیں سر کرے۔

جدید شاعری میں گو یہ التزام نہیں رہا کہ شاعر پہلے غزل کو تختۂ مشق بنائے اور بعد کو اپنے مزاج کے مطابق صنفِ سخن کا انتخاب کرے لیکن سودا کے زمانے میں کم و بیش ہر شاعر نے غزل ہی سے اپنے فن کی ابتداء کی۔

سودا نے اوّل اوّل حاتم سے مشورہ کیا اور غزل کہنے لگے۔ عام رواج کے مطابق مشاعروں میں شرکت کی اور اُن دنوں بیدل کے عرس کے سالانہ مشاعرہ کی دھوم ہوا کرتی تھی اور سودا بھی بالالتزام اِن مشاعروں میں طرحی غزلیں پڑھتے اور مشاعرہ لوٹا کرتے تھے۔

صنفِ غزل میں بڑی مامتا ہے۔ وہ ہر شاعر کو گلے تو لگا سکتی ہے لیکن گلے کا ہار نہیں بنا سکتی۔ دراصل غزل بڑے رکھ رکھاؤ کی صنف ہے۔ اس کے آداب مختلف ہیں۔ اُس کی محفل کے طور طریقے کچھ خاص مطالبے کرتے ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا ہر شاعر کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔

سودا کی غزل پر محاکمہ و مباحثہ سے پہلے مختصراً اُن آدابِ غزل کا ذکر بھی غیر ضروری نہ ہوگا جن کے بغیر اس صنف کی نزاکتِ طبع کا اندازہ ممکن نہیں ہے۔

غزل کا مزاج بڑی حد تک شاہانہ ہے۔ شاہانہ سے میری مُراد یہ ہے کہ ع "جو اُٹھو باادب ہوکر جو بیٹھو باخبر ہوکر" والی بات ہے۔ غزل کی اپنی ایک زبان ہوتی ہے جہاں ہر قدم پر "ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا" کا احتمال رہتا ہے۔ غزل خارجی موضوعات کے لیئے نہیں بنی ہے بلکہ داخلی احساسات و جذبات کا آلۂ اظہار ہے۔ اِن تمام نزاکتوں کو وہی شاعر خوبصورتی اور نزاکت کے ساتھ برت سکتا ہے جس کے ہاں

۱۔ داخلی لب و لہجہ ہو۔
۲۔ زبان کی نرمی اور جادوگری کا فن ہو (جو کہ غزل کیلئے ضرورت ہے)
۳۔ جذبات کی وہ شائستگی ہو جو برشتگی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔

صنفِ غزل کی اِس نزاکت کو پیشِ نظر رکھ کر اگر ہم سودا کی غزل پر بحث کریں تو ہمیں بڑی حد تک مایوسی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سودا غیر شاعر تھے، ہماری مُراد یہ ہے کہ سودا جوہرِ قابل اس صنف کے لیئے نہیں تھا بلکہ اُنہیں قدرت نے شعر کے دوسرے میدان کے لیئے منتخب کیا تھا جسے ہم قصیدہ کہتے ہیں۔ لیکن ہم یہاں سودا کی غزل پر بحث کریں گے کہ کس طرح

انہوں نے اس صنف کو برتا اور چمکانے کی کوشش کی۔

سودا کی غزل کے عناصرِ ترکیبی میں تین باتیں بھی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ سودا کی غزل میں رسمی اور عام مضامین کی کثرت ملتی ہے۔
۲۔ کچھ کلام ذاتی مشاہدات و وارداتِ قلبی پر بھی مشتمل ہے جو یقیناً سودا کا کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔
۳۔ اساتذۂ فارسی کا اثر۔

سودا کا بیشتر کلام رسمی اور پُر تصنع خیالات سے مملو نظر آتا ہے دراصل یہ روایت کا قصور ہے جسے سودا نے بے چون و چرا تسلیم کرلیا۔ اُردو شاعری کے عاشق کے بارے میں حالی نے بڑے پتے کی بات کہی تھی کہ یہ شخص بیمار، بدنصیب، رقیب زدہ، مظلوم، بیچارہ، بے وقوف، آوارہ، بدنام، شرابی، لاغر، بیکار، لااُبالی وغیرہ وغیرہ قسم کی مخلوق ہوا کرتا ہے اور معشوق جفاجُو، ظالم، خنجر بکف، طرار، بد دماغ، کج خلق، بے مُروت قسم کا کوئی انسانی ہیولا ہوتا ہے اور ان دونوں کرداروں کے اطراف ہماری ماضی کی شاعری کا بیشتر حصہ گھومتا نظر آتا ہے۔

سودا بھی اسی روایت کے اسیر تھے۔ ان کے ہاں بھی عشق کا فلسفہ پامال باتوں سے عبارت نظر آتا ہے۔ غرض کہ سودا نے اس روایت کا جتنا پاس کیا ہے اُسی قدر وہ بے کیف نظر آتے ہیں۔ "تصوف برائے شعر گفتن خوب است" کے تحت انہوں نے اپنے اشعار میں تصوف کی چاشنی بھی دی ہے لیکن بغور پڑھیئے تو علم ہوگا کہ یہ سب باتیں سُنی سُنائی ہیں۔ ذیل کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

غیر کے پاس یہ اپنا ہی گماں ہے کہ نہیں
جلوہ گر یار مرا ورنہ کہاں ہے کہ نہیں
مہر ہر ذرّے میں مجھکو ہی نظر آتا ہے
تم بھی ٹک دیکھو تو صاحب نظراں ہے کہ نہیں
ہر ایک شئے میں سمجھ لو ظہور کس کا ہے
شرر میں روشنی شعلے میں نور کس کا ہے

غرض کہ سودا کا یہ عام رنگ ہے۔ دراصل غزل میں سودا کا منفرد رنگ مشکل ہی سے ملے گا۔

سودا کی ایک ٹریجڈی اور تھی جس کا انہیں بھی احساس تھا۔ میر جیسا شاعر ان کا معاصر تھا۔ میر جس کے شعر میں مسلسل سُلگنے کی کیفیت تھی اور جس نے چاروں کھونٹ اپنی آگ پھیلا دی تھی اس موقع پر سودا کی خارجی لب و لہجہ کی شاعری کیا چمکتی۔ سودا کو اعتراف تھا کہ ان کا جوہر قابل قصیدہ کے لیئے ہے لیکن اُنہیں یہ بھی اصرار تھا کہ لوگ ان کی غزل پر سر دُھنیں ؂

کہتے ہیں وہ جو ہے سودا قصیدہ ہی خوب
اُن کی خدمت میں لیئے میں یہ غزل جاؤں گا

یا پھر میر کا Complex یُوں بول اُٹھتا ہے ؂

سودا تو اس غزل کو غزل در غزل ہی کہہ
ہونا ہے تجکو میر سے اُستاد کی طرف

؎ ؎ ؎

سودا کو تم سمجھتے تھے کہہ نہ سکے گا یہ غزل
آفریں ایسے وہم پہ صدقے میں اس گماں کے

ان تمام باتوں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سودا غزل کے مزے سے مزاج دان ہی نہ تھے۔ سودا بڑے شاعر تھے، ذہانت و فطانت نے اُن سے ایسے شعر بھی کہلوائے جن میں تغزل کی آنچ بھی ہے اور سچی غزل کا رس بھی اِن اشعار میں سودا عاشق نظر آتے ہیں۔ ایسا عاشق جو مخبوط الحواس انسان نہیں ہے بلکہ جس نے دُکھ سُکھ کو متحد کرامرت بنالیا ہے اور جو چاہے اور چاہے جانے کی حُرمت سے واقف ہے۔

سودا کے وارداتِ قلبی کی یہ سچی شاعری ہمیں یقین کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ سودا نے واقعتاً ٹوٹ کر چاہا تھا۔ یہاں اُن کا لہجہ کھُردرا اور سپاٹ نظر نہیں آتا بلکہ اُن کے لہجہ پر لہو ٹپکنے کا گمان گزرتا ہے ؂

عشق سے تو نہیں ہوں میں واقف
دل کو شعلہ سا کچھ لپٹتا ہے

؎ ؎ ؎

غنچہ سمٹے تو سمٹے، ممکن ہے
دل جو بکھرے تو کب سمٹتا ہے

؎ ؎ ؎

قاصد اشک آکے خبر کرگیا
قتل کوئی دل کا جگر کرگیا

؎ ؎ ؎

تجھ قید سے دل ہوکر آزاد بہت رویا
لذت کو اسیری کی کر یاد بہت رویا
تصویر مری تجھ میں مانی نے جو کھینچی تھی
انداز سمجھ اس کا بہزاد بہت رویا

تجھ عشق میں روزِ خوش نہ دیکھا
دُکھ بھرتے ہی بھرتے مر گئے ہم

٭ ٭ ٭

جس روز کسی اور پہ بیداد کروگے
یہ یاد رہے ہم کو بہت یاد کروگے

٭ ٭ ٭

تُو نے سودا کے تئیں قتل کیا کہتے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

٭ ٭ ٭

سودا دراصل رجائیت پسند شاعر تھے۔ اُردو کے کم ہی شاعر ایسے ملیں گے جن کے ہاں اسقدر اُمید کی کرنیں جھلملاتی نظر آتی ہیں۔ لیکن سودا اپنے سماجی شعور اور اپنی روشنیٔ طبع کے ہاتھوں کہیں کہیں قنوط ویاس کے شکار بھی نظر آتے ہیں۔ دراصل یہ عہدِ آشوب سودا کا ماحول تھا، حکومتوں کے نشیب وفراز، سماجی حالات کی ناموافقت، غرض کہ ان سارے واقعات نے سودا کے یقین اور استحکام کو ڈھلمل بھی کیا اور وہ بے ثباتیٔ عالم کے نوحہ خواں بھی ہوئے۔

تم کو معلوم ہے یارو چمنِ قدرت میں
عمر گزری کہ ہے گردش سے سروکار مجھے

٭ ٭ ٭

دنیا تمام گردشِ افلاک سے بنی
مٹی ہزار رنگ کی اس چاک سے بنی

٭ ٭ ٭

اس گلشنِ ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم تھا خزاں کا

٭ ٭ ٭

ہستی سے عدم تک نفس چند کی ہے راہ
دُنیا سے گزرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

٭ ٭ ٭

ان تمام باتوں کے باوصف سودا اپنے مزاج کی اُفتاد سے مجبور تھے یعنی رجائیت پرستی اور لمحۂ نقد سے رس نچوڑنے کی عادت نے اُنہیں ہر وقت سنبھال لیا ؎

آ پہنچ ساقی کہ پھر ایام کب آتے ہیں یہ
فصلِ گل کے کچھ گئے دن کچھ چلے جاتے ہیں یہ

اب ہم سودا کے کلام پر فارسی اساتذۂ سخن کی چھوٹیں دیکھیں گے جن کا ذکر خود سودا نے بار بار کیا ہے۔

سودا نے حسبِ ذیل اکابرِ سخنِ فارسی سے فیض حاصل کیا تھا جن میں

نظیری نیشاپوری
صائب تبریزی
سلیم اور کلیم اور بیدل

خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

نظیری کا ذکر ان کے ہاں اکثر جگہوں پر ملتا ہے ؎

پوچھا اشعار کا سودا کے کیا ہے شاعر
گفتگو میں اُس کی پاتا ہوں نظیری کا دماغ

٭ ٭ ٭

یہ غزل سودا کہی ہے تُو نے اس انداز کی
ہند سے پہنچے گی ہاتھوں ہاتھ نیشاپور تک

صائب کی مثالیہ شاعری نے سودا کو بہت متاثر کیا تھا۔ مصحفی لکھتے ہیں

"اگر در مثال بندی اشعار غزل صائب وتتبع گوئیم بجاست"

سلیم اور کلیم فارسی کے تمثیل نگار شاعر تھے۔ قدرت اللہ شوق نے سودا کی زندگی ہی میں لکھا تھا۔

"در غزل گوئی سلیم وکلیم پس پشت می گزارد"

مضمون آفرینی اور خیال بندی کا ہنر سودا نے بیدل سے اخذ کیا تھا ؎

سودا سے کہا کہ میں ترے شہرے کو سن کر
دیکھا جو تجھے آ کے تو اے بے سروپا ہیچ
بولا کہ تجھے یاد ہے وہ مصرعِ بیدل
"عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ"

یا

سودا بقول حضرتِ بیدل بکوئے دوست
'خط جبین ماست و ہم آغوش نقشِ پا'

سودا کے ہاں بیشتر صنعتیں فارسی کے تتبع میں آئی ہیں۔ صنعت مذہب الکلامی ہو یا دعویٰ و دلیل کا فن ہو، صنعتِ ایہام ہو کہ حُسنِ تعلیل اخلاقی مضامین وحکیمانہ خیالات کا انداز بھی فارسی اساتذۂ قدیم سے متاثر

نظر آتا ہے۔ تشبیہ کا حسن بھی فارسی زدہ ہے جہاں سودا نے خیالات و کیفیات
اور معشوقانہ اداؤں کو مادی اشیاء سے مثال دی ہے ؎

کیفیتِ چشم اُس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں

عام طور پر سودا کے اس شعر کو نظیری کے اس شعر سے متاثر کہا
جاتا ہے ؎

بُوئے یارِ من ازیں سست وفا می آید
گلم از دست بگیرید کہ از کار شدم

اب ہم ذیل میں سودا کے چند منتخب نشتر درج کرتے ہیں جن
سے سودا کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہو جائے گا ؎

گر ہو شراب و خلوت و محبوبِ خوب رُو
زاہد تجھے قسم ہے جو تُو ہو تو کیا کرے
فکرِ معاش عشقِ بُتاں یادِ رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

گُل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر اندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

⁂ ⁂ ⁂

نسیم ہے ترے کُوچے میں اور صبا بھی ہے
ہماری خاک سے پوچھو تو کچھ رہا بھی ہے
سمجھ کے رکھیو قدم اس نواح میں مجنُوں
کہ اس دیار میں سودا برہنہ پا بھی ہے

⁂ ⁂ ⁂

اس دردِ دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو
قسمت میں جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو

⁂ ⁂ ⁂

سودا جو ترا حال ہے اتنا تو نہیں وہ
کیا جانیئے تُو نے اُسے کس آن میں دیکھا

⁂ ⁂ ⁂

○

مالک :۔ (ملازم سے) ارے اسطرح کیوں بھاگا جا رہا ہے ؟
نوکر :۔ (روتے ہوئے) آپ کی بیوی نے مجھے مارا ہے ۔
مالک :۔ (سمجھاتے ہوئے) تو کیا ہو گیا ، تُو نے کبھی مجھے بھی بھاگتے
ہوئے دیکھا ہے ۔

افغانستان کا ایک خیر سگالی وفد ۳۰ ۔ مارچ سنہ ۱۹۶۲ ء کو حیدرآباد پہنچا ۔

افغانی موسیقاروں کا وفد گاندھی بھون حیدرآباد میں ۲۶ ۔ مارچ سنہ ۱۹۶۲ ء کو
ایک پروگرام پیش کر رہا ہے ۔

۷ - اپریل سنہ ۱۹۶۲ ءکو حیدرآباد میں عالمی یوم صحت کے سلسلے میں
جھانکیوں کا جلوس -

اننت گیری وقار آباد کا اننت سوامی مندر
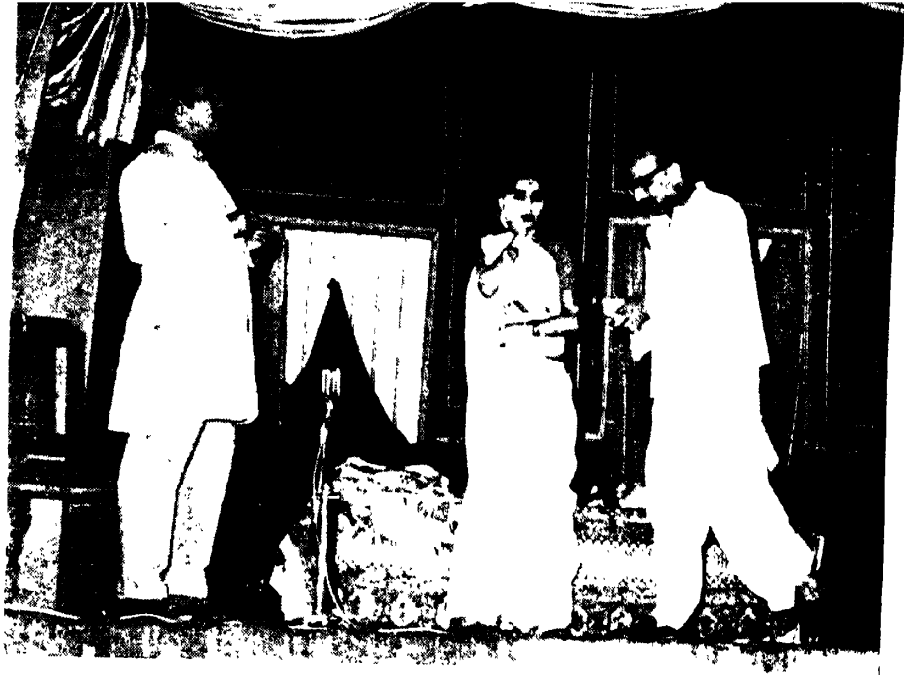
مدھیہ پردیش کے کلچرل گروپ نے ۲۰ - مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو حیدر آباد میں ایک ڈرامہ «دھوم کیتو» اسٹیج کیا - اس کا ایک منظر -

شری نوئل فریڈرک ھال ، پرنسپل براسی نوز کالج آکسفورڈ و سابق پرنسپل ایڈمنسٹریٹیو اسٹاف کالج ھنلی آون تھیمس انگلینڈ نے ۳۱ - مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو دفاتر معتمدین حیدرآباد کے کمیٹی روم میں ایک تقریر کی۔

مہاتما بدھ کا کانسے کا منقش مجسمہ :
مہاتما بدھ اپنے بائیں ہاتھ میں ایک برتن
لئے ہوئے ہیں ۔

می ۔ لائی :
جو عام طور پر " ہنس مکھ بدھ " کے
نام سے مشہور ہے ۔
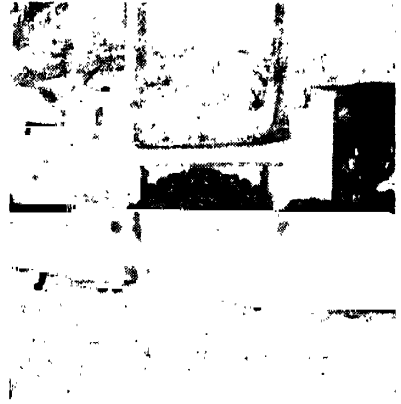
نکو فرنیچر :
ایک صوفہ اور دو کرسیاں جن کے
بازو اژدہے کی شکل کے ہیں ۔
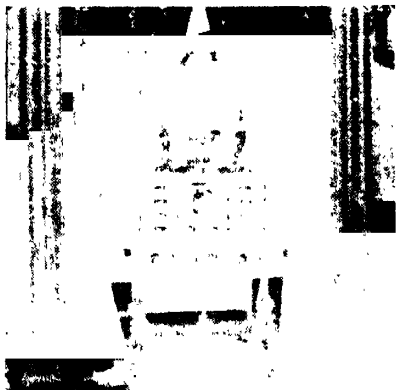
شیشہ چینی کا دوہرے دستہ والا برتن اور
پیالہ جن پر رقاصوں کی تصاویر کندہ ہیں ۔

لوئی شانز دھم کی اہلیہ میری انٹوائنٹ
کا ڈریسنگ ٹیبل ۔

نور جہاں، جہانگیر اور اورنگ زیب کے خنجر
اور شاہجہان کی کٹار ۔

اننت گیری وقار آباد صحت گاہ دق کے یوم سالانہ کی تقریب کے موقع پر گورنر آندھرا پردیش تقریر فرما رہے ہیں ۔

صحت گاہ دق اننت گیری وقارآباد کے یوم سالانہ کی تقریب کے موقع پر ۲۷۔ مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو
دق کے مریض گورنر آندھرا پردیش کی تقریر سن رہے ہیں ۔

این ۔ سی ۔ سی : ریاستی وزیر تعلیمات شری بی ۔ وی ۔ جی راجو نے ۲۹ ۔ مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کو سکندر آباد میں ۸ ویں یونٹ کے اسٹیشن کمانڈرس کانفرنس کا افتتاح کیا ۔

پلا لا مری (ضلع نلگنڈہ) کے شیومندر پر ہاتھی کی شکل ۔

راشد آذر

آگ کے پھول

کچھ اس طرح سے کٹا میری زندگی کا سفر
یہ سوچ بھی نہ سکا میں کہاں سے گذرا ہوں
کہاں سے آیا ہوں اور اب کہاں کو جانا ہے
کبھی جو منزلِ آہ و فغاں سے گذرا ہوں

تمہارے قُرب کی گرمی، تمہاری زُلف کا پیچ
تمہارے ہاتھ کا ہلکا سا پُر خلوص دباؤ
یہی تھے زادِ سفر دشتِ زندگانی میں
انہی سے میں نے جلائے تھے آندھیوں میں الاؤ
بہانہ راہ دکھانے کا تھا، جلا آنچل
اسی لیئے تو کہا تھا مرے قریب نہ آؤ

مری حیات تو گذری عجیب عالم میں
یہ ڈر رہا کہیں سوزِ دعا پہ حرف نہ آئے
جگر کا خون نچوڑا ہے دیدۂ تر سے
یہ خوف تھا دلِ درد آشنا پہ حرف نہ آئے

پلک کی نوک سے جُھک کر اُٹھا لیا میں نے
بس ایک قطرہ کہ پاسِ وفا پہ حرف نہ آئے
ہزار بار لُٹا ہوں خود اپنے ہاتھوں سے
یہ فکر تھی کہیں جُود و سخا پہ حرف نہ آئے
بس ایک تارِ گریباں بچا کے رکھا ہے
کہ خوش خرامیِ بادِ صبا پہ حرف نہ آئے
زمیں کا درد گلے سے لگا لیا میں نے
اسی لیئے کہ مئے غم رُبا پہ حرف نہ آئے
لگائی جست تو ماہ و نجُوم چُھو آیا
کہ اب کبھی مرے دستِ رسا پہ حرف نہ آئے
مگر جو آگ لگی ہے تمہارے آنچل میں
اسے ہزار جتن کر کے بھی بُجھا نہ سکا
تمہیں ہنسایا مگر آپ مُسکرا نہ سکا

رشید احمد

"اِس میں کچھ شائبہ خوبیٔ تقدیر بھی تھا"

کہتے ہیں حقیقت افسانے سے زیادہ دلکش اور عجیب ہوتی ہے اور مثل مشہور ہے کہ وقت پُورا نہ ہو تو انسان موت کے مُنہ سے بھی باہر نکل آتا ہے' موت سے بال بال بچنے کے قصّے جگ بیتی کی صُورت میں آپ نے اکثر پڑھے اور سُنے ہوں گے' ایسا ہی ایک کرشمۂ قدرت آج ہمیں بیان کرنا ہے' یہ جگ بیتی نہیں آپ بیتی ہے، یہ کوئی فرضی قصّہ یا افسانہ نہیں جس سے محض لُطفِ داستان اور گرمیٔ محفل مقصود ہو بلکہ ایک سچّا واقعہ ہے جو لقیدِ زمان ومکان پیش کیا جاتا ہے۔

اپریل ۱۹۴۳ء کا ذکر ہے' بارہ بنکی کے ضلع میں ایک آفت مچی ہوئی تھی۔ چند ہی دنوں میں کئی دیہاتی اور چرواہے لقمۂ اجل بن گئے مشہور تھا بڑا زبردست اور خونخوار لکڑ بگھا آیا ہے' کسی نے ٹھیک طرح اسے دیکھا بھی نہ تھا۔ وہ دیہات کے کنارے کے چھوٹے موٹے جنگلوں میں چھپا رہتا اور موقع پاکر آدمیوں پر حملہ آور ہوتا، پولیس اور حکام ضلع نے اُسے مارنے کے لیئے ہرچند کہ بڑے انتظامات کیئے مگر کامیابی نہ ہوئی' جب وہاں اُس کے لیئے زیادہ گھیر گھار ہوئی تو وہ بھیرا واں ضلع رائے بریلی کے علاقہ میں پہنچ گیا جو بارہ بنکی کی جنوبی سرحد سے مِلا ہوا ایک مشہور قصبہ ہے اور تجارتی مرکز ہونے کے علاوہ مقامی پولیس کا ہیڈ کوارٹر بھی ہے' اُن دنوں میں وہاں کا افسر انچارج تھا۔

بارہ بنکی کے بعد اب علاقہ بھیرا واں میں اُس "لکڑ بگھے" کی ہلاکت آفرینی کا دَور شروع ہوا، وہ ڈھاک کے جنگل میں پناہ گزین تھا، حاشیۂ جنگل کے پاس سے گزرنے والوں اور جنگل میں مویشی چَرانے اور کھیت میں کام کرنے والوں پر وہ حملہ آور ہوتا، کبھی رات میں جنگل سے باہر نکل کر قریب کے دیہاتوں میں وہ شب خوں مارتا، کئی چرواہے لقمۂ اجل بن گئے، کئی راہ گیر موت کے گھاٹ اُترے اور کئی بچے سوتی ماؤں کی گود سے چھِن کر ہلاک ہو گئے، غرضیکہ ایک قیامت بَرپا ہو گئی۔ واقعات وحوادث کی رپورٹیں تھانے پر ہوتی رہیں، میں اُس دَوران ایک بڑا اہم مقدمہ عدالتِ سیشن میں پیش کر رہا تھا اور روزانہ صبح رائے بریلی چلا جاتا اور شام کو واپس ہوتا۔ میں نے اپنے ماتحت کئی سب انسپکٹروں کو اس خونخوار درندے کے مارنے پر مامُور کیا تھا جو بڑے لاؤلشکر اور فوجی انتظام کے ساتھ جنگل تک جا کر بخیریت تمام واپس چلے آتے اور روزنامچہ کے صفحات پر داستانِ رستم و سُہراب رقم ہو جاتی۔ ایسے پیہم واقعات نے عوام میں کافی خوف وہراس پیدا کر دیا تھا اور انتظام سرکار پر نکتہ چینیاں ہو رہی تھیں۔

۹ راپریل ۱۹۴۳ء کی صبح خفیف ترشّح ہو جانے سے فضا میں کچھ خُنکی پیدا ہو گئی تھی اور آسمان ابر آلُود تھا۔ میں عدالت سیشن رائے بریلی جانے کے لیئے تیار تھا کہ گاؤں کا ایک چوکیدار بھاگا ہوا تھانے میں داخل ہوا، میں نے پُوچھا خیریت تو ہے' کیسے آیا ہے؟ جواب میں اُس نے اپنی زبان میں کہا کہ "سرکار آج اُو دوئی بلا کا مارِس ہے"۔ (آج بھی اُس نے دو آدمیوں کو مارا ہے)

میں اس وقت چوکیدار کے اس مبہم جواب کو کچھ سمجھ نہ سکا اس کا روئے سخن کس کی جانب ہے، میرے دماغ پر تو اس وقت رائے بریلی والا مقدمہ چھایا ہوا تھا، مزید تصریح پر چوکیدار نے کہا کہ جو بڑا لکڑ بگھا جنگل میں آیا ہے اُس نے آج صبح دو چرواہوں کو مارا ہے۔

اُس وقت میرے ماتحت سب انسپکٹران تھانہ میں موجود تھے، جن کو مخاطب کر کے میں نے کہا کہ اپنی سارگذاریوں کا حشر مُلاحظہ فرمایئے، آپ کا تو دعویٰ تھا کہ آپ کی لشکر کشی سے خائف ہو کر غنیم نے راہِ فرار اختیار کی اور اب اس علاقہ میں اُس کا کوئی خطر باقی نہیں، مگر یہ کیا ہے کہ وہ برابر آپ کے سر پر شب خوں مار رہا ہے، خیر! لیجئے آج سشن رائے بریلی کا مقدمہ چھوڑ کر میں خود اس مُہم پر روانہ ہوتا ہوں، خدا میری مدد فرمائے، محنت و کوشش شرط ہے، خدا کسی کی محنت رائیگاں نہیں کرتا، میں نے رائے بریلی کا عزم ملتوی کر کے وکیل سرکار کو اس امر کی اطلاع بھیجدی اور منشی تھانہ کو حکم دیا کہ جو سپاہی موجود ہوں اُنہیں میرے ہمراہ چلنے کے لیئے فوراً تیار کرے۔ درحقیقت لکڑ بگھے کے شکار کی کوئی اہمیت میری نظر میں نہ تھی اور پھر اپنے نشانہ پر بھی مجھے مغالطہ کی حد تک اعتماد تھا۔ چُناں چہ میں نے مُنشی کو سرکاری اسلحہ نکالنے سے منع کر دیا اور اپنے مُلازم کو آواز دی کہ وہ میری ایک بندوق اُٹھا لائے ملازم میری بارہ بور کی ایک معمولی یکنالی بندوق جو اُوپر ہی رکھی ہوئی تھی اُٹھا لایا ساتھ میں کارتوس کا جو ڈبّہ لایا اس میں چار نمبر کے چھرّے والے کارتوس تھے، وہی جس سے تیتر اور ہریل وغیرہ جیسی چھوٹی چڑیوں کا شکار ہوتا ہے۔ جائزہ لینے پر ڈبّہ میں گولی کا بھی ایک معمولی کارتوس نکل آیا۔ میں نے اسی پر اکتفا کی، اور گولی کا وہی ایک کارتوس اور چار کارتوس چھرّے والے جیب میں ڈال لیئے، یہی یکنالی بندوق اور پانچ کارتوس میری پارٹی کا سارا میگزین تھا

موقعہ مل جائے تو میں پیدل چلنا پسند کرتا ہوں، ایسے موسم میں، میں نے یہی طے کیا کہ پانچ میل کی مسافت جو تھانہ سے جنگل کی تھی چوکیدار اور سپاہیوں کے ساتھ پیدل چل کر قطع کی جائے۔ چوکیدار کے سوا مُنشی نے چار کانسٹبل جو اُس وقت موجود تھے ساتھ کر دیئے جو لاٹھی اور بلّم لیئے ہوئے تھے۔ میرے ماتحت سب انسپکٹر صاحبان نے ساتھ چلنے کے لیئے کہا تو میں نے یہ کہہ کر اُنہیں منع کر دیا کہ آپ لوگ تو اپنا حقِ نمک ادا کر چکے ہیں اب مجھے بھی اپنا فرض ادا کر لینے دیجئے۔ لکڑ بگھا مارنے کے لیئے مجھے کسی فوج کی ضرورت نہیں الختصر چھ آدمیوں کی میری چھوٹی سی پارٹی تھانہ سے جنگل کو پا پیادہ روانہ ہوگئی۔

جنگل کے راستے میں بشن پورنا، کُرمیوں کا ایک گاؤں پڑتا تھا جس میں میوہ لال کُرمی ایک سیدھا سادا نیک آدمی رہتا تھا، جب کبھی وہ اپنی ضروریات سے بازار بچھرواں آتا تھانہ پر بھی مجھ سے ملنے کے لیئے چلا آتا، اُس کی نیکی اور سچائی کی وجہ سے میں اُس کی کافی عزّت اور آؤ بھگت کرتا اور اُس کی بے لوث رائے اور خیالات کی قدر کرتا تھا، میرے اِس برتاؤ اور مان دان کی بناء پر وہ اپنی بے مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی زبان میں اکثر کہا کرتا کہ ایشور نے اُسے اور کسی خدمت کے قابل تو بنایا نہیں البتہ کوئی موقع پڑ جائے تو مجھ پر اپنی جان بھی خوشی سے نثار کرنے کو تیار رہے۔

میں جب اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ بشن پور گاؤں سے گزرا حُسنِ اتفاق سے وہی میوہ لال راستہ کے کنارے ایک کنوئیں پر نہا رہا تھا، ہماری تیز گامی سے اسے خیال گزرا کہ کوئی خاص معرکہ درپیش ہے، اُس نے سلام و بندگی کے بعد مجھ سے پُوچھا کہ خیر تو ہے آج صبح صبح اس تیزی سے آپ پیدل کہاں جا رہے ہیں۔ میں نے میوہ لال سے ماجرا بیان کیا، اُس نے کہا کہ آپ کے ساتھ اس وقت آدمی کم ہیں، جنگل کا واسطہ ہے، نہ معلوم کیا صورت پیش آئے، دل چاہتا ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ میں نے کہا کہ چودھری ہم تمہارے شکر گذار ہیں کہ تمہیں ہمارا اتنا خیال ہے مگر یہ بہت معمولی سا کام ہے تم تکلیف نہ کرو اور اپنے گھر کے کام انجام دو، لکڑ بگھا مارنے کو کہیں فوج کی ضرورت ہوتی ہے؟ مگر میوہ لال کسی طرح نہ مانا اور میرے ساتھ چلنے کے لیئے اس مُستعدی سے تیار ہو گیا کہ خود اپنے گھر تک جانا گوارہ نہ کیا اور ایک لڑکے کو گھر بھیجکر اپنی لاٹھی منگوالی، میری پارٹی میں اب وہ ساتواں آدمی تھا۔

القصہ ہماری یہ مختصر جماعت آگے بڑھی اور حاشیۂ جنگل پر پہنچی، جہاں آج صبح لکڑ بگھے نے آدمیوں کو مارا تھا۔ وہ ڈھاک کا ایک معمولی جنگل تھا۔ کوئی میل بھر لمبا اور آدھا میل چوڑا، جنگل کے کنارے ایک مقام پر چوکیدار نے دکھایا زمین پر کافی خون پڑا ہوا تھا اور کشمکش ہونے کے نشانات تھے، کہا کہ اسی جگہ لکڑ بگھے نے آج صبح چرواہوں کو مارا ہے اور مار کر اسی جنگل میں گھس گیا ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ سب آدمیوں کا ایک ساتھ رہ کر جنگل میں لکڑ بگھے کو تلاش کرنا بے سُود ہوگا۔ ہم لوگ جدھر جائیں گے جانور ہمارا راستہ کاٹ کر دوسری طرف چلتا رہے گا۔ ہمراہیان سے کہا کہ سب لوگ منتشر ہو کر جنگل کی چوڑان میں پھیل کر ایک لائن قائم کر لیں اور بتدریج اسطرح آگے بڑھیں کہ جنگل کا پُورا ہکوا ہو جائے۔

سپاہیوں نے بڑی مستعدی سے اس تجویز کا خیر مقدم کیا، شاید وہ اس وجہ سے خوش تھے کہ اسطرح کم از کم اُنہیں بیڑی اور سگریٹ پینے کی تو آزادی

ہوگئی، وہ مجھ سے جدا ہو کر جنگل میں منتشر ہو گئے۔ صرف میوہ لال کُرمی اصرار کر کے میرے ساتھ رہ گیا۔ میں اُس کے ساتھ جنگل میں آگے بڑھا، بھری ہوئی بندوق میرے کندھے پر تھی، جس میں گولی کا وہی واحد کارتوس لگا ہوا تھا جنگل کے آغاز میں اُونچی اُونچی گھاس، سانٹے دار جھاڑیاں اور ڈھاک کے درخت تھے، جن کے جھاڑ دار سبز پتوں کے چھدرے چھدرے سائے میں روشنی اور تاریکی کچھ اسطرح بہم آمیز تھی کہ نگاہ مشکل سے کسی چیز پر جمتی تھی۔ میرے لئے یہ ماحول بالکل نیا اور اجنبی تھا، البتہ میوہ لال اس سے پوری طرح آشنا و روا تف تھا ہمیں چلتے ہوئے مشکل سے ابھی پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ ایک مقام پر دفعتاً میوہ لال جھجکا اور انتہائی خوف و سراسیمگی کی حالت میں یکبارگی میرے شانے سے چمٹ گیا۔

اُس کے خوف و بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ مُنہ سے بات نہ نکلتی تھی، مُنہ پھیلا ہوا، آنکھیں اُبل کر باہر نکلی پڑتیں، گلے سے ایک خوفناک قسم کی خرخراہٹ کے ساتھ صرف "خے۔ خے" کی صدا نکلتی۔ وہ اپنے بہیے کو میری پیٹھ سے چھپائے ہاتھ سے سامنے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ جسے میں نے منظرہ کا سگنل سمجھ کر اس کے اشارہ کی سمت و اطراف میں بغور دیکھنے کی کوشش کی مگر سبزہ جھاڑیوں اور درختوں کے سایہ کی ملگجی دُھوپ چھاؤں میں مجھے وہاں کوئی خطرناک شئے مُطلق نظر نہ آئی، میں سخت حیران کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے اور میوہ لال سے برابر یہی کہتا کہ چودھری ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا، بتاؤ تو کیا چیز ہے، اور کہاں ہے؟ مگر بدحواسی میں میوہ لال کی زبان نے یاوری نہ کی۔ انتہائی خوف کے عالم میں اکثر انسان کی زبان گُنگ ہو جاتی ہے، میوہ لال میری پشت سے بالکل چمٹا ہوا مارے دہشت کے خود لرز رہا تھا اور اس نے مجھے بھی لرزہ براندام کر دیا تھا، کوشش کے باوجود مجھے وہاں کوئی بھی خطرے کی چیز نظر نہ آئی۔ نئی اور نامانوس جگہ انسان کو اکثر نظر کا دھوکہ ہو جاتا ہے۔

واقعہ دراصل یہ تھا کہ لکڑ بگھے کے بجائے وہاں ایک نہایت قدآور خونخوار شیر چند قدم پر ایک درخت کے سایہ میں اپنے صبح کے شکار سے خوب شکم سیر ہو کر زمین پر پڑا سو رہا تھا، اُونچی گھاس اور گھنے درخت کے سایہ میں اُس کا رنگ کچھ اسطرح مل گیا تھا کہ میں بالکل امتیاز نہ کر سکا حتیٰ کہ میوہ لال کی اس اضطراری حرکت اور خرخراہٹ اور میری پُوچھ گچھ کی آواز نے شیر کو اُس کے خوابِ گراں سے بیدار کر دیا۔ شیر خواب سے بیدار ہو کر ایک طویل انگڑائی کے ساتھ جو اُٹھ کر کھڑا ہوا تو پھر نظر کے سامنے شیر کے پیکر میں بس قضائے کھڑی تھی، کسے مجال تھی کہ اب بھی وہ شیر کو نہ دیکھے یا میوہ لال سے پوچھے کہ وہ کیوں کانپ رہا ہے، کیوں لرز رہا ہے۔

عالم یہ ہے کہ جنگل کا بادشاہ اپنی پُوری ہیبت و جلال کے ساتھ سامنے کھڑا قہر آلود نگاہوں سے گھُور رہا ہے۔ وہی شیر! جس کے شکار کیلئے بڑے اہتمام ہوتے ہیں، بڑی صف آرائیاں کی جاتی ہیں، ہاتھی، گھوڑے، طبل نقارہ اور مشعل بردار جنگل کے گھیرے میں آگے آگے ہوتے ہیں، اُونچے درختوں پر شکاریوں کے مچان بندھتے ہیں، قیمتی رائفلیں ہوتی ہیں، پھر بھی اکثر حاصل شکار یہی سُنا گیا ہے کہ شاہ نیستاں کی محض ہیبت و گرج سے اکثر صاحبان ذوی الاقتدار کی رائفل ہاتھ کی گرفت سے آزاد ہو کر زمین بوس ہوگئی۔

شیر کی یہ ایک فطری خصوصیت ہے کہ عالم غیض میں جب وہ اپنے شکار کی طرف دیکھتا ہے تو پھر اُس کی نگاہ نہیں جھپکتی، وہ گھُورتا ہے اور ٹکٹکی باندھے گھُورتا ہی رہتا ہے تاآں کہ وہ ایک جست میں اپنے حریف پر ٹوٹ کر اُسے لقمۂ اجل نہ بنا لے، دوسری خصوصیت اُس کی یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ شکاری کا پہلا نشانہ کارگر نہ ہوا یا خالی گیا، یعنی بندوق کی پہلی گولی نے شیر کو موت کی آغوش میں نہ سُلا دیا اور اُس میں ذرا بھی تابِ مقاومت باقی رہی تو پھر زخمی شیر سے بڑھ کر خطرناک دُشمن دنیا میں اور کوئی نہیں، وہ زخمی ہوتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اُس موقعہ پر پہنچ جاتا ہے جہاں سے اُس پر فائر کیا جائے اور پھر اُس جگہ انسان، جانور، درخت یا پتھر جو شئے بھی زد پر مل جائے اُسے مٹانے اور تہس نہس کرنے میں اپنا پُورا جوشِ انتقام ختم کر دیتا ہے، چاہے اُسی جگہ وہ خود بھی اپنا دم توڑ دے۔

اب نقشہ یہ ہے! شیر محض چند قدم پر خونخوار نگاہوں سے مجھے گھُورتے ہوئے قریب ہے کہ آنِ واحد میں مجھ پر ٹوٹ کر میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ موت و حیات کی باہمی کشمکش کا یہ وہ پُر ہیبت نظارہ ہے جس کی تاب لانا عام انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ میری پُشت سے میوہ لال چمٹا ہوا ہے میں اُس کی گرفت میں شیر کے سامنے مبہوت و بدحواس کھڑا تھر تھر کانپ رہا ہوں ہاتھ میں بندوق ہے جس میں گولی کا واحد ہی کارتوس ہے، خوف و ہراس کی ندامت کا وہی عالم ہے جب انسان کی رگوں میں خُون منجمد ہو جاتا ہے اور اعضاء و جوارح اپنا وظیفہ طبعی چھوڑ دیتے ہیں۔ مثل مشہور ہے، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے، میں نے یہ سوچ کر کہ مرنا برحق ہے مگر انسان کو مردانہ وار مرنا چاہیئے، عین اس عالم میں کہ شیر جست کر کے مجھ پر آ رہا ہے فوراً اُس پر اپنے کانپتے ہاتھوں سے فائر کر ہی دیا۔ بندوق کی آواز کے ساتھ شیر یکبارگی اسطرح گرجا کہ اُس کی مُہیب گرج سے جنگل کی زمین اور گرد و پیش

کی ساری فضا دَہل گئی، شیر زخمی ہو چکا تھا!۔ مگر بدقسمتی سے گولی بے موقع لگی تھی!! نتیجہ یہ تھا کہ زخمی شیر انتہائی غضبناک حالت میں جست کر کے میرے سر پر آپہنچا، اور اپنے خونخوار پنجوں سے مجھ پر دو ہتھڑ چھاپہ مارا، قدرت خداوندی سے شیر کے پنجے میرے بجائے میوہ لال کی پُشت میں پیوست ہو گئے جو مجھ سے بالکل لپٹا ہوا اور آویزاں کھڑا تھا، شیر نے گھسیٹ کر اُسے چیر پھاڑ ڈالا، اُس کی آنتیں پیٹ سے نکل کر باہر جا پڑیں اور زخموں سے خُون کے فوارے چھُوٹنے لگے، شیر انتہائے غضب سے اندھا ہو کر وہی خُون پی رہا تھا۔

اس قہر کے نزول اور اس نظّارۂ خُونیں کے بعد انسان کے حواس خمسہ کا قیام قدرت کی معجز نمائی کے سوا اور کیا کہئے، شیر میرے پیروں کے پاس میوہ لال کو بھنبھوڑ رہا ہے، میرے پاس اب صرف چار نمبر کے چھرّے والے کارتوس باقی ہیں، میں نے اسی عالمِ اضطرار میں، مگا ایک کارتوس لگا کر شیر کے سَر کو نشانہ بناتے ہوئے دوسرا فائر کر دیا، بندوق کی نال شیر کے سر سے ملی ہوئی تھی، چھرّے کا یہ معمولی کارتوس لیتھل بُلٹ سے بھی زیادہ مُہلک اور کارگر ثابت ہوا، جس سے شیر کی کھوپڑی اُڑ گئی، ایک طرف زمین پر شیر پڑا، دوسری طرف میوہ لال کی تڑپتی ہوئی لاش۔ زمین پر گرنے کے بعد بھی شیر کے جسم میں اعضا شکنی کی طرح کا ایک خفیف تشنج پیدا ہوا اور دُم میں اینٹھن کے ساتھ کچھ حرکت سی ہوئی۔ شاید یہ اُس کی آخری گھڑی تھی۔ میں نے اسی عالم میں ایک تیسرا فائر اُس پر اور کر دیا، اور اس مرحلۂ خُونیں کے سَر ہونے تک میں اس مُہیب نظارہ کی تاب نہ لا سکا اور بیہوش ہو کر شیر اور میوہ لال کی لاش کے درمیان گر پڑا۔

میرے دیگر ہمراہاں کا کہیں پتہ نہ تھا، نہ معلوم کتنی دیر کے بعد شیر کے بالکل مُردہ ہونے کا یقین و اطمینان کر کے وہ موقعہ پر آئے اور میرے مُنہ پر پانی کے چھینٹے دے کر مجھے ہوش میں لائے۔ شیر ہلاک ہو چکا تھا میوہ لال نے اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا عملی ثبوت دے دیا تھا۔ یہ امر واقعہ تھا کہ اگر اُس روز میوہ لال میرے ساتھ نہ ہوتا اور قدرت نے اُس کو میری سپر نہ بنا دیا ہوتا تو یقیناً میرا وہی حشر و انجام ہوتا جو بدنصیب میوہ لال کا ہوا۔

میں نے اسی دن میوہ لال اور شیر کی لاش کو ذریعہ موٹر رائے بریلی لے جا کر اپنے ڈپٹی کمشنر مسٹر ایم۔ ایس۔ رندھوا (آئی۔ سی۔ ایس) اور سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر ایس۔ ایف۔ بلیو کے سامنے پیش کیا۔ کچہری رائے بریلی میں ایک نمائش لگ گئی۔ سارا ماجرا بیان کر کے میں نے مسٹر رندھوا سے میوہ لال کی بیوہ اور بچوں کی پرورش کے لئے عطائے پنشن کی پُرزور سفارش کی، جسے گورنمنٹ نے منظور کیا! اور مجھے بھی انعام و اکرام سے سرفراز کیا گیا۔

⁂ ⁂ ⁂

دھوکے سے مئے میں زہر پلایا رقیب نے
لیکن وہ میری خوبیٔ قسمت سے بچ گئی

(رفیق حیدرآبادی)

شمس الدین تاباںؔ

غزل

قبول ان کو اگر یہ فتنہ خیزی محشر آرائی
سر آنکھوں پر میرے ہر اعتراضِ ناشکیبائی
طلب کی فطرتِ نیاض نے تکمیل فرمائی
میری قسمت میں غم اُن کے مقدر میں خوشی آئی
تمہارے حُسن کی رونق اگر گُلشن بہ گُلشن ہے
خطا پوشِ بیاباں ہے میرا دامانِ رُسوائی
ہمارے قہقہوں میں ہچکیوں کا درد پا جاتے
اگر تم نے سُنی ہوتی کبھی خاموش گویائی
تیرے رخسار و گیسو کے تصور میں یہ عالم ہے
میری دُنیا میں اک مُدت سے دن نکلا نہ رات آئی
بہاروں کی مسرت کسقدر معصوم دھوکہ ہے
مجھے رونے سے بڑھ کر خندۂ گُل پر ہنسی آئی
وفورِ شوق و ذوقِ جُستجو جب ہو گئے رخصت
تمہیں اے حضرتِ تاباںؔ سمجھ آئی تو کب آئی

غیاث صدیقی

موت سے

تُو مرے پاس چلی آئی ہے
تیرہ و تار فضائیں لے کر
تو مرے فن سے مرے عشق سے ناواقف ہے
تیری آنکھوں میں تو مجبور کھٹکتے رہے
صرف مجبور
جو انسان تو ہوتے ہیں ضرور
جن کی صحبت کے چراغوں کو شبستانوں کی زینت بن کر
روز جلنا ہی پڑا
جن کے لب ایک زمانے سے تکلم کے لئے
بس ترستے ہی رہے
جن کے ہونٹوں پہ اُبھارے ہیں کسی ظالم نے
سونے چاندی کے دہکتے ہوئے سکوں سے نقوش
جن کی آنکھوں کو اجازت ہی نہیں
محفلِ عیش و مسرت کے مناظر دیکھیں
جن کے ہاتھوں میں یہ قدرت ہی نہیں
مرمریں جسم کو ڈرتے ڈرتے
ایک لمحے کے لئے
آگ یا ناگ سمجھ کر چھو لیں
جن کے ہاتھوں میں ترے زہر کے پیمانے ہیں
جن کے ہونٹوں پہ ترے جور کے افسانے ہیں
دشمنِ جان و وفا ! دشمنِ عظمتِ فن !
تو مرے پاس چلی آئی ہے
تیرہ و تار فضائیں لے کر
تو مرے فن سے مرے عشق سے ناواقف ہے
یہ مرا فن، مرے جمہور کے دل کی دھڑکن
یہ مرا فن ہے کہ بل کھائی ہوئی ہے ناگن
جس کو سینے سے لگایا تو بنی زلفِ حیات
جس کا کاٹا نہ جیا ظلم کے ایوانوں میں
جس کا سودا نہ ہوا تیرے شبستانوں میں

ایس۔ رامیسٹ

حیدرآباد کا سالارجنگ میوزیم نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک بھی کافی شہرت رکھتا ہے۔ دوسرے عجائب گھروں کے برخلاف، جو کئی برسوں میں مختلف ذریعوں سے قدیم نوادرات جمع کرکے بڑھے ہیں، سالارجنگ میوزیم صرف ایک خاندان نواب سالارجنگ بہادر کے نوادرات کا مجموعہ ہے۔ جو سیاح حیدرآباد آتے ہیں وہ اس میوزیم کو ضرور دیکھتے ہیں۔ اس میوزیم کے نوادرات کے پیش نظر اب حکومت ہند نے اسے جنوبی ہند کے نیشنل میوزیم کے طور پر حاصل کرلیا ہے۔ اس کا انتظام ایک خود مختار اور آزاد ادارے، سالارجنگ میوزیم بورڈ کی جانب سے کیا جارہا ہے جو پارلیمنٹ کے قانون کے تحت قائم کیا گیا ہے اور جس کے صدرنشین گورنر آندھراپردیش ہیں۔

مرحوم نواب سالارجنگ کے خاندان کی تاریخ :

مرحوم نواب سالارجنگ بہادر، جن کا نام نواب یوسف علی خان تھا ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ اویس قرنیؒ سے جا ملتا ہے

عظیم فرہنگ نویس الجوہری کے مطابق قرن وہ مقام ہے جہاں نجد کے باشندے (حاجی کا لباس) احرام پہن لیتے ہیں۔ لیکن سمادی کے مطابق جیسا کہ کتاب الانسب میں صفحہ ۴۴۹ پر ذکر کیا گیا ہے، قرن کسی مقام کا نام نہیں بلکہ ایک لقب ہے۔

البتہ شیخ فریدالدین عطار کے تذکرۃ الاولیا اور تاریخ روضۃ الصفا میں بیان کیا گیا ہے کہ قرن، یمن کا ایک موضع تھا جس کی اصل بندرگاہ عدن تھا وہ اس خیال کی بھی تائید کرتے ہیں کہ یہ وہ خطاب ہوسکتا ہے جو قبیلہ کے سردار کو دیا گیا تھا۔

غرضیکہ صحیح صورت حال کچھ ہی کیوں نہ ہو، یہ فرض کرلینا نامناسب نہیں کہ قرن نام کا موضع کسی زمانے میں یمن میں موجود تھا، ساتھ ہی اس خیال کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ قرن' قبیلے کے سردار کا خطاب ہوگا۔ جب چوتھے خلیفہ حضرت علی ابن طالبؓ کسی مہم پر سفیانؓ جارہے تھے تو حضرت اویسؒ بھی ان کی فوج میں شریک ہوگئے۔ اس کے بعد جو جنگ ہوئی اس میں وہ مارے گئے اور شہادت کا درجہ پایا۔

ماثرالامرا، اور دوسری مستند تواریخ مثلاً حدیقۃ العالم اور نظام الانساب میں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اویسؒ کے خلاف میں دو شیخ اور بھی تھے جو ــــ شیخ اویس دوم اور شیخ اویس سوم کے نام سے مشہور ہیں۔ ۱۶۵۶ء میں شیخ اویس سوم مدینہ سے ہندوستان چلے آئے اور کونکن کے ساحل پر پہنچے۔ اس کے بعد وہ

لہ لے اسٹرینج اپنی کتاب "مشرقی خلیفاؤں کی سرزمین" میں لکھتا ہے کہ فرات کے مشرقی کنارے پر، رقاح کے روبرو اور اوپر مشہور و معروف مقام سفیان واقع ہے جہاں دو خلیفاؤں ماویہؓ اور حضرت علیؓ کے طرفداروں میں جنگ ہوئی تھی۔

علی عادل شاہ دوم کے عہد میں دربار بیجا پور پہنچے۔

شاہ نے ان کی بڑی عزت کی اور ان کے فرزند محمد علی کو دبیری کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کیا۔ ان کے بیٹے محمد باقر کو میر سامانی کا عہدہ دیا گیا۔ اس عہدے پر وہ سکندر عادل شاہ کے عہد تک فائز رہے۔ لیکن ان کے وزیر مصطفےٰ خان سے کسی مسئلے میں اختلاف رائے ہو گیا جس کی وجہ سے انہوں نے استعفیٰ پیش کر دیا اور دہلی چلے گئے۔ جہاں اُنہوں نے مغل شہنشاہ اورنگ زیب کے سایہ عاطفت میں پناہ لی۔ اورنگ زیب نے انہیں منصب دو ہزاری عطا کیا۔ لیکن شمالی ہند کی آب و ہوا انہیں راس نہ آئی۔ لہٰذا شہنشاہ نے خود ان کی خواہش پر انہیں سفیر کی حیثیت سے بیجاپور اور احمد نگر روانہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے اس عہدہ سے بھی استعفیٰ دے دیا اور اورنگ آباد جا کر بس گئے اور اپنی جاگیر کی آمدنی پر گذارہ کرنے لگے۔

اورنگ زیب نے ان کے لڑکے شیخ محمد تقی کو بھی منصب عطا کی۔ فرخ سیر کے عہد میں انہیں داروغہ جزیہ بنا دیا گیا۔ آصف جاہ اوّل کے عہد حکومت میں انہیں دکن کے تمام قلعوں کا نگران بنا دیا گیا۔ ان کے لڑکے شمس الدین کو پہلے پہل ہاتھیوں کے اصطبل کا نگران عہدہ دار بنایا گیا لیکن جلد ہی وہ اپنی قابلیت اور اہلیت کی بنا پر عرض بیگی بنا دیا گیا۔ ان کی وفادارانہ خدمات کے پیش نظر آصف جاہ نے انہیں شیر جنگ، منیر الدولہ اور منیر الملک کے خطابات سے سرفراز فرمایا۔ ان کے فرزند محمد صفدر خان جن کا خطاب غیور جنگ تھا، صلابت جنگ کے عہد حکومت میں کوتوال تھے اور انہیں ان کی شاندار خدمات کے عوض خانِ خاناں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا۔ ان کے دوسرے لڑکے علی زمان خان علم و ادب کے بہت بڑے سرپرست تھے۔ آصفجاہ دوم نے انہیں ان کے دادا کے خطاب منیر الدولہ منیر الملک سے سرفراز فرمایا اور اس کے علاوہ انہیں امیر الامرا کے خطاب جلیلہ سے بھی سرفراز فرمایا۔ جب وزیر اعظم ارسطو جاہ کسی مُہم کے سلسلے میں پُونا گئے تو آصف جاہ نے نظم و نسق منیر الملک کے حوالے کر دیا جنہوں نے اپنے فرائض بڑی عمدگی سے انجام دیئے۔ انہوں نے نفیسہ بیگم سے شادی کی۔ نفیسہ بیگم میر عالم بہادر کی صاحبزادی تھیں۔ میر عالم بہادر جو دوستخا اور فلاحی کاموں کے لیئے دکن کی تاریخ میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں نفیسہ بیگم کی وفات کے بعد انہوں نے میر عالم کی ہی ایک اور صاحبزادی سے شادی کی جن کا نام صاحبہ بیگم تھا۔ ان کے بطن سے نواب میر محمد علی خان پیدا ہوئے جو مرحوم نواب سالار جنگ کے پَرداداتھے۔ میر عالم کی وفات کے بعد علی زماں خان کو دکن کا وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ وہ (۲۵) برس تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

ان کے لڑکے میر محمد علی خان جن کا خطاب سالار جنگ شجاع الدولہ تھا ۲۵ برس کی عمر میں عین عالم شباب میں انتقال کر گئے۔ ان کے لڑکے تراب علی خان کی پرورش ان کے دادا علی زمان خاں نے کی۔ نواب نصیر الدولہ کے عہد میں انہیں ریاست کا وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ اس وقت وہ عین عنفوان شباب میں تھے۔ اس دَور میں جب کہ انتشار اور افراتفری کا دَور دَورہ تھا انہوں نے نظم و نسق میں کئی اصلاحات نافذ کیں۔ وہ نواب افضل الدولہ کے دورِ حکومت میں بھی بدستور وزیر اعظم رہے۔ اور نواب میر محبوب علی خان کے زمانے میں بھی کچھ عرصہ وزیر اعظم رہے۔ ان کا بڑا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے لڑکے لائق علیخان اور ان کے پوتے مرحوم نواب سالار جنگ بہادر، ریاست حیدرآباد کے وزیر اعظم بنائے گئے۔

یہ ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ نواب غیور جنگ' نے جو مرحوم نواب سالار جنگ کے اجداد میں سے تھے' خیر النسأ بیگم سے شادی کر لی تھی، جو درگاہ قلی خان کی صاحبزادی تھیں جن کا خطاب سالار جنگ تھا۔ نادر شاہ کے حملے کے وقت درگاہ قلی خان' آصف جاہ اول کے ساتھ دہلی گئے تھے ان کے لڑکے نواب انعام علی خان کو بھی سالار جنگ کا خطاب تھا۔ اسطرح مرحوم نواب یوسف علی خان سالار جنگ ششم تھے کیونکہ ان سے پہلے' بشمول درگاہ قلی خاں اور ان کے بیٹے انعام قلی خاں' ان کے خاندان کے چار ارکان تھے جنہیں سالار جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا جیساکہ ان کے شجرۂ نسب سے ظاہر ہے۔ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ میر عالم کی وفات کے بعد ان کے داماد نواب علی زمان خان جو مرحوم نواب یوسف علی خان کے پَرداداتھے' حیدرآباد کے وزیر اعظم مقرر ہوئے جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے اور اس وقت سے وزیر اعظم کا منصب اس خاندان میں باپ سے بیٹے کو متواتر منتقل ہوتا رہا۔ اس طرح یہ صاف ظاہر ہے کہ سالار جنگ کا خطاب اور وزارت عظمیٰ کا عہدہ ان کے خاندان میں ننھیال کی طرف سے آیا ہے۔

مختصراً یہ کہ مرحوم نوابؑ سالار جنگ کے شجرۂ نسب کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوگا کہ ان کے خاندان کے ارکان نے دکن کی تاریخ میں ایک اہم فریضہ ادا کیا اور اپنی روشن خیالی اور شاندار خدمات کے ذریعہ اس ملک کی تقدیر بنانے میں حصہ لیا۔ مرحوم نواب سالار جنگ بہادر کا شجرہ نیچے دیا جاتا ہے:

میوزیم کی ابتدا اور ترقی :

نواب سالار جنگ آرٹ کے ایک بہت بڑے مدّاح ، شائق اور نقادؔ تھے اور وہ کسی بھی آرٹ کو پرکھنے میں یدِطُولیٰ رکھتے تھے ۔ ان کی بڑی خواہش تھی کہ دُنیا بھر کے آرٹ کی تمام قیمتی اشیاء کو حیدرآباد میں یکجا کیا جائے جو ایک علمی وفنّی مرکز اور معلومات کے ذخیرے کا کام دے سکے ۔ اس مقصد کے پیشِ نظر انہوں نے تاریخی اور جمالیاتی اہمیت کے نوادر کی خریدی میں، روپیہ پیسہ خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا ۔ ان کی تمنا تھی کہ وہ قیمتی نوادر کو حیدرآباد میں ایک میوزیم میں یکجا کریں اور دُنیا بھر کے اہلِ علم کے استفادہ کے لئے مناسب طریقے پر ان کی نمایش کریں ۔ اسطرح سالار جنگ میوزیم اصل میں نواب یوسف علی خان سالار جنگ ششم کی ذاتی کوششوں ہی کا مرہُونِ منّت ہے اگرچہ اس میوزیم میں اس خاندان کا بھی تمام قیمتی ساز وسامان شامل ہے ۔ بدقسمتی سے نواب صاحب ۱۹۴۹ء میں انتقال کر گئے : ان کا خواب ادھُورا ہی رہا ۔ لیکن شری ایم ۔ کے ۔ ویلوڈی آئی ۔ سی ۔ ایس کی کوششوں

ل بدولت جو اس وقت سابق ریاست حیدرآباد کے چیف منسٹر تھے، ایک اسٹیٹ لیٹی قائم کی گئی جس کے صدرنشین نواب مہدی نواز جنگ (حال گورنر گجرات) ائے گئے۔ قوم نواب صاحب کی مشکور رہے جنہوں نے اس وسیع اسٹیٹ کی تنظیم بدید کی اور اسے ترقی دی اور قدیم نوادر کو محفوظ کرالیا۔ یہ بیش بہا اور نایاب شیا ر مختلف مقامات پر کئی کمروں میں منتشر حالات میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس لیٹی نے انہیں ترتیب دینے کے لیئے شری جی وینکٹ چلم کو دعوت دی۔

یہ میوزیم دیوان دیوڑھی میں جو مرحوم نواب کی ایک قدیم دیوڑھی ہے اور و مغلیہ طرز تعمیر کا نمونہ ہے اور متصلہ جدید عمارات میں جو نیا مکان کہلاتی ہیں ترتیب دیا گیا ہے۔ ان عمارات کی ضروری تعمیر و ترمیم کی گئی اور چین، جاپان، ایران، ترکی برما، ہندوستان وغیرہ کے نوادر کو قرینہ سے سجایا گیا ہے۔

سالار جنگ میوزیم کے شعبے

(الف) مشرقی نوادرات کا شعبہ:

میوزیم کا مشرقی نوادر کا شعبہ کوئی تیس (۳۰) چھوٹے کمروں میں قائم ہے اس شعبے میں بیدری ظروف، تبتی دھاتی اشیاً، ملابار اور مدھورا کی لکڑی کی مصنوعات، جنوبی ہند کے کانسے کی مصنوعات اور چینی اشیاً، جاپانی لاک کے ظروف ایرانی قالین، کشمیری شالوں، سونے کے دھاگے کے کام کی مسند، راجپوت اور دکنی مصوری کے نمونوں اور جدید ہندوستانی فنکاروں کے دوسرے کاموں کی نمائش کی گئی ہے۔ ہندوستانی نوادر کے شعبہ میں آرٹ کے بعض نادر نمونے ملتے ہیں مثلاً زمرد اور یاقوت جڑا ہوا ایک خنجر جو کسی زمانے میں نورجہاں کے قبضے میں تھا جہانگیر کا خنجر جو ہیروں، یاقوت اور زمرد سے مزین ہے۔ شاہجہاں کی کٹار، اورنگ زیب کا خنجر جس کا دستہ جیڈ پتھر (Jade Stone) کا ہے اس پر حسب ذیل فارسی شعر کندہ ہے۔

شد کلید ممالک از تقدیر ✤ خنجر بادشاہ عالمگیر

تانا شاہ کی جواہرات سے آراستہ تلوار، یاقوت سے منور کیا ہوا قرآن جس میں بعض سطور، جہانگیر اور شاہجہاں کی لکھی ہوئی ہیں۔ بہزاد کے شاہکار عماد کی خطاطی، مغلیہ دور کی نفیس مصنوعات جن وہ صراحی بھی شامل ہے جو جہانگیر کے استعمال میں تھی۔ اس کے علاوہ جیڈ کے بعض نادر نمونے بھی ہیں۔ ایرانی اور ریشمی قالینوں اور غالیچوں کا بہترین انتخاب کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض سونے کے دھاگے سے بنے ہوئے ہیں۔ سونے کی مسند، سونے کا ایک شاندار پرچم جس کی لمبائی ۲۴ فٹ ہے۔ اور ہاتھی دانت کے کام کی ایک ودی، یہ چیزیں ایسی ہیں جنہیں دیکھ کر لوگ ششدر رہ جاتے ہیں۔ دکنی اشیاء کے کمرے میں — نظام علی خاں کے شکار کے دو مناظر بھی دکھلائے گئے ہیں جو ان کے درباری مصور کے۔ وینکٹ چلم کے بنائے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض قدیم بیدری ظروف نرمل اور بیگن پلی کے لاک کے کام کے فرنیچر اور پردے اور ورنگل کی دریوں کا جوڑا قابل ذکر ہیں۔

ڈچ کے زمانے کی قدیم کرسیاں، اخروٹ کے چھلکوں کی تپائیاں، ..... کرسیاں اور پردے نہایت خوبصورتی سے سجائے گئے ہیں۔

ایک کمرہ برما کی لکڑی کی منبت کاری، ترکی، مصر اور ہندوستان کے جڑاؤ کام کے فرنیچر مشرقی ممالک کے محیر العقول نمونوں کے لیئے وقف کیا گیا ہے۔

گراؤنڈ فلور پر چھوٹے آئینہ خانے میں رنگ برنگ شمع دان ہیں۔ بڑے آئینہ خانے میں اطالوی سنگِ مرمر کے نوادر ہیں اور بن زونی کا مجسمہ — "نقاب پوش ربیاکا" (مورخہ ۱۸۷۶ء) اطالوی آرٹ کا شاہکار ہے سفید شمع دانوں سے اس ہال کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ ایک اور اطالوی مجسمہ، شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے جو آرٹ اور برہمنی بُت تراشی کے طالب علم کے لیئے نہایت اہم ہو سکتا ہے کیونکہ اس سے اردھا نرسوارا کی یاد تازہ ہوتی ہے جو شیو اور پاردتی کا ایک ملا جلا مجسمہ ہے۔

(ب) جنوبی ہندوستان کے کانسے کے مجسمے:

میوزیم میں جنوبی ہندوستان کے بھی کچھ کانسے کے مجسمے ہیں۔ مثلاً گنیش، بال کرشنا، شیو و پاردتی، وشنو لکشمی وغیرہ کے مجسمے۔ سوماس کند اور نٹ راجہ کے دو نفیس مجسمے بھی ہیں۔ سوماس کند مورتی میں بھگوان شیو، کو کرسی کے دائیں بازو بیٹھا ہوا دکھلایا گیا ہے اور دیوی اوما کو بائیں جانب۔ اسکنداکو، ان لافانی والدین کے درمیان ایک چھوٹے بچے کی شکل میں بتایا گیا ہے۔ سوماس کند مورتی کو اس طرح بتانے کا طریقہ پلاوا دور کے فن سنگ تراشی اور قرونِ وسطی کے مجسموں میں عام طور پر رائج ہے۔ نٹ راجہ کا کانسے کا مجسمہ جو ۱۲ ویں۔ ۱۴ ویں صدی عیسوی کا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں بھگوان شیو کو تانڈوا مورتی کی حیثیت سے دائمی رقص کرتے تبلایا گیا ہے۔ ان کے بالوں کے گچھے ہوا میں لہرا رہے ہیں ان کے کئی ہاتھوں میں مختلف چیزیں مثلاً ڈمروک اور سانپ وغیرہ تبائے گئے ہیں۔ بھگوان شیو کو دیونی اپاسمارا کی پشت پر رقص کرتے تبلایا گیا ہے۔ اس طرح ظلمت اور فریب کے مقابلے میں نور اور صداقت کی فتح تبلائی گئی ہے۔ بھگوان شیو کے پاؤں "کنچی تاپڑا" انداز میں تبلائے

گئے ہیں اور وہ اپنی ایک انگلی سے اپنے پاؤں کی طرف جو اُوپر کو اُٹھا ہوا ہے، اشارہ کر رہے ہیں گویا معتقدین پر یہ واضح کیا جارہا ہے کہ گیان دھیان اور اپنے آپ کو بھگوان کے قدموں میں ڈال دینا ہی نجات کا راستہ ہے۔

(ج) تصاویر کی گیلری :

جدید اور عصری آرٹ کے نمونے بھی دل کھول کر جمع کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں مشہور آرٹسٹوں مثلاً چغتائی، ڈی۔ پی۔ رائے چودھری، ٹیگور برادران اور سارد اائل وغیرہ کی تصاویر بتلائی گئی ہیں جنہوں نے بیلک پربدھ مت کا موضوع پینٹ کیا ہے۔ سوکمار دیوسکر نے گولکنڈہ اور بیجا پور کے بادشاہوں کی کامیابیاں اُتاری ہیں اس کے علاوہ بعض دوسرے جدید آرٹسٹوں کی تصاویر دلچسپ ہیں۔ تصاویر کی گیلری میں مغلوں کی چھوٹی تصاویر، مشہور آرٹسٹ بہزاد کی چینی سیاہی میں ڈرائنگ، ہاتھی دانت پر اورنگ زیب کی تصویر اور مغل شہزادوں اور شہزادیوں کی تصاویر شامل ہیں۔

(د) چینی جاپانی نوادرات :

میوزیم کے مشرقی حصے کی پہلی منزل پر دو بڑے کروں میں چینی جاپانی نوادرات رکھے گئے ہیں ان میں حسبِ ذیل اشیا شامل ہیں :

جاپان کا لکو فرنیچر، ریشمی کشیدہ کاری اور سوئی کا کام۔

اس شعبے میں اہم چیزیں یہ ہیں :

دُو بگوڈا، ہاتھی دانت کا نقش و نگار، روغنی کام کی الماریاں، صندوقچے، کا زرکی الماریاں، جڑاؤ کے کام کے اسکرین، سڈسیوما کے بعض قدیم برتن جو دودھیا رنگ کے ہیں۔ ایک درجن سوئی کے کام کی تصاویر اور ہاتھی دانت کی نیاموں میں سمورائی تلواریں۔ چینی نوادرات کے کمرے میں چینی مٹی کے خوبصورت ظروف اور ہاتھی دانت کے کام کی اشیاء ہیں جو منگ دور کی ہیں اس کے علاوہ کئی پینٹنگز بھی ہیں۔ خاص طور پر وہ دلچسپ پینٹنگ درازیٔ عمر کے دیوتا کی ہے جو "شان ریشنگ" کہلاتا ہے اور جس کے بائیں ہاتھ میں سونٹا اور سیدھے میں آڑو ہے۔ اس کمرے میں می۔ لائی کے دو مجسمے ہیں جو عام طور پر ہنس مکھ ..... بدھ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مجسموں کو چین میں عام طور پر بدھ مت کے ہر مندر کے پہلے گیٹ پر بتایا جاتا ہے اور ان سے خوشی اور خوش حالی مُراد لی جاتی ہے۔ یہ مجسمے غالباً کوبرا کی دو ندھیوں کے کاؤنٹر پارٹس ہیں جو سکھاندھی اور بیما ندھی کے نام سے مشہور ہیں اور جو اجنٹہ، آئی ہول اور دوسرے مقامات کے مشہور مندروں میں نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں اور ان میں کالیداس کے میگھ دوت کی یہ سطور بیان کی گئی ہیں۔

रांभर स्वाभ्याँ हृदयानिहितै:
महार्वो: महर्षयो
द्वारोपान्ते लिखितवपुषौ
शंखपद्मौ च दृष्ट्वा

(اتارامیگھا درس ۱۷)

دوسری دلچسپ چیزیں جو آنے والوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہیں حسبِ ذیل ہیں :

لنگ، طویل عمر اور خوشحالی کی نشانی۔ اناس (دیرپائی کی علامت) اور بانس (عفت و پاک دامنی کی نشانی) یہ سب تصویریں تاگے سے بنائی گئی ہیں اس سلسلے میں یہ بات دلچسپی کا باعث ہوگی کہ "لنگ" (اژدہے) کو غالباً بجلی کی چمک سے مستعار لیا گیا ہے۔ چین کے قدیم قومی پرچم پر اس کی نشانی بنائی جاتی تھی یہ بارش، سیلاب، مصائب وغیرہ سے منسوب ہے۔ مختصر یہ کہ اسے ایک طاقت ور جانور قدرت کا مظہر، تصور کیا جاتا ہے۔

رحم دل پدما پانی کا ایک مجسمہ، جو کانسے کا بنا ہوا ہے، شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ دائیں ہاتھ میں تسبیح اور بائیں ہاتھ سے عصا تھامے ہوئے ہے۔ ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ پدما پانی کو یہاں کنول کے پھول کی بجائے جیسا کہ انہیں عام طور پر دکھایا جاتا ہے، سیدھے ہاتھ میں تسبیح لیئے ہوئے دکھایا گیا ہے اور یہ چیز بدھ مت کی سنگ تراشیوں سے میل نہیں کھاتی جن کا ذکر ـــــ 'سدھانا ملا' میں کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے رُوحانی باپ 'ایمی تھابا' کی تصویر ان کی ٹوپی میں نہیں تبلائی گئی ہے۔ تاہم میوزیم میں کوائین کا ایک دوسرا مجسمہ ہے جس میں تمام چیزیں تبلائی گئی ہیں۔ بودھی ستوا کو دائیں اور بائیں ہاتھ میں ترتیب وار تسبیح اور عصا لے جاتے تبلایا گیا ہے۔

مغربی مُلکوں کی مُصوّری کے نمونے
فرنیچر اور متفرق نوادرات :

میوزیم میں مغربی ممالک کی بعض اوریجنل پینٹنگز ہیں مثلاً "پولس پھوملہ از لینڈسیر، "آرچی ایٹ ایوری ڈانس" از واٹس ـــــــــ

"ایریاڈنی ابنڈنڈ بائی تھیوس" از لیگٹن ۔ "ٹولان" از فاسٹر۔ "کیٹل اِن ری پوز" از کوپر ۔ "پیازاسین مارکو" از کیناlیٹو ۔
اس کے علاوہ فنکار کانسٹیبل کے کئی قدرتی مناظر اور مشہور ولندیزی، انگریز، اطالوی، اور امریکی آرٹسٹوں کی کئی پینٹنگز ہیں ۔ اطالوی نشاۃ ثانیہ کے ماسٹرول مثلاً روبنس، ریپ ہال، بوٹی سلی، ویلاس کوئز، ٹیشن، لیونارڈو، ڈا، ونسی کی بعض دلچسپ تصاویر ہیں جو آرٹ کے شائق طلبا کے لئے انمول چیزیں ہیں ۔ یہاں دو بڑی آئل پینٹنگز کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے ان میں سے ایک ہے " اٹالا خود کو زہر دے رہی ہے " یہ تصویر مونشا گین کی رہین منت ہے اور اس پینٹنگ کا موضوع چیتا برین کے مشہور اطالوی ناول سے لیا گیا ہے ۔ اور اس پینٹنگ میں آرٹسٹ نے اپنے فن کو انتہائی کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور اس کو اس کو دن کی روشنی اور ٹارچ لائٹ دونوں سے اچھی طرح منور کیا ہے ۔ اور دوسری مشہور پینٹنگ "اسکاڈ ایابولیکم" ہے جو مشہور آرٹسٹ وانڈر ہیگن کی رہین منت ہے ۔ ایک اور کمرے میں شیشہ نما چینی کے برتن، شراٹی فرنیچر (جو طامس شراٹن نے انگلستان میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں رائج کیا تھا) اور مختلف وضع کے ہتھیار، جن میں بہت سی تلواریں اور خنجر وغیرہ شامل ہیں اور جن پر اعلیٰ درجہ کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ بڑے سلیقے کے ساتھ ترتیب دیئے گئے ہیں ۔ نواب سالار جنگ نے فرنیچر کے جو نمونے جمع کیئے ہیں وہ نہایت اعلیٰ درجے کے اور اپنی نظیر آپ ہیں ۔ اس فرنیچر کی ایک طویل فہرست ہے جس میں لوئی چہاردہم اور لوئی پانزدہم کے سوٹ کا ایک نایاب سٹ، اور فرانس کے لوئی شانزدہم کی ملکہ میری انٹونیٹ کی ایک سنگھار میز نیز ملکہ این اور ملکہ وکٹوریہ کے ابتدائی دَور کی بہت سی نادر اور نایاب چیزیں شامل ہیں ۔ چینی کے برتنوں کا ایک نظر فریب سٹ بڑا جاذب توجہ بن جاتا ہے ۔ ان برتنوں پر شکار کے مناظر پیش کیئے گئے ہیں اور فنکاروں کے دستخط ثبت ہیں ۔

(فرانسیسی) ساوری چینی کے دو برتن، جو روسی ملکہ کیتھرین کی ملکیت تھے، اس میوزیم میں موجود ہیں ۔ ان کے ساتھ ایک تاریخی دلچسپی وابستہ ہے عام طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ لوئی پانزدہم نے یہ برتن ٹیپو سلطان کو تحفتہً دیئے تھے ۔ بہت ممکن ہے کہ میسور کی چوتھی لڑائی میں، جو ۱۷۹۹ء میں لڑی گئی تھی ۔ ٹیپو سلطان کی شکست کے بعد یہ فرانسیسی چینی کے برتن نواب سالار جنگ کے پَر دادا کو مال غنیمت میں مل گئے ہوں۔

اس حصے میں اور بھی متعدد نادر چیزیں موجود ہیں جن میں سنگھار میزیں اور الماریاں شہ کاروں کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(و) مخطوطات

اگرچہ دُنیا کے بہترین جواہرات، قالین، شالیں، تصویریں، نقش و نگار اور دوسرے شہ کار کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں ۔ پھر بھی نواب سالار جنگ کے مشرقی شعبے کے کتب خانے میں جو بیش بہا ادبی ذخیرہ محفوظ ہے اس سے بہت کم لوگ واقف ہیں ۔ اس میوزیم میں جو نایاب مخطوطات اور مسودے موجود ہیں وہ مشرق کے بہترین علمی و ادبی سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ یہ ذخیرہ (۳۰۰۰۰) کتابوں پر مشتمل ہے جن میں (۲۴۵۹) کتابیں عربی زبان کی اور (۴۱۳۶) کتابیں فارسی کی ہیں ۔ صرف یہی ذخیرہ اس کے جمع کرنے والے کی علم دوستی اور ذہانت کی زبردست شہادت ہے ۔ جس نے یہ علمی خزانہ محققین اور علم و فن کے شیدائیوں کے لئے جمع کر رکھا ہے ۔ ابھی یہ بات سب کو اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ سالار جنگ میوزیم کے یہ مشرقی شہ پارے اپنی طرز کے بہترین خانگی ذخیروں میں شامل ہیں اور یورپ امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے زبردست مشرقی کتب خانوں کے بعد جہاں مشرقی تالیفات اور تصانیف کے نایاب مسودے محفوظ ہیں، انہی کا درجہ ہے ۔ نیز ہندوستان کے بعض اہم کتب خانوں کی رہی سہی کمی کو پورا کرتے ہیں، جہاں عربی، فارسی، اور دوسری ہندوستانی زبانوں کے مسودوں کے زبردست ذخیرے مہیا ہیں مثلاً خدابخش لائبریری بانکی پور، نیشنل لائبریری، بیڈ ویڈیر، ایشیاٹک لائبریری کلکتہ، اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد وغیرہ ۔ اس ذخیرے میں مختلف ایشیائی ملکوں کے مختلف اَدوار، اسالیب، اور مکاتب خیال سے تعلق رکھنے والے زبردست حکمًا اور دانش وروں کی تصانیف اور مسودے بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں ۔ یہ جن علوم و فنون اور موضوعوں سے متعلق ہیں وہ فلسفہ، منطق دینیات، مذہب اسلام، قرآنِ مجید، قرآن کی تفسیر، قانون اور اصول قانون قانونی تعبیر و تاویل، تصوّف اور اخلاقیات، ادب، ریاضی، فلکیات، نجوم طب، تاریخ، جغرافیہ، سوانح حیات اور دوسرے متفرق مضامین پر مشتمل ہیں ۔ یہ مخطوطات خطاطی کے مختلف اسالیب میں لکھے ہوئے ہیں مثلاً خطِ کوفی، خط نسخ، نیم کوفی، نستعلیق، محقق، ریحان، طغریٰ، غبار، تعلیق، شکستہ، خط بہار وغیرہ ۔

ان مخطوطات میں شہرہ آفاق خطاطوں اور خوشنویسوں کے نام ملتے ہیں ۔ مثلاً یاقوتی مستعصمی، مبارک شاہ، شاہ مکین، عبداللہ مروارید،

قباقی، عبدالحی، کیقباد، بحر آبادی، اور محمد امین۔ ان کے علاوہ بعض بادشاہوں اور حکمرانوں کی تحریر کے نمونے بھی ملتے ہیں جن میں بیجاپور کا ابراہیم عادل شاہ، گولکنڈہ کے قطب شاہی بادشاہ اور شہنشاہ اورنگ زیب بھی شامل ہیں معلوم ہوتا ہے کہ نواب سالار جنگ نے نایاب مسودے حاصل کرنے کی کوششوں میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ کیونکہ اس مجموعہ میں علامہ الہلّی، مُلّا صدرہ، مُلّا باقر الداماد، آقا حسین، مرزا جان حبیب اللہ شیرازی۔ میر سید شریف جرجانی بحر العلوم اور نصیر الدین طوسی کے شہ کار موجود ہیں۔ ان میں سے بعض مسودوں پر ان کے مصنفین اور بادشاہوں کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

قرآنِ مجید کی تقریباً (۳۵۰) جلدیں ایسی ہیں جن سے فن خطاطی نقش کشی، نفیس کاغذ سازی، جلد بندی اور روشنائی کی صنعت میں انسان کے کمالِ فن کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ان نسخوں کی لکھائی کے لیے موزوں روشنائی کی تیاری، لکھائی اور جلد سازی کی غرض سے سونے، جواہرات، موتی اور دوسرے نادر اور نایاب اجزا کے حصول اور فراہمی میں جتنا وقت درکار ہوا ہوگا اور جو محنت و توانائی صرف کرنی پڑی ہوگی، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ قرآن کے اُن نسخوں کے حاشیوں پر جو خوش نما نقش و نگار بنائے گئے ہیں اور اُن کے صفحوں پر متن کے درمیان علاماتِ وقف وغیرہ جس خوبصورتی کے ساتھ بنائی گئی ہیں، اُن کے لحاظ سے یہ نسخے کمالِ فن کے بہترین نمونے قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ ایسے (۳۶۰) نسخوں میں سے (۲۰) نسخوں پر قطعیت کے ساتھ مشہور و معروف خوشنویسوں کے نام ملتے ہیں جن میں یاقوتی مستعصمی سے لے کر جو سنہ ۱۲۹۸ء میں گزرا ہے، محمد کاظمی شیرازی بھی شامل ہے جس کا زمانہ سنہ ۱۸۱۸ء کا ہے قرآن کا ایک اہم نسخہ "حمائل قلمی" ہے جو چھوٹی سائز کا ہے جو شیخ محمد علی نے اپنے فرزند محمد باقر کو ہدیتہ دیا تھا، جو نواب سالار جنگ کے بزرگوں میں تھے۔

اس سلسلے میں قرآن کی یاقوتی جلد کا ذکر نامناسب نہ ہوگا جو اس میوزیم کے ایک کمرے میں رکھا ہوا ہے۔ اس میں (۲۳۹) اوراق ہیں جن کی سائز ۱۰ × ۴½ انچ ہے۔ ہر صفحے میں (۱۵) سطریں ہیں۔ یہ خط نسخ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے بیرونی ورق پر مغل شہنشاہوں، شاہ جہاں، جہانگیر اور آخر میں اورنگ زیب کی قلمی تحریریں موجود ہیں۔ اس کی جلد بھی نہایت خوبصورت ہے جو ابتدائی مغلیہ دَور کے نقش و نگار سے آراستہ ہے۔

اس بیش بہا علمی و فنی خزانے کی اہمیت کے پیشِ نظر سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی نے نواب مہدی نواز جنگ اور پروفیسر حسین علی خاں مرحوم کی سفارش پر اس شاندار ذخیرے کے نوادر کی فہرست مرتب کرنے کیلئے ملک کے ممتاز عالم، ڈاکٹر محمد نظام الدین کی خدمات حاصل کیں، جنہوں نے عربی اور فارسی مسودہ کی باقاعدہ فہرستیں مرتب کیں اور ڈیوی ڈیسیمل سسٹم پر ان کی درجہ بندی اور اشاریئے کی ترتیب کے کام کی نگرانی کی۔ ڈاکٹر صاحب نے مختلف موضوعات سے متعلق (۲۰) فہرستیں مرتب کی ہیں جن میں سے صرف ایک فہرست وہ حال ہی میں شائع کر چکے ہیں جو فلسفہ، منطق، دینیات اور اسی قبیل کے مضامین سے متعلق ہے۔ بقیہ اُنیس فہرستوں کی اشاعت کا علمی حلقوں کو انتظار ہے۔

اس مضمون میں ہم نے سالار جنگ میوزیم کے انمول نوادر کا صرف سرسری تعارف کرایا ہے۔ نواب سالار جنگ مرحوم کے بلند علمی و فنی ذوق اور دیدہ وری کا اندازہ، اس میوزیم کو دیکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ البتہ جنوبی ہند کی سنگ تراشی کے نمونوں کی حد تک اس میوزیم میں تھوڑی سی کمی پائی جاتی ہے۔ اگر اس کمی کو دُور کر دیا جائے تو یہ میوزیم تہذیبی تعلیم کا ایک بڑا مرکز بن جائے گا۔ اب بھی یہ ساری دُنیا کے سیاحوں کی توجہ اور دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اب جبکہ اسے جنوبی ہند کے قومی میوزیم کی حیثیت دیدی گئی ہے، یہ اس خواب کو پُورا کر دے گا جو نواب سالار جنگ نے اپنی زندگی میں دیکھا تھا۔ یہ محض سیاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہی نہیں رہے گا بلکہ ہندوستان کے قومی اتحاد و یک جہتی کے پرچار کا موثر مرکز ثابت ہوگا۔

فرہاد مہرائی

جنگل کا پھول

کس نے دیکھے ہیں پھول جنگل کے
آپ ہی آپ کھلتے جاتے ہیں
جن کو زلفوں کا آسرا بھی نہیں
سیج، سہرے کا ذکر ہی کیا ہے
یونہی مٹی میں ملتے جاتے ہیں
اس جہاں کا کوئی خدا بھی نہیں

منہ اندھیرے صبا کی آمد پر
آبرو لکہتوں کی لٹتی ہے
محبس دشتِ بے اماں کے طفیل
پھول کی سانس جیسے گھٹتی ہے
اور میں سوچتا ہوں رہ رہ کر،
وقت رستے کی دھول ہے شاید!
زیست جنگل کا پھول ہے شاید!!

فرخ سہیلؔ

اس نظم میں

"صدا بہ صحرا"

سکھی پھر آگئی رت جھولنے کی گنگنانے کی
سُبک ہاتھوں سے مہندی کی ہری شاخیں جھکانے کی
اُمنگوں کے سبو سے قطرہ قطرہ مے ٹپکنے کی
یہ آنکھوں کی تہ میں بجلیوں کے ڈوب جانے کی
گگن میں رنگ آنچل میں دھنک کے مسکرانے کی
گھنیرے گیسوؤں میں ادھ کھلی کلیاں سجانے کی

بیاباں سبزۂ نوخیز سے آباد ہوتے ہیں
حیا ہے، خون ہے، پندار ہے، ضد ہے یہ کیسے ہے
ہمیشہ التجائیں رائیگاں جاتی رہیں میری
سکھی، تم بھی جو دل اپنا بسا لیتیں تو کیا ہوتا
تم اس خود ساختہ زنداں کو ڈھا دیتیں تو کیا ہوتا
کبھی میری خوشی کی بھی دعا لیتیں تو کیا ہوتا

یہ کیسی آگہی ہے جس کی مشعل ہاتھ میں لے کر
یہ اک بیم شکستِ خواب "یہ چھو لوں تو کیا ہوگا"
بجز اک روحِ نالاں، چشمِ حیراں، عمرِ سرگرداں
سدا تنہائیوں کے دیس میں پھرتی ہو آوارہ
اسی سے ہو گئی ہر عشرتِ موجود صد پارہ
نہیں تقصیر پر دارِ نظر سا کوئی کفارہ

قرارِ قلبِ زارِ ہند اور برنائی یوناں
تڑپتا شعلہ گوں خوں جاہلیت کی نواؤں کا
دیارِ حافظ و خیام کی اڑتی ہوئی خوشبو
تجلی آلِ ابراہیم پر پیہم جو اتری تھی
چمک ریگِ رواں کی سربلندی نخلِ صحرا کی
نگاہِ غالب و اقبال کی گیتی شکن مستی

سرورِ جستجو مغرب کی متوالی ہواؤں کا
کبھی پایا مگر درمان، دردِ بے بسی مشکل
یہ اِک آسودگی چہرے پہ ہے ٹھہرا دُ آنکھوں میں
یہ اشکوں سے بھری چھاگل یہ بے پروا و خود سر دل
پشیماں ہو؟ دہر کی آتش کو چھو کر بھی نہیں جھلسیں
نہ جانے کونسے اجزا ہیں اس اُفتاد میں شامل

○

یہ نرمل جل کا چشمہ یہ دلِ بے قید بے پایاں
اسے بھی سمت ملتی اسکی بھی اک رہ گذر ہوتی
شباب اپنے جلالِ حشر ساماں کی قسم کھاتا
شرافت بے زباں فطرت کے دُکھ کی چارہ گر ہوتی
نہ ہوتی آرزوٗ نیرنگِ ہستی کی تماشائی
وہ اس بڑھتے بہکتے کارواں کی ہمسفر ہوتی

○

★ شفیق فاطمہ شعریٰ

شفیق فاطمہ شعریٰ دورِ جدید کی وہ واحد شاعرہ ہے جس کی نظم اپنے نسائی لب و لہجہ کی وجہ سے دُور سے پہچانی جا سکتی ہے۔ شعریٰ نے اپنے شعری لب و لہجہ پر روایت کی نقاب نہیں ڈال رکھی ہے اور نہ اس نے مردوں کے کھوّے سے کھوّا مِلا کر اپنی فطرت کا مذاق اُڑایا ہے۔ دورِ جدید کی اکثر خواتین کا کلام پڑھ کر یُوں لگتا ہے جیسے عورت کے پردے میں مرد بول رہا ہے۔ بیگمانِ اودھ وغیرہ کے کلام سے قطع نظر اُردو میں کسی اچھی شاعرہ کی تلاش ہفت خواں طے کرنے کے برابر ہے۔

دورِ جدید میں رِؔدا بدایونی کا نام قابلِ ذکر ہے لیکن اب ان کا سُراغ پانا مشکل ہے۔ ان کی دو چار نظمیں واقعی خوب تھیں۔

مجھے دورِ جدید میں شعریٰ ہی ایسی شاعرہ نظر آتی ہے جس کے مستقبل سے پُر امید ہونے کو جی چاہتا ہے۔

"صدا بصحرا" ایک دلآویز نظم ہے اس نظم کا بُنیادی خیال ایک لطیف حُزنیہ ہے جس کی تاثیر سے انکار ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ نظم دو سہیلیوں کی رُوداد ہے، جنہیں ہمزاد کہہ لیجئے۔ ایک سہیلی جو سن و سال کے تقاضے کا احترام کرنا جانتی ہے اپنی سہیلی کو بہار کے موسم کی آمد آمد کا مُژدہ سُناتی ہے اور چپکے چپکے مشورہ دیتی ہے کہ علم و فن کے خشک راستوں سے اُن شگفتہ نوں پر بھی ایک نظر ڈال لے جہاں محبت کی رنگینیاں پھاگ کھیل رہی ہیں۔ چاہنا اور چاہا جانا دونوں نعمتیں ایسی ہیں جن کا بدل حکایتوں میں نہیں ملتا۔ قرار "قلبِ زارِ ہند" اور "برنائی یُونان" تسلیم، "آلِ ابراہیم کی تجلی" حافظ و خیام کی سرمستی" اور "غالب و اقبال" کی گیتی شکنی سر آنکھوں پہ مگر دل کے اُس گوشہ کا کیا علاج ہے جہاں پیار کی کِرن بار نہیں پا سکی؟

میں نے ابتداءً اس نظم کے دو کردار چُنے ہیں لیکن میں سوچتا ہوں کہ زیادہ قرینِ قیاس بات یہ ہوگی کہ ہم اس نظم کو مونولاگ تصوّر کریں اور یہ سوچیں کہ نظم دراصل خود کلامی کی مثال ہے اور شاعرہ اپنے آپ سے مخاطب ہے۔ یہاں اس امر کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ شاعرہ نے کیوں دوسرے کردار سے آپ بیتی کہلوائی! کیوں اس نے خود اپنا مافی الضمیر نہیں بیان کیا!۔ اِن سوالات کا جواب میں نے ابتدائی سطروں میں دے دیا ہے یعنی شعریٰ نسائی فِطرت سے مجبُور ہے وہ نہیں چاہتی کہ پاس و لحاظ کا دامن ہاتھ سے چھُوٹے۔ چنانچہ شاعرہ نے سہیلی یا سکھی کے کردار کی تخلیق کی ہے۔

نظم کی اُٹھان بڑی ہی خوبصُورت ہے۔ جھُولنے اور گُنگُنانے کی رُت کے ساتھ ہی شاعرہ کے ہاتھ مہندی کی ہری شاخوں کی طرف بڑھنے لگتے ہیں، آنچل کو رنگوں کی ناند میں ڈوب دینے کا خیال آتا ہے۔ گھنیرے گیسوؤں میں اَدھ کھِلی کلیاں سجانے کی دُھن پیدا ہوتی ہے۔ یہ بند نسائی وقار اور کنوارے ارمانوں کا بہترین ترجمان ہے۔

نظم کا دوسرا بند بھی دلآویز ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بند کے ردیف و قوافی " بسا لیتیں تو کیا ہوتا " پر مجاز کی نظم " نوجوان خاتون سے " یاد آتی ہے۔ جس کے ردیف و قوافی " اُٹھا لیتی تو اچھا تھا " " بنا لیتی تو اچھا تھا " وغیرہ ہیں شاید غیر شعوری طور پر شعریٰ کے ذہن میں مجاز کی یہ نظم دَر آگئی ہوگی۔ لیکن پُوری نظم کا مُوڈ شاعرہ کی انفرادیت کا ضامن ہے۔ بقیہ ایک آدھ بندوں پر کہیں اقبال کی چھُوٹ پڑتی نظر آتی ہے لیکن مجھے جو بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ پُوری نظم پر غزل کی ساخت پرداخت کا اثر نُمایاں ہے۔ مصرعوں کی کاٹ ردیف و قوافی کا چناؤ یہ سب کچھ غزل ہی کے اثرات ہیں جن سے بچنا مشکل ضرور ہے لیکن ایک کامیاب نظم

ہے لیکن اس کی تراوش میں وہی بات ہے جو غزل میں ہوتی ہے۔

مجھے اس نظم کے سلسلے میں ایک آخری بات یہ بھی کہنی ہے کہ یہ نظم کتر بیونت سے اور حسین ہوجاتی۔ اس نظم کی طوالت کا سبب ہر بند کے تین تین شعر کا التزام بھی ہے جس سے شاعرہ کو مفر نہ تھا۔ اگر بات بند کے دو شعر میں مکمل بھی ہوجاتی تو شاعرہ کو ایک اور شعر بند کی تکمیل کے لیے بہر حال کہنا تھا یہی اُس نے کیا بھی لیکن یہ شعری کا قصور نہیں ہے بلکہ اُس آداب روایت کا نتیجہ ہے جن سے ہم ابھی تک پُوری طرح آزاد نہیں ہوپائے ہیں۔

نظم کا عنوان 'صدا الصحرا' بذاتِ خود بہت فکر انگیز ہے۔ شاعرہ جانتی ہے کہ اس کی دل کی آواز کا دماغ پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ اس کا کوئی شریکِ راز نہیں ہے اور نہ اُسے یہ توقع ہے کہ وہ خودساختہ زنداں کو ڈھا سکے گی۔

مختصر یہ کہ شفیق فاطمہ شعری کی یہ نظم ہمارے دَور کے نسوانی مزاج کی نمائندہ نظم کہی جاسکتی ہے۔

* * * * * *
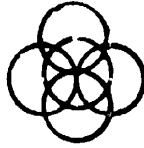
اتفاق سے ایک شاعر کی بیوی بھی شاعر تھی۔ ایک دن دونوں میں لڑائی ہوگئی اور یہ لڑائی اتنی بڑھی کہ دونوں کو عدالت جانا پڑا۔ وہاں مجسٹریٹ کے سامنے دونوں کی باتیں یُوں ہوئیں:

بیوی:۔ حضور! اس نے مجھے جھنجھوڑا۔
میاں:۔ حضور! اس نے مجھے رسّی کی طرح مروڑا۔
بیوی:۔ " ! اس نے میرا سَر توڑا۔
میاں:۔ اور حضور اس نے میرا مُنہ توڑا۔
بیوی:۔ اگر میں نے توڑا تو پھر کس نے جوڑا؟
میاں:۔ توبہ! توبہ یہ عورت ہے کہ زہر میں بُجھا ہوا کوڑا؟
بیوی:۔ حضور دیکھیے!۔ اب بھی نہیں رُکتا یہ نگوڑا!۔

مجسٹریٹ نے گھبرا کر کہا:
جاؤ بابا، میں نے تم دونوں کو چھوڑا۔!!

جی۔ آر۔ ورما

گنٹوپلی کے غار

اطلاع ملی ہے کہ محکمۂ آثار قدیمہ نے گنٹوپلی میں حالیہ کھدائی کے دوران بُدھ مَت کے باقیات دریافت کیے ہیں۔ گنٹوپلی، جیلا کرا گڈم کے قریب تاڑے پلی گڈم سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ایک عرصہ تک گنٹوپلی کے غاروں کی دریافت عمل میں نہ آئی اور صرف چند لوگ ہی اس حقیقت سے واقف ہیں کہ یہاں بُدھ مَت کا ایک "اسٹوپ" اور "چیتیا" ہال بھی پایا جاتا ہے۔ عام طور پر لوگ اسے شیو (دھرما لنگیشور) کا ایک استھان سمجھتے رہے اور اس کی یاترا کے لیئے جاتے رہے۔ بعض دوسرے لوگ اس مقام کو شری رام چندر جی اور اُن کے بن باس کے زمانے کے دوستوں سے منسوب کرتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ان غاروں میں پتھر میں تراشا ہوا ایک 'وہار' ایک 'چیتیا ہال' اور اینٹ کے 'اسٹوپ' اور بھکوؤں کے پتھروں سے بنے ہوئے مکانات موجود ہیں۔ آثارِ قدیمہ کے ماہرین کو پتھر کے (۱۹) اسٹوپ اور ایک اسٹوپ سنگِ مرمر کا، پتھر کا ایک بڑا پانی کا بیسن، مہاتما بُدھ کی سنگ مرمر کی کچھ مورتیاں اور بعض دوسری چیزیں بھی ملی ہیں۔

اس غار میں جو اینٹیں پائی گئی ہیں وہ بڑی سائز (۲۱ × ۱۰ × ۳) کی ہیں اور جو ان اینٹوں سے ملتی جلتی ہیں جو اردگولانو کے (جو تاڑے پلی گوڈم سے ۴ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) 'لنجا ڈِ بالو' اور سریکاکلم سے ۱۲ میل کے فاصلے پر سالی ہنڈم میں پائی گئی ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گنٹوپلی کے غار' سالی ہنڈم کے بُدھ مت کے مرکز کی مانند ستھا وا ہنا۔ اکشوا کو دور اور عیسوی تقویم کے ابتدائی دَور سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ کتبات کے لحاظ سے بھی ناگا رجن کونڈہ کے بُدھ مَت کے مرکز سے مشابہ ہے۔

گنٹوپلی کے غار' سیاحوں کا مرکز بن چکے ہیں۔

کرنول۔ کڑپا کنال

کرنول۔ کڑپا کنال، سنکے سولا اینی کٹ سے نکلتی ہے جو دریائے تنگبھدرا پر بنایا گیا ہے۔ یہ اینی کٹ کرنول کے مغرب میں (۱۸) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

یہ نہر (۱۸۹) میل لمبی ہے اور (۱۴۵) میل ضلع کرنول سے، اور (۴۴) میل ضلع کڑپا سے گزرتی ہے۔ اس سے ضلع کرنول کے چھ تعلقے (کرنول، نندی کوٹکور، نندیال، اللاگڈہ، سرویل اور کوئل کنٹلا) اور ضلع کڑپا کے تین تعلقے (پرادتور، جالا مارگو اور کڑپا) مستفید ہوتے ہیں۔

اگرچہ کرنول۔ کڑپا۔ کنال سسٹم کوئی ایک صدی پہلے سنہ ۱۸۷۰ء میں تعمیر کیا گیا تھا، لیکن اس نہر کی خبر گیری ٹھیک طرح سے نہیں کی گئی۔ اس میں گاد جمع ہوتا رہا اور اس کے ذریعہ پانی کی پوری مقدار بھی خارج نہیں ہوتی تھی۔

ترقی :

سنہ ۱۹۵۵ء سے سنہ ۱۹۵۸ء کے دوران اس نہر کی جدید تعمیر و ترمیم کی گئی۔ نہر کے ابتدائی ۷۵ میل کو کشادہ کیا گیا، کنکریٹ کی بندش کی گئی اور اسے اسی طرح ترقی دی گئی کہ پانی کا اخراج (۳۰۰۰) کیوسک ہو سکے۔

سنہ ۱۹۵۹ء تا سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران ۷۵ ویں میل سے پرے صدر نہر اور نالوں کی بھی جدید تعمیر و ترمیم کی گئی۔ اس پوری اسکیم پر تقریباً چھ کروڑ روپے لاگت آئی۔

اس نہر کا آیاکٹ رقبہ اب (۲۷۸۰۰۰) ایکڑ پر مشتمل ہے، جس کی تفصیلات نیچے دی جاتی ہیں :

گرنت	۱۴۰۰۰، ایکڑ
دو فصلہ تری	۱۰۰۰۰، ”
یک فصلہ تری	۱۲۶۰۰۰، ”
آب پاشیدہ خشکی	۱۲۸۰۰۰، ”
جملہ	۲۷۸۰۰۰، ایکڑ

کرنول کڑپا کنال کو ترقی دینے سے پیشتر صرف (۹۶۷۸۲) ایکڑ رقبے پر آبپاشی ممکن تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

تری	۳۸۴۰۲ ایکڑ
آبپاشیدہ خشکی	۳۸۳۸۰ ایکڑ
جملہ	۹۶۷۸۲ ایکڑ

اب نہر کو ضروری ترقی دینے کے بعد ضلع کرنول میں (۱۵۶۱۴۸) ایکڑ رقبے پر آب پاشی ممکن ہے جس کی تفصیل نیچے دی جاتی ہے۔

تری	۵۳۰۰۶ ایکڑ
آبپاشیدہ خشکی	۱۰۳۱۴۲ ایکڑ
جملہ	۱۵۶۱۴۸ ایکڑ

۱۳۷۱ فصلی کے دوران (۶۲-۱۹۶۱ء کے ختم تک) تخمینہ تھا کہ یہ رقبہ (۲) لاکھ ایکڑ تک پہنچ جائے گا۔

کرنول۔کڑپا کنال کی لمبائی (۱۸۹) میل ہے اور اس کی ضروری تفصیلات حسبِ ذیل ہیں:

پاٹ کی چوڑائی	۹۰ فٹ
گہرائی	۹ فٹ
کناروں کا ڈھلان	½۱ تا ۱
پاٹ کا ڈھلان	۴ انچ فی میل
نشیب و فراز کی تحویل کے بعد گہرائی	۱۶ . ۶۰
پانی کا اخراج	۳۰۰۰ کیوسک

سمنٹ کنکریٹ کی بندش صرف پہلے (۷۵) میل میں کی گئی ہے۔

آیاکٹ کی تفصیلات:

کرنول کڑپا کنال کو ترقی دینے سے قبل آبپاشی کا تخمینہ:

	تری	آبپاشیدہ خشکی	جملہ
ضلع کرنول	۱۵۹۹۲	۳۷۴۲۴	۵۳۴۱۶
ضلع کڑپہ	۲۲۴۸۰	۲۰۸۸۷	۴۳۳۶۷
	۳۸۴۰۲	۵۸۳۸۱	۹۶۷۸۳

ترقی دینے کے بعد مجوزہ آبپاشی کا تخمینہ:

	ضلع کرنول ایکڑ میں	ضلع کڑپا ایکڑ میں	جملہ ایکڑ رقبہ
گنا	۱۴۰۰۰	-	۱۴۰۰۰
دو فصلہ تری	۶۵۷۱	۳۴۲۹	۱۰۰۰۰
یک فصلہ تری	۶۵۸۵۶	۶۰۱۴۴	۱۲۶۰۰۰
آبپاشیدہ خشکی	۹۸۴۶۰	۲۹۵۴۰	۱۲۸۰۰۰
جملہ رقبہ ایکڑ میں	۱۸۴۸۸۷	۹۳۱۱۳	۲۷۸۰۰۰

O

ایک دفعہ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے یونیورسٹی کورٹ کے ممبروں کو چائے پر بلایا۔ اس دعوت میں مولانا محمد علی بھی شامل تھے۔ میزوں پر دوسری اشیائے خورد و نوش کے علاوہ طرح طرح کے پھل بھی چنے ہوئے تھے، مولانا مرحوم شریفہ اٹھاتے، گودا منہ میں ڈالتے اور بیج زمین پر پھینکتے جاتے۔

ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے از راہِ مہمان نوازی ایک طشتری بڑھائی اور کہا "مولانا بیج اس میں ڈالئے۔"

مولانا نے فرمایا، "نہیں، علی گڑھ میں شریفوں کی کمی ہے، بیج زمین پر پھینکتا جاتا ہوں شاید یہی تخم ریزی بارآور ہو۔"

ڈاکٹر صاحب کھسیانے ہو گئے اور محفل قہقہہ زار بن گئی۔

ماہِ گذشتہ کے اہم واقعات

آندھرا پردیش میں :

۲۲ مارچ

ریاستی وزیر فینانس نے اسمبلی میں عارضی بجٹ پیش کیا جس میں (۱۳۰ء۱۲) کروڑ روپے کا خسارہ دکھایا گیا ہے

۲۷ مارچ

مہیب منسٹر نے لیجسلیٹو کونسل میں سنہ ۱۹۶۰ء کی بابت سنگارینی کالیریز کمپنی کی کارگزاری کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔

۲ اپریل

نئی لیجسلیٹو اسمبلی کا پہلا اجلاس بلا تعین تاریخ ملتوی ہوا۔

۲ اپریل

ریاستی کابینہ نے حکومت ہند کو مراسلہ روانہ کرنے کا فیصلہ کیا جس میں یہ خواہش کی جائے گی کہ وہ ریاستی حکومت کو سنگارینی کالریز پر نگرانی برقرار رکھنے کی اجازت دے

۶ اپریل

سپریم کورٹ نے قانون محصول فروخت آندھرا پردیش کو جس حد تک اس کی رو سے دھنیا تماکو کی فروخت پر محصول عائد کیا گیا ہے دستوری حیثیت سے جائز قرار دیا۔

۱۴ اپریل

شری پی۔ وی۔ نرسمہاراؤ وزیر قانون و اطلاعات نے کریم نگر میں ٹاکرشا انفارمیشن سنٹر کا افتتاح کیا۔

۱۶ اپریل

کوئی ۳ سال کے وقفے کے بعد وجے واڑہ کو حیدرآباد اور وشاکھاپٹنم سے ملانے والی ہوائی سروس دوبارہ شروع کردی گئی۔

ہندوستان میں :

۳۰ مارچ

دوسری پارلیمنٹ کی (۵) سالہ معیاد ختم ہوگئی۔

۳۱ مارچ

حکومت ہند نے آئندہ سال کی درآمدی پالیسی کا اعلان کردیا

دوسری لوک سبھا تحلیل کردی گئی۔

یکم اپریل

ہندوستانی فضائیہ کی ۲۹ ویں سالگرہ منائی گئی۔

۱۰ اپریل

نئے مرکزی وزراء نے راشٹرپتی بھون صدر کے آگے حلف اٹھایا۔

۱۴ اپریل

صد سالہ انجینیر دہر رڈاکٹر ایم وسویسوریا کا دیہانت ہوگیا

۱۶ اپریل

نئے تقرر شدہ ۱۶ مرکزی وزراء ۵ مملکتی وزراء اور گیارہ نائب وزراء نے

اپنے عہدوں کا جائزہ حاصل کرلیا۔
تیسری لوک سبھا کے منتخب ارکان حلف اٹھانے کے لئے جمع ہوئے ۔

۱۷راپریل
سردار کلم سنگھ بلامقابلہ لوک سبھا کے اسپیکر منتخب ہوگئے ۔
راجیہ سبھا کے ارکان نے حلف اٹھایا ۔

۱۸راپریل
صدر جمہوریہ ہند نے تیسری پارلیمنٹ میں افتتاحی خطبہ دیا ۔ یہ ان کا الوداعی خطبہ بھی ہوگا ۔

۱۹راپریل
شریمتی لکشمی منین نائب وزیر امور خارجہ نے لوک سبھا میں بیان کیا کہ ہندوستانی علاقے میں چینی مداخلت کے جدید واقعہ کو حال ہی میں حکومت کے علم میں لایا گیا ہے ۔

<u>باھر کے دیشوں میں :</u>

۲۵رمارچ
زیر زمین نیوکلیر دھماکوں کا پتہ چلانے کے سلسلے میں نئے برطانوی طریقے پر عمل شروع ہوا ۔

۲۶رمارچ
امریکہ اور ہندوستان نے ایک عام معاہدے پر دستخط کردیئے جس کے ذریعہ کے درمیان ہوائی سروسوں میں اضافہ ہوگا ۔

۲۸رمارچ
شام میں فوج خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر برسر اقتدار آگئی ۔

۹راپریل
صدر ڈیگال نے نہ صرف الجزائر کے تعلق سے تعلق سے اپنی پالیسی کے تعلق سے بلکہ اپنے اس عزم میں بھی کامیابی حاصل کرلی کہ ۸راپریل کو ملک کے طول و عرض میں جو رائے شماری ہوئی تھی اسے عملی جامہ پہنایا جائے ۔

۱۰راپریل
تخفیف اسلحہ پر ۱۷ ممالک کی کانفرنس نے بین قومی نگرانی کے تحت تخفیف اسلحہ پر معاہدہ کے مسودہ تمہید کے دو تہائی حصے کو منظور کرلیا ۔

۱۴راپریل
فرانسیسی وزیر اعظم مسٹر مائیکل ڈیبرے نے صدر ڈیگال کے آگے اپنی حکومت کا استعفیٰ حوالے کردیا ۔

۱۵راپریل
آٹھ غیر جانبدار اقوام نے ایک مفاہمتی تجویز پیش کیا جس کا مقصد یہ ہے کہ نیوکلیر تجربات پر امتناع عائد کرنے کے سلسلے میں جو تعطل پیدا ہوگیا ہے اسے دور کیا جائے ۔
روس اور امریکہ دونوں نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا ۔

۱۹راپریل
برطانوی وزیر اعظم نے کہا کہ وہ اپریل میں امریکی صدر سے اپنی ملاقات کے دوران مشرقی مغربی ممالک کی چوٹی کانفرنس کا سوال اٹھائیں گے ۔

لڑکا : (ماں سے) اماں جان میرا قمیص کہاں ہے ؟
ماں : (غصے سے) جانے میری جُوتی !۔
لڑکا : (دوسرے کمرے میں جاکر ساری جُوتیاں اکٹھا کرکے لاتا ہے اور کہتا ہے ۔)
اماں جان !۔ کونسی جُوتی سے پُوچھوں ؟!۔

صنعتی خبرنامہ

بابت مارچ ۱۹۶۲ء

مرکزی پروجکٹس :

دو مرکزی پروجکٹوں یعنی دوا سازی کے پروجکٹ اور بھاری برقی آلات کے پروجکٹ پر ضروری کام تیزی سے جاری ہیں۔

خانگی شعبہ :

خانگی کمپنیوں کو نیچے بتائی ہوئی اشیاء کی تیاری کے لئے لائسنس منظور کئے گئے ہیں

آئی ایس او سائنیک ایسڈ، ٹولیو ٹوبائیڈ اور بالٹیٹیلک۔

ایک خانگی فرم کو حیدرآباد میں ایک ادارے کے قیام کے لئے بھی لائسنس منظور کیا گیا ہے جہاں (ایم ۔ ایس) ہلکے و اوسط سائز کا تعمیری سازوسامان اور فولادی ٹرانسمیشن ٹاورس تیار کیے جائیں گے۔

اوسط سائز کی صنعتوں کا استحکام :

طریقہ کار میں تبدیلی :

حکومت ہند نے ایسے صنعتی اداروں کو، جن کے معینہ اثاثے (۱۰) لاکھ روپے سے متجاوز نہ ہوں، چاہے وہاں کتنے ہی افراد کام کیوں نہ کرتے ہوں، قانون (ترقی و ضوابط) صنعت بابت ۱۹۵۱ء کے تحت صنعتی لائسنس کے حصول سے مستثنٰی قرار دیا ہے۔ آجرین کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ ادارہ جات کے قیام سے پہلے وزارت صنعت و حرفت حکومت ہند کے ڈیولپمنٹ ونگ سے مشورہ کریں۔

کوئلے کی صنعت :

سنگارینی کالریز (جو ایک سرکاری کمپنی ہے) کی پیداوار میں تدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ فروری ۱۹۶۲ء کے ختم تک پیداوار (۸،۳۴۳۷۸۷۴) ٹن رہی ۱۹۶۱ء کی متناظر مدت کی پیداوار (۴۳۶۶۷۶) ٹن تھی۔

شکر کی صنعت :

نظام شوگر فیکٹری لمیٹڈ کا توسیعی پروگرام مکمل ہونے پر دو یونٹوں نے مارچ ۱۹۶۲ء کے دوران (۷۴۹۲) ٹن گنا دابا۔ اُجرت بورڈ کی سفارشات کو یکم نومبر ۱۹۶۰ء سے کارخانے کے کھیت مزدوروں تک بھی وسعت دی گئی ہے اگرچہ ان مزدوروں پر مذکورہ سفارشات کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔

مزدوروں کے لئے مکانات کی تعمیر جاری ہے۔ کمپنی نے اپنے ایسے ملازمین کو (۷) یوم کی خصوصی رخصت منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو اپنا اسٹرلائزیشن آپریشن کروائیں۔ یہ آپریشن صرف اسی وقت بلا معاوضہ انجام دیا جاتا ہے جبکہ میاں بیوی چار بچے رکھتے ہوں۔

دستکاریاں :

حکومت آندھرا پردیش نے مدراس کے قومی زرعی میلے میں شرکت کی شریمتی کملا دیوی چٹوپادھیا صدر نشین کل ہند دستکاری بورڈ نے فروخت گاہ گھریلو مصنوعات حیدرآباد اور نرمل کی صنعت کا معائنہ کیا اور دستکاریوں کی آئندہ ترقی کے بارے میں متعلقہ عہدہ داروں سے تبادلہ خیال کیا۔

پنچایت راج کی رفتار

کیمیاوی کھاد کی تقسیم :

فروری ۱۹۶۲ء کے دوران پداپورم پنچایت سمیتی (ضلع مشرقی گوداوری) میں (۳۸۴۰) من ترقی یافتہ بیج اور (۲۲۹۸) من کیمیاوی کھاد تقسیم کیا گیا۔

کتب خانوں کے لیئے چندے :

فروری ۱۹۶۲ء کے دوران نندیال پنچایت سمیتی (ضلع کرنول) میں عوام نے لائبریری کی کتابوں اور بھجن کے ساز وسامان کی خریدی کے سلسلے میں (۳۷۶۱) روپیہ چندہ دیا

دوپہر کے کھانے کے مراکز :

فروری کے دوران کونڈپلی پنچایت سمیتی (ضلع نیلور) کے چھ مواضعات میں دوپہر کے کھانے کے مراکز قائم کئے گئے۔ ان مراکز کے اخراجات مقامی باشندے اور سمیتی برداشت کررہے ہیں۔

برقی موٹر پمپ سٹ :

مارچ ۱۹۶۲ء کے دوران آرمور پنچایت سمیتی (ضلع نظام آباد) میں آبپاشی کے اغراض کے لئے (۱۵) برقی موٹر پمپ سٹ نصب کیئے گئے۔

مانع چیچک ٹیکہ اندازی :

فروری ۱۹۶۲ء کے دوران ناگری بلاک (ضلع چتور) میں (۳۱۵) افراد کو چیچک سے حفاظت کا ٹیکہ لگایا گیا۔

نئی باؤلیوں کے لیئے (۳۰۰۰) روپے :

مارچ ۱۹۶۲ء کے دوران تاڈکل پنچایت سمیتی (ضلع اننت پور) نے آبپاشی کی نئی باؤلیوں کی تعمیر کے لئے رقمی امداد کے طور پر (۳۰۰۰) روپے کی رقم تقسیم کی۔

اسکول کی عمارت کا افتتاح :

مارچ ۱۹۶۲ء میں موضع بوپے پلی (ٹاڈپتری) پنچایت سمیتی ضلع اننت پور میں اسکول کی عمارت کا افتتاح کیا گیا۔ یہ عمارت تمام تر عوام کے چندوں سے تعمیر کی گئی ہے جو (۳۰۰۱) روپیے رہا۔

یوتھ فیسٹیول :

مارچ ۱۹۶۲ء میں کونڈاپلی میں پنچایت سمیتی کے زیر اہتمام یوتھ فیسٹیول منعقد کیا گیا اس موقع پر تحریری اور تقریری مقابلے اسپورٹس و گیمس اور ڈراموں کے مقابلے منعقد ہوئے۔

زمین کو زیر کاشت لایا گیا :

فروری ۱۹۶۲ء میں رودرارم پنچایت سمیتی (ضلع کرنول) میں (۶۶) ایکڑ زمین کو زیر کاشت لایا گیا۔

علاج حیوانات کا پہلا طبی امدادی مرکز :

حال ہی میں امبادرم (رنٹلی مری) پنچایت سمیتی (ضلع کڑپا) میں علاج حیوانات کا پہلی طبی امداد کا مرکز قائم کیا گیا۔

دیہی رقبوں کو برقی قوت کی سربراہی

فبروری ۱۹۶۲ء میں موضع بلاللاالسا (ضلع وساکھاپٹنم) اور موضع وجیا رائیڈو پالم (ضلع مشرقی گوداوری) کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

فبروری ۱۹۶۲ء میں ضلع کڑپا میں حسب ذیل گاؤں کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

کوٹھاپلی، چیرو میدی، راجاپلی، نیننی وری پلی، وینکٹ راجو پلی، پنڈ میتی وری پلی، سیتنا گیری پلی، کماپلی، گنڈلوری پلی، چلم پیٹا، وینکٹ نائن پلی اور وڈاپلی (جو تمام تعلقہ راجم پیٹ میں واقع ہیں) دیرا پلی، باوتنی پلی، پاگری پلی اور کوٹھاپلی (جو تمام تعلقہ رایاچوٹی میں واقع ہیں)

اسی مہینے کے دوران ضلع کرنول میں نیچے بتائے ہوئے مواضعات کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

کونگنا پاڈو، ریماٹا، سالک پورم، ندوز درو، اور آلی جلا۔

اسی مہینے کے دوران ضلع اننت پور میں نیچے بتائے ہوئے گاؤں کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

کراکر کلا (تعلقہ گوٹی)، تھانا کلر (تعلقہ کادری)، کوٹھاپلی (تعلقہ گوٹی)، اور جبار دھن پلی (تعلقہ گوٹی)

ضلع چتور میں مواضعات جیتپی رالا اور سنجیوارائنی پلی (تعلقہ چتور) کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

فبروری ۱۹۶۲ء کے دوران علاقہ تلنگانہ میں نیچے بتائے ہوئے گاؤں کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

موضع	تعلقہ	ضلع
سوری پلی	نلگنڈہ	نلگنڈہ
گنگا پور	محبوب نگر	محبوب نگر
منادیو پورم	مدھیرہ	کھمم
الورو	مدھیرہ	کھمم
تاڈوگوڈم	محبوب نگر	ورنگل
کانکوا	حضور نگر	نلگنڈہ
رام پلی	سلطان آباد	کریم نگر
تھاپورم	کریم نگر	کریم نگر
محمد پور	راماپیٹ	نلگنڈہ
ایدملاگوڑہ	راماپیٹ	نلگنڈہ
کسراپلی	سلطان آباد	کریم نگر
چوڈپلی	ونپرتی	محبوب نگر
گنڈاپور	نلگنڈہ	نلگنڈہ
خان پور	چیرو	حیدرآباد
جنوادا	چیلا	حیدرآباد
مرپلہ	چیولا	حیدرآباد
سرچاپور	خانہ پور	عادل آباد
ڈبک	سدی پیٹھ	میدک
دھرمارم	سدی پیٹھ	میدک
جنتی پور	سدی پیٹھ	میدک
ناسارم	سدی پیٹھ	میدک
نولا	محبوب آباد	ورنگل

❖ ❖ ❖

حکومت نے نیچے بتائے ہوئے امداد باہمی کے اداروں کو قرضہ جات حاصل کرنے کے لئے مالی ضمانتیں دینے کا فیصلہ کیا ہے :

(۱) سٹینڈرڈ ٹرانسپورٹ کوآپریٹیو ڈیولپمنٹ کارپوریشن وزیانگرم، اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن، وجے واڑہ سے (۵) لاکھ روپے قرضہ حاصل کریگی۔

(۲) آندھرا پردیش کوآپریٹیو بنک، کیمیاوی کھاد کی تیاری کے لئے (۱۰۰) لاکھ روپیہ نقد قرضہ حاصل کرے گا۔

(۳) چیرالہ کوآپریٹیو اسپننگ ملز کے لئے (۱۰) لاکھ روپے کی ضمانت، یہ ملز اسٹیٹ فینانشیل کارپوریشن سے قرضہ حاصل کریں گے۔

(۴) موسی پروجکٹ کے رقبہ میں امداد باہمی کی انجمنیں موجودہ انجنوں کو ترقی دینے کے لئے اسٹیٹ بنک آف انڈیا سے (۲۵) لاکھ روپیہ قرضہ حاصل کریگی۔

(۵) آندھرا پردیش اسٹیٹ کوآپریٹیو بنک، لوہا، فولاد اور الکٹرک ٹربائنس تیار کرنے کے لئے اسٹیٹ بنک آف انڈیا سے (۴۰) لاکھ روپیہ قرضہ حاصل کرے گا۔

اِمداد باہمی کی اساس پر شکر کے کارخانے :

امدالاوالسا، چتور، پالاکول، چوڈاورم اور نظام آباد کے شکر کے (۵) تجارتی کارخانوں کو حکومتِ ہند اور ریاستی حکومت کی جانب سے ۱۵، ۱۵ لاکھ روپے کی ضمانت دی جائے گی۔

سنگارینی کالریز :

ریاستی حکومت نے حکومتِ ہند سے یہ درخواست کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ وہ ریاستی حکومت کو قرضہ دیکر سنگارینی کالریز کے حصص میں مالیہ فراہم کرے اس سلسلہ میں موجودہ سرمایہ حصص ۳ کروڑ روپیہ سے بڑھاکر ۶ کروڑ روپیہ کردیا جائے۔ جس میں سے ریاستی حکومت (۲،۶) کروڑ روپیہ اور مابقی رقم حکومتِ ہند لگائے گی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ پیداوار جو (۳) ملین ٹن ہے وہ بڑھ کر (۶،۶۵) ملین ٹن ہوجائے۔

سنگارینی کالریز کی مجلسِ نظما کے صدرنشین اور منیجنگ ڈائرکٹر کو نامزد کرنے کا حق ریاستی حکومت ہی کو حاصل رہے گا۔

سوالات

ریورنڈ سی ۔ جی ۔ ارلی
عیدگاؤں ۔ نرمل
ضلع عادل آباد ۔

سوال میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آیا " قانون انسدادِ بے رحمی جانوران " کی سفارشات کے نتیجے میں حکومت اندھرا پردیش پوری ریاست کے لیئے انجمن بہبودی جانوران منظم کرنے والی ہے جس کی شاخیں تمام اضلاع میں ہوں گی ؟

جواب پوری ریاست کے لیئے انجمن بہبودی جانوران (جس کی شاخیں تمام اضلاع میں ہوں) منظم کرنے کی کوئی تجویز نہیں ہے ۔ تاہم قانون انسداد بے رحمی جانوران بابت سنہ ۱۹۶۰ء کی دفعات کے پیشِ نظر مرکزی حکومت کی جانب سے بہبودی جانوران کا بورڈ قائم کیا جارہا ہے اس بورڈ میں حیدرآباد کی انجمن انسداد بے رحمی جانوران کی نمائندگی ہوگی ۔

شری یم ۔ موہن راؤ
راماورم ۔ ہنمت گوڑم

سوال کیا ایسے افراد کو جنہوں نے انعامی اراضیات خریدی ہیں پٹہ عطا کیا جائے گا یا نہیں ؟

جواب ایسی انعامی اراضیات کی صورت میں جو قانون برخاستگی انعامات حیدرآباد بابت سنہ ۱۹۵۴ء کے تحت برخاست نہیں کی گئی ہیں ، پٹے کی منظوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ دوسرے انعامی اراضیات کی صورت میں جو فی الوقت برخاست کر دی گئی ہیں اور جو حکومت کے پاس ہیں ، پٹے کے سوال پر ، قانون کی دوسری دفعات کے نافذ ہوجانے کے بعد غور کرنا ہوگا ۔

شری آر ۔ ہنمنت راؤ
ہاپشلہ ۔ ضلع گنٹور ۔

سوال کیا ایسے جز وقتی مدرسین ، جنہوں نے (۳) سال خدمت انجام دی ہو امتحان ایس ۔ ایس ۔ ایل ۔ سی میں شرکت کے اہل ہیں ؟ ۔

جواب جز وقتی مدرسین خانگی امید داروں کی حیثیت سے امتحان ایس ایس ایل ۔ سی میں شرکت کے اہل نہیں ہیں ۔ ہاں نان ایلیمنٹری گریڈ ٹرینڈ مدرسین اور پیشہ تدریسی سے تعلق رکھنے والے دوسرے افراد جو ضروری قابلیتیں رکھتے ہوں اور جو مسلمہ مدارس میں ہمہ وقتی مدرسین کی حیثیت سے کم سے کم تین سال سے خدمت پر ہوں ، خانگی امیدوارں

کی حیثیت سے امتحان ایس۔ ایس۔ ایل۔ سی میں شرکت کے اہل ہیں۔

شری کے۔ کرماندھاسوامی
سریکاکلم۔

سوال کہا جاتا ہے کہ ضلع سریکاکلم میں پٹ سن کا کارخانہ قائم کیا جائے گا؟ یہ کب اور کہاں قائم کیا جائے گا؟

جواب فی الوقت ضلع سریکاکلم میں پٹ سن کا کارخانہ قائم کرنے کی کوئی تجویز نہیں ہے۔

شری این سیسرانندم
ویراواسرم، ضلع مغربی گوداوری۔

سوال پالاکول کے اتحادی شکر کے کارخانے میں پیداوار کب سے شروع ہوگی؟ اس میں کتنا سرمایہ لگایا گیا ہے؟ اس میں کتنے مزدوروں کو مامور کیا جائے گا؟

جواب اس کارخانے میں مئی ۱۹۶۲ء سے پیداوار شروع ہوجائے گی۔ اس میں (۱۴۵) لاکھ روپیہ مشغول کیا گیا ہے۔ اس کارخانے میں کوئی (۴۸۰) مزدور رہیں گے۔

شری کے۔ دیانند
نظام آباد

سوال جنگم پیٹھ کا شکر کا کارخانہ کب تک مکمل ہوگا؟ یہاں روزانہ کتنی شکر تیار ہوسکے گی؟

جواب حکومتِ ہند نے حال ہی میں نظام آباد کو آپریٹیو شوگر فیکٹری کو لائسنس دیا ہے۔ فی الوقت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں پیداوار کب سے شروع ہوگی۔ اس کارخانے میں گنا دابنے کی یومیہ گنجائش (۱۰۰۰) ٹن ہوگی۔

شری پی۔ بی۔ راجو
راکوڈو۔ وزیانگرم

سوال آندھراپردیش میں خاندانی منصوبہ بندی کے سلسلے میں کتنے مردوں اور عورتوں کا آپریشن کیا گیا؟ ۱۹۶۱ء میں کسقدر آپریشن کیے گئے اور ضلع وشاکھاپٹنم میں کتنے آپریشن کیے گئے؟

جواب آندھراپردیش میں جو 'اسٹرلائزیشن' آپریشن کیے گئے ان کی تعداد حسب ذیل رہی:

	مرد	خواتین
۱۹۵۸ء میں	۵۹۶	۴۱۸
۱۹۵۹ء میں	۸۵۲	۵۰۷
۱۹۶۰ء میں	۱۰۲۴	۵۵۸
۱۹۶۱ء میں	۷۸۶	۷۷۱

۱۹۶۱ء کے دوران مرکز خاندانی منصوبہ بندی، عابدس روڈ، حیدرآباد پر 'ویسکٹومی' آپریشن کی تعداد (۳۴۰) رہی۔

ضلع وشاکھاپٹنم میں ۱۹۶۱ء کے دوران 'اسٹرلائزیشن' آپریشن کی تعداد حسب ذیل رہی:

مرد ۵۹ خواتین ۳۴

شری ٹی۔ جی۔ رمناراؤ
گنٹکل

سوال (الف) لیجسلیٹیو اسمبلی کے ارکان کی جانب سے لیجسلیٹیو کونسل کے لئے منتخب کیے جانے والے رکن کے عہدہ کی معیاد کتنی ہوتی ہے؟

جواب لیجسلیٹیو کونسل کے رکن کی معیاد عہدہ، جو لیجسلیٹیو اسمبلی کے ارکان کی جانب سے دو سالہ چناؤ میں منتخب کیا جاتا ہے، چھ سال ہوتی ہے۔ لیجسلیٹیو کونسل کے ایسے رکن کے عہدہ کی معیاد جو ذیلی چناؤ میں منتخب ہوتا ہے، اس کے پیش رو کے معیاد عہدہ کی باقی ماندہ مدت ہوتی ہے۔

راجیہ سبھا کی صورت میں بھی رکن کے عہدہ کی معیاد اتنی ہوتی ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

سوال (ب) لیجسلیٹیو کونسل کے ایک رکن کے چناؤ کے لیئے لیجسلیٹیو اسمبلی کے کتنے ارکان کی تائید ضروری ہوتی ہے ؟

جواب اس کا انحصار پُر کی جانے والی نشستوں اور ڈالے گئے ووٹوں کی تعداد پر ہے۔ تفصیلی طریقہ کار قواعد انصرام انتخابات بابت ۱۹۶۱ء کے جزو (۷) میں بتایا گیا ہے۔

سوال (ج) گورنر ایوانِ بالا (لیجسلیٹیو کونسل) اور ایوانِ زیریں (اسمبلی) کے لیئے کتنے افراد کو نامزد کرسکتا ہے؟

جواب گورنر لیجسلیٹیو کونسل کے لیئے (۱۲) ارکان نامزد کرسکتا ہے یہ (۱۲) ارکان ایسے افراد ہوں گے جو ادب، سائنس، آرٹ تحریک امداد باہمی اور سماجی خدمت سے خصوصی واقفیت یا ان کا عملی تجربہ رکھتے ہوں۔ لیجسلیٹیو اسمبلی کی حد تک گورنر اینگلو انڈین فرقے کے ایک فرد کو نامزد کرسکتا ہے۔ صدر راجیہ سبھا کے لیئے (۱۲) ارکان اور لوک سبھا کے لیئے زیادہ سے زیادہ دو ارکان نامزد کرسکتے ہیں، اس کا طریقہ کار وہی ہے جیسا کہ اُوپر بتلایا گیا ہے۔

سوال (د) مذکورہ دو ایوانوں میں نامزدگی کے لیئے گورنر کے آگے ناموں کی سفارش کون کرتا ہے ؟۔

جواب اس کے لیئے کوئی معین گنجائش نہیں ہے۔

شری پی۔ بیراگی راجو،
واکوڈو۔ وزیانگرم

سوال (الف) زمین کے جھٹکے کن حالات کے تحت محسوس ہوتے ہیں ؟۔

جواب معمولی نوعیت کے جھٹکے بھی قشر ارض میں خلل اور زمین کی کمزور سطح کے نشیب و فراز سے واقع ہوتے ہیں۔ جہاں رخنے شدید قسم کے ہوتے ہیں، وہاں آس پاس کے رقبے زیادہ شدید جھٹکے محسوس کرتے ہیں۔ یہ گھڑگھڑاہٹ اتنی شدید نہیں ہوتی کہ ان سے زلزلے واقع ہوں۔

سوال (ب) وزیانگرم اور اس کے آس پاس کے رقبوں میں حال ہی میں جو جھٹکے محسوس کیئے گئے اس سلسلے میں تعلقہ وزیانگرم میں کوئی تحقیقات کی گئی ہیں ؟ اگر تحقیقات کی گئی ہیں تو اس پر مختصراً روشنی ڈالیئے۔

جواب جی ہاں۔ وزیانگرم اور اس کے اطراف کے ۲، ۳ میل نصف قطر کے رقبہ میں زیادہ جھٹکے محسوس ہوئے ہیں، اس کی وجہ حسبِ ذیل ہے:

(۱) بڑے بڑے رخنوں سے قربت۔

(۲) زمین دوز یا زیرِ سطح رخنے یا انقطاع سلسلہ، جن سے ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔

گنے کی پیداوار کا ریکارڈ:

گنے کی فصل کے کل ہند مقابلے میں بوبلی کے کمار راجہ نے کل ہند اساس پر ۲۵۰۰ روپے کا پہلا انعام اور سونے کا تمغہ اور (۵۰۰) روپے کا ریاستی انعام حاصل کیا۔ موصوف نے فی ایکڑ (۱۲۸ ء ۲۷) ٹن پیداوار حاصل کی۔

انعامات کا اعلان گنے کی فصل کے مقابلے کی مرکزی ذیلی کمیٹی کی جانب سے کیا گیا۔ دوسرا اور تیسرا انعام ترتیب وار پونا کے شری آنند رام چندر گاڈے اور ضلع کرشنا کے شری دائی وینکٹ چلم نے حاصل کیا۔

انڈین آئل کمپنی کے اسٹوریج ڈپو:

آندھرا پردیش میں پٹرول ذخیرہ کرنے کے (۵) ڈپوؤں کے قیام کا امکان ہے۔ اس اسکیم پر سرکاری محکمہ انڈین آئل کمپنی کی جانب سے عمل کیا جا رہا ہے۔ اس اسکیم کے تحت جنوبی ہند میں آئندہ چھ مہینوں کے اندر (۱۴) اسٹوریج ڈپوؤں کے قیام کی تجویز ہے۔ جن میں سے دو میسور اسٹیٹ میں، دو مدراس میں اور (۵) کیرالا میں ہوں گے۔ ان ڈپوؤں کے قیام کے نتیجے میں پٹرول، کیروسن، ڈیزل آئل اور پٹرول کی دوسری مصنوعات کی سربراہی کا یقین ہو جائے گا۔

تلگو فلم کو اوارڈ:

۱۹۶۱ء کی بابت پریسیڈنٹ کے سلور میڈل کے اوارڈ میں تلگو فلم "بھاریا بھارتلو" بھی شامل ہے۔

فرض شناسی:

ریلوے ہفتہ کی تقاریب کے سلسلہ میں ۱۱ را پریل کو بمبئی کی ایک خصوصی تقریب میں وزیر ریلوے سردار سورن سنگھ نے ممتاز خدمت کے سلسلے میں جو (۱۸) انعامات دیئے ان میں جنوب مشرقی ریلوے کے شری الیکا وینکٹ راؤ کو (بعد از مرگ) انعام بھی شامل ہے۔ شری وینکٹ راؤ ہوڑہ رانچی اکسپرس کے ڈرائیور تھے۔ انہوں نے دوسروں کو بچانے کے لیئے اپنی جان قربان کردی۔ یہ حادثہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کو گھٹشلا پر پیش آیا جب کہ ریل پٹریوں سے نیچے اتر گئی تھی۔ جس وقت جی۔ ٹی۔ اکسپرس کو حادثہ پیش آیا اس وقت شری وینکٹ راؤ نے فائرمین اور دوسرے افراد سے کہا کہ وہ انجن سے باہر کود جائیں لیکن وہ خود اسی جگہ بریک پکڑے کھڑے رہے اور اس طرح اس حادثہ کی شدت کم کرنے کی کوشش کی۔ جب ان کی لاش انجن کے نیچے سے نکالی گئی تو ان کے ہاتھ بریک کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے۔ یہ انعام شریمتی وینکٹ راؤ نے حاصل کیا۔

ضلعوں کے آنچل سے

عادل آباد

یوم گریجن :

عادل آباد میں ۱۴ / مارچ کو یوم گریجن منایا گیا۔ اس موقع پر اسپورٹس منعقد کیے گئے۔ اول آنے والوں کو انعامات دیے گئے۔ نمائش اطفال بھی منعقد کی گئی۔

اننت پور

تعلیم بالغان کے مرکز کا قیام :

فروری سنہ ۱۹۶۲ء میں منگلا ملا پنچایت سمیتی کے موضع کونڈاپورم میں تعلیم بالغان کا مرکز قائم کیا گیا۔

کڑپا

دو روزہ میلہ :

پینڈلی مری پنچایت سمیتی کے موضع چینتا کوماڈنی میں ۷ اور ۸ / مارچ کو میلہ و نمائش منعقد کی گئی۔

گنٹور

بوڈم پاڑو کے لئے آبرسانی :

وزیر منصوبہ بندی نے ۱۶ / مارچ کو بوڈم پاڑو کی آبرسانی کی اسکیم کا سنگ بنیاد رکھا جس کے اخراجات کا تخمینہ (۲۸۰۰۰) روپیہ ہے۔

اے بی سی۔ آفیسرس کا تربیتی کیمپ :

مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کے آخری ہفتے میں گنٹور میں اے بی سی۔ آفیسرس کا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں (۱۰۵) مرد افسروں اور (۴) خاتون افسروں نے تربیت حاصل کی۔

ٹیلیفون ایکسچینج :

اپریل سنہ ۱۹۶۲ء میں تھما سمدرم (تعلقہ اونگول) میں ٹیلیفون ایکسچینج قائم کیا گیا۔ پبلک کال آفس بھی قائم کیا گیا۔

نمائش جانوران :

گنٹور میں مارچ میں تین روزہ نمائش جانوران منعقد کی گئی تمام اقسام کے کوئی (۸۰۰) جانور اس نمائش میں شریک کیے گئے۔ (۱۰۰۰) روپے کی مالیت کے انعامات تقسیم کیے گئے۔

دواخانہ علاج حیوانات :

سودر کوروم میں ۲۷ / مارچ کو دواخانہ علاج حیوانات کی نئی عمارتوں کا افتتاح عمل میں آیا۔ گاؤں والوں نے اسے (۵۰۰۰) کی لاگت پر تعمیر کیا۔

مہیلا تربیتی کیمپ :

پنچایت سمیتی کے زیر اہتمام تھما پورم میں ۳ روزہ مہیلا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں (۴۰) خواتین نے تربیت حاصل کی۔

منطقہ واری مقابلے :

گنٹور میں اپریل ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتے میں گیت اور ڈرامے کے منطقہ واری مقابلے منعقد ہوئے۔ ضلع پریشد ہائی اسکول گرازلا کے طلباء نے پہلا انعام حاصل کیا۔

حیدرآباد

خاندانی منصوبہ بندی پر سمینار :

ابراہیم پٹن پنچایت سمیتی کے موضع ارڈلہ میں ۲۲ سے ۲۵ مارچ تک خاندانی منصوبہ بندی پر سمینار منعقد کیا گیا جس میں آس پاس کے گاؤں کی (۶۷) خواتین نے شرکت کی۔

کھیتی باڑی کے کام :

اس ضلع میں فروری کے دوران زرعی کاموں کی ترقی کی رفتار اطمینان بخش رہی نئے طریقوں سے کھاد تیار کرنے کے لئے معاشی ذرائع وسائل کی ترقی کی اسکیم شروع کی گئی۔

گرام لکشمی مرکز :

شریمتی ٹی۔ این۔ سدالکشمی وزیر اوقاف نے گرام لکشمی تربیتی مرکز کا افتتاح کیا جس کا انتظام چیولا پنچایت سمیتی نے پرامسگارم میں ۱۶ مارچ کو کیا۔

کریم نگر

کوٹھاپلی میں خاندانی منصوبہ بندی کا کیمپ :

کوٹھاپلی میں ۵، ۶ مارچ کو خاندانی منصوبہ بندی کا کیمپ منعقد کیا گیا خاندانی منصوبہ بندی پر نمائش بھی منعقد کی گئی۔

ڈسٹرکٹ انفارمیشن سنٹر :

شری پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ وزیر قانون و اطلاعات نے ۴ اپریل کو کریم نگر میں ڈسٹرکٹ انفارمیشن سنٹر کا افتتاح کیا۔

کھمم

خاندانی منصوبہ بندی کا کیمپ :

ویرا میں مارچ ۱۹۶۲ء میں ۴ روزہ خاندانی منصوبہ بندی کا کیمپ منعقد کیا گیا جس میں (۵۰) مندوبین نے شرکت کی۔ ان میں ویلج لیول ورکرس توسیعی عہدہ دار گرام سیویکا اور مدرسین شامل ہیں۔

کرشنا

گنگادرم میں یوتھ کیمپ :

گنگادرم میں مارچ میں ۳ روزہ یوتھ کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر اسپورٹس اور گیمس بھی منعقد کیئے گئے۔

ایمپلائمنٹ کا مرس بیورو :

نیشنل ایمپلائمنٹ سرویس اسکیم کے تحت گنادرم میں ۲۲ مارچ کو پنچایت سمیتی میں فراہمی روزگار کے بارے میں اطلاعات و امداد کا بیورو قائم کیا گیا۔

گوڈور سمیتی میلہ :

مارچ ۱۹۶۲ء کے آخری ہفتے کے دوران گوڈور پنچایت سمیتی کے زیر اہتمام پڑانا ضلع پریشد ہائی اسکول میں تین روزہ میلہ منعقد کیا گیا۔ پروگرام کے اہم مدات میں دیہی مصنوعات کی نمائش فصلوں کے مقابلے اور جسمانی و ثقافتی مقابلے شامل تھے۔

کرنول

مہیلا منڈل :

نندیال بلاک کے مواضعات کوٹھاپلی اور نندی پلی میں فروری ۱۹۶۲ء کے دوران دو مہیلا منڈل قائم کیئے گئے۔

محبوب نگر

برقی قوت کی سربراہی :

وزیر عمارات و شوارع نے ۲ اپریل کو موضع ناگارم کو برقی قوت کی سربراہی کا افتتاح کیا۔ موضع ناگارم ونپرتی سے ۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

کلکٹر نے ۱۳ مارچ کو موضع آلور میں برقی قوت کی سربراہی کا افتتاح کیا۔

لازمی تعلیم کی اسکیم :
لازمی تعلیم کی اسکیم کو کامیابی سے روبہ عمل لانے کے لئے حکومت نے ضلع محبوب نگر کو (تیسرے منصوبہ کے تحت، اسی سال (۱۷۰) مدرسین کی منظوری دی ہے۔ تیسرے منصوبے کے تحت (۱۶۷۰) مدرسین کا تقرر کیا جائے گا۔

ایل ایس ایس۔ تربیتی کیمپ :
اپریل ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتے میں دیورکنڈہ میں لوک سہائک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔

اسکول کی نئی عمارت کا افتتاح :
وزیر عمارات و شوارع نے ونپرتی میں ۲ اپریل کو چھ کمروں پر مشتمل اسکول کی عمارت کا افتتاح کیا۔

میدک
گداگروں کے لئے مرکز :
مارچ ۱۹۶۲ء میں سداسیو پیٹھ میں گداگروں اور جسمانی طور پر معذور افراد کے لئے ڈسٹرکٹ شلٹر کا قیام عمل میں آیا۔

نلگنڈہ
پنچایت راج پر سمینار :
مریال گوڑہ میں اپریل ۱۹۶۲ء میں ڈیویژن کی سطح پر پنچایت راج پر سمینار منعقد کیا گیا۔ اس سمینار میں مختلف پنچایت سمیتیوں کے مندوبین نے شرکت کی اور پنچایت راج سے متعلق مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔

۴۴ سپاہیوں کو کھیتی باڑی کے طریقوں کی تربیت :
مارچ کے آخری ہفتے کے دوران موضع دھمن پلی گوڑہ میں آلیر پنچایت سمیتی کے مختلف عوامی اداروں کے ۴۴ سپاہیوں کو تین روز تک کھیتی باڑی کے ترقی یافتہ طریقوں، امداد باہمی اور پنچایت راج کی تربیت دی گئی۔

بہترین گرام سیوک :
شری سید لیسین کو ضلع نلگنڈہ کا بہترین گرام سیوک قرار دیا گیا۔ شری سید لیسین کا تعلق آلیر پنچایت سمیتی سے ہے۔ انہیں (۲۰۰) روپے نقد انعام دیا جائے گا۔

بہترین گاؤں :
تنگڑپلی کو سال ۶۲-۱۹۶۱ء کی بابت ضلع کا بہترین گاؤں قرار دیا گیا۔ تنگڑپلی چوٹپل پنچایت سمیتی کا ایک چھوٹا سا موضع ہے جو نلگنڈہ کے (۲۵) میل مغرب میں واقع ہے۔ اس کی آبادی (۳۱۹۲) نفوس پر مشتمل ہے اور اس کا ریکارڈ شاندار رہا ہے۔ یہاں انجمن امداد باہمی ہے۔ پنچایت پرائمری اسکول ہے جس کا انتظام نہایت عمدگی سے چلایا جارہا ہے۔ خواتین کی فلاح و بہبود کے لئے مہیلا منڈل بھی قائم کی گئی۔ اس گاؤں میں یوتھ کلب لائبریری اور کمیونٹی ریڈیو بھی ہے اندرونی سڑکیں خود گاؤں والوں نے ہی تعمیر کیں۔

نیلور
امداد باہمی میں نئے ارکان کی شرکت :
فروری ۱۹۶۲ء کے دوران اننت ساگرم (چیجرلی بلاک) کی قرضہ و ہمہ مقصدی انجمن امداد باہمی میں (۲۵) نئے ارکان شریک کئے گئے۔

نظام آباد
نمائش جانوران :
پنچایت سمیتی کے زیر اہتمام مدنور میں ۲۵ مارچ کو نمائش جانوران منعقد کی گئی۔

سرکاکلم
شکر کے کارخانے نے کام شروع کر دیا :
ریاستی حکومت کی جانب سے اتحادی اساس پر شکر کے جو کارخانے قائم کئے جارہے ہیں ان میں ساوالاوان کو اپریٹو شوگر فیکٹری نے سب سے پہلے (دیکم اپریل کو) کام شروع کر دیا۔ اس پلانٹ کی گنجائش (۱۵۰۰) ٹن یومیہ ہے۔

ڈسٹرکٹ انفارمیشن سنٹر،

کلکٹر نے ۳۱ مارچ کو ڈسٹرکٹ انفارمیشن سنٹر کا افتتاح کیا۔

وشاکھاپٹنم

گرام سہایک تربیتی کیمپ :

یلامنچلی پنچایت سمیتی کے موضع کوٹوروں میں ۲۹ سے ۳۱ مارچ تک گرام سہایک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔

مہیلا سنگھم کی تقاریب :

وشاکھاپٹنم کے مارن مہیلا سنگھم کی پانچویں سالگرہ ۲۵ مارچ کو منائی گئی۔ سنگھم خواتین کے لئے تعلیم بالغان کا اسکول چلا رہا ہے۔ یہاں تعلیم پانے والی عورتوں کو مفت کھانا، وظیفہ اور جیب خرچ دیا جاتا ہے۔

وڈاڈی میں پبلک کال آفس کا قیام :

اپریل ۱۹۶۲ء میں وڈاڈی کے پوسٹ آفس میں پبلک کال آفس قائم کیا گیا۔

ورنگل

گیت اور ڈرامے کا منطقہ واری سمینار :

مارچ ۱۹۶۲ء میں ورنگل میں گیت اور ڈرامے کا منطقہ واری سمینار منعقد کیا گیا۔ ججوں کی کمیٹی نے پراتی بیشم "کو بہترین ڈرامہ قرار دیا۔ یہ ڈرامہ کھم کی جماعت نے پیش کیا تھا۔

مغربی گوداوری

تانوکو میں فائر اسٹیشن کا قیام :

۳۱ مارچ کو تانوکو میں پنچایت کے احاطے میں فائر اسٹیشن کا افتتاح عمل میں آیا۔

پری کشتنش بلاک کا افتتاح :

کلکٹر نے ۲۸ مارچ ۱۹۶۲ء کو پینوگنڈہ پری کشتنش بلاک (ضلع مغربی گوداوری) کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر الورد کے پیکج اسکیم کے ماہر انتظام مزرع نے تقریر کی جس میں انہوں نے کاشتکاروں اس اسکیم سے پہنچنے والے فائدوں اور کاشت عمیق کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ دوسرے افراد نے بھی تقاریر کیں۔ اس کے بعد درج فہرست طلباء اور پس ماندہ طبقات کے طلباء کو انعامات تقسیم کیے گئے۔ اور بلاک رقبے کے دستکاروں میں آلات و اوزار بنانے پر انعامات دیے گئے۔

انجمن فروخت پیداوار :

مارچ ۱۹۶۲ء میں یرراپالم میں ماہی گیری کی انجمن فروخت پیداوار کا افتتاح کیا گیا۔

گیت اور ڈرامے کا سمینار :

الوروں میں ۲۱ مارچ کو محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ کے زیر اہتمام ضلع کی گیت و ڈرامے کا چوتھا سمینار منعقد ہوا۔

مجسٹریٹ، (ملزم سے) اب تمہیں نو سال قید کی سزا دیجاتی ہے۔
ملزم : (عاجزی سے) جناب والا! میں ۲۵ دفعہ آپ کے روبرو پیش ہو چکا ہوں، باربار کے گاہک کو کچھ تو رعایت ملنی چاہیے۔

اخباری اطلاعات

عصری ہندوستانی زبانوں کی ترقی کی اسکیم :

دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے تحت حکومت ہند کی وزارت سائینسی تحقیقات وتہذیبی امور نے (ہندی اور سنسکرت کے سوا) عصری ہندوستانی زبانوں کی ترقی کے لئے ایک اسکیم منظور کی ہے ۔ اس اسکیم کے تحت ترقی کے مختلف مدات اور ثقافت سے متعلق عام فہم کتابوں کی تصنیف وتالیف اور نایاب مسودوں کی اشاعت وغیرہ تجویز کیئے گئے ہیں۔

ایسے ادارے جو عصری ہندوستانی زبانوں کی ترقی کے لئے ایسی ہی سرگرمیوں میں مصروف ہوں امداد پانے کے مستحق ہوں گے ۔ ایسی امداد کے لئے درخواستیں متعلقہ ریاستی حکومتوں کے توسط سے روانہ کی جانی چاہئیں ۔

"بہترین کارگذاری کے انعامات" :

حکومت نے ریاستی مشاورتی کمیٹی علاقائی فوج دلرک سماک سینا کی سفارش پر احکام صادر کئے ہیں کہ مالی سال ۶۳-۱۹۶۲ء سے ہر سال (۲۰۰) روپے افسر کمانڈنگ ۱۰۹ لائین کنسٹرکشن سگنل سکشن (ٹی اے) (پی اینڈ ٹی) بلارم کے اختیار میں لئے جائیں تاکہ وہ اس یونٹ کے ان ارکان کو انعامات عطا کریں جنہوں نے سالانہ کیمپ کے دوران میں بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کیا ہو ۔

"کولڈ اسٹوریج" :

محکمہ سمکیات (قریب کٹہ حسین ساگر حیدرآباد) میں چار ٹن والا سرد خانہ (کولڈ سٹوریج) نصب کیا گیا ہے اور اسے چالو بھی کردیا گیا ہے ۔ مچھلی کو محفوظ کرنے کے علاوہ اسی سرد خانہ کا ایک حصہ جلد خراب ہو جانے والی چیزوں مثلاً پھلوں ترکاریوں گوشت وغیرہ کو محفوظ کرنے کے لئے حاصل کیا جاسکتا ہے ۔ تفصیلات کے لیئے ناظم محکمہ سمکیات سے دفتر کے اوقات میں ربط قائم کیا جائے ۔

برقی حادثوں کی اطلاع (۲۴) گھنٹوں کے اندر دیجائے :

انڈین الکٹریسٹی ایکٹ سنہ ۱۹۱۰ء کے تحت حکومت نے ہدایات جاری کی ہیں کہ برقی حادثوں کی اطلاعیں (۲۴) گھنٹوں کے اندر چیف الکٹریکل انسپکٹر اور متعلقہ رقبے کے الکٹریکل انسپکٹر کے پاس روانہ کی جانی چاہئیں ۔ اس لئے عوام کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر ان کے مکانوں میں کوئی برقی حادثہ پیش آجائے تو اس کی اطلاع فوراً ہی چیف الکٹریکل انسپکٹر اور متعلقہ الکٹریکل انسپکٹر کو (۲۴) گھنٹوں کے اندر دی جانی چاہیئے ۔

پریس ریکگنیشن کمیٹیاں :

اضلاع کے اخباری نمائندوں کی توثیق اور تصدیق کے لئے ضروری سہولتیں پہنچانے کی غرض سے حکومت آندھرا پردیش نے ریاست کے تمام اضلاع کے لئے (بجز ضلع حیدرآباد)

ریس ریجوشیشن کمیٹیاں قائم کی ہیں جن کے صدرنشین کلکٹر ضلع ہوں گے ۔ کمیٹی کے ارکان میں صدرنشین ضلع پریشد، مقامی ورکنگ جرنلسٹوں کا ایک نمائندہ اور مقامی ایڈیٹروں کا ایک نمائندہ شامل ہوگا ۔ ڈسٹرکٹ پبلک ریلیشنز آفیسر کمیٹی کے معتمد ہوں گے ۔ ضلع کرشنا میں ورکنگ جرنلسٹوں اور ایڈیٹروں کے دو دو نمائندے اس کمیٹی میں شامل رہیں گے ۔

قانون وقواعد تجارتی محاصل :

حکومت نے تصفیہ کیا ہے کہ قانون وقواعد تجارتی محاصل کی ترمیموں اور اس تعلق سے جاری ہونے والے اعلانات وغیرہ کی نقلیں تاجروں کو مقررہ فیس کی ادائی پر سربراہ کرنے کی اسکیم یکم اپریل ۱۹۶۲ء سے مزید ایک سال کے لئے جاری رکھی جائے ۔
ایسے اندراج یا اندراج کی تجدید کی فیس مذکورہ مدت کے لئے (۱۵) روپے ہوگی اس فیس کی ادائی پر متعلق شخص مذکورہ کاغذات کی ایک ایک نقل کا مستحق ہو جائے گا ۔

حمالوں کے حالات کے سروے کیلئے کمیٹی کی تشکیل :

حکومت نے ریاست میں حمالوں کے کام کے حالات کا ایک سروے عمل لانے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو نیچے بتائے ہوئے اصحاب پر مشتمل ہے ۔۔

۱۔ ریجنل پراویڈنٹ فنڈ کمشنر — صدرنشین
۲۔ سری وی جگنا تھ راؤ (انٹک) — ملازمین کے نمائندے
۳۔ سری سریدھر وامن نائک — آجروں کے نمائندے

یہ کمیٹی اپنے قیام کی تاریخ سے چھ مہینوں کے اندر اپنی رپورٹ لیبر کمشنر کے توسط سے حکومت کے آگے پیش کرے گی ۔

جن افراد کے نام ان فہرستوں میں درج نہیں ہیں اور جو رائے دہندوں کی حیثیت سے اپنے نام ان انتخابی حلقوں سے درج کرنے کے خواہشمند ہیں وہ متعلقہ انتخابی حلقوں کے الکٹورل رجسٹریشن افسر کے پاس اپنی درخواست مقررہ فیس (۵۰) نئے پیسوں کے ساتھ جو غیر عدالتی زائد اسٹامپ یا مہر کاغذ کی شکل میں ہونی چاہیئے پیش کریں ۔

ایسی درخواستیں وصول ہونے پر الکٹورل رجسٹریشن آفیسر سات روز کے اندر اعتراضات طلب کرنے کے بعد اور مقررہ طریقہ کار کی پابندی کرتے ہوئے ایسے نام اگر وہ اندراج کے قابل ہوں تو رائے دہندوں کی فہرست میں شامل کرلیں گے ۔

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے مقرر کیئے ہوئے اسکیل :

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ ریاست میں کالجٹ اسٹاف کے لیئے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے مقرر کیئے ہوئے تنخواہی اسکیل اختیار کیئے جائیں ۔
یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے مجوزہ اسکیل میں کسی استاد کی اس تنخواہ پر جو موجودہ گریڈ میں حاصل کی جارہی ہو عین بعد کا ایک مرحلہ دیا جائے گا اگر کسی استاد کی موجودہ گریڈ میں بنیادی تنخواہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے اسکیل کی ابتدائی یافت سے کم ہو تو نظر ثانی شدہ گریڈ کی ابتدائی یافت ہی اس کی تنخواہ کے عین بعد کا مرحلہ قرار دی جائے گی ۔

قانون مُسلم اوقاف کا سروے :

قانون مسلم اوقاف بابتہ ۱۹۵۴ء کی دفعہ (۴) کے تحت ریاست کے تلنگانہ علاقہ میں اوقافی جائدادوں کا سروے شروع کیا گیا ہے ۔
یہ سروے کمشنر اوقاف حمایت نگر حیدرآباد ۲۹ کی جانب سے عمل میں لایا جارہا ہے ۔

تغذیہ کے توسیعی پروگرام :

یاد ہوگا کہ تغذیہ کے توسیعی پروگرام کے تحت آندھرا پردیش میں ایک اسکیم ۱۹۶۰ء میں کی امداد سے شروع کی گئی تھی ۔ اس پروگرام کے تحت ریاست کے ہر ضلع کے ایک بلاک میں (۱۰) گاؤں منتخب کیئے گئے ہیں جہاں افراد کو ہفتے میں دو مرتبہ مچھلی اور انڈے بلا معاوضہ تقسیم کیئے جاتے ہیں ۔ ۱۹۶۲-۶۳ء میں اس اسکیم سے اضلاع مغربی گوداوری، کرشنا، اننت پور، کھمم، کریم نگر، عادل آباد، محبوب نگر اور حیدرآباد کے مزید (۸) بلاک مستفید ہوں گے ۔

دس رُپے کے وظائف کی پیشگی تقسیم مسدُود :

افسر انچارج پنشن پے منٹ آفس حیدرآباد نے اعلان کیا ہے کہ حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ اندرون دس روپے کے وظائف کی پیشگی تقسیم کا عمل فوراً مسدود کیا جائے

شاذ تمکنت

اِک پھول کا مضموں

تبصرے کے لیے دو جلدیں آنی چاہئیں

"ہندوستان کا دستور اور اُس کی تشریح"

از : پروفیسر ہارون خاں شیروانی

ناشر :

تلگو اُردو اکیڈیمی برائے سائنس و تاریخ

حیدرآباد

پروفیسر ہارون خاں شیروانی ہمارے ملک کے اُن چند دانشوروں میں سے ہیں جن پر ہمیں بجا طور پر ناز ہے ۔ پروفیسر موصوف اس پیرانہ سالی کے باوجود آج بھی نوجوانوں سے زیادہ تازہ دم نظر آتے ہیں ۔ اس کا ثبوت ان کی تصانیف ہیں جن کی قدر زمانے کے ساتھ ساتھ گراں مایہ ہوتی جائے گی ۔

سیاسیات اور تاریخ ، پروفیسر موصوف کے خاص موضوعات ہیں . انہوں نے اس ریگ زار میں نخلستان کا سماں پیدا کر دیا ہے اور آج کا کوئی طالب علم ان سماجی علوم کے استفادہ کے بغیر پڑھا لکھا نہیں کہلا سکتا ۔ پروفیسر ہارون خاں شیروانی کی تصانیف اور ترجموں کی فہرست طویل ہے پھر بھی ہم چند ایک کا ذکر اس لیئے کریں گے کہ یہ کتب ہیں کسی نہ کسی موڑ پر چراغِ راہ بن کر سامنے آئی ہیں ۔ وہ " تاریخ یونانِ قدیم " ہو یا " مبادی سیاسیات " ، " بھاگ متی کا افسانہ " ہو یا " قرآن کا نظریہ مملکت " ہر جگہ پروفیسر شیروانی کی ژرف نگاہی کارفرما ہے ۔

زیرِ نظر تالیف " ہندوستان کا دستور اور اس کی مختصر شرح " موجودہ دور کی اہم ضرورت ہے ۔ یہ کتاب تفریحِ طبع کا سامان تو مہیا نہیں کرتی ہے لیکن روشنیِ طبع کے امکانات کو واضح کرتی ہے ۔ پروفیسر شیروانی نے اس کتاب کی تالیف میں صرف تعلیم یافتہ لوگوں ہی کے ذہن کو پیشِ نظر نہیں رکھا ہے بلکہ اُن کے سامنے کم پڑھے لکھے لوگوں کا انبوہ بھی تھا جن کی ذہنی ساخت اور علمی حدود اَدبِ ناتراشیدہ ہے چنانچہ فاضل مولف نے اصطلاحات کا ترجمہ رواں دواں اور بول چال کی زبان کے مطابق کیا ہے ۔ اس زبان میں پراکرت بھی آسکتی ہے اور ہندی بھی ، کھڑی بولی بھی سما سکتی ہے اور آپ بھرنش بھی ۔ فارسی اور عربی کے مانوس الفاظ کی کھپت بھی ہو سکتی ہے بشرطیکہ ان بولیوں اور زبانوں کے الفاظ زبان زدِ خاص و عام ہوں ۔ اس نقطۂ نظر سے پروفیسر شیروانی کی یہ تالیف نہایت مفید اور قابلِ قدر کارنامہ ہے ۔

کتاب کا پیشِ لفظ یدما بھوشن ماڈپتی ہنمنت راؤ نے لکھا ہے جو خلوصِ فن کا آئینہ دار ہے ۔

کتاب نہایت دیدہ زیب ٹائپ میں شائع کی گئی ہے جس کیلئے انتخاب پریس قابلِ مبارکباد ہے ۔

دیہات میں کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب

نیچے ان گاؤوں اور اداروں کی فہرست دی جاتی ہے جہاں مارچ ۱۹۶۲ء کے دوران کمیونٹی ریڈیو نصب کیے گئے

سلسلہ	ضلع	تعلقہ	گاؤں یا ادارہ	کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب کی تاریخ
	مغربی گوداوری	الورو	دسنت واڑا I	۲۲ مارچ ۱۹۶۲ء
	,,	تانوکو	دھمینو	۲۶ ,, ,,
	,,	نرساپور	کوپورو II	۲۷ ,, ,,
	,,	,,	دیلی ویلا	۲۸ ,, ,,
	,,	چنتل پوڑی	برم پالم	۲۹ ,, ,,
	,,	,,	پیدا اگاڈاورم II	۲۹ ,, ,,
	,,	,,	,, III	,, ,, ,,
	,,	,,	ترو ملا دیوی پٹیا	,, ,, ,,
	,,	,,	ویلا سا پاڑو	۳۰ ,, ,,
	,,	نرساپور	تورو پوٹلو	,, ,, ,,
	,,	بھیماورم	آرتھا مورو	,, ,, ,,
	,,	چنتل پوڑی	ایدا وتی	,, ,, ,,
	,,	,,	گنڈو گولانو کنٹہ	,, ,, ,,
	,,	,,	گنٹڑ پلی	,, ,, ,,
	,,	,,	ستاچہ دیو	,, ,, ,,
	,,	تانوکو	ایدورو	,, ,, ,,
	,,	بھیماورم	تا دیرو II	۳۱ ,, ,,
	,,	چنتل پوڑی	بھوگول	,, ,, ,,
	,,	نرساپور	ویلا دیوی II	,, ,, ,,
	,,	بھیماورم	کونڈے پوڑی	,, ,, ,,
	,,	چنتل پوڑی	چنتل پوڑی II	,, ,, ,,
	,,	,,	,, III	,, ,, ,,
	کھمم	کھمم	تلم پاڑو II (ڈپنکل)	۲۰ ,, ,,
	عادل آباد	عادل آباد	اچوڑا	۱۱ ,, ,,
	میدک	میدک	انا سانی پلی	۱۹ ,, ,,
	,,	سدی پیٹھ	جگی پلی	۳۱ ,, ,,
	,,	,,	تھما پور	۳۱ ,, ,,
	,,	تجویل	دلا پور	,, ,, ,,
	,,	,,	سنگو تم	,, ,, ,,

قوم کے ساتھ ترقی کیجیے

اپنی بچتوں کو حکومتِ ہند کی چھوٹی بچتوں کی اِسکیم میں لگائیے

اور اسطرح ہندوستان کے

کمیونٹی ڈیویلپمنٹ پروگرام۔
بڑے دریائی وادیوں کے ترقیاتی پروجکٹس
اور ریلوں اور سڑکوں کی ترقیات میں مدد دیجیے۔

اپنی رقم اِن نفع بخش، محفوظ کفالتوں میں سے کسی میں بھی لگا دیجیے

۱۲ سالہ نیشنل پلان سیونگس سرٹیفکیٹ	شرح سود (۴ء۱۴) فیصد جو مدت کی تکمیل پر ملتا ہے (۵) روپیے سے لیکر (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثائق میں مل سکتے ہیں۔ انفرادی طور پر (۲۵۰۰۰) روپیے کے وثائق خریدے جاسکتے ہیں۔ (۲۵۰۰۰) روپیے کی قیمت کے وثائق صرف پراویڈنٹ فنڈ کی سرمایہ کاری کے لیے ہیں۔
۱۰ سالہ ٹریژری سیونگس ڈپازٹ سرٹیفکیٹ	سالانہ (۴) فیصد سود ادا کیا جاتا ہے۔ (۵۰) روپیے کے حاصل ضربوں میں (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثائق انفرادی طور پر خریدے جاسکتے ہیں۔
۱۵ سالہ اینوئٹی سرٹیفکیٹ	قیمت فروخت (۱۳۳۰) روپیے (۳۳۲۵) روپیے (۶۶۵۰) روپے (۱۳۳۰۰) روپے اور (۲۶۶۰۰) روپئے انفرادی طور پر (۲۶۶۰۰) روپیے کے وثائق خریدے جاسکتے ہیں۔ (۴ر۲۵) فیصد سالانہ سے کچھ زائد شرح سے مرکب سود کے ساتھ ماہانہ قسطوں کی شکل میں رقم واپس کی جاتی ہے۔ یہ قسطیں پندرہ سال کی مدت تک جاری رہتی ہیں۔
پوسٹ آفس سیونگس بنک اکونٹس	(۲۵) روپیے سے (۱۰۰۰۰) روپیے تک کی امانتوں پر (۲½) فی صد شرح سے سود دیا جاتا ہے اور (۱۰۰۰۰) روپیے سے زائد امانتوں پر (۲) فیصد۔
کیومیولیٹیو ٹائم ڈپازٹ اِسکیم	اگر (۵) یا (۱۰) سال کی مدت کے لیے ماہانہ ۵، ۱۰، ۲۰، ۵۰، ۱۰۰، یا ۲۰۰ روپے جمع کیے جائیں تو سود کے ساتھ یکمشت رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔
بلاسودی (۵) سالہ انعامی بانڈس ۱۹۶۵ء جو مساوی قیمت پر اجرا کیے جائیں گے اور مساوی قیمت پر ہی یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو واجب الادا ہوں گے۔	انعامی بانڈ (۱۰۰) روپیے اور (۵) روپیے کی قیمت کے سلسلوں میں جاری کیے جاتے ہیں۔ ہر سال یکم جون، یکم ستمبر، یکم دسمبر، اور یکم مارچ کو انعامات کے لیے قرعہ اندازی ہوگی۔ ہر سہ ماہی قرعہ اندازی کے ذریعہ (۱۰۰) روپے کی قیمت کے ہر ایک لاکھ بانڈ کے سلسلوں میں (۴۰) انعامات اور (۵) روپیے کی قیمت کے ہر دس لاکھ بانڈ کے سلسلوں میں (۲۷۰) انعامات دیئے جاتے ہیں۔

چھوٹی بچتوں میں لگائی ہوئی رقوم سے حاصل ہونے والا سود انکم ٹیکس اور سوپر ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔

ہندوستان کے مستقبل میں اپنی رقمیں لگائیے

ان وثائق سے متعلق مزید تفصیلات اور قواعد و ضوابط کے لیے براہِ کرم قریب ترین کے پوسٹ آفس یا ریجنل سیونگز آفیسر، ۱-۲-۲، ۱ اے سی گارڈز روڈ حیدرآباد یا اپنے ضلع کے دفتر کلکٹری میں ڈسٹرکٹ آرگنائزر سے ربط قائم کیجیے۔

اندھراپردیش

اعداد و شمار

رقبہ اور انتظامی ڈویژن (سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری)

رقبہ	(مربع میل میں)	۱۰۶۰۵۲
مجموعی آبادی	(لاکھ میں)	۳۵۹ء۸
ضلعوں کی تعداد		۲۰
تعلقوں کی تعداد		۱۸۹
قصبات اور شہروں کی تعداد		۲۲۳
شرح آبادی (فی مربع میل)		۳۴۰

پانچ سالہ بہائم شماری سنہ ۱۹۶۱ء

(ہزاروں میں)

مویشی	۱۲۱۸۰
بھینسیں	۶۹۵۲
بھیڑ	۸۳۷۳
بکریاں	۴۲۵۵
گھوڑے و ٹٹو	۷۳
دوسرے جانور	۶۸۲

کمیونٹی ڈیویلپمنٹ پروگرام

تفصیلات	۶۰-۱۹۵۹ء	۶۰-۱۹۶۱ء
بلاکوں کی تعداد	۲۸۲	۳۲۶
بلاکوں کی تعداد فی ہزار گاوؤں پر	۱۰ء۶۶	۱۵ء۵۲
بلاکوں کی تعداد دس لاکھ کی آبادی پر	۷ء۷۲	۱۵ء۵۲
گاوں کی تعداد جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے -	۱۷۸۸۷	۲۰۸۲۳
آبادی جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے (ہزاروں میں)	۱۸۷۳۱	۲۰۷۰۱

معدنی پیداوار

(اعداد ہزار ٹن میں)

	۶۰-۱۹۵۹ء	۱۹۶۰-۶۱ء
کوئلہ	۲۲۶۰	۲۵۹۶
لوہے کی کچ دھات	۱۹۹	۲۳۶
مینگنیز	۱۶	۲۳
ابرق	۳	۳
چونے کا پتھر	۷۶۶	۱۰۱۱

(رجسٹرڈ نمبر ایچ ۳۷۲)
جون ۱۹۶۲ء
آندھرا پردیش

مد یران اخبارات کا جلسہ : چیف منسٹر آندھرا پردیش نے حیدرآباد میں ۲۹ - اپریل سنہ ۶۲ ء کو کل ہند مدیران اخبارات کی مجلس قائمہ کے اجلاس کا افتتاح کیا -

ایڈیٹر صاحبان ناگرجن ساگر پر : کل ہند مدیران اخبارات کانفرنس کی مجلس قائمہ کے ارکان یکم مئی سنہ ۱۹۶۲ ءکو پروجکٹ کا معائنہ کررہے ہیں-

آندھرا پردیش

جون ۱۹۶۲ء

جیشٹھا شادہ ۱۸۸۴

جلد (۶)

شمارہ (۸)

فی پرچہ
(۲۵) نئے پیسے
سالانہ (۳) روپے

سرورق

دنیا میں گچ کے کام کا سب سے بڑا بند

اندرونی ورق

زیرِ تعمیر ناگارجن ساگر بند پر ایک طائرانہ نظر

ترتیب

ناظم محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ آندھرا پردیش نے شائع کیا!

★ مطبوعہ: انتخاب پریس۔ جواہر لال نہرو

اپنی بات

۱۳ مئی کو ڈاکٹر رادھا کرشنن اور ڈاکٹر ذاکر حسین نے ہندوستان کے صدر اور نائب صدر کے عہدوں کا حلف اُٹھایا اور اسطرح ہمارے آزاد ہندوستان کے تیسرے عام چناؤ کا دور مکمل ہوگیا۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن کے بارے میں کچھ کہنا، سورج کو آئینہ دکھانے کے مترادف ہے۔ وہ ایک عظیم فلسفی، مُدبر، اور ماہر تعلیم ہیں۔ انہوں نے ہر میدان میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھلائے ہیں اور اندرون و بیرون ملک اپنی قابلیت وعلمی صلاحیت کا لوہا منوایا ہے۔ یہ واقعی ہماری خوش قسمتی ہے کہ ایک ایسے وقت میں جب کہ مغربی دول ایک دوسرے سے برسر پیکار ہیں نیوکلر جنگ کا خطرہ ابھی کم نہیں ہوا ہے اور " روس وامریکہ" خلائی میدان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے صدر کی حیثیت سے ڈاکٹر رادھا کرشنن جیسے ذی مرتبت اور ذی وقار مُدبر اور فلسفی کا انتخاب عمل میں آیا ہے۔ نئے نائب صدر ڈاکٹر ذاکر حسین کی ذات گرامی کے لئے بھی کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ملک کے ایک ممتاز ماہر تعلیم، مدبر اور محبِ وطن ہیں۔ ساری عملی زندگی ملک کی خدمت میں گزاری ہے اور اب بھی اُنہی نظریوں کے حامی ہیں جو صدر ہندوستان کا نصب العین ہیں۔ " ادارۂ آندھرا پردیش" اپنے نئے صدر اور نائب صدر کو مبارکباد دیتے ہوئے دعاگو ہے کہ انکی قیادت میں ملک پھلے پھولے اور ترقی وخوشحالی کی منزلیں طے کرے۔

غالباً بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ نئے صدر اور نائب صدر کا تعلق اس علاقہ سے ہے جو آج آندھرا پردیش کہلاتا ہے۔ آندھرا پردیش کے عوام کو اس دوہرے اعزاز پر بجا طور پر فخر ہے۔ ان دونوں نامور ہستیوں کے علاوہ اب تک ہماری ریاست کے چھ اور ہستیاں گورنری کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہ چکے ہیں۔

ریاست آندھرا پردیش میں تعمیری اور ترقیاتی سرگرمیاں مسلسل جاری ہیں۔ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کی عملی صورت گری ہو رہی ہے۔ زرعی پیداوار میں اضافے، صنعتی و تعلیمی ترقی، مواصلات کے نظام میں بہتری اور عام طور پر عوام کے معیارِ زندگی کو بڑھانے کی کوششیں جاری ہیں۔ آب پاشی برقی قوت، ریڈیو اور ایسی ہی دوسری کئی آسائشوں سے مستفید ہونے والے دیہات کی تعداد میں ہر مہینے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ احتیاج، افلاس اور بھوک کے خلاف جو جنگ لڑی جا رہی ہے اس میں خوشی کی بات ہے کہ ریاستی عوام بھی پورا تعاون کر رہے ہیں۔ اپریل کے اواخر گورنر آندھرا پردیش کے ہاتھوں چوتھے ریاستی سرودیہ سمیلن کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ وہ تنظیم ہے جس نے اپنے آپ کو عوام کی ٹھوس خدمت کے لئے وقف کر لیا ہے۔

پچھلے ماہ ہمارے ملک کے ایک مشہور اور جواں سال اُردو شاعر منوہر لال شارب کا حیدرآباد میں اچانک انتقال ہو گیا۔ شارب کو مرحوم لکھتے ہوئے بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ حیدرآباد کے ادبی حلقوں میں انہیں ایک خاص مقام حاصل تھا اور وہ بڑے ہر دلعزیز اور مقبول تھے۔ "آندھرا پردیش" کو ان کا تعاون ہمیشہ حاصل رہا۔ ہم بطورِ خاص اس شمارے میں بھی ان کی ایک غزل پیش کر رہے ہیں جسے شارب مرحوم نے رسالے کے لئے روانہ فرمایا تھا ———— شارب کی جوانمرگی پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

ادارۂ آندھرا پردیش ان کی بے وقت موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ ہم ان کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

ادارہ

قارئین سے گذارش

اگرچہ آندھرا پردیش کی اجرائی کا اصل مقصد یہ ہے کہ ریاستی سرگرمیوں اور ترقیاتی کاموں کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے لیکن چاروں زبانوں کے رسائل کا کچھ حصہ عام نوعیت کے مضامین مثلاً کہانیوں، نظموں اور ادبی یا ثقافتی نوعیت کے مضامین کے لئے بھی وقف کیا گیا ہے اس کے علاوہ عکسی تصاویر بھی پابندی سے شائع کی جاتی ہیں۔ قارئین کی جانب سے ایسی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا جن سے اس رسالے کی افادیت اور دلچسپی میں اضافہ ہو۔ اضلاع میں رسالے کے لئے نئے خریدار بنانے کی مہم جاری ہے۔ ڈسٹرکٹ پبلک ریلیشنز آفیسروں کو نمونے کی کاپیاں فراہم کی گئی ہیں اور وہ اس ضمن میں عوام سے ربط قائم کریں گے۔

"ادارہ"

منوہر لال شارب

غزل

وقت کی گردشِ ایام کی باتیں کیجئے
اِک نئی صبح نئی شام کی باتیں کیجئے

کُفر کا ذکر نہ اسلام کی باتیں کیجئے
لوگ کہتے ہیں غمِ عام کی باتیں کیجئے

اب شبستاں کی نہ آرام کی باتیں کیجئے
صُبح کا وقت ہے کچھ کام کی باتیں کیجئے

سُرخرو جس کی عطا سے ہو حیاتِ انساں
آج اُس ساقیٔ گُلفام کی باتیں کیجئے

لُطف تو جب ہے زُبوں کارئ ماحول میں بھی
نیک آغاز و خوش انجام کی باتیں کیجئے

جس میں ایمان کی ہو شرطِ خلوصِ انساں
اُس صحیفے کی اُس الہام کی باتیں کیجئے

جلوۂ طُور کے قصّے میں کہاں لُطف و سُرور
نئے جلوے کی نئے بام کی باتیں کیجئے

ہر ادا جس کی ہے عُنوانِ بہارِ ہستی
ہاں اُسی یارِ گُل اندام کی باتیں کیجئے

صرف حالات کے اظہار سے کیا ہوتا ہے
شاعری میں کسی پیغام کی باتیں کیجئے

دیش کی خاک کا ہر ذرّہ ہے معبُود مگر
دہر میں عافیتِ عام کی باتیں کیجئے

چھیڑیئے کوثر و گنگا کا نہ اب ذکر یہاں
بزمِ شارب میں مئے و جام کی باتیں کیجئے

ڈاکٹر جعفر حسن

سماج کاری اور قومی ارتباط

National Integration کی کوشش خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم ہندوستانی اب تک ایک قوم میں اچھی طرح نہیں ڈھلے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ پرجاراج، آئینی حکومت، جمہوریت، چناؤ وغیرہ کی طرح قوم اور قومیت مغربی تمدن کے وہ تحفے ہیں جو ہم نے قبول تو کر لیے ہیں مگر اچھی طرح اپنائے نہیں۔ خود یورپ میں بھی قوم اور قومیت کا تخیل ۱۹ ویں صدی میں کامران اور عام ہوا، اور ۲۰ ویں صدی کی ابتدا سے ایشیا اور آفریقہ کے ملکوں اور لوگوں کو متاثر کر رہا ہے۔ قومی تحریکیں یہاں بھی پیدا ہو رہی ہیں! قومیت کا تخیل مختلف علاقوں اور طبقوں، فرقوں اور جماعتوں میں پھیل رہا ہے اس کا دور بڑھ رہا ہے، اس کے پھیلاؤ اور گہرائی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سب صحیح ہے مگر قومیت کی وہ اہمیت ابھی نہیں ہوئی جو متحدہ امریکی ریاستوں یا فرانس یا جرمنی میں ہے۔

ہم نے مغرب کی جہاں بہت سی چیزیں قبول کیں وہیں قومیت بھی قبول کر لی ہے اور اسے بخوبی اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ کوشش بالکل صحیح اصول پر مبنی اور ہر طرح پسندیدہ ہے۔ اسے پروان چڑھانے اور مضبوط سیکولر ٹیمپل بنانے میں سماج سیوک بڑا حصہ لے سکتے ہیں۔

سماج کاری یا سوشیل ورک دراصل خدمتِ خلق یا انسانی سیوا کی ترقی یافتہ منظم یا نئی شکل ہے جس کا مقصد تمام حاجت مندوں، دکھ دردوں اور پریشانی میں مبتلا لوگوں کو نہ صرف ذہنی ایذاؤں اور جسمانی تکلیفوں سے نجات دلانا بلکہ ان آفتوں کا بروقت مقابلہ کر کے ان کا زور محدود کرنا اور توڑنا ہے۔

تیمار داری کی طرح سماج سیوا خدمتِ خلق کا ایک روپ ہے جسے ہمدرد اور مخلص لوگ ہمیشہ انجام دیتے رہے ہیں۔ زمانے کی ضرورتوں نے اس خدمتِ خلق کو منظم کر دیا اور منظم شدہ حالت و کیفیت میں اس کا نام سماج کاج یا سوشیل ورک ہو گیا۔ مگر اس کی اساس یا بنیاد ہمیشہ کی طرح ہمدردی، دوستی، دردمندی، حاجت رسانی، خوش سلوکی، پریم اور لگاؤ ہے اور رہے گا۔ اس میں شک نہیں کہ بعض خود غرض، نفع پرست، دھن پجاری سماج کاری میں چلے آئے ہیں اور اسے صرف پیشے کے طور پر اوپرے دل اور سطحی طور پر انجام دیتے ہیں، لیکن ایسے چند افراد کی وجہ سے پہلے تو سماج کاج کی نوعیت اور اصلیت میں کوئی فرق نہیں آتا اور دوسرے اس قماش کے لوگ بہتیرے اور پوتر پیشوں اور خدمتوں میں پائے جاتے ہیں چاہے وہ تعلیم ہو یا نرسنگ ہو یا مذہب، غرض سماج کاج خدمتِ خلق کا ایک روپ، انسانیت اور ہمدردی کی ایک قسم، سماج سیوا کی ایک شاخ ہے اور یہ ہمیں سکھاتی ہے کہ اصلی نیکی کے معنی سچی بھلائی کے ہیں۔ وجدانیت سے متاثر ہو کر کسی ہٹے کٹے نوجوان، کاہل یا نکمے کو پیسے دینا خیرات نہیں، سماج دشمن کو طاقتور بنانا ہے۔ اسی طرح ان افراد کا ساتھ دینا جو تنگ نظریوں میں گرفتار رہ کر صرف خاندان والوں اور دوستوں کو فائدہ

پہنچاتے ہیں Favoratism اور Nepotism یعنے کنبہ نوازی اور چہیتے نوازی ہے۔ اسی کے مماثل اور اسی کی طرح Casteism اور Parochialism یعنے ذات بندی اور علاقائیت ہے جو کبھی بدتر شکلیں جو ان سے بھی زیادہ نقصان دہ اور جہالت زدہ ہیں ——————

Communalism اور Sectorianism یعنے جز ذاتیت اور فرقہ پرستی ہیں۔ یہ سب تنگ نظری کے ثبوت اور سماج سیوا کے منافی ہیں۔ ان سب سے بہتر اور بلند تر بلاشبہ قومیت ہے جس میں بلا لحاظ مذہب و ملت، رنگ و نسب، برادری اور فرقہ واری، ذات اور نسل، ہر فرد کے ساتھ انسان ہونے کے ناتے اور ہم ملک ہونے کی وجہ سے برابری کا سلوک کیا جاتا ہے۔ سماج سیوا اصولی اعتبار سے تو بین الاقوامیت اور عالمیت کی قائل ہے اور جب ساری دنیا میں ایک سنساری حکومت یا جگت راج قائم ہو سکے گا مجھے توقع ہے کہ سماج سیوا کے دامن اسی کا ساتھ دیں گے مگر ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے، انسان میں اتنی جاگرتی ابھی عام نہیں ہوئی ہے، البتہ قومیت فروغ پا چکی اور سارے سنسار میں بڑھتی ہوئی اہمیت حاصل کرتی جا رہی ہے، لہٰذا حقیقت شناس ہونے کے ناتے ہمیں موجودہ زمانے میں بہترین سے بہترین چیز کا ساتھ دینا چاہیئے اور اسی لئے ہم قومیت کا ساتھ دیتے بھی رہے ہیں اور دینا بھی چاہتے ہیں، قومیت کی وجہ سے ہماری نظر میں اتنا پھیلاؤ تو پیدا ہو گیا ہے کہ ہم کشمیر سے لیکر راس کماری تک، امرتسر سے لیکر کلکتہ تک لاکھ چوکور میلوں کے رقبے میں رہنے والے ۴۴ کروڑ انسانوں کو ایک قوم کے افراد سمجھنے لگے ہیں اور بھانت بھانت کی زبانیں بولنے والوں، مختلف قسم کے اعتقادوں سے وابستہ قسم قسم کے لباس پہننے والوں کو اپنا ہم ملک اور ہم قسم سمجھنے لگے ہیں۔ یہ جزوی اختلاف ہماری قوم کی امتیازی خصوصیت ہے اور ہم شاعر کی زبان میں کہتے اور سمجھتے ہی نہیں بلکہ اس پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں کہ

گلہائے رنگ رنگ سے ہے زینتِ چمن

اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

قومیت کی سچی تعریف بھی یہی کی گئی ہے کہ قومیت کے لئے نہ یہ ضروری ہے کہ سب کے سب ہم مذہب ہوں، یا ہم زبان ہوں یا ہم نسل ہوں یا ہم کلچر ہوں۔ انگریز اور امریکی ہم زبان اور ہم مذہب ہونے کے باوجود دو قومیں ہیں پرتگالی اور برازیلی ہم زبان اور ہم فرقہ ہیں پھر بھی دو قومیں ہیں۔ مگر سوئٹزرلینڈ کے باشندے تین تین زبانوں، دو مذہبوں اور تین کلچروں میں بٹنے کے باوجود ہم قوم ہیں۔ Hearn Shaw نے صحیح کہا ہے:

"Nationality is that principle compounded of past traditions, present interests and future aspirations, which give to a people a sense of organic whole."

یعنے " قومیت پچھلی روایتوں، موجودہ مفادوں اور مستقبل ارمانوں کا مرکب ملک ہے، جو لوگوں میں ایکتا کا احساس پیدا کر دیتا ہے"۔

اس احساس کو تقویت دینے میں جہاں سب ہی لوگ کوشاں ہیں، وہیں ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اپنے حُسنِ سلوک سے اور نہ صرف حسنِ سلوک بلکہ حسنِ کردار اور حسنِ خدمت سے لوگوں کو بہتر اور بلند تر ملک سے وابستہ ہونے میں ہاتھ بٹائیں اور انسانوں کو انسانیت کی منزل تک پہنچانے میں اپنی بساط سے زیادہ ہی حصہ لیں اور وہ بات کبھی نہ بھولیں جسے ایک ہندی شاعر نے اس دلآویز زبان میں پیش کیا ہے:

پسو پچھی ہو جانہ ہیں اپنی اپنی پیر

تب سجان جانو تمہیں جب جانو پر پیر

اپنا اپنا درد تو چڑیاں بھی جانتی ہیں اور جانور بھی محسوس کرتے ہیں، میں تو تمہیں اس وقت انسان سمجھوں گا جب تم دوسروں کا درد پہچانو۔

میں کبھی جوش میں روتا ہوں کبھی تھم تھم کر

ختم ہوتی ہے جو بارش تو جھڑی رہتی ہے

(ظرحسن حیدرآبادی)

کنور مہندر سنگھ بیدی سحرؔ

غزل

کچھ نورِ خدا دل میں کچھ جلوۂ جانانہ
کعبے کا یہ کعبہ ہے بتخانے کا بتخانہ

دو گام پہ ہے اب تو پیمانہ بکفِ ساقی
اک اور قدم آگے اے لغزشِ مستانہ

ہم دیر و حرم میں بھی ناکامِ تمنا ہیں
اب تیری دُہائی ہے، اے جلوۂ جانانہ

آبادِ تصور بھی بربادِ تغافل بھی
یہ دل بھی عجب شے ہے بستی ہے نہ ویرانہ

پھر در پہ ترے ساقی آنا کہ نہ آنا ہو
بھر دے مرے ساغر میں میخانے کا میخانہ

اُس خاک کے ذرّوں سے بنتا ہے دلِ عاشق
بیکار نہیں جاتی قربانیٔ پروانہ

دو گھونٹ سے کیا ہوگا کچھ اور پلا ساقی
بہکے تو سنبھل جائے شاید ترا دیوانہ

اِک بار کہیں تم نے دیکھا تھا مری جانب
دُنیا نے بنا ڈالا اِس بات کا افسانہ

منزل پہ پہنچنا تو دشوار نہیں، لیکن
اے ہمّتِ مردانہ اے ہمّتِ مردانہ

تسکین نہ تم سمجھو اس دل کی خموشی کو
آواز نہیں دیتا ٹوٹا ہوا پیمانہ

دُنیا میں سحرؔ اب تک ہر وقت پہ کام آئی
کچھ لغزشِ مستانہ، کچھ جرأتِ رندانہ

سی۔ وی۔ ایچ۔ راؤ

ہندوستان کا فلسفی مدبر

بھی حال حال تک ایک دبلا پتلا بلند قامت اور ممتاز شخص نمبر ۲ کنگ ایڈورڈ روڈ نئی دہلی پر ملاقاتیوں کا استقبال کرتا۔ نمبر ۲ کنگ ایڈورڈ روڈ نئی دہلی، ہندوستان کے نائب صدر کی سرکاری قیام گاہ پر یہ شخص ڈاکٹر سروے پلی رادھا کرشنن ہیں جو اب ہمارے ہندوستانی جمہوریہ کے صدر اور ہندوستان کے پہلے شہری ہیں۔ گھر پر وہ ہمیشہ دھوتی اور قمیص زیب تن کئے ہوئے ہوتے اور وہ ہر ایک ملاقاتی سے چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، سرکاری ہو یا غیر سرکاری اعلیٰ مرتبے کا ہو یا کم درجے کا۔ شفقت اور محبت سے ملتے۔ وہ کسی رسمی تکلف کے بغیر ان سے خوشگوار بات چیت میں مصروف رہتے ان کے متعلق مشفقانہ استفسارات کرتے اور جس شخص سے جس قدر زیادہ بے تکلفی ہوتی اس کے کام کاج میں اتنی ہی دلچسپی لیتے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن کے لئے نمبر ۲ کنگ ایڈورڈ روڈ سے منتقلی کوئی بڑی تبدیلی نہ ہوگی۔ اگرچہ اس منتقلی کے نتیجے میں ان کی مصروفیات پر کسی قدر پابندی ہو جائے گی۔ کیونکہ صدر کی حیثیت سے انہیں ایک باضابطہ اور سخت قسم کے لائحہ عمل کی پابندی کرنی ہوگی لیکن اس سے ان کے معمول میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ راشٹرپتی کو کئی اقسام کی سرکاری رسومات میں شرکت کرنی پڑتی ہے۔ ایسی رسومات جن کا تعلق مختلف ممالک کے سفراء اور نمائندوں کو شرفِ ملاقات بخشنے سے ہوتا ہے۔ ایسی رسومات جن میں اہم شخصیتوں کا خیر مقدم کرنا پڑتا ہے (حالیہ برسوں میں ایسی اہم شخصیتوں کی قسم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے) ان کے علاوہ صدر کو مختلف رسمی تقاریب مثلاً پریڈ، مارچ پاسٹ کے موقعوں پر حاضر رہنا پڑتا ہے اور پھر کئی بین الاقوامی جماعتوں اور کانفرنسوں کا افتتاح بھی صدر کو کرنا پڑتا ہے۔ ان تمام رسمی تقاریب کیلئے ڈاکٹر رادھا کرشنن کوئی اجنبی نہیں ہیں وہ ان تمام تقاریب پر اپنی عظمت اور لیاقت کا سکہ بٹھا دیں گے۔ ان کی عظمت اور لیاقت کا لوہا ہر شخص نے مان لیا ہے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن کا نظریہ زندگی ایک فلسفی کا سا ہے۔ انہوں نے ہندوستان کے لافانی کلچر کا غائر مطالعہ کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مغرب کے فلسفے اور تہذیب و تمدن کا بھی عمیق مطالعہ کیا ہے۔ ان کی ذات میں ہم مشرق و مغرب کے فلسفے اور تمدن کا خوشگوار امتزاج پاتے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک فلسفی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ فلسفیوں کے اس طبقے سے تعلق نہیں رکھتے جو عملی زندگی سے کنارہ کشی اور غور و فکر کو ہی ایک فلسفہ کا مقصد تصور کرتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ ایک ایسے فلسفی ہیں جو بھگوت گیتا کے حقیقی جذبے پر عمل کرتے ہوئے اچھے عمل اور اعلیٰ نصب العین کے لئے سعی پیہم کو ایک منظم زندگی کا جوہر تصور کرتے ہیں۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن اسی جذبے پر عمل کرتے ہوئے زندگی کی پر پیچ راہوں سے بڑی آسانی سے گزر گئے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز مدراس

صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن

وزیر چھوٹی مصنوعات آندھرا پردیش نے یوسف گوڑہ حیدرآباد میں ۷ - اپریل سنہ ۱۹۶۲ء کو پائلٹ ٹریننگ کورس کا افتتاح کیا -
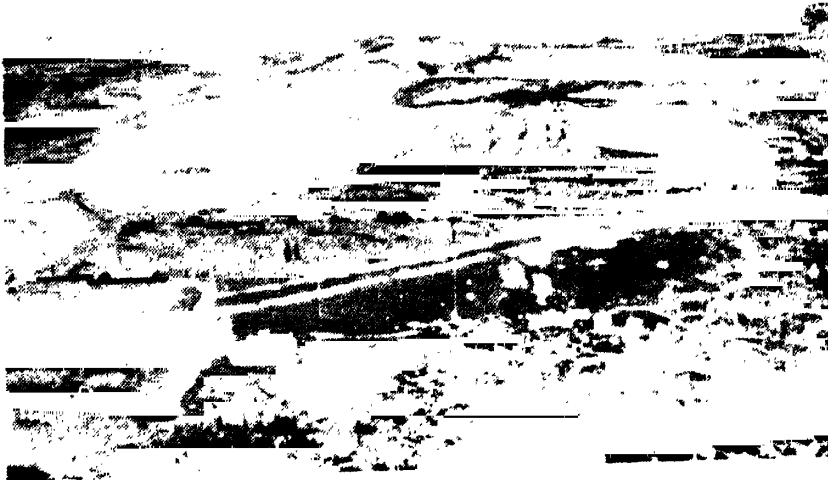
ضلع کرنول کا زر زیرو پروجکٹ ، جس پر کام جاری ہے

ورنگل میں ۱۶ سے ۱۸ ـ مارچ سنہ ۶۲ء تک گیت اور ڈرامے کے علاقے واری مقابلے منعقد ہوئے
اس میں « ویلگو » ڈرامے نے پہلا انعام حاصل کیا ـ اس ڈرامے کا ایک منظر

[illegible] ۲ ـ اپریل سنہ ۶۲ء کو

نواب مہدی نواز جنگ ، گورنر گجرات نے ۲۰ ۔ اپریل سنہ ۶۲ ءکو اجنتا پیویلین ، حیدرآباد ، میں تصاویر کی نمائش کا افتتاح کیا جس کا انتظام للیت کلا اکاڈمی نے کیا تھا ۔

گورنر گجرات نے ۲۵ ۔ اپریل سنہ ۶۲ ءکو کینسر ہسپتال ، حیدرآباد میں کوبالٹ یونٹ کا افتتاح کیا ۔

ڈاکٹر ذاکر حسین، ہندوستان کے نئے نائب صدر -

چیف منسٹر نے حیدرآباد میں ۲۰ مئی سنہ ۶۲ ءکو « آندھرا پردیش بزنس مین کانفرنس کا افتتاح کیا -

بیرولوتھی چنچو کالونی ، ضلع کرنول میں ۲۲ - اپریل سنہ ۶۲ ءکو چنچو بچے چیف منسٹر آندھراپردیش کا خیر مقدم کررہے ھیں -
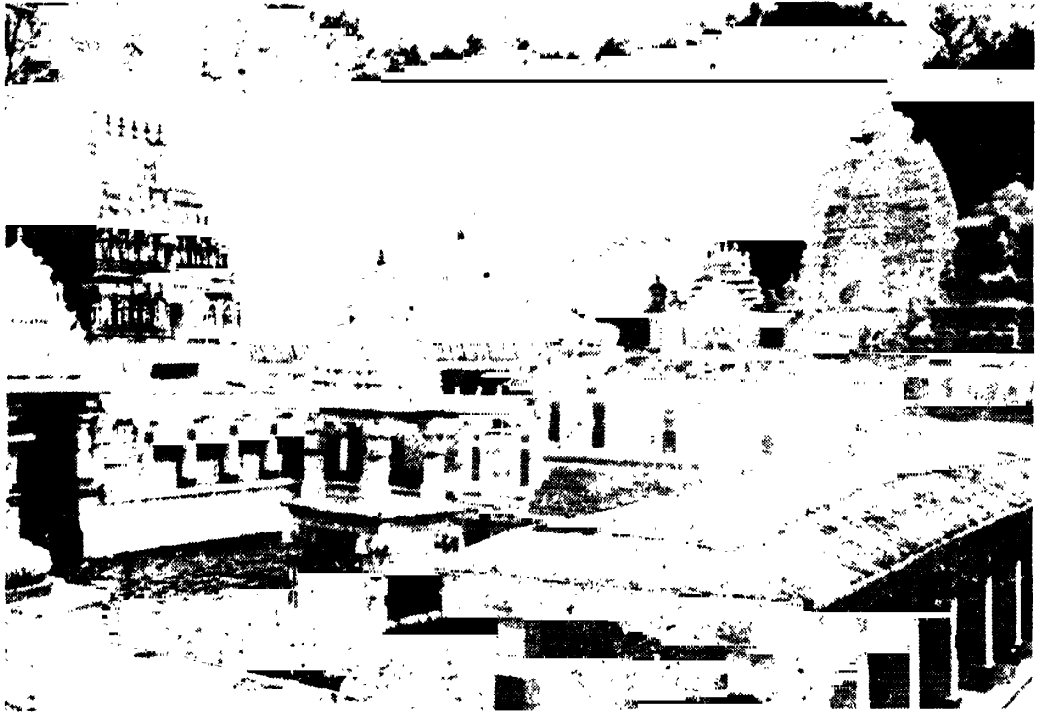
مندر مہاندی
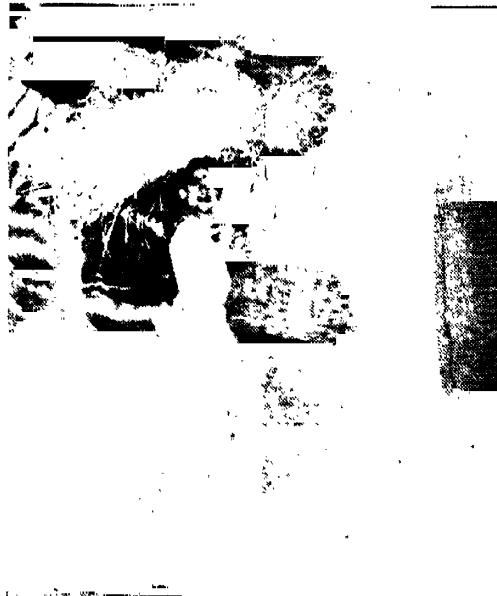
بہترین اداکارہ: نلگنڈہ ۲۰ اور ۲۱۔ اپریل سنہ ۱۹۶۲ء
کوضلع واری گیت، ڈرامے کا سیمنار منعقد ہوا جس میں
وینکما کو بہترین اداکارہ قرار دیاگیا۔

چیف منسٹر نے ۳ - مئی سنہ ٦٢ء کو گاندھی ہسپتال سکندرآباد میں
نئے آپریشن تھیٹر بلاک کا افتتاح کیا -
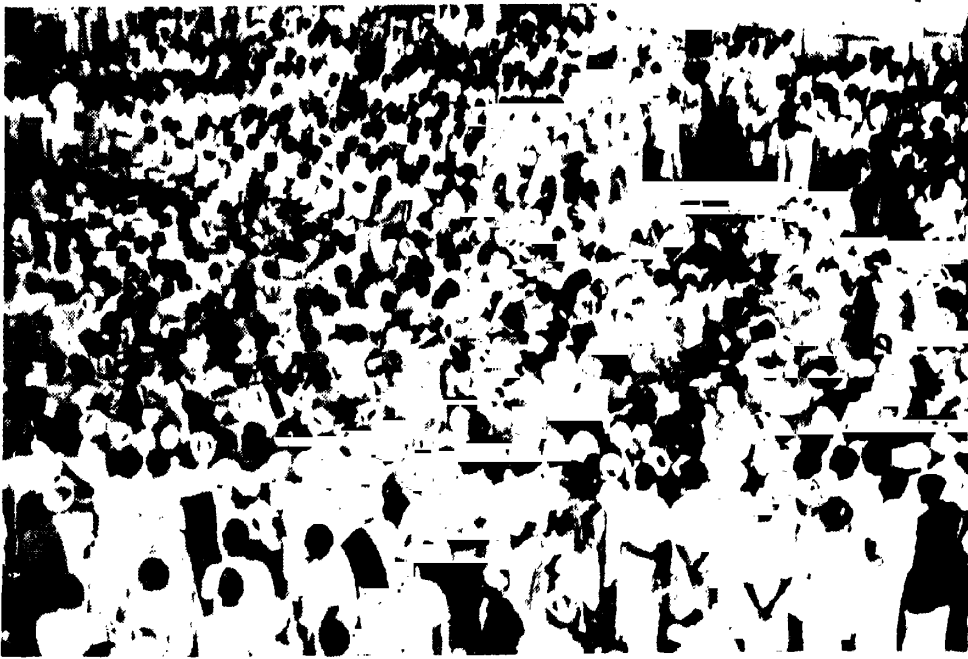
چیف منسٹر نے ٤ - مئی سنہ ١٩٦٢ء کو محبوب نگر میں پری اکسٹنشن بلاک کا افتتاح کیا
عوام اس موقع پر کثیر تعداد میں جمع تھے -

ایجوکیشن پریس میں ایک چھوٹی خدمت سے کیا اور صرف اپنی ذہانت کی بدولت پہلے کلکتہ یونیورسٹی میں پروفیسری کی جگہ حاصل کی اور اس کے بعد آندھرا اور بنارس یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو گئے۔ اس دوران میں وہ یونیورسٹیوں کے کمیشن کے صدر نشین بھی رہے اور ملک کی جامعاتی تعلیم کی ترقی میں نمایاں فریضہ ادا کیا۔ ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے ان کا تعلق ماضی کے عظیم اچاریوں اور رشیوں سے معلوم ہوتا ہے جنہوں نے نہ صرف انسان کے دماغ میں علم و معلومات کو جاگزیں کیا بلکہ اس کے تخیل کو وسیع کیا اور اسے دانشمند بنایا ایک اسکالر اور عالم کی حیثیت سے ان کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور چند برسوں کے دوران میں انہیں علمی اجتماعوں میں تقاریر کرنے اور تین براعظموں کے دانشوروں کے سامنے ہندوستان کے فلسفی تخیل کو پیش کرنے کی متعدد دعوتیں ملیں۔ انہیں آکسفورڈ یونیورسٹی میں مشرقی مذاہب کا اعزازی پروفیسر مقرر کئے جانے کا اعزاز بھی نصیب ہوا۔

ایک ماہر تعلیم کے بعد ایک مدبر سفیر کا فریضہ ادا کرنا کئی لوگوں کے لئے دشوار ہوگا لیکن یہ اعزاز ڈاکٹر رادھا کرشنن کو قدرتی طور عطا ہوا جب ماسکو میں سر اجدھانی میں ہندوستان کی غیر جانب دارانہ خارجی پالیسی کی ترجمانی کرنے کے لئے وزیر اعظم کی نظر انتخاب ڈاکٹر رادھا کرشنن پر پڑی۔ اسٹالن جیسے عظیم آہنی انسان کے دربار میں انہوں نے اپنی فراست اور تدبر کی دھاک بٹھا دی اور وہ ان سفارتی رکاوٹوں کو دور کرنے میں کامیاب ہو گئے جو اس روسی ڈکٹیٹر نے اپنے اطراف کھڑے کر لی تھیں۔ روس اور ہندوستان کے درمیان مفاہمت اور خیر سگالی کے تعلقات قائم ہو گئے جو آج بھی اسی طرح موجود ہیں۔ اگرچہ روس میں اس دوران حکمران طبقے میں کئی وزارتی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

گشتی سفیر :-

ڈاکٹر رادھا کرشنن کی زندگی میں ایک دور اور آیا جب روس میں مشن کامیابی سے مکمل کر لینے کے بعد وزیر اعظم نے ان کی خدمات سے اہل ملک کو مستفید ہونے کا موقع عطا فرمایا اور انہیں نائب صدارت کے عہدہ جلیلہ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد ان کے فرائض صرف راجیہ سبھا کی صدارت کرنے اور ملک کے صدر جمہوریہ کی غیر حاضری کی مدت کے دوران صدر کے فرائض سے عہدہ برآ ہونے تک محدود نہیں رہے بلکہ انہوں نے یہ فرائض ایک سے زاید موقعوں پر فراست اور تدبر سے انجام دیئے ان حقیقتاً انہوں نے ہندوستان کے گشتی سفیر اور وزیر اعظم کے شخصی نمائندے بلکہ بین الاقوامی مفاہمت خیر سگالی اور ہم آہنگی کے مشنری کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ ان فرائض کی ادائگی میں ان کا خداداد فن خطابت ان کا علمی تبحر ان کی فراست و تدبر بیش بہا اثاثہ ثابت ہوئے

آج ہندوستان میں بلکہ غالباً پوری دنیا میں صرف چند افراد ہی ایسے ملینگے جو ہمارے صدر کا سا خداداد فن خطابت اور اظہار کا جوہر رکھتے ہوں چاہے اسکالروں اور دانشوروں کا کوئی اہم بین قومی اجتماع ہو یا دنیا کی کسی مشہور دانشگاہ میں کسی انجمن سے خطاب ہو یا کسی یونیورسٹی کا جلسہ تقسیم اسناد ہو یا عالمی مذاہب کے رہنماؤں کا اجلاس ہو وہ کہیں اجنبیت محسوس نہیں کرتے اور اپنے خطبات اور تقاریر کو اسی موقع کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور اپنے جذبات کا اس طرح اظہار کرتے ہیں گویا محسوس ہوتا ہے کہ علم اور معلومات کا سمندر امڈا چلا آ رہا ہے۔ یہ کہنا ان کی ذہنی صلاحیتوں پر پابندی لگانے کے مصداق ہوگا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے پس منظر میں ہندوستانی فلسفہ اور کلچر ہوتا ہے۔ بلاشبہ ان کی تقاریر میں ہندوستانی فلسفے اور کلچر کا ذکر تو ہوتا ہے اور ان کا شمار ہندوستانی اور اہل ہنود کے فلسفے کے ایک ممتاز ترین ترجمانوں میں سے ہوتا ہے لیکن حالیہ برسوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ قومی سرحدوں کو پار کر گئے ہیں۔ اور اب وہ بڑی حد تک عالمی جذبے کی نمائندگی کر رہے ہیں اور اس طرح انہوں نے دنیا کی چیدہ ہستیوں میں اپنا مقام پیدا کر لیا ہے۔ برٹرانڈ رسل کہتے ہیں کہ وہ رادھا کرشنن کو اپنے ہی سلسلہ نسب کا ایک رکن تصور کرتے ہیں جو ایک گرویدہ شخصیت کے مالک اور وسیع النظر فلسفی ہیں۔

مختلف سیاسی نظریئے رکھنے والے افراد بھی ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت وہ خراج تحسین ہے جس کا اظہار راجیہ سبھا کے آخری اجلاس میں اراکین نے کیا۔ وہ کسی کے جذبات کو مجروح کئے بغیر کرسی صدارت (صدر نشینی) کی عظمت و اختیار کو منوالیتے۔ ان کے لطیف طنز و مزاح سے ایوان کی کارروائیوں میں جان پڑ جاتی۔ اپنی انگلی کی ذرا سی جنبش سے یا تدریے مداخلت کر کے وہ ایسے اراکین کو راہ راست پر لے آتے جو ایوان کی شائستگی کا خیال نہ رکھتے یا بحث کے دوران جن ارکان کے جذبات زیادہ برانگیختہ ہو جاتے انہیں دھیما کر دیتے۔

باہمی مفاہمت :-

ڈاکٹر رادھا کرشنن اور وزیر اعظم نہرو کے درمیان مفاہمت کا ایک گہرا اور دیرپا جذبہ موجود ہے جو باہمی عزت و احترام اور ایک دوسرے کی

ستائش پر مبنی ہے۔ وزیراعظم ہند کے محدود رفیقوں اور دوستوں میں صرف چند افراد ایسے ہیں جو مسٹر نہرو سے تبادلۂ خیال کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور انہیں قومی اور بین الاقوامی مسائل پر صلاح و مشورہ دے سکتے ہیں۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن ان میں سے ایک ہیں اب ملک و قوم کے سربراہ کی حیثیت سے ان کی دانشمندی اور قوتِ فیصلہ ملک کے لئے ایک بیش بہا اثاثہ ثابت ہوگی۔

اب یہ بہت ممکن بلکہ ناگزیر ہے کہ ڈاکٹر رادھا کرشنن قومی پالیسیوں کی صورت گری اور انہیں روبہ عمل لانے میں ماضی کے مقابلے میں اکثر و بیشتر زیادہ اہم اور فیصلہ کن فریضہ ادا کریں گے اور وزیراعظم کے بھاری بوجھ میں ان کے شریک کار رہیں گے۔ ان پالیسیوں کی تشکیل کے ذمہ دار زیادہ وزیراعظم اور ان کی کابینہ ہے لیکن صدر کیا کر سکتے ہیں اس کا انحصار وزیراعظم کے ساتھ صدر کے شخصی تعلقات اور سوجھ بوجھ کر کے اس اعتماد پر ہے جو انہیں حاصل ہے اور اسی طرح سے ان کا ایک دوسرے پر جو اعتماد ہے اور ایک دوسرے کے لئے احترام کا جذبہ ہے وہ اثر انداز ہوتا ہے۔

یہ واقعی ہندوستان کی خوش قسمتی ہے کہ ہندوستانی جمہوریہ کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد اور ان کے جانشین دونوں ہی اپنی زندگیوں میں اگرچہ مختلف طریقوں سے ایسے نصب العینوں اور طریقہ ہائے زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں جو ہندوستانی کلچر اور روایات میں اعلیٰ ترین اور بہترین ہیں اور یہ دونوں ہی سادہ زندگی اور اعلیٰ غور و فکر کے نصب العین کا مجسمہ ہیں۔

ایک ایسے وقت میں جب دنیا ایک دوراہے پر کھڑی ہے جب ہر طرف خوف و ہراس کے بادل منڈلا رہے ہیں۔ جب مستقبل کی طرف سے انسان نا امید ہو چلا ہے جب بنی نوع انسان کو نیوکلیر جنگ کے امکانات سے ایک عظیم خطرہ لاحق ہو گیا ہے یہ ہندوستان کی خوش قسمتی ہے کہ اس کا سربراہ ایک ایسا شخص ہے جس کی عالمی شخصیت مسلم ہے اور جس کی نصیحت کو اس توجہ سے سنا جائے گا جس کی وہ مستحق ہے کیونکہ یہ ارشادات ایک فلسفی مدبر کے ہیں جس کی خصوصیات کی تصویر افلاطون کی تصانیف میں نہایت عمدگی سے کھینچی گئی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں ایک اعلیٰ عہدے کی جو تجدید آت ہیں وہ ان کے پیام میں سدراہ ثابت نہیں ہوگی اور یہ کہ آئندہ پانچ برسوں کے دوران انہیں واضح اور بلند بانگ الفاظ میں عالمگیر امن و اماں اور خوشحالی کے مقاصد بیان کرنے کے کئی مواقع حاصل ہوں گے جن کی بنیاد اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر ہے اور جو بڑی حد تک بین الاقوامی امور میں ہندوستان کی پالیسی کے مقاصد ہیں۔

صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے ڈاکٹر ایس رادھا کرشنن کے عہدہ سنبھالنے پر ان کی شخصیت کو یہ مختصر سا خراج تحسین پیش کیا گیا ہے اس کا اختتام ایک قدیم دعا کی سطور پر کیا جاتا ہے جس میں عالمی امن و اماں اور خوشحالی کی ضرورت کا اظہار کیا گیا ہے۔

زبیر رضوی

گیت

کون سا گیت سناؤں سجنی
کون سی لَے میں گاؤں

گیتوں کا سنسار نرالا، آہیں، آنسو، چھالے
کچھ چندا کی صورت جیسے کچھ خوشبو کے پالے
تو جو چاہے وہ میں گاؤں
کون سا گیت سناؤں سجنی

گیت مرے چنچل اور شیتل جیسے ندی کے دھارے
اتنے سندر جیسے چمکیں نیل گگن پہ تارے
کون سا تارا توڑ کے لاؤں
کون سا گیت سناؤں سجنی

گیت کڑکتی دھوپ بھی ہے اور پیڑوں کی انگنائی
گیت سہانی شام بھی ہے اور راتوں کی تنہائی
جس سے تیرا من بہلاؤں
کون سا گیت سناؤں سجنی

گیت پہاڑوں سے ٹکراتی چرواہے کی تانیں
گیت مدھر لہروں کا سرگم ساون کی برساتیں
جس دنیا کے تار جگاؤں
کون سا گیت سناؤں سجنی

گیت وہ جن کو سن کر تیرے نینا بھر بھر آئیں
گیت وہ جن میں سپن سہانے شرمائیں، مسکائیں
تو جو چاہے وہ میں گاؤں
کون سا گیت سناؤں سجنی

جی۔ چندرشیکھر راؤ

نئی زِندگی ـــ پُرانی دیوالی

سامنے کی کوٹھی روشنی سے جگمگا اُٹھی۔ شاید کسی کی شادی ہوگی۔ میں نے بیڑی جلائی۔ دیا سلائی کے جلنے سے میری آدمی کوٹھڑی میں اُجالا ہوگیا تھا۔ کاش سامنے کی کوٹھی میں روز ہی شادی ہوتی تو رات اندھیرے میں نہ کاٹنی پڑتی۔ اپنے اسی خیال پر مجھے خود ہنسی آگئی۔ رات اور روشنی! رات کو سوتا ہی ہوں۔ اندھیرا ہے یا اُجالا، کیا فرق پڑتا ہے۔ بیڑی بجھ گئی۔ ماچس بھی ختم ہوگئی تھی۔ ایک نئے پیسے کی بیڑی پھینکی نہیں جاسکتی۔ میں نے بیڑی جیب میں رکھ لی۔ آس پاس کے مکان بھی جگمگانے لگے۔ کیا بات ہے؟۔ کیا سب کے یہاں شادی ہے؟ یاد آیا، آج دیوالی ہے اور دیوالی پر سب گھروں میں روشنی ہوتی ہے۔ میرا شوق بڑھ گیا اور میں باہر نکل آیا۔ دیوالی کی جگمگاہٹ نے رات کو دن بنا رکھا تھا۔ بجلی کے لمپوں اور مٹی کے چراغوں میں مقابلہ ہورہا تھا۔ گلی میں خوب چہل پہل تھی۔ کئی جوڑے گھوم رہے تھے۔ میں نے سوچا، روشنی دیکھنے چلنا چاہیئے۔ اگر میں امیر ہوتا تو دھوپ کا چشمہ بھی پہن لیتا۔ دوپہر جیسی تابناک روشنی ہو رہی تھی نا۔

پینٹ کی پھٹی ہوئی جیب میں سے دوّنی گر پڑی۔ جوڑا بن گیا دوّنی اور میں دیوالی کی روشنی دیکھنے نکل پڑے جو صرف مکانوں پر کی جاتی ہے۔ گلی کے موڑ پر پنواڑی نے دوکان سجا رکھی ہے۔ اُسے میں کئی سال سے جانتا ہوں۔ وہ دیوالی کے دن جُوا بھی کھیلتا ہے اور میں جُوا نہیں کھیلتا، اس لیے وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ میں نے سوچا، اپنی بیڑی ہی سُلگالوں!۔

دوکان میں لکشمی اور گنیش کی مُورتی کو خوب اچھی طرح سجایا گیا بیڑی سگریٹ کے درمیان دیوتاؤں کی اندر سبھا لگی ہوئی تھی۔ میری آواز سُن کر تلک، ہماری چھوٹا بھائی نے مجھے دیکھا۔ میں نے مُسکرانے کی کوشش

چھوٹے بھائی نے کہا، "لکشمی پُوجا کرنے آئے ہو؟"

میں نے سُوکھے ہونٹوں پر زبان پھیر کر انکار میں سر ہلایا۔

چھوٹے بھائی نے ہنسکر بددعا دی۔ "جب تک لکشمی کی بے قدری کروگے، ایسی ہی حالت میں رہوگے!"

میں نے ایک منٹ سوچا، کیا اب بیڑی جلانا مناسب ہوگا؟ لکشمی دیوی تو ناراض ہیں اور اگر کہیں گنیش جی بھی..... میں نے اپنی اکلو دوّنی کو کس کر ہاتھ میں دبالیا اور آگے بڑھ گیا۔

تھوڑی دُور چل کر ایک جگمگاتے ہوئے مکان کی کھڑکی میں ایک لڑکی نظر آئی۔ خیال آیا کہ یہ کہیں لکشمی جی ہی تو نہیں۔ زیورات سے آراست لکشمی بڑی پریشان اور بے چین معلوم دے رہی تھی۔ آس پاس پٹاخو کی آواز آرہی تھی۔ اور میرے پیٹ میں بھوک پھڑپھڑا رہی تھی۔ لکشمی

پاس ایک لڑکا آگیا۔ کوئی دیوتا ہی ہوگا۔ لکشمی جی کا چہرہ کھل اٹھا۔ چاروں طرف دیکھ کر اور کسی آدمی کو نہ پاکر (غالباً مجھے آدمیوں میں شامل نہ کیا گیا تھا۔ کیونکہ میری جیب میں صرف ایک دونّی تھی)

لکشمی نے کہا: "آؤ گے نہیں؟"

لڑکے کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ اس نے کہا "آنا تو چاہتا ہوں لیکن کیسے آؤں؟ تمہارے پتا جی ...."

لڑکی نے مدھو بالا کی طرح شرما کر کہا، "گھر میں کوئی نہیں ہے۔"

لڑکے نے اپنی مسرت چھُپاتے ہوئے کہا۔ "کیوں؟ کہاں گئے ہیں؟"

"دیوالی ہے نا آج۔ پُوجا کرنے گئے ہیں۔"

لڑکے کے پیر مچلے اور وہ مکان میں گھُس گیا۔

میں نے ہنسکر کہا "چلو دونّی رانی، آج دیوالی ہے!" اُدھر لکشمی اور گنیش سمالن ہو رہا تھا۔ دیوالی ہے نا۔ دونّی کپڑے کپڑے ہتھیلی میں پسینہ آگیا تھا۔ ہاتھ پتلون سے پونچھا اور دونّی قمیص کی جیب میں ڈال لی۔ بالکل اپنے دل کے اُوپر۔ درزی کتنا سمجھدار ہوتا ہے۔

میں گلی سے نکل کر چوڑی سڑک پر آگیا۔ چوڑی سڑک، اُونچی اُونچی کوٹھیاں، سب جگمگاتی ہوئی، چہل پہل بھی زیادہ ہے۔ ستاروں اور انسانوں کا جمگھٹ بھی زیادہ ہے۔ روشنی سے حتی الامکان خود کو بچاتا ہوا میں اور آگے نکل گیا۔ ہمیشہ اندھیرے میں رہنے سے روشنی بُری لگنے لگتی ہے، چاہے وہ روشنی دیوالی کی کیوں نہ ہو۔ لیکن دیوالی کی روشنی سب دیکھنے جاتے ہیں اور کیونکہ میں بھی سب میں شامل ہوں، چنانچہ مجھے بھی روشنی دیکھنی پڑ رہی ہے۔ کم بخت بھُوک پریشان کر رہی تھی۔ صبح سے کچھ بھی تو نہیں کھایا تھا۔ دو آنے میں کھایا بھی کیا جا سکتا تھا؟ چنے ضرور کھائے جا سکتے تھے لیکن دیوالی کے موقعہ پر مُنہ ضرور میٹھا ہونا چاہیئے۔ مٹھائی اور بیڑی میں لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں ہار گئیں۔ چائے نے فتح حاصل کی۔ چائے سے پھُرتی بھی آجائے گی اور مُنہ بھی میٹھا ہو جائے گا۔

چوڑی سڑک کی بغل میں ہی ایک چائے کی دوکان نظر آئی۔ چائے والے کا چہرہ خوشی سے کھِلا ہوا تھا۔ دل میں سوچا، سب ہی خوش ہیں۔ ایک میں ہی کیوں اُداس ہوں؟ مُسکرانے کی کوشش کی، لیکن صبح کی بھُوک نے مسکراہٹ کو چمکنے نہ دیا۔ چائے والے نے مُسکراتے ہوئے خوش آمدید کیا۔ اور کیبنوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ دوسرے کیبنوں سے آنے والے کئی میٹھے قہقہے میرے کانوں میں گھُسنے لگے۔ لیکن انہیں کیبنوں سے آنے والی نوٹوں کی سرسراہٹ اور پیسوں کی کھنک ان قہقہوں سے زیادہ پُرکشش تھی۔

میں نے چوروں کی طرح چاروں طرف دیکھا اور اپنی دونّی کی کھنک سُننے کی کوشش کی۔ لیکن وہ میٹھی کھنک ایک دونّی سے نہیں بلکہ کئی دونیوں سے پیدا ہوتی ہے۔ میں ایک کیبن میں بیٹھ گیا۔

چائے والا کیبن کا پردہ گرا کر بولا، "ہاں صاحب، حکم کیجیے۔"

میں نے پُورے رعب سے کہا "ایک سنگل چائے۔"

چائے والے کا چہرہ اُتر گیا۔ اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا "صرف چائے؟" میں نے سوچ کر کہا۔ "اگر ہو سکے تو ساتھ ہی آج کا اخبار اور ماچس لیتے آنا۔"

چائے والا واپس چلا گیا۔ وہ پیر پٹخ کر گیا تھا جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ خوش نہیں ہوا۔ میں بھلا کیوں پرواہ کرنے لگا! جیب ٹٹول کر دیکھی بیڑی موجود تھی۔ بڑی تسلی محسوس ہوئی۔ اب بیڑی تو جلا کر پی سکتا ہوں۔

چائے والا اخبار، چائے اور ماچس رکھ گیا۔ میں نے پہلے بیڑی جلائی اور دو لمبے لمبے کش لیئے۔ دماغ تازہ ہو گیا۔ اخبار اُٹھایا۔ پہلے صفحہ پر ہی سُرخی تھی۔ "بہار میں قحط کی وجہ سے کئی آدمی بھُوک سے مر گئے۔"

اخبار رکھ دیا۔ بھُوک سے مرنے والوں کی خبریں اتنی پُرانی ہو گئی ہیں کہ پڑھنے کو دل نہیں چاہتا۔ دیوالی کے دن بھی بھُوک سے مرنے والوں کی گنتی کروں؟ آج تو خوشی کا دن ہے۔ دل پر سے ایک بوجھ سا ہٹ گیا۔ چائے کی چسکی لی۔ بڑی گرم تھی۔ ہونٹ جل گئے۔ کمبخت اتنی گرم چائے لے آیا۔ میں نے سیٹی بجانے کی کوشش کی۔ ایک عجیب خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ اگر میں بھُوک سے مر گیا تو کیا میرا نام بھی اخبار میں آئے گا؟ میں نے بہت غور کیا لیکن کوئی ڈھنگ کا جواب دماغ میں نہیں آیا۔ کلّو مرا، موتی مرا، نیلم بھی ..... معلوم نہیں کتنے مر گئے لیکن کسی کا نام بھی اخبار میں نہیں آیا۔

چائے والے نے آکر میرے خیالات کا سلسلہ توڑ دیا۔ ہاتھ ملتے ہوئے بولا، "اور کچھ سرکار"!

اس کے بولنے میں کتنی مٹھاس ہے! دل میں آیا، کہہ دوں "کچھ روپے اُدھار دیدو۔" لیکن میں خاموش رہا۔ چائے والے نے اپنا حساب لگا کر پھر سوال دُہرایا۔

"میں نے کہا، اور کیا....؟"

چائے والے کی آنکھیں چمک اُٹھیں، بولا "حکم کیجئے، سب انتظام ہو جائے گا۔"

'سب' پر اُس نے خاص طور سے زور دیا۔ مجھے خاموش دیکھ کر اُس نے تشریح کی، "رنگین پانی اور.....!"

میں نے آنکھیں اُٹھا کر کہا۔ "شراب اور لڑکی؟" چائے والے نے سر ہلایا۔ میں رُعب ڈالنے کی خواہش کو نہ دبا سکا۔ "پھر کبھی دیکھا جائے گا۔"

چائے والے نے اصرار کیا۔ "لیکن آج تو کچھ ضرور....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "آج کیا خاص بات ہے؟"

"دیوالی ہے، آج!"

اوہ، دیوالی ہے! چائے والا اچھی طرح جانتا ہے کہ دیوالی کس طرح منائی جاتی ہے۔ شراب اور لڑکی کے بغیر دیوالی کیسی؟ میں نے چائے والے کو گھور کر دیکھا اور دونی میز پر رکھدی اور سیٹی بجاتا ہوا باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر میٹھے قہقہوں اور نوٹوں کی سرسراہٹ کی آواز کانوں سے اُتر کر دل تک پہنچ گئی۔

اب میں پھر چوڑی سڑک پر آگیا ہوں۔ دس بجنے والے ہیں۔ لکشمی پُوجا ہو چکی ہے۔ لکشمی کے پُجاری مدہوش ہیں۔ میں دیوالی کے کئی پہلو دیکھ چکا ہوں۔ ہر سال دیکھتا ہوں، عاشق و معشوق کا وصل، شراب، جُوا، لڑکی — لڑکی، جُوا، شراب، اور وہی عاشق و معشوق کا وصل، بس یہی چکّر چلتا ہے۔ حالانکہ میں چوڑی سڑک پر چل رہا ہوں، لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ سڑک بالکل سونی ہو گئی ہے۔ کوٹھیوں اور مکانوں میں شراب اور جُوا چلنے لگا ہے تیز روشنی میں بکنے والی لڑکیوں کے جسم نظر آنے لگے۔ میں ایکدم گھبرا گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ فضا میں زہر گھلا ہوا ہے۔ اگر میں کچھ دیر اور اس سڑک پر رہا تو شاید دَم گھٹ جائے گا۔

چوڑی سڑک چھوڑ کر میں پارک میں آگیا۔ لیمپ پوسٹ کے نیچے ایک جوان بھکارن بیٹھی ہوئی تھی۔ گود میں بچّہ تھا۔ بھکارن اور بچّہ۔ شاید کسی رَئیس نے روپیہ اور بچّہ بھکارن کو بھیک میں دے دیئے تھے۔ میں بنچ پر بیٹھ گیا۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی میں نے کہا۔ "پیسے نہیں ہیں۔" بھکارن مایوس ہو کر چلی گئی۔ بیڑی کی طلب لگ رہی تھی۔ سوچا اندھیرے میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔ بنچ کے آس پاس بیڑی تلاش کرنے لگا۔ شاید کسی بیڑی کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا مل جائے۔ لیکن یاد آیا، بیڑی تو غریب پیتے ہیں اور وہ آدھی بیڑی نہیں پھینکتے۔ سگریٹ ملنے کی اُمید نہیں تھی۔ امیر لوگ بھلا اس بنچ پر کیوں بیٹھنے لگے!۔ آج تو لکشمی پُوجا کا دن ہے، پینے پلانے کا دن ہے۔

بھکارن پھر لیمپ پوسٹ کے پاس بیٹھ گئی۔ میں نے کنکھیوں سے بھکارن کو دیکھا۔ جوان تھی۔ بچّہ بھی خوبصورت تھا۔ کاش، ایک بار اُونچی حویلیوں میں گھسنے کا موقعہ مل جاتا تو پتہ چلا لیتا کہ اس بچّہ کی شکل کس سے ملتی ہے اور اس کی رگوں میں کس کا خون دوڑ رہا ہے۔

سامنے سے ایک لالہ جی گزرے۔ بھکارن کو دیکھ کر ٹھٹکے، چاروں طرف دیکھا اور کھڑے ہو گئے۔ بھکارن نے بھیک مانگی۔ لالہ جی نے مُسکرا کر کہا "بول کتنا چاہیئے؟"

غریب کی عزت کا مول بھاؤ کرنا بہت آسان ہے۔ بھکارن نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لالہ جی نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا " پانچ روپے بول، چلے گی؟"

بھکارن نے ایک آنہ کی بھیک مانگی تھی اور مل رہے تھے پانچ روپے۔ خوش قسمتی تھی۔ بھکارن اُٹھ کر میرے پاس آگئی۔ بھُوکے نے بھُوکے کا سہارا ڈھونڈا۔ بیوقوف، لالہ جی چلے گئے۔

میں نے بھکارن سے کہا "چلی کیوں نہیں گئی، دیوالی اچھی بن جاتی۔"

بھکارن نے کہا "میں بھیک مانگتی ہوں، خود کو بیچتی نہیں۔"

میں نے ہنسکر کہا " اور یہ بچّہ!"

بھکارن نے آنکھیں نیچے کر لیں۔

میں نے ہمدردی سے کہا "ایسے مواقع ہاتھ سے نہ گنوایا کر۔ کوئی کہے تو چلی جانا۔"

بھکارن چُپ رہی۔

میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "میں بھُوکا ہوں، کچھ اُدھار دے۔"

بھکارن نے کہا "میں یہ کبھی نہ کروں گی۔"

"چاہے بھُوکا مرنا پڑے؟" میں نے ترشی سے کہا۔ "بیوقوف! عزت اتنی پیاری ہے تو بھیک کیوں مانگتی ہے؟ کہیں مر جاتی؟ لوگ بے بسی دیکھ کر پیسے نہیں دیتے بلکہ تیری جوانی کا سودا کرتے ہیں۔ اگر زندگی اتنی پیاری ہے تو سِسک سِسک کر کیوں زندہ رہنا چاہتی ہے؟ ہنس کھیل کر جی۔"

بھکارن رونے لگی۔ پتہ نہیں کیوں؟

میں نے کہا "کیوں روتی ہے؟ رونے سے کیا ملے گا؟ ہنس، قہقہے لگا اور اُونچی کوٹھیوں میں موج اُڑا۔ آجکل ساقیوں کی موقعہ اچھا ہے۔"

بھکارن کو شاید میری باتیں پسند نہیں آئیں۔ اُٹھ کر بھج...

جُو

کے پاس چلی گئی۔ گھٹنوں میں اپنا منہ چھپا کر بیٹھ گئی۔ بچہ نیچے پڑا روتا رہا۔ بچے کے رونے کی آواز میرے کانوں سے ٹکراتی رہی۔ کان کے پردوں میں درد بھرتا رہا۔ لیکن میں خاموش رہا۔

پارک کے چاروں طرف کوٹھیاں روشنی سے جگمگا رہی تھیں۔ بھکارن اور میں ہی غمگین تھے۔ ہاں، بچہ بھی غمگین تھا۔ وہ اب رونے کی بجائے محض سسکیاں لے رہا تھا۔

اسی وقت پتھریلی سڑک پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ آنکھیں اُٹھا کر دیکھا، ایک آدمی، ایک عورت اور بچہ تھے۔ دیوالی دیکھ کر آ رہے تھے شاید۔ بچے نے بچے کو دیکھا۔ بھکارن کا بچہ پھر رونے لگا۔ منحوس روتا ہی رہتا ہے۔ میرا ہوتا گلا گھونٹ دیتا۔

بچے نے ماں سے کہا "ممی، سڑک پر ایک بچہ رو رہا ہے"۔

آدمی نے جھڑک کر کہا "رونے دو"۔

بچے نے ضد کی "کیوں رو رہا ہے؟"

شرمائی ہوئی عورت نے جواب دیا، "دماغ نہ چاٹو، منّو۔ رو رہا ہے تو تمہیں اس سے کیا؟"

بچے نے ایک منٹ سوچا اور کہا "اپنا بِلّو تو بھوکا ہونے پر روتا ہے ممی، یہ بھی بھوکا ہے!"

آدمی نے ہاتھ جوڑ کر کہا "اچھا، بابا، بھوکا ہی سہی، اب تو چلو"

بچے نے ضد کی "ممی، اس بچے کو دودھ کے پیسے دیدو"

عورت نے جواب دیا "منّو، اب ہم تمہیں ماریں گے، بیوقوف!"

منّا رونے لگا۔ مجھے افسوس ہوا۔ انسانیت رو رہی ہے۔ پیار رو رہا ہے۔

آدمی نے غصّے سے کہا "اب سمجھاؤ اپنے لاڈلے کو!"

عورت نے بڑبڑا کر کچھ کہا۔

منّا روتا رہا۔

آدمی بولا "اب دیدو کچھ"۔

عورت نے پرس سے اکنّی نکال کر منّے کو دیدی اور کہا "اچھا جاؤ دے آؤ"۔

منّے نے مسکرا کر آنسو پونچھے اور اکنّی اور اپنا کھلونا جا کر بچے کے پاس رکھ دیئے۔

آدمی نے کہا "واہ رے سخی! کھلونا بھی دے آیا"۔

عورت بولی "اب چلو بھی، پیر دُکھ رہے ہیں!"

تینوں چلے گئے۔

مجھے محسوس ہوا، فضا میں اب وہ زہر نہیں ہے۔ اب فضا میں آشا تھی، نئی اُمید تھی۔ میں اُٹھ کر بچے کے پاس گیا اور اسے گود میں اُٹھا کر کہا —

"راجا بیٹا! تم جو دیوالیاں دیکھو گے، وہ اتنی اندھیری نہیں ہوں گی، جتنی کہ یہ دیوالی ہے، تم اور منّا جیسے ہزاروں مِل کر نئی دیوالی منائیں گے، جس میں صرف مکان ہی روشن نہیں ہوں گے، دل بھی روشن ہوں گے، تمہاری دیوالی میں عورت نہیں بکے گی، شراب اور جوئے کا نام و نشان نہیں ہوگا — دوسرے کا درد دیکھ کر اس دیوالی میں آنسو بہیں گے۔ ہوس نہیں اُبھرے گی بڑے خوش قسمت ہو تم، راجا بیٹا!"

میں اکنّی اُٹھانے کے لئے جُھکا۔ مجھے محسوس ہوا، جیسے بچہ کہہ رہا ہو! "یہ سب اُمیدیں ہیں، سپنے ہیں، جو کبھی پُورے نہیں ہوں گے"۔

میں نے آہستہ سے اس کے گرم گال پر چپت لگا کر کہا۔

"ارے پگلے، سپنوں اور اُمیدوں کے سہارے ہی تو ہم لوگ جیتے ہیں، دُنیا آگے بڑھتی ہے!"

بچہ مسکرانے لگا۔

اُٹھا اُٹھا کے تھکا ہم کو فتنۂ محشر
جبینِ شوق کو دَر سے ترے اُٹھا نہ سکے (رفیق حیدرآبادی)

اختر حسن ایم۔اے

سالار جنگ لائبریری

سالار جنگ لائبریری میں قلمی کتابوں کا جو نادر و نایاب ذخیرہ محفوظ ہے، عام طور سے ارباب علم زیادہ اس کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔ جس وقت ان مخطوطات کی وضاحتی فہرست مرتب اور شائع ہو کر منظرِ عام پر آجائے گی اسی وقت اس بات کا پتہ چل سکے گا کہ حیدرآباد کے ایک ایک گوشہ میں علم و حکمت اور شعر و ادب کا کیسا قیمتی سرمایہ موجود ہے۔

اس کتاب خانہ کی ترتیب و تنظیم کا کام ۱۹۵۳ء میں شروع ہوا۔ کتابوں کی فنون واری تقسیم اور ایک سرسری فہرست کی ترتیب کے ساتھ مخطوطات کی وضاحتی فہرست کو مرتب کرنے کا بھی انتظام کیا گیا یہ کام ہنوز جاری ہے عربی مخطوطات کی پہلی فہرست شائع ہو چکی ہے۔ دوسری فہرست جو قرآن مجید کے تقریباً ۳۰۰ نسخوں پر مشتمل ہے، زیر طبع ہے۔ اس کے علاوہ اُردو مخطوطات کی فہرست، جسے نصیر الدین ہاشمی صاحب نے مرتب کیا تھا زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

اس کتاب خانہ میں اُردو، فارسی اور عربی مخطوطات کی تعداد آٹھ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ترکی، ہندی، اور سنسکرت کے بھی چند مخطوطات ہیں اور انگریزی، اُردو اور فارسی کی مطبوعہ کتابیں ۳۵ ہزار سے زیادہ ہیں اس کے علاوہ قدیم مصوری اور نقاشی کے بہترین نمونے مختلف اَدوار کے بادشاہوں، امیروں، اور مشاہیر کی قلمی تصاویر اور مقطعات اور مرقعوں کا بھی ایک بڑا ذخیرہ یہاں محفوظ ہے۔ لیکن اس کتاب خانہ کی وقعت و اہمیت زیادہ تر ان مخطوطات کی بدولت ہے جو مختلف حیثیتوں سے نوادرات کی تعریف میں آتے ہیں۔

نادر مخطوطات کا تعین کئی اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ فنی اہمیت کے لحاظ سے، قدامت کے اعتبار سے، مرصع و مشجر ہونے کی حیثیت سے، اس کے علاوہ ایسے مخطوطات جو ہر چند کہ شائع ہو چکے ہوں لیکن اُن کے قدیم ترین نسخے اگر کسی کتاب خانے میں پائے جاتے ہیں تو بلاشبہ اُن کی تاریخی اور علمی حیثیت مسلّم ہو جاتی ہے۔ مصنف کے قلم یا اُس کے عہد کے لکھے ہوئے مخطوطات کو یا پھر ایسے مخطوطات کو جو کسی اور کتاب خانے میں نہیں پائے جاتے یا جن سے اب تک علم و ادب کی دُنیا ناواقف ہے نوادرات میں شامل کیا جاتا ہے۔

سالار جنگ لائبریری میں ایسے مخطوطات کی تعداد (۵۰) فیصد سے زیادہ ہے جو مذکورالصدر خصوصیات کے حامل ہیں۔ اسطرح سالار جنگ لائبریری کا شمار بھی اول عالم کے اُن مشہور کتب خانوں میں کیا جا سکتا ہے جہاں مختلف زبانوں کے مخطوطات کا بیش قیمت ذخیرہ محفوظ ہے۔

اس موقع پر سالار جنگ لائبریری کی قلمی کتابوں کے چند نمایاں خد و خال اور بعض نوادر مخطوطات کا ایک سرسری خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

جس کی بدولت قارئین کو اس بات کا اندازہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی کہ علم و حکمت کی کتنی بڑی دولت اس کتاب خانے کی چار دیواری میں محفوظ ہے۔

سالار جنگ لائبریری کے مخطوطات زیادہ تر نستعلیق خط میں ہیں لیکن نستعلیق کے علاوہ خط نسخ، شکستہ، کوفی، ریحان، ثلث، شفیعہ، رقاع گلزار، اور زلفِ پیچاں میں لکھے ہوئے مخطوطات بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان مخطوطات میں کاغذ کی بھی مختلف اقسام ملتی ہیں جن میں "خان بالغ" نامی کاغذ کا ذکر ضروری ہے۔ یہ کاغذ آج سے تقریباً آٹھ سو سال قبل چھٹی صدی ہجری میں، سمرقند، و بخارا میں تیار ہوتا تھا، اپنی مضبوطی اور پائیداری کے لحاظ سے اُس زمانے کی صنعت کاغذ سازی میں اس کا جواب نہیں تھا۔ "خان بالغ" کے علاوہ ہندوستانی، سورتی، دولت آبادی اور کشمیری کاغذ پر لکھی ہوئی کتابیں بھی یہاں موجود ہیں۔

ایک اور خصوصیت ان مخطوطات کی یہ ہے کہ قدامت کے باوجود ان کی حالت بہت اچھی ہے۔ قدیم جلد سازی کے اعلیٰ نمونے بھی یہاں پائے جاتے ہیں، متعدد مخطوطات مطلّا، مذہّب اور لاجوردی سرناموں، طلائی حاشیوں اور گلکاریوں سے مزیّن ہیں، زر افشاں کاغذ پر لکھے ہوئے مخطوطات بھی پائے جاتے ہیں۔ بعض مخطوطات باتصویر ہیں اور بعض تصاویر تو قدیم فن مصوری کی بہترین مثالیں ہیں۔ موتی، جواہرات اور سونے کی روشنائی سے لکھی ہوئی کتابیں بھی یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ عربی، فارسی، اور اُردو کے مشاہیر اہلِ قلم کے متعدد ایسے مخطوطات اس کتاب خانے میں ملتے ہیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ کسی اور کتاب خانے میں موجود نہیں ہے اور جن کے وجود سے اہلِ تحقیق ہنوز ناواقف ہیں۔ ایسے نادر مخطوطات کی چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

ایک مشہور عرب مصنف یوسف ابن محمد ابن احمد ابن اسحق کی ایک اہم تصنیف معونتہ المعین کا ایک نایاب قلمی نسخہ یہاں محفوظ ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۵۰ ھ ہے۔

امام غزالی کی مشہور تصنیف تہافتہ الفلاسفہ کا سب سے قدیم نسخہ بھی اس کتاب خانہ کی زینت بنا ہوا ہے۔ اس نسخہ کی ندرت یہ ہے کہ مصنف کے زمانۂ حیات کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۵۰۵ھ ہے اور امام غزالی نے ۵۰۵ھ میں وفات پائی۔

حیوانات اور نباتات کے متعلق فنِ طب کی ایک قدیم نادر الوجود کتاب یہاں ملتی ہے جس کا نام "کتاب الحشائش" ہے۔ جس میں مختلف حیوانات اور حشرات الارض کی تصویریں بھی ہیں۔

استاد خطاطان سلطان حمید مشہدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا روضتہ الصفا کا ایک نایاب نسخہ بھی اس کتاب خانہ میں شامل ہے۔ حمید مشہدی کے مرقعے وغیرہ تو دوسرے کتاب خانوں میں بھی مل جاتے ہیں لیکن اس کی لکھی ہوئی کوئی کتاب کسی اور جگہ نہیں ملتی۔

عربی کے مشہور خطاط اور خط نسخ کے موجد یاقوت مستعصمی کا ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی اس کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ امیر خسرو کے ایک دیوان "غرۃ الکمال" کا ایک نادر نایاب نسخہ بھی یہاں پایا جاتا ہے اس دیوان کے ہر عنوان پر ایک مرصع اور مذہّب لوح ہے۔ ابتدا میں ایک بسیط دیباچہ ہے جس کے دو صفحے نہایت نفیس مطلّا اور مذہّب ہیں اور پہلے صفحہ پر ایک مدور، لاجوردی حلقہ میں کتاب کا نام درج ہے۔

غرضیکہ عربی، فارسی اور اُردو کے ایسے متعدد شاعروں ادیبوں اور فنکاروں کے دواوین، تذکرے، تواریخ اور دوسرے فنون پر لکھی ہوئی، بیسیوں تصانیف یہاں پائی جاتی ہیں جن کے نام سے بھی اہلِ علم ابھی تک واقف نہیں ہیں یا پھر اُن کے نام اور اُن کی تصانیف کا احوال تو تذکروں اور تاریخوں میں مل جاتا ہے لیکن اُن کی لکھی ہوئی کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں۔

جیسے علی ابن طیفور بسطامی کی تصنیف "حدائق السلاطین" کا واحد قلمی نسخہ صرف اسی لائبریری میں محفوظ ہے۔

اسی طرح ابراہیم قطب شاہ کے زمانے کے ایک مشہور عالم اور ادیب قاسم طبسی کی ایک نایاب تصنیف انشائے قاسم طبسی بھی یہاں پائی جاتی ہے۔

فارس کے ایک مشہور تذکرہ نگار سام مرزا کے تذکرہ کا قدیم ترین قلمی نسخہ، جو مصنف کے زمانۂ حیات میں لکھا گیا تھا اس کتاب خانے کے علاوہ کہیں اور نہیں پایا جاتا۔ بعبارت مختصر، سیکڑوں گمنام مصنفین اور شعراء کی ایسی تصانیف اور دواوین سالار جنگ لائبریری میں محفوظ ہیں جو کسی اور کتاب خانہ میں دستیاب نہیں ہوتے اور اگر ان پر تحقیقی اور تعارفی کام کیا جائے تو زمانۂ دراز تک اس کام کا سلسلہ چل سکتا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں سالار جنگ لائبریری کے نوادرات کا احاطہ ممکن نہیں اس لئے اہلِ ذوق اور اربابِ علم کی خدمت میں سالار جنگ لائبریری کا یہ سرسری سا تعارفی خاکہ اسلئے پیش کیا جارہا ہے کہ حیدرآباد کے اس بیش قیمت کتاب خانہ سے، اگر وہ چاہیں تو اپنے علم کی پیاس بجھانے کے وافر ذرائع پاسکتے ہیں۔

ستار چشتی

زندگی

تیرے قدموں کے تلے صبح کی رعنائی ہے
کتنی بھرپور محبت تیری انگڑائی ہے
امن بھی تیرے لئے جنگ و جدل تیرے لئے
ندیاں لائی ہیں امرت بھرا جل تیرے لئے
تیری خاطر تیری شکتی کا سہارا لے کر
کارواں کتنے ہیں مصروفِ عمل تیرے لئے
منعم و مفلس و نادار کو اپنائی ہوئی
خوں میں ڈوبی ہے کہیں برق سی لہراتی ہوئی
آج تک ہو نہ سکا کچھ ترے کاٹے کا علاج
تو وہ اک ناگن برگشتہ ہے بل کھائی ہوئی
شامِ غم ہے تو کہیں صبحِ مسرت ہے کہیں
نالۂ درد ہے نغمات کی صورت ہے کہیں
روپ کتنے ہیں نہ جانے تری رعنائی کے
صورتِ آتشِ دوزخ کہیں، جنت ہے کہیں

رس بھرا پیار، محبت تیری تصویر میں ہے
کتنی صدیوں کا اُجالا، تیری تنویر میں ہے

مغربی گوداوری میں نئی صنعتیں

ضلع مغربی گوداوری میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی ترقی کے لئے ایک وسیع مہم کا افتتاح (الورو میں) ۶ مئی ۱۹۶۲ء کو کیا گیا۔ ضلع مغربی گوداوری میں زرعی ترقی کے سلسلے میں (پیکیج پلان) کو پہلے ہی سے روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ اس مہم کے دوران حیدرآباد کے اسمال انڈسٹریز سروس انسٹیٹیوٹ کی متحرک ورکشاپوں نے مظاہرے کئے اور ضلع کے مختلف مقامات پر (۴۰) روز تک کاریگروں اور صناعوں کو تربیت دی۔

اس سے پہلے اس انسٹیٹیوٹ نے چھوٹے پیمانے کی موجودہ صنعتوں کی توسیع اور نئی صنعتوں کی ترقی کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے ضلع کا سروے کیا۔

یہ سروے اگست، ستمبر ۱۹۶۱ء کے دوران کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اس رقبے کی صنعتی فضا، ممکن الحصول ذرائع و وسائل اور موجودہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور گھریلو صنعتوں کی حالت کا مطالعہ کیا جائے۔ اس سروے میں سرکاری ذرائع، مارکٹوں اور متعلقہ افراد سے حاصل شدہ معلومات کا تجزیہ بھی شامل تھا۔

اس سروے میں ذرائع و وسائل کے متعلق پس منظر مواد اور وہ سہولتیں بھی شامل تھیں جو حیدرآباد، الورو، کوور، اور ندادولو کے دفاتر سے اس ضلع کو حاصل ہیں۔ منتخبہ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کا سروے کیا گیا اور ان کے مسائل اور توسیع کے امکانات کا جائزہ لیا گیا۔ الورو، کوور، اور تانوکو کے بڑے پیمانے کے یونٹوں کا بھی معائنہ کیا گیا تاکہ ملحقہ یونٹوں کی ترقی کے امکانات کا بھی جائزہ لیا جاسکے۔ ضلع کے منتخبہ مراکز پر اہم تاجروں سے ربط قائم کیا گیا تاکہ مختلف اشیائے صارفین کی مانگ وغیرہ کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے علاوہ اس رقبے کے صنعتی امکانات کا پتہ چلانے کے لئے چند انجمنوں، صنعت و حرفت سے تعلق رکھنے بعض مقامی افراد اور متوقع صنعت کاروں سے بھی ربط قائم کیا گیا۔

اس طرح جملہ بڑے پیمانے کے چار یونٹوں، چھوٹے پیمانے کے (۹۸) یونٹوں، (۱۱۰) تاجروں اور (۲) انجمنوں سے ربط قائم کیا گیا۔

ضلع مغربی گوداوری کا رقبہ (۳۰۱۵) مربع میل یا آندھرا پردیش کے مجموعی رقبے کا (۲٫۹) فیصد ہے۔ ضلع کا ہیڈ کوارٹر الورو ہے اور نرساپور ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے۔

۱۹۶۱ء کی مردم شماری کے عارضی اعداد و شمار کے مطابق اس ضلع کی آبادی (۱۹٫۷۸) لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق (۷۳٫۳) فی صد آبادی کھیتی باڑی میں مشغول ہے صرف (۸٫۸) فی صد آبادی ایسی ہے جس کا انحصار زراعت کے علاوہ دوسرے پیشوں مثلاً گھریلو صنعتوں، چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور بڑے پیمانے کی صنعتوں۔

زرعی ذرائع و وسائل :

ضلع مغربی گوداوری ریاست کا ایک خوشحال زرعی ضلع تصور کیا جاتا ہے یہاں چاول فاضل تعداد میں پیدا ہوتا ہے جو جنوبی اسٹیشنوں کو بھی بھیجا جاتا ہے اس ضلع کی اہم تجارتی فصل گنا ہے۔ مونگ پھلی بھی ایک اہم فصل ہے۔ دوسری فصلوں میں تل، چنا، تور، مونگ وغیرہ بھی ہوتا ہے۔ پھلوں میں آم، موسمی، لیمو اور کیلے وغیرہ ہوتے ہیں۔ صنعتوں کے قیام کے سلسلے میں چاول کے کونٹے، دھان کے بھوسے، ناریل کے ریشے، پھلوں اور گنے سے خام مال کا کام لیا جا سکتا ہے۔

جنگلات :

جنگلاتی رقبہ (۱۹،۲۱۵) ایکڑ پر مشتمل ہے۔ اہم جنگلاتی پیداوار ساگوان، نرم لکڑی اور بانس وغیرہ ہے۔ یہاں کی لکڑی اعلیٰ قسم کی نہیں ہوتی ہے۔ بجارتی اور لکڑی کے فرنیچر کے جو موجودہ یونٹ ہیں ان میں ساگوان، خام مال کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ نصف کے لگ بھگ چوبینہ کشتیوں کے ذریعہ راجمندری مارکٹ برآمد کر دیا جاتا ہے۔ کوئی (۶۰) فیصد بانس مقامی طور پر ہی استعمال ہوتا ہے اور باقی بانس آندھرا پیپر مل، راجمندری میں کاغذ سازی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے (۲۰) فی صد بیڑی کا پتا، بیڑی کے مقامی کارخانے ہی استعمال کرتے ہیں اور باقی مدراس کو برآمد کر دیا جاتا ہے۔ ریٹھا اور آڈا کے پتے مقامی طور پر ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔

جانور :

۱۹۵۶ء میں ضلع میں جانوروں کی تعداد (۶۷ر۱۰) لاکھ تھی۔ ۷۰ تا ۸۰ فیصد گائے اور بھینس کی کھالیں مقامی دباغت کے کارخانے میں استعمال کرتے ہیں۔ باقی مدراس برآمد کیا جاتا ہے۔ بھیڑ اور بکریوں کا تمام تر چمڑا مدراس بھیجدیا جاتا ہے۔ مقامی دباغت کے کارخانوں سے جو فالتو چمڑا حاصل ہوتا ہے وہ سریش کی تیاری کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ضلع میں جسقدر بھی ہڈی اکٹھی ہوتی ہے وہ 'بون میل' کی تیاری کے لئے منگلاگیری، سامل کوٹ اور نیٹا پاڑو کے ہڈی کے کارخانوں کو برآمد کر دی جاتی ہے۔ ۷ر۸ فی صد اون اور ذخائر کی موجودگی کے پیش نظر اس ضلع میں اس صنعت کو ترقی دینے کے کافی مواقع موجود ہیں۔

منقوے کی صنعت :

منقوا، فائلوں اور فائل پیڈوں اور جلد سازی وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے اس کی بڑھتی ہوئی مانگ اور مقامی طور پر خام مال کی موجودگی کے پیش نظر اس صنعت کا قیام سُود مند ہے۔

سریش کی تیاری :

سریش، مارکٹ میں دستیاب ہونے والے مختلف اقسام کے گوند کا بہترین بدل ہے۔ دباغت کے مقامی کارخانوں سے جو نرم گودا حاصل ہوتا ہے کسی حد تک تلف کر دیا جاتا ہے اسے سریش کی تیاری کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

گنّے کا موم :

گنے کا موم، گنا دابنے کی صنعت کی ایک ذیلی پیداوار ہے۔ یہ کاربن پیپر، پالش کی تیاری اور پھلوں کی حفاظت کی صنعت میں استعمال کیا جاتا ہے اس رقبے میں گنا کافی مقدار میں پیدا ہوتا ہے اس لئے شکر سازی کے کارخانے کے ساتھ ساتھ گنے کے موم کی صنعت بھی قائم کی جا سکتی ہے۔

پھلوں کو محفوظ کرنے کی صنعت :

ضلع مغربی گوداوری میں زیادہ تر کیلے، آم، موسمی اور لیمو پیدا ہوتے ہیں، انہیں محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ تانوکو یا پالاکول میں پھلوں کو محفوظ کرنے کا یونٹ قائم کیا جا سکتا ہے۔

کیڑا مار ادویہ :

پودوں کی حفاظت کے سلسلے میں اس ضلع میں کیڑا مار ادویہ کی بہت زیادہ مانگ ہے۔ سنہ ۱۹۶۰ء کے دوران ضلع میں کیڑا مار ادویہ کا استعمال (۲،۵۰) لاکھ روپے کی مالیت کا رہا۔ لہٰذا اس صنعت کو مقامی طور پر ترقی دینے کے کافی مواقع ہیں۔

رنگ سازی کے مسالے کی صنعت :

رنگ سازی کے مسالے کی صنعتوں مثلاً سوتی کپڑے، دریوں، پلاسٹک

چمڑے کی مصنوعات، وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے۔ فی الوقت اسے کلکتہ اور بمبئی اور مدراس سے درآمد کیا جاتا ہے۔ اس ضلع میں اُونی دریوں و قالینوں کی تیاری کے سلسلے میں رنگ سازی کے مسالے کی سالانہ مانگ (۲۵۰۰۰) روپے کی ہے جبکہ ۱۹۶۱ء میں ریاست میں اس کی مانگ (۹۰٫۸۸) لاکھ روپے مالیت کی تھی۔ توقع ہے کہ اس مانگ میں ۴٫۱۰ فی صد کی شرح سے ۱۹۶۳ء میں (۱۰۹٫۷۳) لاکھ روپے تک اضافہ ہوگا۔ اس رقبہ میں اس کی صنعت کے قیام کے بہترین مواقع ہیں۔

بستر بند کی تیاری :

حال حال میں بستر بند کی مانگ میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ بستر بند کی موجودہ مانگ کی پابجائی ... شمالی سرکار اور مدراس سے درآمدات کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ ۱۹۶۰ء میں مجموعی مانگ کا اندازہ (۷۵۰۰۰) روپے تھا۔ ضلع میں بستر بند کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر اس رقبے میں بستر بند کی تیاری کے بہترین مواقع ہیں۔

پینٹس اور وارنش :

فی الوقت پینٹس اور وارنش کا ایک یونٹ گھریلو شعبے میں الورو میں کام کررہا ہے۔ ضلع مغربی گوداوری میں ۱۹۶۱ء میں پینٹس اور وارنش کی مانگ کا اندازہ (۴٫۵) لاکھ روپے تھا۔ آنے والے برسوں میں (۱۰) فیصد سالانہ شرح سے اضافہ کے نتیجہ میں اس رقبے میں پینٹس اور وارنش کی تیاری کیلئے ایک یا دو یونٹ قائم کئے جاسکتے ہیں۔ متوقع آجر اس صنعت میں لوہالی لال مٹی اور زرد مٹی استعمال کرنے کے امکانات کا جائزہ لے سکتے ہیں جو مقامی طور پر دستیاب ہوتے ہیں۔

لیڈ سیل :

کوور کی سپر فاسفیٹ فیکٹری میں استعمال ہونے والے لیڈ سیل کلکتہ سے درآمد کئے جاتے ہیں۔ اس شئے کی موجودہ مانگ محدود ہے لہٰذا فولادی صندوقوں کے یونٹ یا معمولی انجینئرنگ یونٹ اس کی تیاری شروع کرسکتے ہیں۔

ان نئی صنعتوں کے قیام کی تجویز کرنے کے علاوہ سروے رپورٹ میں موجودہ صنعتوں کی مختلف دشواریوں اور مسائل کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے اور انہیں امداد دینے کے لئے معین اور واضح سفارشات بھی پیش کی گئی ہیں۔

○

اب نزع کا عالم ہے طاری، تم اپنی محبت واپس لو
جب کشتی ڈوبنے لگتی ہے، تب بوجھ اُتارا کرتے ہیں

(قمر جلالوی)

مجاہد الانصاری

غزل

دہر کے رنج ہوئے غم ہوئے آزار ہوئے
جو ہوئے اپنے مقدر کو سزاوار ہوئے

کوئی صورت تو بنی گلشنِ عالم میں ہمیں
کیا ہوا ہم جو کوئی گل نہ ہوئے خار ہوئے

یوں ہی کیا کم تھی گرانباریٔ ہستی اپنی
مر کے جو دوش پہ دنیا کے گرانبار ہوئے

کچھ تو رونق ہے زمانے میں ہمارے دم سے
گھر کی رونق نہ ہوئے رونقِ بازار ہوئے

زہر پیتے رہے ہر دم بلبِ خندہ طراز
بھول اتنی تھی کہ جینے کے گنہگار ہوئے

امتیاز فریدی

چاند اور پھول

چاندنی رات تھی
تنہائی تھی
چاند دیوار پہ چُپ چاپ اُتر آیا تھا
سبز زرکار دریچوں پہ وہ بیل
بیل کے ہاتھ میں تھا اِک گُلِ تنہا کا چراغ
دل کی محراب تھی سُونی سُونی
میں اسی سوچ میں تھا
دل کی محراب کا جانے کیا ہو
اِک طرف چاند کا نُور
دوسری سمت چراغِ گُلِ تنہا کی ضیا
میں اسی سوچ میں تھا
ان تحائف میں بھلا کون فرستادۂ جاناں ہوگا

ڈھل چکی رات
کیا ہوا چاند کا نُور
کیا ہوا وہ گُلِ تنہا کا چراغ
دل کی محراب ہے سُونی سُونی !

فرخ سہیل

اس نظم میں

"مجھے گھر یاد آتا ہے"

سمٹ کر کس لئے نقطہ نہیں بنتی زمیں ؟ کہدو
یہ پھیلا آسماں اس وقت کیوں دل کو لبھاتا تھا ؟
ہر اک سمت اب انوکھے لوگ ہیں اور ان کی باتیں ہیں
کوئی دل سے پھسل جاتی، کوئی سینے میں چبھ جاتی
انہیں باتوں کی لہروں پر بہا جاتا ہے یہ بجرا
جسے ساحل نہیں ملتا

میں جس کے سامنے آؤں مجھے لازم ہے ہلکی مسکراہٹ میں کہیں یہ ہونٹ
"تم کو جانتا ہوں میں"
دل کہے "کب جانتا ہوں میں"
انہی لہروں پہ بہتا ہوں مجھے ساحل نہیں ملتا

سمٹ کر کس لئے نقطہ نہیں بنتی زمیں، کہدو !
وہ کیسی مسکراہٹ تھی، بہن کی مسکراہٹ تھی، مرا بھائی بھی ہنستا تھا
وہ ہنستا تھا، بہن ہنستی ہے اپنے دل میں کہتی ہے
یہ کیسی بات بھائی نے کہی، دیکھو اماں اور ابا کو ہنسی آئی

مگر یوں وقت بہتا ہے تماشا بن گیا ساحل

سمٹ کر کس لئے نقطہ نہیں بنتی زمیں، کہدو !
یہ کیسا پھیر ہے تقدیر کا یہ پھیر تو شاید نہیں، لیکن
یہ پھیلا آسماں اس وقت کیوں دل کو لبھاتا تھا ؟

حیاتِ مختصر سب کی بہی جاتی ہے اور میں بھی
ہر اک کو دیکھتا ہوں، مسکراتا ہے کہ ہنستا ہے
کوئی ہنستا نظر آئے، کوئی روتا نظر آئے
میں سب کو دیکھتا ہوں دیکھ کر خاموش رہتا ہوں
مجھے ساحل نہیں ملتا !۔

—— میراجی ——

میراجی مجموعۂ اضداد تھے۔ اِن کی چیستانی شخصیت زندگی بھر نفرین و تحسین کے بیچ معلوب رہی۔ میراجی ایک طرف اپنی ذات سے جدید شاعری کا اسکول تھے تو دوسری طرف حد درجہ مقہور و معتوب۔ ان کے شعر میں جسقدر اُلجھاؤ تھا، نثر اُسی قدر صاف ستھری لکھتے تھے۔ صوری اعتبار

سے شعبدہ باز اور معنوی حیثیت سے رند تھے ۔ غرض کہ میراجی طفلانِ ادب کے لئے ایک تیتلی تھے جن کی پرواز دیکھتے دیکھتے اُفق پار گم ہو گئی ۔ صاحبانِ ذوق نے میراجی کو سمجھا اور اُن کی معمہ نما شاعری کو سمجھنے کی کوشش کی، ان کی نثر سے فائدہ اُٹھایا اور آج بھی یہ نظم کا تجزیاتی سلسلہ میراجی ہی کی دین ہے جس پر جدید نقاد فکر پیا ہیں ۔

" مجھے گھر یاد آتا ہے "۔ بڑی دلکش نظم ہے ۔ اس نظم کی حُسن آفرینی پر آگے بحث آئے گی لیکن پہلے اس فضا کا احاطہ ضروری ہے ۔

میراجی انگریزی، فارسی، سنسکرت، ہندی اور فرانسیسی ادب کے بڑے رسیا تھے ۔ انہوں نے دیو مالا کے راگ گائے، اپنی شاعری کی بنیاد گوکل اور متھرا کے خمیر پر رکھی ۔ میراجی کو فطرتاً ہندو میتھالوجی سے غیر معمولی لگاؤ تھا ۔ یہ لگاؤ کسی مذہبی جذبہ کے ماتحت نہیں تھا بلکہ اس کی اصل یہ تھی کہ اُردو شاعری کُلیتہً نہ سہی معتدبہ کمیت میں اپنے مزاج کے اعتبار سے فارسی شاعری کا چربہ ہے ۔ اُردو شاعری میں نہ بھارت کی ہوائیں رسماتی ہیں نہ یہاں کے دریا پہاڑ انگڑائیاں لیتے نظر آتے ہیں نہ یہاں کے گاؤں مُسکراتے دکھائی دیتے ہیں اس کمی کو میراجی نے محسوس کیا اور نجد و بے ستون کے قصوں کو چھوڑ کر گنگ و جمن کے دوآبہ کو اپنا کعبۂ فن ٹھہرایا ۔

" مجھے گھر یاد آتا ہے "۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں ایک دلکش نظم ہے ۔ یہ نظم بھی میراجی کی دوسری نظموں کی طرح توجہ کا مطالبہ کرتی ہے ۔

مختصراً اس نظم کا بُنیادی خیال یُوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ شاعر بچپن کے اس دَور کو یاد کر رہا ہے جس میں تقدس اور معصُومیت کے سوا کچھ اور نہ تھا ۔ شاعر اب عمر کے اُس موڑ پر ہے جہاں دُنیا داری ہے اور جس سے مفر ممکن نہیں ہے ۔ یہاں نظم کا بُنیادی خیال پُورا ہو جاتا ہے لیکن شاعر نے جن علائم کا استعمال کیا ہے اُن کی تشریح کے بغیر نظم کی جامعیت کا اِلم ممکن نہیں ہے ۔ اس نظم میں چند الفاظ کی تکرار خاص طور پر قابلِ غور ہے

"بجرا" "ساحل" "پھیلا آسمان" "زمین" وغیرہ وغیرہ ۔ ۶

"سمٹ کر کس لئے نقطہ نہیں بنتی زمیں کہہ دو"

نظم اس مصرع سے شروع ہوتی ہے ۔ بظاہر یہ مصرعہ عجیب و غریب لگتا ہے لیکن اس مصرع کے پیچھے وہ سارا شعور کار فرما ہے جو بچپن کی حدوں تک ہو سہی لیکن جس کے تقدس میں کلام کی گنجائش نہیں ہے ۔ بچپن کا ایک دَور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب اپنی ذات مرکز دو عالم بن کر چھائی رہتی ہے ۔ اس مصرع کے ذریعہ میراجی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ نظم میں " ساحل " کا لفظ تقریباً ہر بند میں استعمال ہوا ہے ۔ یہ "ساحل" آفرینش ہے، وہ ازل ہے جہاں سے پاکیزگی اور لطافت کے چشمے پھُوٹتے ہیں ۔ "بجرا" شاعر کی زندگی ہے ہستی ہے جس کو "ساحل" کی حسرت ہے ۔ " پھیلا آسمان " اُس کشادگیٔ فکر اور فراخیٔ دل کی طرف اشارہ ہے جو آفرینش سے ہم سب لے کر چلے تھے نظم کا عنوان " مجھے گھر یاد آتا ہے " میں گھر کا سمبل بھی " ازل " ہی سے ماخوذ ہے

میراجی کی یہ نظم دراصل ہم سب کے تصنّع کی رُودادِ حیات ہے ۔ ہمارے "ہونٹ مُسکرا کر کہتے ہیں" " تم کو جانتا ہوں مَیں " دل کہتا ہے " " کب جانتا ہوں میں " ۔ !

میراجی کی اس نظم میں مراجعت کی خواہش اپنے عُروج پر ہے ۔ مجھے نہ جانے کیوں میراجی کی یہ نظم پڑھ کر ورڈز ورتھ کی مشہور نظم ——— " Ode to Immortality " یاد آتی ہے ۔ ان دونوں نظموں میں ایک درد کا رشتہ ہے، جسے قدرِ مشترک کہا جا سکتا ہے ۔

پی تھی ضرور لیکن بے خود نہ ہو سکا میں

شاید کہ میری غربت تھی کار گرشہ میں

(شفیق حیدرآبادی)

اہم سرکاری فیصلے

حکومت آندھرا پردیش نے آنے والے تعلیمی سال کے دوران پرائمری اسکول جانے والے ۲ لاکھ بچوں تک دوپہر کے مفت کھانے کے پروگرام کو وسعت دینے کا فیصلہ کیا ہے ۔ کیر ادارہ ریاستی حکومت کو مطلوبہ غلہ اور نباتی تیل سربراہ کرے گا ۔ اس اسکیم پر ابتداءً چار برسوں تک عمل کیا جائے گا اور اس مدت میں اس اسکیم پر (۲٦٫۵) کروڑ روپے کے اخراجات عائد ہوں گے ۔ ریاستی حکومت صرف اس پروگرام کے انتظام کی ذمہ دار ہوگی جس پر سالانہ (۱۰) لاکھ روپے کے اخراجات ہوں گے ۔

آنے والے تعلیمی سال کے دوران اس پروگرام کے تحت علاقہ تلنگانہ کے پرائمری اسکولوں کے (۱۵۰۰۰) بچوں اور اضلاع سریکاکلم ، وشاکھاپٹنم ، مغربی گوداوری ، مشرقی گوداوری ، کرشنا اور گنٹور کے (۵۰۰۰) بچوں کو لے آیا جائیگا ۔ ان سے مارقبے میں پرائمری اسکول جانے والے تقریباً (۲۰۰۰۰) بچوں کو ریلیف کی جانب سے شروع کی ہوئی اسکیم کے تحت مفت دودھ دیا جا رہا ہے ۔

اس پروگرام پر راست حکومت کی جانب سے پرائمری اسکول کے صدر صاحبان کے توسط سے عمل کیا جائے گا ۔ جہاں کہیں ضروری ہو پروگرام پر عمل نگرانی کی غرض سے والدین کی کمیٹیاں قائم کی جائیں گی ۔ اس پروگرام کا اطلاق مڈل اور ہائی اسکولوں کے پرائمری سکشنوں پر بھی ہوگا ۔

علاقہ تلنگانہ میں یکم اپریل کو صارفین کے لئے برقی سربراہی میں کمی کا جو نفاذ عمل میں آیا ہے اس کا اطلاق دواخانوں ، نرسنگ ہومس ، طبی اداروں نیز اخبارات اور اخبارات کی ایجنسیوں کے دفاتر میں ٹیلی پرنٹرس پر نہیں ہوگا ریاستی حکومت کی جانب سے اس خصوص میں فیصلہ کیا گیا ہے ۔

ریاستی حکومت نے آندھرا پردیش ویرہاؤسنگ کارپوریشن کے سرمایۂ حصص کے سلسلے میں (۳٫۲۵) لاکھ روپے فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔

حکومت نے لیجسلیچر کی آئندہ میقاتِ موازنہ سے قبل جامع مسودہ قانون لگانداری پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔

حکومت نے آندھرا پیپر ملز راجمندری کو مشترکہ سرمایہ کمپنی کی حیثیت سے ازسرنو تشکیل دینے کا فیصلہ کیا ہے جس میں اقلیتی اساس خانگی افراد کو بھی شرکت کی اجازت ہوگی ۔ حکومت زیادہ تر حصص پر قابض رہے گی ۔

حکومت نے حیدرآباد آلوین میٹل ورکس کے نئے جاری شدہ (۵٫۲۸۰) فی صد حصص کو مشغول کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ (۸٦) لاکھ روپے کے نئے سرمایۂ اجزائیں سے حکومت (۴۲) لاکھ روپے کے حصص خرید لے گی ۔

حکومت نے آندھرا کو آپریٹیو بنک دہچنے داڈہ کا ضامن بننے کا فیصلہ کیا ہے ۔ یہ بنک ریزرو بنک آف انڈیا سے کھیتی باڑی کے کاموں میں روپیہ لگانے کے لیئے (۵۰) لاکھ روپیہ قرض حاصل کر رہا ہے ۔

حکومت نے ریاست کے برقی بحران پر قابو پانے کے لیئے امریکہ سے دو آئل فائر گیس ٹربائنس درآمد کرنے کا فیصلہ کیا ہے جن کی گنجائش گیارہ ہزار کلوواٹ ہوگی اور جن کی لاگت ۴۵، ۴۵ لاکھ روپے ہوگی ۔

ان ٹربائنس کو معروف اوقات میں استعمال کیا جائے گا ۔ یہ ٹربائنس آج کل عرب، کنیڈا اند سوئٹزرلینڈ میں استعمال کیئے جا رہے ہیں ۔

○

خمِ یہ سلسلۂ شوق کہاں ہوتا ہے

رُوح تھکتی ہے تو احساس جواں ہوتا ہے

(نظر حیدرآبادی)

○

چمن اُداس، کلی سوگوار، گُل خاموش

انہیں بھی صبح کا ارماں ہے دیکھئے کیا ہو

(نرہم نگار)

سوالات

شری ستیہ نارائن، کرن کوٹ۔

سوال تانڈور، ضلع حیدرآباد میں سمنٹ فیکٹری کو رجسٹر ہوئے (۲) سال گزر چکے، یہ بھی پتہ چلا ہے کہ کچھ سرمایہ حصص بھی جمع کیا گیا ہے۔ اس پر کام کب شروع کیا جائے گا؟

جواب اگرچہ تانڈور (ضلع حیدرآباد) کی سمنٹ فیکٹری محکمہ امداد باہمی کی جانب رجسٹر کی گئی تھی لیکن اسے مرکزی حکومت کی جانب سے انڈسٹریز (ڈیولپمنٹ اینڈ ریگولیشن ایکٹ) کے تحت اب تک لائسنس اجرا نہیں کیا گیا ہے۔ سرمایہ حصص بھی، مطلوبہ حد تک جمع نہیں ہوا ہے۔

شری تلا دتا تریلو
رازول، ضلع مشرقی گوداوری۔

سوال کیا اس خبر میں کوئی حقیقت ہے کہ موضع ٹاٹی پاکا (ضلع مشرقی گوداوری) میں گندھک کے ذخائر پائے گئے ہیں؟

جواب موضع ٹاٹی پاکا کے قریب گندھک کے کوئی ذخائر نہیں ملے ہیں۔

شری ٹی۔ وینکٹ رامیا
اپالورو۔ تعلقہ کاولی۔

سوال چنا کراکا (تعلقہ کاولی ضلع نیلور) سمانان بلاک رقبہ، بلاک میں کب تبدیل کیا جائے گا؟

سوال چنا کراکا بلاک پہلے ہی سے اسٹیج (۱) بلاک ہے۔ بعض قانونی دشواریوں کے باعث ۲ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کو اس بلاک کے لئے پنچایت سمیتی قائم نہیں کی جا سکی۔

شری ستیہ نارائن،
کرن کوٹ۔

سوال ۶۲-۱۹۶۱ء کے دوران تعلقہ تانڈور (ضلع حیدرآباد) کے کون کون سے مواضعات کو برقی قوت پہنچائی گئی ہے؟

جواب اس مالی سال کے دوران تعلقہ تانڈور (ضلع حیدرآباد) کے کسی موضع کو برقی قوت نہیں پہنچائی گئی۔

شری اے۔ وینکٹ نرستیا
بالاراؤ پیٹھ۔ لکشمی پُرم۔ منچریال۔

(سوال) معلوم ہوا ہے کہ ایسے موضع میں جس کی آبادی (۵۰۰) نفوس پر مشتمل ہے، علحدہ پنچایت سمیتی قائم کی جاسکتی ہے براہ کرم وضاحت کیجئے کہ آیا اس میں بچے بھی شامل ہیں یا صرف بالغ آدمی؟۔

(جواب) قانون گرام پنچایت حیدرآباد بابت ۱۹۵۶ء کی دفعہ (۳) کا متعلقہ اقتباس جس میں علحدہ پنچایتوں کے قیام کے سلسلے میں کم سے کم آبادی کی صراحت کی گئی ہے، نیچے دیا جارہا ہے:

" حکومت، ڈسٹرکٹ بورڈ کے صلاح و مشورہ سے اور اس طریقے پر جو سرکاری جریدے میں شائع شدہ اعلان کے ذریعہ مقرر کیا گیا ہو، ایسے گاؤں کو جس کی آبادی پچھلی سرکاری مردم شماری کے وقت (۱۰۰۰) نفوس سے کم اور (۵۰۰۰) نفوس سے زیادہ نہ ہو، اس قانون کے اغراض کے لئے ایسا گاؤں قرار دے گی۔

شری اے۔ لکشمی نرسمہم
ایدوباڑو۔ ضلع گنٹور۔

(سوال) کیا حکومت مزرعہ مرغبانی کے قیام کے سلسلے میں کوئی امداد دیتی ہے؟۔ براہ کرم شرائط کی تفصیلات بیان کیجئے۔

(جواب) ہر ضلع میں کئی کسان ایسے ہیں جو اصلی یا ذیلی پیشے کی حیثیت سے مرغبانی کرتے ہیں۔ ان میں سے چند ایسے افراد کو جو تجربہ کار ہوں اور دلچسپی رکھتے ہوں، ضلع پریشد یا پنچایت کے ذریعہ منتخب کیا جاتا ہے اور انہیں محکمہ انیمل ہسبنڈری کی جانب سے تیسرے منصوبے کی اسکیموں کے تحت (۱۰۰) روپے تک امداد دی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ منتخب رقبوں میں مقامی پرندوں کی بجائے غیر ملکی اقسام سربراہ کی جاتی ہیں۔ محکمہ سے امداد کے سلسلے میں ڈسٹرکٹ ویٹرنری انسر سے ربط پیدا کیا جائے۔ امداد پانے والوں کو ایک معاہدہ پر دستخط کرنے ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ بلاک کے فنڈ سے، ایک بلاک کے تحت ہر دو ڈیلپمنٹ لیول ورک   کے لئے مزرعہ باغبانی قائم کیا جارہا ہے۔
اس سلسلے میں پنچایت آفس سے استفسارات کئے جاسکتے ہیں۔

شری روی چندرا شنکر راؤ
رایادُرگم۔

(سوال) گرانی الونس کو تنخواہ میں ضم کرنے کے احکام کا اطلاق آندھرا میں مارکٹ کمیٹیوں کے عملے پر نہیں کیا گیا ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ کس مرحلہ پر ہے؟۔

(جواب) اس سلسلے میں علاقہ آندھرا کی تمام مارکیٹ کمیٹیوں سے تجاویز طلب کی گئی ہیں۔ تمام رپورٹوں کی وصولی پر حکومت کی منظوری کے لئے تجاویز روانہ کی جائیں گی۔

ساقی غمِ زمانہ کو دُشنام چاہیئے
اور میں مجھے تو صرف ترا نام چاہیئے
(عدم)

فلموں کی تیاری میں تلگو دوسرے نمبر پر :

۶۲-۱۹۶۱ء کی بابت وزارت اطلاعات ونشریات کی سالانہ رپورٹ کے مطابق ۶۱-۱۹ء کے دوران ہندوستان میں تیار ہونے والی فلموں میں تلگو کا نمبر دوسرا رہا۔

۱۹۶۱ء کے دوران بورڈ آف فلم سنسرس نے ملک میں تیار ہونے والی (۳۰۳) فیچر فلموں کی تصدیق کی۔ ان میں سے (۹۸) ہندی میں تھیں جس کا نمبر اول رہا۔ تلگو کا نمبر دوسرا رہا۔ اس زبان کی (۵۵) فلمیں بنائی گئیں۔ تامل کا نمبر تیسرا رہا (۴۹) فلمیں تیار کی گئیں۔ بنگالی کا نمبر چوتھا رہا۔ (۳۶) فلمیں تیار کی گئیں ہندوستانی فلمی صنعت، دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے۔

نیلور میں اورنیم :

اطلاع ملی ہے کہ جیالاجیکل سروے آف انڈیا کی ایک جماعت نے حال ہی میں ضلع نیلور کے ابرق پائے جانے والے بعض خطوں میں اورنیم کا پتہ چلایا ہے جو ایک کمیاب تابکار معدنی شئے ہے۔ یہ جماعت جب ضلع نیلور میں گوڈور کے شمال میں سالی چیدا کے مقام پر ابرق پر تحقیقات کر رہی تھی اسوقت اورنیم کا مشاہدہ کیا گیا۔ جیالاجیکل سروے آف انڈیا نے اس واقع کی اطلاع جوہری توانائی کے کمیشن کو دے دی ہے۔

صدر اور نائب صدر دونوں بھی آندھرا پردیش کے ہیں :

آندھرا کے عوام خاص طور پر مسرور ہیں کہ نئے صدر اور نائب صدر دونوں بھی اسی علاقے میں پیدا ہوئے تھے جو اب آندھرا پردیش کہلاتا ہے۔ اس علاقہ کو پہلے ہی سے یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے ملک کو نصف درجن گورنر مہیا کئے غالباً بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ڈاکٹر ذاکر حسین حیدرآباد میں پیدا ہوئے تھے۔ سابق میں لوک سبھا کے اسپیکر اور راجیہ سبھا کے صدر نشین دونوں، آندھرا سے تعلق رکھتے تھے۔ گورنر بہار کی حیثیت سے شری آننت سیانم آئنگار کا تقرر آندھرا کے لئے ایک طرۂ امتیاز ہے۔

"انصاف" - انڈین اکسپرس - ۱۸ مئی ۱۹۶۲ء

S. Husain Asghar sahab
S. Ali

فکر معاش عشق بتاں یاد رفتگاں
اس زندگی میں کیا کیا کرے کوئی

[illegible]

ایم اے - فرسٹ کلاس فرسٹ [illegible]

[illegible]

دیہی رقبوں کو برقی قوت کی سربراہی

مارچ سنہ ۱۹۶۲ء کے دوران آپریشن سرکل، آننت پور میں نیچے بتائے ہوئے (۱۰۸) گاؤوں کو برقی قوت سربراہ کی گئی :

موضع، بستی یا قصبہ	تعلقہ
ضلع کرنول	
گسیم	آلور
منڈلم	نندی کوٹکر
ویل گوٹا	مرکاپور
چیناکنڈہ	مرکاپور
کنجیا پلی	گڈالور
پداکنڈہ	الاگڈہ
نگی ریڈی پلی	الاگڈہ
جلادرگم	ڈھون
ضلع آننت پور	
چلاکنڈیا پلی	دھرماورم
راپلی	مڈاکسیرہ
پالاسمدرم	ہندوپور
پیناکنڈہ	پینوکنڈہ
لوچرلو	〃
گورنتلا	ہندوپور

موضع، بستی یا قصبہ	تعلقہ
دگاٹری	آننت پور
سرنیکالم	ہندوپور
نرسمہارائن پیٹم	مڈاکسیرہ
چلاپلی	پینوکنڈہ
ملگے چیرو	〃
آتماکر	دھرماورم
پداملیاپلیرو	آننت پور
نرساپورم	ہندوپور
پامیڈیٹی	〃
بکہ پٹیم	کادری
موتھوکاپلی	〃
نلاچیرولو	〃
چیپولیٹی	مڈاکسیرہ
رنگاگری پلی	مدیری
سنکوگلی	مڈاکسیرہ
کونڈاپورم	پینوکنڈہ
بنڈلاپلی	〃

موضع، بستی، قصبہ	تعلقہ
ناگالور	پینوکنڈہ
پٹور	ادواکنڈہ
انڈابنڈا	"
پیالاگریکی	"
موگمیدی	رایادرگ
امی دیالا	ادواکنڈہ
راکٹلا	رایادرگ
چناکونکنلا	"
پداکونکنلا	"
رام پورم	"
ڈاڈسی تھوٹا	تاڑپتری
نرگلا	اننت پور
کدتم پلی	"
لورو	"
راگھوناتھ پورم	"
ضلع کڑپا	
امالاپورم	پرادتور
چناگرووالور	"
پداچاگلی	"
کوٹھااگراہرم	کملاپورم
بوماورم	رائم پیٹھ
کنڈہ وری پلی	"
انواپلی	"
جٹی راجو پلی	"
تلم پلی	"
ساکاپسورا اگراہرم	"
چٹرال	"
لالی دیوی منگاپورم	"
گوری گنل	جمالامڑگو
دیوا گوٹری	"

موضع، بستی، قصبہ	تعلقہ
اتاورم	پرادتور
سداور (چندلور)	"
پداپیٹا	کڑپا
ڈیگتی پلی	"
کوکی رایاپلی	"
دارجے پلی	سراوتم
گولاپلی	"
جاکراپیٹھ	"
ضلع چتور	
اسامبٹو	چتور
رنگاپورم	"
کرشناپورم	"
سنتھیم	"
اتے پلی	"
مری پاڑ	وایل پاڑ
تھیٹر	مدن پلی
کورتی ویواری پلی	"
کونگلاپلی	"
ملیاریڈی گری پلی	"
ریڈی واپلی	"
رایاورتی پلی	چندراگیری
تھری کونڈاوری پلی	"
کھم پلی	"
وینکامدی دری پلی	"
ساوت پلی	"
اگواچوڑے پلی	پنیٹانور
سوسو پلی	وایل پاڑو
نکالاوری پلی	"
جیتھاوری پلی	"
کرٹھاپلی	"

موضع، بستی، قصبہ	تعلقہ
ادنباپلی	چتور
وجارینڈی پلی	"
پیاپیٹھ	"
اباکلاڈوڈی	پالمانیر
ڈاکم پلی	"
بوماپلی	"
پالاسمدرم	چتور
ڈیناجندھوپورم	"
راجوپالم	"
رلا بوڈو گور	پالمانیر
تھمناچم	ستیہ ویدو
اُرور	"
کیلاس پورم	تپور
راجولاکندریگا	"
راماسمدرم	"
آگارم	"
نامباکم	"
سانیکاپورم	"

دسمبر ۱۹۶۱ء سے مارچ ۱۹۶۲ء کی مُدت کے دوران آپریشن سرکل وجئے واڑہ میں نیچے بتائے ہوئے مواضعات کو برقی قوت سربراہ کی گئی :۔

ضلع	گاؤں	تعلقہ
مغربی گوداوری	پداکریم (کوپاکا کی بستی)	الورو
	راجندراپورم (باپی راجوگڈم کی بستی)	کوور
	ویلا چنیلا گڈم	"
	تاڑی پوڑی	پولاورم
	رامناوعدم (پداتاڈیکا پلی کی بستی)	تاڈے پلی گڈم
	گوپال پورم	الورو
	گوٹالا	پولاورم
	ٹیاتیمی سیتا	"
	تیمی سیتا	"

موضع، بستی، قصبہ	تعلقہ
چنتلاکوٹی گارودو	بھیماورم
امابالم (کوپاکا کی بستی)	الورو
گرلادنی تھپیا	"
ناگولاپلی	"
اجادنی گڈم (بھیماورول کی بستی)	"
لکشمی پورم (پداوگی کی بستی)	الورو
کاولی پورم	تانوکو
سری پالم	نرساپور
گُنامرو	"
ستیاودل	الورو
کوٹھاپالم (موگل تور کی بستی)	نرساپور
کلا	بھیماورم
شسیالی	"
کولاناپلی	"
کوتپاورم	کوور
کلارایاڈوڈم	چنتل پوڑی
منگاگڈم	"
تمنگاگڈم (منگاگڈم کی بستی)	"
چلاپلی	نرساپور
نادی پوڑی	"
کرشنا ، بھوشناگو	گوری واڑا
بنڈیالا	نندی گاما
کوچی کیالاپوڑی	گودی واڑا
پوسم پلی	نندی گاما
سنالکاپاڑو	"
گرومسکا	وجے واڑہ
جمجورو	نندی گاما
نرسمہاراؤ پالم	"
اگری پیرو	گناورم
مسلاپلی	"

موضع، بستی، قصبہ	تعلقہ
لنکاپلي	گناورم
…زنگاپورم	"
…ي واڑا	"
…ادم	مسولی پٹنم
…ولو	"
…گلاپلي	"
…دمال	"
…وری مرلا	گودی واڑا
…الور	"
ایلاکوند	"
گودی پاڑو	نزودو
چکالاپلي	"
ضلع گنٹور، کنکالامرد	باپٹلہ
کنٹورو	گنٹور
کوپاراورو	"
مائیداوولی	نرساراؤپیٹھ
پدماوورو	گنٹور
گماوارپیڈی پالم	اونگول
ماریاگنتاوری پالم	"
نرسیاپالم	"
…وراورم	"
نیلاٹور	"
گمیلاکالاوروپالم	ریپاتی
ولیم وری پالم	"
وسینے کالاوری پالم	ریپالی
مائینینے وری پالم	"
الورو	اونگول
کوٹھاپٹنم	"
اٹامنتا	"

ضلع	گاؤں	تعلقہ
	مدانورو	اونگول
	لوڈاپاڑو	تنالی
	پیاپڑو	"
	وتجندلا	گنٹور
	سداپلي	"
	انتورو	تنالی
	نظام پٹنم	ریپالی
	کرم پوڑی	پالسند
	ناگری کلو	"
	موتھورو	گنٹور
	ڈھوڈاورم	اونگول
	تلاپانو	"
	سمدراپاڑو	"
	موٹپلا	ستینہ پلي
	جاگنتی وری پالم	"
	اپی کٹلہ	باپٹلہ
	پوندلا	"
	کروموروری پالم	"
	امین آباد	ستینہ پلي
	ویمولاوری پاڑو	"
نیلور	سوماراجوپلي	کنڈوکر
	امارڈی پالم	کووور
	جلاڈنکی	کاولی
	منگلو	کووور
	بدم گنٹہ	کاولی
	وادلا	"
	ڈم پور	کووور
	برہمن کاکا	کاولی
	اگراہرم (کاولی کی بستی)	"
	امبا پورم	نیلور

مچرلادنی پالم (تھوٹاپلی کی بستی)	نیلور
تھوٹاپلی	"
دلور	"
تلاپوڑی	"
وری گنٹہ	"
پداتھاپولورو	"
موتی گڈو	راپور
جنوبی امولو	نیلور
چیتاٹوپو	"
منگلادورو	"
تھانا ستیڈو پالم	گوڈور
بیری پیٹا	"
لکشمی آننت ساگرام	سلورپیٹھ
اساکاپالم	کوڈور
پلاودلو (اساکاپالم کی بستی)	"
کوٹاگوڈی پالم	"
چادرپاڑو	نیلور
سوماراجو پلی	"
اتامیدو	سلورپیٹھ
پٹی مٹا	"
ایکاسری	"
گماٹی پالم	"
کوچی ندا پالم	"
گناپاڑو	"
ایرگنٹہ پالم	"
اٹچالاوری پالم	"
پیرادا ودا	"
راچاپالم	"
اکا رالپکا	"
پولی ریڈی پالم	"
اوڈور	گوڈور

پداپاییہ	گوڈور
سیتنے پری پالم	"
ایگوداچاپالم	"
اوچلی	"
پرلاپلی	کوڈور
منگامور	کاولی
کاراکونڈور	"
مہادیوپورم	کنڈوکر
چیاکمتا	"
چیلاگٹا	راپور
زواپالم	سلورپیٹھ

مارچ ۱۹۶۲ء کے دوران نیچے بتائے ہوئے گاؤں کو برقرار سربراہ کی گئی:-

موضع	تعلقہ	ضلع
چیاکوڈور	جنگاؤں	ورنگل
دیوناپیٹھ	ورنگل	"
سینگ پلی	حیدرآباد غربی	حیدرآباد
بھونگ پور	چیولا	"
پیسوپلی (چگورومیدی کی بستی)	کریم نگر	کریم نگر
چگورومیدی	"	"
ملاپورم	"	"
کلور	سنگاریڈی	میدک
ماریپیدہ	محبوب آباد	ورنگل
اباپالم	"	"
چنادور مارم	"	"
ابرلیال	کریم نگر	کریم نگر
کرکیال	"	"
موگلی پالم	"	"
ناراین پورم	محبوب آباد	ورنگل
موگلی چری	"	"
گنڈراتی مڑگو	"	"

موضع	تعلقہ	ضلع
منتویل گوڑہ	حیدرآباد شرقی	حیدرآباد
پرتاپ سنگرام	" "	"
کوراملی	" "	"
تمینوگوڑہ	" "	"

مجرمِ زُلف کو ملتی ہے سزا شام کے بعد
اِک نہ اِک سر پہ اُترتی ہے بَلا شام کے بعد
(ہُرمز حیدرآبادی)

اہلِ خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے
(جگر مرادآبادی)

صنعتی خبرنامہ

سرکاری شعبہ :

حکومت ہند کے ایک ادارے، انڈین ڈرگس اینڈ فارمیسوٹیکل لمیٹڈ کو لائسنس عطا کیا گیا ہے جو سلفا ڈرگس، الیسبٹو زیلا مائیڈ رڈایاکارب) آئسیونکوٹانک ایسڈ، فولک ایسڈ، وٹامن بی (۱) اور بی (۲) اور دوسری ضروری ادویہ تیار کرے گا۔ روس کے فنی صلاح و مشورے سے صنعت نگر میں اس کارخانے کے قیام کے سلسلہ میں ضروری کام انجام دیئے جارہے ہیں۔

خانگی شعبے :

ایک حیدرآبادی فرم کو الکولائیڈس، ہیپارن، پپ ٹون، اور ڈکسٹرن انجکشنوں کی تیاری کے لئے لائسنس منظور کیا گیا ہے۔ حکومت ہند نے ایک خانگی فرم کو حیدرآباد میں ایک ادارے کے قیام کے لئے بھی لائسنس منظور کیا ہے جہاں شکر کے کارخانوں کی مشنری، دیگر لوازمات، پمپ اور شکر کی صنعت کے لئے مطلوبہ دوسرے کل پرزے تیار کئے جائیں گے۔

سوتی کپڑے کی صنعت :

تروپتی کاٹن ملز، تروپتی کو ملز کی توسیع اور مزید (۹۰۰) تکلے نصب کرنے کی منظوری دی گئی ہے۔ فی الوقت اس ملز میں (۱۲۰۰۰) تکلے نصب ہیں۔

صنعتی الکحل کی تیاری :

حکومت ہند نے چلیوڈ کے شکر سازی کے کارخانے کو صنعتی الکحل اور الیسیٹون کی تیاری کے لئے لائسنس منظور کیا ہے۔ اس لائسنس کی منظوری کے نتیجے میں صنعتی الکحل کی پیداوار (۹۰ء ۶۴) لاکھ گیلن تک پہنچ جائے گی۔

کوئلے کی صنعت :

مارچ ۱۹۶۲ء کے دوران سرکاری کمپنی سنگارینی کالریز میں کوئلے کی پیداوار (۲۲۸۴۰۳) ٹن رہی۔

نظام شوگر فیکٹری لمیٹڈ :

کارخانے کے مزدوروں کے لئے مکانات کی تعمیر کا کام جاری ہے شری ایس۔ این۔ گمنڈو راؤ، ڈائرکٹر نیشنل شوگر انسٹیٹیوٹ کانپور نے ناظم انجمن ہائے امداد باہمی کے ہمراہ ۲۴ مارچ ۱۹۶۲ء کو کارخانے کا معائنہ کیا۔

پنچایت راج کی ترقی کی رفتار

گھریلو صنعتیں :

اپریل کے دوران کوٹا ارو ٹلہ پنچایت سمیتی میں (۸) بڑھیوں کو ترقی یافتہ آلات سربراہ کئے گئے ۔ (۵۰) فی صد اخراجات بڑھیوں نے برداشت کئے ۔ گھریلو صنعتوں کے ترقی کے قواعد کے تحت (۹) بڑھیوں کو (۱۰۰) روپے قرضہ منظور کیا گیا ۔

ٹیکہ اندازی کی مہم :

صحت و صفائی کی مہم کے تحت اپریل کے دوران (۳۰۰۰) افراد کو مانع چیچک ٹیکے لگائے گئے ۔ اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ موضع جلاڈنکی (اچنا کرا پنچایت سمیتی) میں اس وبا کی روک تھام کی جائے ۔ اس کے علاوہ تین مواضعات میں شرم دان کی مہم بھی شروع کی گئی ۔ ان مہموں میں گاؤں والوں اور بلاک کے عملے نے شرکت کی ۔

چمڑے کے کام کا مظاہراتی مرکز :

عادل آباد پنچایت سمیتی میں چمڑے کے کام کا مظاہراتی و تربیتی مرکز قائم کیا گیا ۔ اس مرکز کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ (۱۰) موروثی کاریگروں کو کروم کی دباغت کے ترقی یافتہ طریقے اختیار کرنے کی تربیت دی جائے ۔

اس اسکیم کے اخراجات کا تخمینہ (۱۱۸۰۰) روپے ہے ۔

صفائی کی اجتماعی مہم :

کاچی راجو گڈم (تھریالیا پالم پنچایت سمیتی) کے یودک منڈل کے ارکان نے اپنے گاؤں میں صفائی کی اجتماعی مہم کا آغاز کیا ۔ اس مہم کے نتیجے میں گلی کوچے پتھروں سے صاف کر دیئے گئے ۔ ایسے کام منتخبہ گاؤں میں شروع کرنے کی تجویز ہے تاکہ گاؤں والے اس اسکیم کے فائدوں سے بہرہ ور ہو سکیں ۔

بلوان کھاد کے گڑھے :

اپریل کے دوران پرسال پنچایت سمیتی میں اپنی مدد آپ کے پروگرام کے تحت بلوان کھاد کے گڑھوں کی کھدائی کی مہم شروع کی گئی ۔ بعض گاؤں میں (۳۰) خانہ باغ قائم کئے گئے ۔ شیام پیٹھ میں دھان کی صفائی کی انجمن کے لئے ، مرکز فروخت قائم کیا گیا ۔

تغذیہ کا توسیعی پروگرام :

بانسواڑہ پنچایت سمیتی میں اپریل کے دوران تمام منتخبہ گاؤں میں

(۶۳۷) پونڈ مچھلی سربراہ کی گئی ۔ ناپر پلی ، کشٹی پلی ، برکور اور رام پور خورد میں کمیونٹی ریڈیو سٹ نصب کئے گئے ہیں ۔

کیمیاوی کھاد :

اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران ناگری پنچایت سمیتی میں کسانوں میں (۵۴) من کیمیائی کھاد اور (۶۳) من کھلی سربراہ کی گئی ۔ جہاں تک امداد باہمی کا تعلق ہے (۴۲) نئے خاندانوں کو امداد باہمی کے شعبے کے تحت لایا گیا ، اور سرمایہ حصص کے تحت کسانوں کو مختلف زرعی اغراض کے لئے (۳۰۱۲۰) روپے کی رقم تقسیم کی گئی ۔

باؤلی کی جدید تعمیرات مہم :

اپریل کے دوران مدی پاڑ پنچایت سمیتی کے مواضعات ڈوڈو ورم اور انامنا یلورو میں (۲۷) جانوروں کو خصی کیا گیا ۔ موضع مدی پاڑ میں پینے کے پانی کی ایک باؤلی کی جدید تعمیرات مہم کی گئی ۔ اس کے علاوہ ڈیڑھ فرلانگ کچی سڑک بھی تعمیر کی گئی ۔

فلاح وبہبود کا خصوصی فنڈ :

نارائن کھیڑ پنچایت سمیتی نے ۳۰ راپریل کو اپنے ایک اجلاس میں فیصلہ کیا کہ ہر پنچایت عطیوں اور چندوں کے ذریعہ لوگوں سے (۲۰) روپے اکٹھا کرے ۔ یہ رقم نارائن کھیڑ پنچایت سمیتی کے خصوصی فلاح وبہبود کے فنڈ کے لئے ہو تاکہ اسے ایسے فلاحی کاموں پر استعمال کیا جائے جو پورے بلاک کے لئے مشترک ہو ۔

احساسِ ترکِ اُلفت لائے گا رنگ اِک دن
شرما کے وہ مِلیں گے ، پچھتا کے ہم مِلیں گے

(نہنا سانپوری)

ماہِ گزشتہ کے اہم واقعات

آندھرا پردیش میں

۲۶ راپریل ۱۹۶۲ء

گورنر آندھرا پردیش نے دوجنہ واڑہ میں آندھرا پردیش کے چوتھے سرودیہ سمیلن کا افتتاح کیا۔

۲۸ راپریل

ریاستی حکومت نے چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور اہم ضروریات کی حد تک نئی پابندیاں عائد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

۲۹ راپریل

چیف منسٹر نے حیدرآباد میں کل ہند مدیران اخبارات کانفرنس کی مجلس قائمہ کا افتتاح کیا۔

۷ رمئی

وزیر چھوٹی صنعتوں نے مغربی گوداوری میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے قیام کے سلسلے میں ایک وسیع اور جامع مہم کا افتتاح کیا۔

۱۱ رمئی

وزیر بلدی نظم ونسق نے رشاکھاپٹنم سے ۱۰۱ میل کے فاصلے پر گمبھی رام گڑا میں آبرسانی کی اسکیم کا افتتاح کیا۔

۲۰ رمئی

وزیر قانون و اطلاعات نے ورنگل میں ڈسٹرکٹ نمائش سنٹر کا افتتاح کیا۔

ہندوستان میں

مرکزی وزیر فینانس نے تیسری لوک سبھا میں ۶۳-۱۹۶۲ کا بجٹ پیش کیا۔

ہندوستان نے چین کو اطلاع دی کہ تبتی علاقے کی بابت نئے تجارتی معاہدے پر اسی وقت بات چیت ہو سکتی ہے جب چین ہندوستانی علاقے کا تخلیہ کر دے اور اس حالت کو بحال کر دے جو ۱۹۵۴ء میں موجود تھی۔ چینی تحریک پر ہندوستان کے جواب (مورخہ ۱۱ راپریل کو) آج راجیہ سبھا میں پیش کیا گیا۔

۱۴ رمئی

لوک سبھا نے ریلوے بجٹ کی منظوری دے دی۔

۶ رمئی

نئی دہلی میں مزید (۱۳) وزرا کے تقرر کا اعلان کیا گیا اس طرح مرکزی وزارت میں وزرا کی تعداد (۴۳) ہو گئی۔

۷ رمئی

بہار کے سبکدوش ہونے والے گورنر اور ایک ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر ذاکر حسین ہندوستان کے نائب صدر منتخب ہو گئے۔

۱۱ رمئی

ڈاکٹر سروے پلی رادھا کرشنن ہندوستان کے صدر منتخب ہو گئے۔

۱۳ رمئی

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے ہندوستان کے صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد (۱۲) برس تک ہندوستان کی صدارت پر فائز رہنے کے بعد پٹنہ روانہ ہوگئے۔

۱۶ رمئی

چیف منسٹر بہار اشری شرما نے کرنا ہائیڈرو الکٹرک پروجکٹ کے پہلے ٹربو جنریٹر کا افتتاح کیا۔

بدلشیوں میں :-

۳۰ راپریل

پاکستان نیوز ایجنسی کی ایک اطلاع کے بموجب اپریل کے آخری ہفتے میں مشرقی پاکستان کے ضلع راج شاہی کے فسادات میں (۷) افراد ہلاک اور (۱۳) زخمی ہوگئے۔

سلامتی کونسل نے ہندوستان اور پاکستان کے نمائندوں کے بیانات کی سماعت کے بعد کشمیر پر بحث ملتوی کردی۔

۱۴ رمئی

انڈونیشیا کے صدر سوکارنو بال بال بچ گئے۔ ایک دعائیہ جلسے کے دوران ایک کٹر مسلم نے ان پر گولی چلادی۔

۱۵ رمئی

سلامتی کونسل نے کشمیر کے سوال پر بحث کا آغاز کردیا۔

۸ رمئی

صدر ایوب نے نئی پاکستانی کابینہ کا اعلان کیا۔

پیراہنِ رنگیں سے شعلہ سا نکلتا ہے
معصوم ہے کیا جانے دامن کہیں جلتا ہے

(انتو پر واحدی)

ضلعوں کے آنچل سے

گاؤں کی سڑک کی تعمیر کیلئے پریشد کی گرانٹ :-

ضلع پریشد نے کان پور سے ملکنن چندرائپ (۵) میل سڑک کی تعمیر کیلئے (۵۶۰۰۰) روپے کی رقم منظور کی ہے۔ یہ سڑک گرام پنچایتوں کی جانب سے تعمیر کی جائے گی۔ سڑک کی تعمیر کے لئے اراضی گاؤں والوں نے عطیہ دی اور دیہاتیوں نے یہ کام ٹھیکہ داروں کو سونپنے کی بجائے خود تعمیر کا کام شروع کر دیا ہے۔

پتور

ایمپلائمنٹ اسٹیٹ انشورنس اسکیم :-

۱۔ ایمپلائمنٹ اسٹیٹ انشورنس سکیم کو ۲۸ اپریل سے ریبی گنڈہ تک وسعت دی گئی ہے جس کے نتیجہ میں ریاست کے کارخانوں کے مزید (۸۰۰) مزدور اس اسکیم کے تحت آگئے ہیں۔

ہوسٹل کی لڑکیوں کیلئے کیمپ :-

نیلور سوشیل ویلفیر ہوسٹل برائے طالبات کے زیر اہتمام ترملائی میں ۱۹۶۲ء میں تعطیلات کے دوران ایک کیمپ منعقد کیا گیا۔

برقی قوت کی سربراہی :-

حکومت نے جیرلولی (تعلقہ جنور) کی بستی کماپی میں چھ زرعی خدمات کو برقی قوت کی سربراہی کی اسکیم منظور کی ہے اور متعلقہ کاموں کے اخراجات کے سلسلے میں (۱۴۷۵۰۰) روپے کی رقم منظور کی ہے۔

مشرقی گوداوری :-

۲۰ ہریجن لڑکیوں کیلئے سلائی کی مشینیں :-

صدرنشین ضلع پریشد نے ان ہریجن لڑکیوں کو جنہوں نے رنا رائی پیٹا (راجمندری) کے مرکز حیاطی پر اپنی تربیت مکمل کرلی۔ اپریل ۱۹۶۲ء میں ۲۰ مشینیں تقسیم کیں۔

صحت کے مرکز کے لئے عطیہ :-

شری ادموملی وینکٹ سبارائو نے رنگم پیٹھ میں صحت کے ابتدائی مرکز کے قیام کے لئے (۴۰۰۰) روپیہ اور (۲) ایکڑ اراضی بطور عطیہ دی۔ عوام نے بھی اس سلسلے میں (۶۰۰۰) روپیہ چندہ دیا۔

راجمندری میں ہفتہ تشہیر منصوبہ :-

راجمندری میں اپریل ۱۹۶۲ء میں فیلڈ پبلسٹی آفس حیدرآباد کی جانب سے ہفتہ تشہیر منصوبہ منایا گیا۔ (۵۰۰۰) سے زائد افراد نے نمائش دیکھی جس میں پہلے اور دوسرے منصوبے کے نقشے اور چارٹ اور تیسرے منصوبے کے ٹارگٹ رکھے گئے تھے۔

کرنول

برقی قوت کی سربراہی :-

حکومت نے موضع پیدی... (تعلقہ ریپالی) میں (۲۲) گھر لو، ایک صنعتی اور ایک زرعی خدمات اور (۲۰) اسٹریٹ لائٹ کے لئے برقی قوت کی سربراہی کی تجویز کی منظوری دی ہے اور اخراجات کے سلسلے میں (۲۸۱۲۰) روپے کی منظوری دی ہے۔

موضع مٹلور کو برقی قوت کی سربراہی

مئی میں موضع مٹلور کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔ یہ موضع کرنول سے (۳) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

یوم کسان

ڈگی رالا میں ہفتہ گرام کے ساتھ ساتھ ۱۸ راپریل کو یوم کسان بھی منایا گیا۔ اس موقع پر اجتماعی مباحثے اور جلسے منعقد ہوئے۔

اونگول میں ایمپلائمنٹ بیوریو کا قیام:-

پنچایت سمیتی آسن اونگول میں روزگار کے بارے میں فراہمی اطلاعات و امداد کا مرکز قائم کیا گیا۔ ریاست میں ایسے جو (۷) مراکز قائم کئے گئے یہ ان میں سے ایک ہے۔

حیدرآباد:-

(۱۳) مواضعات کو برقی قوت کی سربراہی:-

چیف منسٹر نے ۹ رمئی کو موضع چنا گولکنڈہ میں راجندر نگر پنچایت سمیتی (متعلقہ حیدرآباد غربی) کے شمس آباد سرکل میں (۱۳) مواضعات کو برقی قوت کی سربراہی کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر مختصر تقریر کرتے ہوئے چیف منسٹر نے کہا کہ ہر گاؤں میں اسکول، برقی سربراہی، آبرسانی اور سڑکیں جیسی بنیادی آسائشیں میسر آنی چاہئیں۔ ان میں سے اکثر آسائشیں پنچایت سمیتوں اور پنچایتوں کے ذریعہ ریاستی حکومت کی امداد کے بغیر فراہم کی جا سکتی ہیں۔

کھمم

بہترین ویلج لیول ورکر:-

شری محمد علی کو جو بنی گنڈلاپاڑ کے ویلج لیول ورکر ہیں ضلع کھمم کا بہترین اور آندھرا پردیش میں چوتھے نمبر کا ویلج لیول ورکر قرار دیا گیا۔ نیچے بتائی ہوئی پنچایتوں کو ضلع میں بلاک واری سطح پر بہترین منتخب کیا گیا ہے۔

کھمم بلاک	کونی جرلا
مدھیرہ بلاک	پداگوپاورم
کلور بلاک	کلور
وسرا بلاک	سوادرم
پالنچہ بلاک	بھوسنگارم
تیرولاپالم بلاک	پنڈری پرولو

کرشنا

شرم دان ہفتہ:-

موضع کوناپالم (تعلقہ دیوی) کے باشندوں، طلبا اور عملہ نے مئی ۱۹۶۲ء میں شرم دان ہفتہ منایا گیا۔ ایک ایکڑ اراضی کو ہموار بنا دیا گیا۔

کرنول

برقی قوت کی سربراہی:-

نندی کوٹکور میں (۳۰) گھریلو خدمات اور (۲۷) اسٹریٹ لائٹوں کو برقی قوت کی سربراہی کی تجویز کی منظوری دی گئی ہے اور اس سلسلے میں (۳۰۲۸۰) روپیے کی رقم بھی منظور کی گئی ہے۔

محبوب نگر

پری ایکسٹنشن بلاک کا افتتاح:-

وزیر فینانس نے ۲۰ راپریل کو تعلقہ کرنول میں ژولی پری ایکسٹنشن بلاک کا افتتاح کیا۔

جڑچرلہ میں اسٹڈی کیمپ:-

جڑچرلہ میں مئی ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتے میں چار روزہ اسٹڈی اور پوتہ کیمپ منعقد کیا گیا۔

پشتہ بندی

۱۹۶۱-۶۲ء کے دوران مواضعات دمن واڑہ، کلواکرتی، گوکا فصل واڑ، بجناپلی، کوندرگ، شادنگر اور جڑچرلہ میں (۱۳۵۰۰) روپیے کی لاگت پر (۴۵۰۰) ایکڑ سے زائد رقبے پر پشتہ بندی کرلی گئی۔

نلگنڈہ

گرام سہایک تربیتی کیمپ:-

موضع کولاپاڑ (ناکریکل بلاک) میں ۱۴ راپریل سے ۱۸ راپریل تک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ جس میں (۵۰) گرام سہایکوں کو کھیتی باڑی کے ترقی یافتہ طریقوں، پنچایت راج کے نظم و نسق اور امداد باہمی کے کاموں کی تربیت دی گئی۔

گیت اور ڈرامے کا سمینار:-

نلگنڈہ میں ۲۰ راور ۲۱ راپریل کو گیت اور ڈرامے کا چوتھا ضلع واری سمینار منعقد ہوا اس میں "نو رام" کو پہلا انعام دیا گیا۔ ضلع نلگنڈہ کی ہمہ مقصدی ہائی اسکول کے طلبا نے پیش کیا تھا۔

بھونگیر میں خاندانی منصوبہ بندی کیمپ

بھونگیر میں حال ہی میں خاندانی منصوبہ بندی پر تین روزہ کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں (۵۰) سے زائد والنٹیروں نے شرکت کی۔

نیلور

برقی قوت کی سربراہی:-

حکومت نے موضع تیر دپنڈل (تعلقہ راپور) میں دو صنعتی اداروں اور (۱۱) مدمی خدمات کو برقی قوت کی توسیع کی تجویز کی منظوری دی اور اخراجات کے سلسلے میں (۵۹۲۰۰) روپئے کی رقم منظور کی۔

نظام آباد

بہترین گاؤں :۔

ضلع پریشد کا اجلاس ۸ اپریل کو منعقد ہوا جس میں آرمور پنچایت سمیتی کا موضع آرگل ضلع کا بہترین گاؤں منتخب کیا گیا۔

سریکاکلم

سوم پیٹا میں فائر اسٹیشن کا قیام :۔

سوم پیٹا میں ۳۱ اپریل کو عارضی فائر اسٹیشن قائم کیا گیا۔ فائر اسٹیشن کے سامان کی تعمیر کے لئے پنچایت نے اراضی کا عطیہ دیا۔

پنچایت سمیلن

اماداللاولسا سمیتی کا پہلا سالانہ پنچایت سمیلن ۶ اور ۷ مئی کو منعقد ہوا۔

وشاکھاپٹنم

آبرسانی کی اسکیم کا افتتاح

وزیر بلدی نظم ونسق نے ۱۱ مئی کو گمبھی رام گڈا آبرسانی کی اسکیم کا افتتاح کیا۔ گمبھی رام گڈا آبرسانی کی اسکیم، عوستھانی اسکیم کی ایک امدادی اسکیم تھی یہ اسکیم کے افتتاح کے نتیجے میں والٹیر اور وشاکھاپٹنم کو ہمیشہ کے لئے پانی کی سربراہی کا یقین ہوگیا ہے

پارک کا افتتاح :۔

وزیر بلدی نظم ونسق نے مئی ۱۹۶۲ء میں وشاکھاپٹنم میں دوارکا نگر کوآپریٹیو کالونی میں پارک اور ابتدائی اسکول کی عمارت کا افتتاح کیا۔

پبلک کال آفس کا قیام

وڈاڈی پوسٹ آفس میں اپریل ۱۹۶۲ء میں پبلک کال آفس قائم کیا گیا۔

ورنگل

ضلع پریشد کا اجلاس

ضلع پریشد کی مجلس قائمہ کا اجلاس ۱۰ مئی کو منعقد ہوا جس میں ۱۹۶۲-۶۳ء کی خریف مہم کے لئے (۳) لاکھ روپئے کی رقم تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۹۶۲ء میں تقاوی قرضوں کی منظوری، آئیل انجنوں اور برقی پمپ کی خریدی کے لئے (۸۰۰۰) روپئے کی رقم علیحدہ رکھ دی گئی۔ مجلس قائمہ نے (۲۳۹۲۸۴) روپئے کی تخمینی لاگت پر آبپاشی کے (۵۰) چھوٹے کاموں پر عمل آوری کی منظوری بھی دی۔

مغربی گوداوری

اسکول کی عمارت کا افتتاح

نڈاداول پنچایت سمیتی کے صدر نے ۳ مئی کو پنڈالاپاڈو میں ابتدائی اسکول کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔

پنچایت کی عمارت کا افتتاح

مئی ۱۹۶۲ء کے پہلے ہفتے میں وڈلورو میں پنچایت بورڈ کی عمارت کا افتتاح کیا گیا جو (۳۵۰۰۰) روپئے کی لاگت پر تعمیر کی گئی۔ یہ رقم گاؤں والوں سے رکھی گئی۔ وڈلورو تانوکو سے ۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

عوام کا منصوبہ نمائش

اپریل ۱۹۶۲ء میں تاڑے پلی گوڈم میں ایک ہفتے تک عوام کے منصوبے کی نمائش منعقد کی گئی۔ اس نمائش کا انتظام نیلڈ اکزبیشن آفس (حیدرآباد) کی جانب سے کیا گیا تھا اس میں چارٹ نقشے وغیرہ رکھے گئے تھے۔

مہم کا افتتاح :۔

وزیر چھوٹی مصنوعات ڈاکٹر ایم۔ این۔ لکشمی نرسیا نے ضلع مغربی گوداوری میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے قیام کے لئے ایلورو میں مئی ۱۹۶۲ء میں ایک توسیعی مہم کا افتتاح کیا۔

اخباری اطلاعات

مدرسین کے انتخابی حلقے :

امدادی اسکولوں اور کالجوں میں کام کرنے والے مدرسین کے لیجسلیٹو کونسل کے انتخابات میں مدرسین کے انتخابی حلقوں سے کھڑے ہونے کے تعلق سے نیچے دی ہوئی وضاحت جاری کی جاتی ہے۔

امدادی اسکولوں اور کالجوں میں کام کرنے والے ایسے مدرسین جو مطلوبہ مدتِ ملازمت رکھتے ہوں، ملازمت میں رہتے ہوئے بھی انتخابی قانون کے تحت قانون سازی مجالس کی رکنیت کے لئے کھڑے ہونے سے ممنوع نہیں کئے گئے ہیں۔ جو تحدیدات انتظامی قواعد کے تحت عائد تھیں وہ بھی ۱۹۵۹ء میں برخاست کی جاچکی ہیں۔ البتہ منتظمین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مدرس کو اگر وہ لیجسلیٹو کونسل کے لئے منتخب ہوچکا ہو، کونسل کی رکنیت کی سالم مدت کے لئے یا اس سے کم معینہ مدت کے لئے رخصت لینے پر مجبور کریں اگر ان کی یہ رائے ہو کہ ایسا کوئی فرد مدرس کی حیثیت سے اپنا کام ٹھیک طور پر انجام نہیں دے سکے گا۔

کمشنر اوقاف کے فرائض و اختیارات، ایک وضاحت :

معلوم ہوتا ہے کہ کمشنر اوقاف کے فرائض اور کام کے بارے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے عوام میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ کمشنر اوقاف ناجائز قبضوں کی برخاستگی کے حکم دے سکتے اور کسی نہ کسی طرح منتقل شدہ جائیداد کو واپس حاصل کرسکتے ہیں۔ کمشنر اوقاف کے فرائض صرف اوقافی جائیدادوں کا سروے عمل میں لانا اور حکومت کے آگے اپنی رپورٹ پیش کرنا ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ سروے کے دوران میں ان کے جمع کئے ہوئے اعداد و شمار یا مواد ان سب جائیدادوں پر حاوی رہے گا جو منتقل ہوچکی ہوں یا کسی طرح کے ناجائز قبضے میں ہوں۔

چونکہ اوقافی جائیداد فروخت یا کسی اور قسم کے قبضے میں منتقل نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی شخص اسے خرید سکتا ہے، اس لئے کمشنر اوقاف کو ضابطۂ فوجداری کے تحت یہ اختیارات حاصل ہیں کہ وہ ان اسباب کی تحقیقات عمل میں لائیں جو اوقافی جائیدادوں کی زیر باری یا منتقلی یا ناجائز قبضے کا باعث ہوئے ہوں۔ البتہ ان اختیارات میں تخلیہ وغیرہ شامل نہیں ہے۔

خشک سالی سے متاثرہ رقبوں میں امدادی تدبیریں :

حکومت نے ضلع وشاکھاپٹنم کے خشک سالی سے متاثرہ (۴۷۰) مواضعات میں ۱۳۷۱ف کی بابت نیچے بتائی ہوئی شرحوں سے دھارے اور آبیانے کی معافی منظور کی ہے۔

(۱) جن مواضعات میں فصل کی پیداوار چار آنے اور اس سے کم رہی ہو وہاں سالم معافی۔

(۲) جہاں فصل کی پیداوار چار آنے سے زیادہ لیکن چھ آنے اور اس سے کم

رہی ہو وہاں نصف معافی ۔

حکومت نے یہ احکام بھی صادر کئے ہیں کہ صرف ایسی زمینات کے تعلق سے جن کے تری ارے اور آبیلنے کی معافی اب منظور کی گئی ہے، سنہ ۱۳۷۱ ف میں واجب الوصول مالگزاری کے تقایا اور قرضہ جات کے تقایا کی وصولی بھی ختم نومبر سنہ ۱۹۶۲ء تک ملتوی کر دی جائے ۔

محکمہ پروجکٹس :

چونکہ محکمہ تعمیرات عامہ (ناگارجن ساگر) کے ابھی کافی عرصے تک برقرار رہنے کا امکان ہے اور دوسرے پروجکٹوں مثلاً سری سیلم اور پوچم پاڑ پروجکٹ کا کام بھی اسی محکمہ کے تفویض کر دیا گیا ہے اس لئے حکومت نے احکام صادر کیئے ہیں کہ اس محکمہ کو یکم اگست سنہ ۱۹۵۹ء سے معتمدی کا ایک مستقل محکمہ قرار دیا جائے ۔ اس کا نام بھی بدل کر "محکمہ پروجکٹس" رکھا جائے گا ۔

چھوٹی آب پاشی کا عملہ :

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ چھوٹی آب پاشی سے متعلق سارا عملہ جو اب پنچایت سمیتیوں اور ضلع پریشدوں کے تحت کام کر رہا ہے، ضلع کی سطح پر ایگزیکٹیو انجینیر ضلع پریشد کی اور ریاستی سطح پر چیف انجینیر (بلدی نظم ونسق) کی انتظامی اور فنی نگرانی کے تحت رہے گا ۔

سفید اکنی کے سکے :

حکومت کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بعض مقامات پر اور خاص طور پر دستکھاڈینم میں تانبے اور نکل کے بنے ہوئے (سفید) اکنی کے سکے آزادانہ طور پر قبول نہیں کئے جا رہے ہیں ۔ عوام کی اطلاع کے لئے واضح کیا جاتا ہے کہ تانبے، نکل کے سفید اکنی کے سکے کی زر قانونی کی حیثیت برقرار رہے اور اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کہ اس کی منسوخی عمل میں نہ آئے اور اس کی زر قانونی کی حیثیت ختم نہ کر دی جائے اگر کسی کو ان سکوں کے تبادلے میں دقت پیش آئے تو انہیں چاہیئے کہ وہ نزدیک کے خزانے میں یا ذیلی خزانے یا اسٹیٹ بنک آف انڈیا کی شاخ یا اس کے ماتحت دفاتر پر، جو حکومتی کاروبار انجام دیتے ہوں پہنچکر انہیں تبدیل کرالیں ۔

ریاستی مشاورتی بورڈ قومی پس اندازی :

حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ وزیر اوقاف و قومی پس اندازی بھی ریاستی مشاورتی بورڈ قومی پس اندازی میں شامل کیا جائے بشری کے ۔ این ۔ اننت رامن آئی ۔ سی ۔ ایس کمشنر پنچایت راج بھی مذکورہ بورڈ کے رکن نامزد کئے گئے ہیں ۔

ہوٹلوں کے بند ہونے کے اوقات :

قانون دکانات و ادارہ جات (علاقہ تلنگانہ) آندھرا پردیش سنہ ۱۹۵۱ء کے تحت حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ متعلقہ اعلان کے آندھرا پردیش گزٹ میں شائع ہونے کی تاریخ سے کوئی طعام خانہ یا رسٹوران جو شہر حیدرآباد و سکندرآباد میں واقع ہو کسی روز بھی صبح کے ۵ بجے سے پہلے نہیں کھولا جائے گا اور کسی روز بھی رات کے ایک بجکر ۳۰ منٹ کے بعد کھلا نہیں رکھا جائے گا ۔

حمل ونقل کی گاڑیوں کے قانون پر نظر ثانی :

لاکمیشن و وزارت قانون حکومت ہند نے حمل ونقل کی گاڑیوں کے قانون کی نظر ثانی کا کام شروع کر دیا ہے تاکہ اس سے متعلق سفارشیں پیش کی جائیں کہ اس میں کس طرز پر ترمیم یا نظر ثانی کی جاسکتی ہے یا اسے کس طرح عصری بنایا جاسکتا ہے ۔

اس سلسلہ میں لاکمیشن اس معاملہ میں دلچسپی رکھنے والے افراد اور اداروں کی رایوں کا خیر مقدم کرے گا ۔ دلچسپی رکھنے والے اصحاب اپنی رائیں معتمد محکمہ قانون حکومت آندھرا پردیش کے پاس یکم جولائی سنہ ۱۹۶۲ء تک روانہ کردیں ۔

قانون دکانات سے استثنا :

آندھرا علاقہ میں سیلس ٹیکس پریکٹشنروں کے دفاتر قانون دکانات و ادارہ جات (علاقہ آندھرا) آندھرا پردیش سنہ ۱۹۴۷ء کی تمام دفعات سے مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں ۔ اسی طرح تلنگانہ علاقہ میں بھی سیلس ٹیکس

پریکٹشنروں اور انکم ٹیکس پریکٹشنروں کے دفاتر قانون دکانات وادارہ جات (علاقہ تلنگانہ) آندھرا پردیش سال ۱۹۵۱ء کی تمام دفعات سے مستثنیٰ کردیے گئے ہیں۔

آندھرا پردیش اسپورٹس کونسل :

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ نیچے بتائے ہوئے اصحاب ، راپریل سنہ ۱۹۶۲ء سے دو سال کی مدت کے لئے آندھرا پردیش اسپورٹس کونسل کے عہدہ دار اور ارکان مقرر کئے جائیں۔

صدر : شری این۔ رام چندر ریڈی وزیر مال حکومت آندھرا پردیش اور

ارکان : ۲۔ شری ایم۔ آر۔ اپا راؤ وزیر آبکاری ونشہ بندی
۳۔ معتمد محکمہ تعلیمات
۴۔ شری شیوکمار لال آئی۔ پی۔ ایس ایڈیشنل انسپکٹر جنرل پولیس
۵۔ شری جی۔ وی۔ چودھری معتمد محکمہ معتمدی متعلقہ آندھرا پردیش۔
۶۔ شری بھارت چند کھنہ آئی۔ اے۔ ایس نائب معتمد جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ۔
۷۔ میجر جنرل خسرو جنگ بہادر۔ سیف آباد۔ حیدرآباد
۸۔ شری غوث محمد فزیکل ڈائرکٹر عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدرآباد
۹۔ شری ڈی۔ آر۔ گوپال راؤ۔ وجے واڑہ۔

○

رنج و غم کی راہوں میں ساتھ چھوڑنا کیسا
دُور تک چلے آؤ، دُور تک اندھیرا ہے

شاہد صدیقی

شاذ تمکنت

اِک پھول کا مضمون

(تبصرے کے لئے دو جلدیں آنی چاہئیں)

* فن اور فن کار ——— از ——— ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ
* ناشر ——— مجلس تحقیقات اُردو
* قیمت ——— دو روپے آٹھ آنے

مجلسِ تحقیقات اُردو نے علمی اور تحقیقی کتابوں کی اشاعت کا جو سلسلہ قائم کیا ہے اس کی افادیت کا ایک خوشگوار ثبوت ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کی تازہ تصنیف "فن اور فن کار" ہے جس کے ذریعہ ہم ایک طرف مصنفہ کی کاوشِ نگاہ کے قائل ہوتے ہیں تو دوسری طرف ادارہ کے حُسنِ انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ جامعہ عثمانیہ کے شعبۂ اُردو سے وابستہ ہیں ان کے علم کے آئینہ پر عمل کی جلا بھی از خود ہوتی رہتی ہے گویا رفیعہ صاحبہ نے ادب و شعر کو اپنے کردار کی حیثیت سے قبول کیا ہے جو یقیناً اس نفع و ضرر کے بازار میں قابلِ قدر وصف ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ انتقادیات کے باب میں اُن کج مج نویس نقادوں کے پیرو نہیں ہیں جن کی تحریریں پڑھ کر ان کی تفسیریں بھی پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ اپنے مافی الضمیر کو سیدھے سادے لفظوں میں بیان کرنا جانتی ہیں اور انہیں اس میں پورے طور پر کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کی تنقید زیادہ تر تاثراتی ہے۔ تاثراتی تنقید لکھنے کے لئے تخلیقی ذہن کی ضرورت ہے اور ایسی تنقید وہی شخص کامیابی سے لکھ سکتا ہے جس نے ادب کے رگ و پے کے لہو کی گردش کو اپنی شریانوں میں محسوس کیا ہے۔ سُنی سُنائی اور روایتی باتوں کے ذریعہ تنقید لکھنا سہل ہے اور یہ سہل نسخہ ہمارے ہاں فیشن کے طور پر چل نکلا ہے لیکن ایسے نقادوں کا سکّہ آج کے دَور میں کھوٹا ثابت ہوتا جا رہا ہے جبکہ عوام کا ایک بڑا طبقہ ذوقِ مطالعہ کے سبب روشن دماغ ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کی تنقید دراصل بڑی "دردمندانہ" ہے۔ "دردمندانہ" سے میری مُراد ان کی وہ انسان دوستی اور وہ لہجہ کی شائستگی ہے جو ایک نقّاد کا منصب ہونا چاہئیے۔ ان کی انسان دوستی اور دردمند نظریۂ حیات ہی نے "میر — پسند اپنی اپنی" جیسا مضمون لکھوایا۔ ڈاکٹر رفیعہ نے میر کی انسان دوستی پر بڑے ہی دل نشین پیرائے میں روشنی ڈالی

ہے اور میرؔ کو آدم بیزار سمجھنے والوں کو یہ سمجھایا ہے کہ میرؔ جیسا انسان اور انسان دوست اُردو شاعری میں مشکل ہی سے ملے گا۔

"ادب اور جبریت" "ادب اور نظریۂ کردار" اور "اردو ادب میں عالمی تحریکات" معلوماتی مضامین ہیں ان کے ذریعہ ڈاکٹر رفیعہ کی دقتِ نظر کا پتہ چلتا ہے۔ ان کے علاوہ "اُردو شاعری اور فلسفۂ زیست" "ظفر اور اُن کی شاعری" "عورت کا کردار نذیر احمد کے ناولوں میں" اور "جدید اُردو شاعری کے مطالعہ سے ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کے اُس وصف کا پتہ چلتا ہے۔ جس کا میں نے اُوپر کہیں ذکر کیا ہے۔ یعنی موضوع کو داخلیت کا رُوپ دے کر محاکمہ کی فضا پیدا کرنا اسطرح کہ تنقید تخلیق کا درجہ حاصل کرے۔ "وجدؔ کی شاعری" کے بارے میں ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ کی رائے سے اتفاق کیا جائے یا نہ کیا جائے لیکن اِن کے مضمون سے وجدؔ کی شاعری کو یقیناً فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

اس کتاب کا پیشِ لفظ پروفیسر عبدالقادر سروری نے لکھا ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں پروفیسر موصوف نے بڑی اہم اور بصیرت افروز باتیں بیان کی ہیں جن کی روشنی میں اس کتاب کے مضامین کا مطالعہ اور زیادہ مفید ہو جاتا ہے۔

○

ہے دفن میری حسرتِ مُردہ بھی میرے ساتھ
دیکھو مرے مزار کے اندر مزار ہے!

(رفیق حیدرآبادی)

دیہات میں کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب

نیچے اُن گاؤوں اور اداروں کی فہرست دی جاتی ہے جہاں اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران میں کمیونٹی ریڈیو سٹ نصب کئے گئے۔

نمبر شمار	ضلع	تعلقہ	گاؤں یا ادارہ	کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب کی تاریخ
۱	میدک	سنگاریڈی	ٹیڈو پارم	۴ر اپریل ۱۹۶۲ء
۲	”	”	ویلٹور	۳ر ” ”
۳	”	”	میلاسنگم	۴ر ” ”
۴	”	”	لونی کلاں	۴ر ” ”
۵	”	نرساپور	کوتہ پلی	۲۶ر ” ”
۶	”	”	کوڑاکنچی	۲۵ر ” ”
۷	”	”	سرلپور	۲۴ر ” ”
۸	”	میدک	وری گنتش	۹ر ” ”
۹	”	”	ڈوگیتا	” ” ”
۱۰	”	”	پائترا	” ” ”
۱۱	”	”	کوکنور	۱۰ر ” ”
۱۲	”	سدی پیٹھ	تھورنال	یکم ” ”
۱۳	”	گجویل	مُنی گڑیا	” ” ”
۱۴	”	”	بیگم پیٹھ	” ” ”
۱۵	”	نارائن کھیڑ	ماسانی پلی	۱۸ر ” ”
۱۶	میدک	نارائن کھیڑ	سرگاپور	۲۰ر اپریل ۱۹۶۲ء
۱۷	”	”	بادل گام	۱۸ر ” ”
۱۸	”	ظہیرآباد	خانہ پور	۵ر ” ”
۱۹	”	راماینم پیٹھ	آلی تمائے پلی	۳۰ر ” ”
۲۰	”	”	تان بنگ لنگاپور	۲۹ر ” ”
۲۱	نظام آباد	نظام آباد	آندھرا نگر	۳ر ” ”
۲۲	”	”	قوال پور	۴ر ” ”
۲۳	”	مدنور	مشن ستلائے (راجول پوسٹ)	۱۸ر ” ”
۲۴	”	”	کوڑبگل	۱۹ر ” ”
۲۵	”	بانسواڑہ	سوشیٹ پلی (منڈی پیٹ)	۲۱ر ” ”
۲۶	”	”	ماڈی پلی	۲۲ر ” ”
۲۷	”	”	بیرکور	۲۳ر ” ”
۲۸	نظام آباد	”	رام پور (ہیڈ آفس) ابراہیم پیٹھ	۲۴ر ” ”
۲۹	”	آرمور	دتاپور (ہیڈ آفس) شلنہ پور پوسٹ	۲۵ر ” ”
۳۰	کریم نگر	کریم نگر	نگنور	۴ر ” ”

کمیونٹی ریڈیو

ضلع ۔ تعلقہ ۔ گاؤں یا ادارہ

نمبر شمار	ضلع	تعلقہ	گاؤں یا ادارہ	کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب کی تاریخ
۳۱	کریم نگر	کریم نگر	نگنور	۴ر اپریل ۱۹۶۲ء
۳۲	”	”	ضلع پریشد ہائی اسکول نگنور	۴ر ” ”
۳۳	عادل آباد	عادل آباد	ساودگاؤں	۹ر ” ”
۳۴	”	”	اندھیر جھنیڈ	” ” ”
۳۵	”	”	گھوڑکوری	” ” ”
۳۶	”	”	جے نادا پور	۱۰ر ” ”
۳۷	”	”	ارلی (کلاں)	۱۰ر ” ”
۳۸	”	”	رویاڈی	” ” ”
۳۹	”	”	متھنور	۱۲ر ” ”
۴۰	”	”	چانده	۲۷ر ” ”
۴۱	سڈپیٹ	سدھوٹ	گنگا پیرور	۱۰ر ” ”
۴۲	”	پروداتور	کچوپایا	۱۱ر ” ”
۴۳	نیلور	نیلور	ٹوٹاپلی (ریڈیو ماچرلا واری پالم	۱۹ر ” ”
۴۴	”	”	کاپیور (بیٹ ۔۱)	۲۲ر ” ”
۴۵	”	کوودور	پداپوتھیڑو	۱۹ر ” ”
۴۶	”	آتماکور	تاڑی	۲۳ر ” ”
۴۷	”	نیلور	کاپیور (بیٹ ۔۲)	” ” ”
۴۸	”	کوالی	اتاورم	۲۹ر ” ”
۴۹	”	”	جالاپالم	۳۰ر ” ”
۵۰	”	”	کوتہ پلی	” ” ”
۵۱	انت پور	انت پور	راچاپلی	۱۳ر ” ”
۵۲	”	کلیان درگ	سیٹور	۱۸ر ” ”
۵۳	”	”	بستاراپلی	۱۸ر ” ”
۵۴	”	”	نکاپلی	۱۹ر ” ”
۵۵	”	”	بیلوگپا	۱۹ر ” ”
۵۶	”	”	گنگاپادارم	۲۰ر ” ”
۵۷	انت پور	کدری	پداوڈوگور	۲۰ر اپریل ۱۹۶۲ء
۵۸	محبوب نگر	اچم پیٹھ	اپّاپلی	۲۶ر ” ”
۵۹	”	شادنگر	شادنگر میونسپلٹی	” ” ”
۶۰	نلگنڈہ		دیرسیحرلا	۱۱ر ” ”
۶۱	”		راماپورم	۱۸ر ” ”
۶۲	”		نادی گوڈم	۱۹ر ” ”
۶۳	”		بے بی گوڑم	۲۱ر ” ”
۶۴	”		ونگاپلی	۲۶ر ” ”
۶۵	وشاکھاپٹنم	انکاپلی	ویڈروپرتی	۱۸ر ” ”
۶۶	مشرقی گوداوری	کوتہ پیٹھ	پامولاواکا	۲۳ر ” ”
۶۷	”	”	ریالی	۱۳ر ” ”
۶۸	”	رازول	سٹاپرو	” ” ”
۶۹	”		مندوپولنکا	۱۶ر ” ”
۷۰	”		ایل اتاورم	” ” ”
۷۱	”		وشویشوراپورم	۲۰ر ” ”
۷۲	”	”	اروسومنڈا	۱۸ر ” ”
۷۳	”	امیلاپورم	ٹوٹارامولی	۲۱ر ” ”
۷۴	”	”	دلاساولی	” ” ”
۷۵	”	”	سنکوپلی	۲۲ر ” ”
۷۶	”	”	دیراولی پالم	” ” ”
۷۷	”	”	کنڈی کپّہ	۲۰ر ” ”
۷۸	”	کاکناڈا	چیڈدواڑہ	۲۷ر ” ”
۷۹	”	کوتہ پیٹ	اینگوپلی	۲۴ر ” ”
۸۰	”	ایلادرم	نیلی پوڑی	۲۸ر ” ”
۸۱	مغربی گوداوری	ایلورو	چیٹاپترو (۲)	۴ر ” ”
۸۲	”	چنتالاپوری	گوپاورم (۲)	یکم اپریل ۱۹۶۲ء

قوم کے ساتھ ترقی کیجئے

اپنی بچتوں کو حکومتِ ہند کی چھوٹی بچتوں کی اِسکیم میں لگائیے

اور اِسطرح ہندوستان کے
کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام
بڑے دریائی وادیوں کے ترقیاتی پروجکٹس
اور ریلوں اور سڑکوں کی ترقیات میں مدد دیجئے۔

★ اپنی رقم اِن نفع بخش، محفوظ کفالتوں میں سے کسی میں بھی لگائیے۔

---

۱۲ سالہ نیشنل پلان سیونگس سرٹیفکیٹ

شرح سُود (۱۴ر۵) فیصد جو مدت کی تکمیل پر ملتا ہے (۵) روپے سے لیکر (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثائق میں مِل سکتے ہیں۔ انفرادی طور پر (۲۵۰۰۰) روپے کے وثائق خرید ے جاسکتے ہیں۔ (۲۵۰۰۰) روپے کی قیمت کے وثائق صرف پراویڈینٹ فنڈ کی سرمایہ کاری کے لئے ہیں۔

۱۰ سالہ ٹریژری سیونگس ڈپازٹ سرٹیفکیٹ

سالانہ (۴) فیصد سُود ادا کیا جاتا ہے (۵۰) روپے کے حاصل ضربوں میں (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثائق انفرادی طور پر خریدے جاسکتے ہیں۔

۱۵ سالہ اینوٹی سرٹیفکیٹ

قیمت فروخت (۱۳۳۰) روپے (۳۳۲۵) روپے (۶۶۵۰) روپے (۱۳۳۰۰) روپے اور (۲۶۶۰۰) روپے انفرادی طور پر (۲۶۶۰۰) روپے کے وثائق خریدے جاسکتے ہیں۔
(۴ر۲۵) فیصد سالانہ سے کچھ زائد شرح سے مرکب سُود کے ساتھ ماہانہ قسطوں کی شکل میں رقم واپس کی جاتی ہے۔ یہ قسطیں پندرہ سال کی مُدت تک جاری رہتی ہیں۔

پوسٹ آفس سیونگس بنک اکونٹس

(۲۵) روپے سے (۱۰۰۰) روپے تک کی امانتوں پر ۲½ فیصد شرح سے سُود دیا جاتا ہے اور (۱۰۰۰) روپے سے زائد امانتوں پر (۲) فیصد۔

کیومیولیٹیو ٹائم ڈپازٹ اِسکیم

اگر (۵ یا ۱۰) سال کی مُدت کے لئے ماہانہ ۵، ۱۰، ۲۰، ۵۰، ۱۰۰، یا ۲۰۰ روپے جمع کئے جائیں تو سُود کے ساتھ یکمشت رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔

بلا سُودی (۵) سالہ انعامی بانڈس ۱۹۶۵ء جو مساوی قیمت پر اجرا کئے جائیں گے اور مساوی قیمت پر ہی یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو واجب الادا ہوں گے۔

انعامی بانڈ (۱۰۰) روپے اور (۵) روپے کی قیمت کے سلسلوں میں جاری کئے جاتے ہیں، ہر سال یکم جون، یکم ستمبر، یکم دسمبر، اور یکم مارچ کو انعامات کے لئے قرعہ اندازی ہوگی۔
ہر سہ ماہی قرعہ اندازی کے ذریعہ (۱۰۰) روپے کی قیمت کے ہر ایک لاکھ بانڈ کے سلسلوں میں (۴۰) انعامات اور (۵) روپے کی قیمت کے ہر دس لاکھ بانڈ کے سلسلوں میں (۲۷۸۱) انعامات دیئے جاتے ہیں۔

چھوٹی بچتوں میں لگائی ہوئی رقوم سے حاصل ہونے والا سود انکم ٹیکس اور سوپر ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔

ہندوستان کے مستقبل میں اپنی رقمیں لگائیے

ان وثائق سے متعلق مزید تفصیلات اور قواعد و ضوابط کے لئے براہ کرم قریب ترین کے پوسٹ آفس یا ریجنل سیونگز آفیسر ۱۰-۲-۲، اے سی گارڈز روڈ حیدرآباد یا اپنے ضلع کے دفتر کلکٹری میں ڈسٹرکٹ آرگنائزر سے ربط قائم کیجئے۔

اندھرا پردیش

اعداد و شمار

رقبہ اور انتظامی ڈویژن (سنہ ۱۹۶۱ ءکی مردم شماری)		
رقبہ	(مربع میل میں)	۱۰۶۰۶۸
مجموعی آبادی	(لاکھ میں)	۳۵۹ء۸
ضلعوں کی تعداد		۲۰
تعلقوں کی تعداد		۱۸۹
قصبات اور شہروں کی تعداد		۲۲۳
شرح آبادی (فی مربع میل)		۳۴۰

پانچ سالہ بہائم شماری سنہ ۱۹۶۱ ء (ہزاروں میں)	
مویشی	۱۲۱۸۰
بھینسیں	۶۹۵۳
بھیڑ	۸۳۷۳
بکریاں	۴۲۵۵
گھوڑے و ٹٹو	۷۳
دوسرے جانور	۶۸۳

کمیونٹی ڈیویلپمنٹ پروگرام		
تفصیلات	۶۰ - ۱۹۵۹ ء	۶۰ - ۱۹۶۱ ء
بلاکوں کی تعداد	۲۸۲	۳۲۶
بلاکوں کی تعداد فی ہزار گاؤں پر	۱۰ء۶۶	۱۵ء۵۲
بلاکوں کی تعداد دس لاکھ کی آبادی پر	۷ء۷۲	۱۵ء۵۲
گاؤں کی تعداد جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے -	۱۷۸۸۷	۲۰۸۲۳
آبادی جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے (ہزاروں میں)	۱۸۷۳۱	۲۰۷۰۱

معدنی پیداوار (اعداد ہزار ٹن میں)	۶۰-۱۹۵۹ ء	۶۱-۱۹۶۰ ء
کوئلہ	۲۲۶۰	۲۵۹۶
لوہے کی کچدھات	۱۹۹	۲۳۶
مینگنیز	۱۶	۲۳
ابرق	۳	۳
چونے کا پتھر	۷۶۶	۱۰۱۱

رجسٹرڈ نمبر

آندھرا پردیش

جولائی ۱۹۶۲

کرشنا پر دوسرا پل : چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ۳۰ ۔ مئی سنہ ۶۲ء کو وجئے واڑہ میں دریائے کرشنا پر نئے پل کا سنگ بنیاد رکھا ۔ پس منظر میں قدیم پل دیکھا جا سکتا ہے ۔

چیف منسٹر نے ۱٦ ۔ جون سنہ ۱۹٦۲ء کو ایراگڈہ حیدرآباد میں (۱۵۰) بستر والے ایمپلائز اسٹیٹ انشورنس ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھا ۔

آندھرا پردیش

جولائی ۱۹۶۲ء

اشاعت: ساکا ۱۸۸۴ — جلد ۶ — شمارہ ۹

فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے — سالانہ ۳ روپے

سرورق: کوڈاکولا جھیل (ضلع وشاکھاپٹنم) میں ماھی گیری

آخری ورق: اراکو ویلی (ضلع وشاکھاپٹنم) کے تباشل سوڈھسا رقص

ترتیب

ناظم محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ، آندھرا پردیش نے شائع کیا۔ مطبعہ: انتخاب پریس۔ جواہرلال نہرو روڈ۔ حیدرآباد

پچھلے ماہ آندھرا پردیش اسمبلی میں ۶۳-۱۹۶۲ء کی بابت ریاستی موازنہ پیش کیا گیا جس میں ۵ء۱۷ کروڑ روپے کی بچت دکھلائی گئی ہے۔ اس شمارے میں موازنہ کے تعلق سے ایک تفصیلی مضمون شائع کیا جا رہا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ ریاست کی ترقیاتی سرگرمیوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور عوام بھی سرگرم تعاون کے لیئے آگے آ رہے ہیں۔ جاریہ سال میں (۵) کروڑ روپے کے نئے محاصل عائد کیئے جائیں گے۔ اگرچہ ان محاصل کی ادائی کے سلسلے میں ہمارے عوام کو کچھ ایثار سے کام لینا پڑے گا، لیکن ترقیاتی سرگرمیوں کی رفتار کو برقرار رکھنے کے لیئے یہ محاصل ناگزیر ہیں۔

ہمارے تیسرے منصوبے کے اخراجات کا تخمینہ (۳۰۵) کروڑ روپے ہے آندھرا پردیش جیسی ترقی پذیر ریاست کے لیئے اس سے بڑھے چڑھے اخراجات کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں مرکز سے موثر نمایندگی کی گئی تھی جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے ہیں اور توقع کی جاتی ہے کہ مرکزی حکومت کی جانب سے اس تخمینے میں اضافہ کر دیا جائے گا۔

آندھرا پردیش کے عوام کو یوں تو ہر سال یہ مسرت حاصل ہوتی رہی ہے کہ جولائی اور اگست میں صدر ہند، ریاست کے دورے پر تشریف لاتے اور بلارم میں

راشٹرپتی نلائم میں چند ہفتے قیام فرماتے ہیں لیکن اس بار یہ مسرت دُگنی ہوتی جا رہی ہے ۔ قارئین کرام کو غالباً علم ہوگا کہ نہ صرف موجودہ صدر ہند ڈاکٹر رادھاکرشنن، جو ریاست کے مایہ ناز سپوت ہیں، صدارت پر اپنے انتخاب کے بعد پہلی دفعہ جولائی میں آندھرا پردیش کے دَورے پر تشریف لا رہے ہیں بلکہ سابق صدر ہند، ڈاکٹر راجندر پرشاد بھی برسات کا موسم حیدرآباد میں گزارنے کے لیے تشریف لا چکے ہیں۔ یہ آندھرا پردیش کے عوام کی خوش قسمتی ہے کہ اس سال انہیں یہ دوہری مسرت اور دوہرا اعزاز ایک ساتھ حاصل ہو رہا ہے ۔ ادارہ " آندھرا پردیش " دونوں محترم ہستیوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس تمنا کا اظہار کرتا ہے کہ موجودہ اور سابق، دونوں صدور کا یہ دَورہ کامیاب اور نہایت خوش گوار رہے ۔

قارئین کو یہ جان کر مسرت ہوگی کہ ہم ہمیشہ کی طرح نومبر میں " آندھرا پردیش " کا سالنامہ شائع کر رہے ہیں ۔ ہماری کوشش ہوگی کہ اس سالنامہ کو خوب سے خوب تر بنائیں لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہوگا جب کہ ہمارے ادیب اور شعراء ہم سے بھرپور تعاون کریں اور اپنی بہترین و معیاری تخلیقات اس سالنامے کے لیے روانہ فرمائیں ۔

ادارہ

تصحیح

" آندھرا پردیش " کے جون ۱۹۶۲ء کے شمارے میں ایک تلگی ڈرامے " دیلگو " کے ایک منظر کی جو تصویر شائع ہوئی ہے، اس کے عنوان کی عبارت میں لفظ "علاقہ واری" کی بجائے "ضلع واری" پڑھا جائے کیونکہ اس ڈرامے نے ورنگل کے ضلع واری مقابلے میں پہلا انعام جیتا تھا۔ علاقہ واری مقابلہ میں پہلا انعام جیتنے والا ڈرامہ "پرتی بچالم" ہے جو ملٹی پرپز ہائی اسکول کھمم کے طلباء نے پیش کیا تھا۔

" ادارہ "

باوا کرشن گوپال مغموم

تضمین بر غزل حضرت جگر مرادآبادی مرحوم مغفور

دیکھ کر ہم مشربِ درویشِ مستانہ مجھے
پا کے شایانِ عنایاتِ کریمانہ مجھے
مان کر آئینۂ تہذیبِ رندانہ مجھے

"جان کر منجملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے"

اس قدر پی ہے کہ میں نے مے کو رُسوا کر دیا
رازِ مے خانہ بھری محفل میں اِفشا کر دیا
عالمِ مستی میں اظہارِ تمنا کر دیا

"ننگِ مے خانہ تھا میں، ساقی نے یہ کیا کر دیا؟
پینے والے کہہ اُٹھے 'یا پیرِ مے خانہ' مجھے"

لعل و گوہر، شعلہ و شبنم، تر و تازہ گیاہ
مزرعۂ نوخیز، برگ و بار، فردوسِ نگاہ
ابرِ رحمت، بوئے گل، انوارِ حسنِ بے پناہ

"لالہ و گل، موج و دریا، انجم و خورشید و ماہ
اِک تعلق سب سے ہے، لیکن رقیبانہ مجھے"

در پئے آزار تھا تھا جب انقلابِ آسماں
ہوگیا مجھ نیم جاں پر سانس لینا بھی گراں
جب نظر آیا نہ کوئی چارۂ دردِ نہاں

"زندگی میں آگیا جب کوئی وقتِ امتحاں
اُس نے دیکھا ہے جگر! بے اختیارانہ مجھے"

واجدہ تبسم

"نمک"

صرف میں جانتی ہوں کہ زمانے نے خودکشی کیوں کی ـــــ ؛

بات کے دھنی کیسے چھوٹی سی بات پر اپنی جان سے کھیل جاتے ہیں

مجھے زمانے کی شکل بھولتی ہی نہیں ـــــ ایسا لگتا ہے ابھی ابھی تو وہ چھکڑے پر بیٹھا گنا چوس رہا تھا ـــــ پھر لگتا ہے کہ کھیتوں میں فصلوں کے پیچھے گھوم رہا ہے ـــ اُس کا وہ چوڑا چکلا سینہ ـــــ خون بکھرتا ہوا سرخ و سفید رنگ ـــــ اُونچا پورا قد کہ اُسے دیکھنے لگو تو یوں نگاہ اُٹھانی پڑے مانو چاند کو دیکھنے سر اُٹھایا ہے۔ موت نے کیسے اُسے زیر کیا ہوگا ـــــ سارے میں چاؤں چاؤں ہے کہ زمانے کی لاش ایسے کسمپرسی کے عالم میں کیسے پائی گئی ـــــ وہ تو خود ہزاروں کو موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا ـــــ اُسے موت کیسے آئی ؟ ـــــ یہ صرف میں جانتی ہوں کہ زمانے نے خودکشی کی ہے ـــــ !

گرمیوں کی وہ تپتی ہوئی دوپہری تو مجھے بھولتی ہی نہیں، جب بابا ننگے بدن، ننگی پیٹھ، ہمیشہ کی طرح کھیتوں پر گئے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ جانے انہیں کاہے کی سنک سوار ہوئی کہ اپنا کام دھام چھوڑ اپنے کسی جاننے والے سے ملنے دوگاؤں آگے چل پڑے راستے میں گھوڑے کا گر پڑنا اور محمود زمان خان کا دوڑ کر انہیں سنبھال لینا شاید خدا کی طرف سے پہلے ہی سے طے تھا کہ ایسا پیارا دوست ـــــ ایسا اچھا ساتھی انہیں مل جائے زمان نے جب بابا کو اُٹھا لیا ہے تو ان کی پیٹھ تیز تیز دھوپ میں کھا کر یوں جھلس رہی تھی مانو روٹیاں سینکنے تندور لگا رکھا ہو ـــــ زمان نے سب سے پہلے تو اپنے بدن سے قمیص اُتاری اور بابا کو پہنا دی اور پھر اپنے گھر میں لے جا کر یوں خاطرداری کی ہے جیسے برسوں کے بچھڑے دو پیارے ملے ہوں ـــــ بابا نے گھر آ کر یہ ساری بات ایسے پیار دُلار سے سُنائی کہ لگتا تھا زمان کے بغیر اب دوستی کا کوئی تصور ہی نہیں بات بھولی بسری ہو گئی کہ ایک دن بڑی ٹھنڈی ٹھنڈی سہ پہری کو ایک طرحدار گھوڑا دھپ دھپ ٹپ ٹپ کرتا آیا اور ہمارے ہی گھر کے سامنے رُک گیا ـــــ روئی کی پونی میرے ہاتھوں سے پھسل گئی ـــــ اتنے زور و شور سے تو ہمارے گھر کسی نے باگ نہ روکی تھی ـــــ یہ کون تھا جو اپنے ساتھ اتنا دبدبہ لے آیا تھا ـــــ ؟ میں نے پلٹ کر دیکھا مگر یہ غیر مرد کو دیکھ کر اکدم خود کو سنبھال لیا ـــــ مجھے بڑی بھاری آواز سُنائی دی ـــــ

"جولاہے کی بیٹی پونی کاتے اور باپ ننگا پھرے ـــــ کیا اندھیر ہے"ـــ

بابا نے جھٹ بات جھیل لی اور ہنس کر بولے ـــــ

"کیا کہا ـــــ ؟ جولاہے کی بیٹی ـــــ ارے نہیں خان زمانے ـــــ بی بی تو کسان کی بیٹی ہے ـــــ وقت گزاری کو وہ تو ایسے ہی پونیاں کاتتی رہتی ہے ـــــ ہاں مگر یہ بڑی عجیب بات تمہیں کھلتی ہوگی کہ بابا ننگا پھرتا ہے۔ ارے نہیں خان زمانے ـــــ میری پیٹھ کپڑے سے رگڑ کھا کر مانو جلتی ہے ـ جاڑا، گرمی، برساتیں سب اسی پیٹھ پر سے یونہی گزر جاتی ہیں"ـــــ

گھوڑا زور سے ہنہنایا ـــــ خان زمانے نے اس سے بھی زوردار ہنسی کے ساتھ کہا ـــــ "پھر تو بھیا تیرے مزے ہیں، کپڑے کا خرچہ بھی کچھ کم ہے کیا ـــــ ؟"

"ادھر سارا خرچہ کھانے پر بیٹھ جاتا ہے زمانے ـــــ ذرا اپنے دستر پر تو بیٹھ ایکبار ـــ"

بابا' زمانے کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے ـــ زمانے کی زور دار ہنسی کی آوازیں باہر آتی رہیں اور میں ڈر ڈر کر سوچتی رہی جانے اب کیا ہو ـــ بابا نے تو سانپ کے بل میں ہاتھ ڈال دیا ہے ـــ اور کیا ؟ زمانے ایک سانپ ہی تو تھا ـــ آس پاس کے سارے گاؤں میں زمانے کا ہی چرچا تھا ـــ جس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ لے وہ وہیں بھسم ہو جائے ـــ کتنوں کی رہتی بستی زندگیوں کو اس نے بگاڑ ا اُجاڑا تھا یہ وہی جانے ـــ چاندنی راتوں میں جب بھُنے گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے سامنے رکھ لیتا ـــ دانتوں کے ساتھ ساتھ اس کی زبان بھی چلتی جاتی ـــ گوشت کا بڑا رسیا تھا ـــ بابا کو اس کی ہر کمزوری معلوم ہو گئی تھی ۔ وہ جب بھی آتا ہمارے ہاں اُس دن ایک بکرا حلال کیا جاتا' یہ دستر بچھا کر کھانے سے اُسے چڑ سی تھی ۔ جب چاند اُوپر ہی اُوپر چڑھتا' سارے میں چَپ چَپ چاندنی پھیل جاتی وہ گوشت اور بھُنی ہوئی رانوں سے بھرا طشت سامنے رکھ لیتا، کھاتا جاتا، باتیں بھی کرتا جاتا ـــ ذات کا روہیلہ تھا ۔ اپنا دیس چھوڑ کر جانے کتنے دنوں سے ادھر آ بسا تھا ـــ اپنے عیبوں پر پردہ ڈالنا تو اس نے سیکھا ہی نہ تھا ـــ قینچی کی طرح زبان چلی جاتی ـــ جانے کتنے خون بے چارے نے کئے تھے کہ ساروں کی سرخی چہرے پر بس کر رہ گئی تھی ۔ میں نے اُسے دیکھا کتنے بار ؟ مگر جب بھی دیکھا مجھے یہی لگا مانو چہرہ خون سے دھو کر ابھی ابھی چلا آ رہا ہے ـــ اور آنکھیں ؟ مانو دو سرخ سرخ شعلے کہ دیکھنے والا بھسم ہو جائے ـــ اچھا ہوا میں نے اُسے دروازے کی جِھری سے ہی دیکھ لیا ـــ ہاں بس ایک بار جب وہ پہلی دفعہ ہمارے ہاں آیا تھا۔ تب بس ایک ثانیے کے لئے میری اس کی آنکھیں چار ہوئی تھیں اور بھی ہزاروں بُری بھلی باتیں اپنے متعلق سُنائے جاتا ـــ جب یوں اپنے آپ اس نے اپنے عیبوں کا پردہ اُٹھا دیا تو لوگ اس کی طرف سہمی سہمی نظروں سے دیکھنے لگے ۔ کون جانے جنم جنم کا پاپی کس وقت کیا کر بیٹھے ؟ مگر بابا کو ایسا کوئی شک اس کے تعلق سے نہ تھا، شاید بابا کے اعتماد کو ٹھیس پہونچی ہی تھی ـــ گاؤں میں جب بیساکھی کا میلہ بھرا اور گُڑیوں کی طرح سجی سجائی مٹیاریں دکان دکان گھوم کر چوڑیاں، بنگڑیاں خریدنے لگیں، ہر ائی جھولے پر جھولنے جھوٹنے لگیں تب اُسی دم جانے کس بدنصیب کی جوانی اُسے بھا گئی ـــ اتنے بڑے میلے میں ایسا تو کون تھا جو اس کا ہاتھ پکڑ لیتا، مگر جب دوسرے دن پتہ چلا کہ کلی کی طرح بے داغ اور اچھوتی مٹیار نوراں گاؤں سے غائب ہے اور ساتھ ہی زمانے بھی ـــ ساروں میں تھو تھو ہو گئی ـــ لوگ مرنے مارنے پر تُل گئے مگر

کس کی ہمت تھی کہ زمانے کا سامنا کرتا ؟ سو' ڈاکوؤں کا ایک ڈاکو تھا کم بخت ـــ پھر تو آئے دن یہی ہونے لگا کہ جہاں نظر بچی اس نے نذر ماری ـــ ایک دن بابا نے بہت ہی دُکھ کے ساتھ اس سے کہا ـــ "کیوں زمانے ہماری تمہاری دوستی اور محبت کا یہی کچھ حاصل تھا ـــ میں نے تم پر بھروسہ کیا اور تم"ـــ

وہ بڑی سچائی سے بولا ـــ "جی میں تو بچھو ہوں، میں جان کر یہ سب نہیں کرتا ـــ بچھو کی طرح میں بھی بس ڈنک مارنے پر مجبور ہوں"ـــ

بابا نے بڑے دُکھ اور کرب میں ڈوب کر اس کی طرف دیکھا ـــ

"زمانے ـــ اور یہ ڈنک کہیں کسی اپنے پر ہی پڑ جائے تو"ـــ گھر کے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے دُودھ کی ہٹولی میرے ہاتھ میں کانپی اور چھوٹ پڑی۔

زمانے کہہ رہا تھا ۔ ـــ "بھیّا ایسا تو کبھی نہ ہوگا ۔ تیرا نمک کھایا ہے تو اس کا کچھ تو خیال ہوگا ہی ـــ میں تیرا یار ہوں دشمن تو نہیں ـــ"

"پر کیا گاؤں والے تیرے اپنے نہیں ـــ یا سب دشمن ہی ہیں ؟"ـــ

زمانے نے جیسے بہت سوچ کر جواب دیا ـــ "ہاں' سبھی اپنے ہیں"ـــ

پھر اس کی آواز دُکھ کے ساگر میں ڈوبتی ہی چلی گئی ـــ

بابا نے اُس رات بڑے دُکھ کے ساتھ بتایا، زمانے پہلے تو ایسا نہ تھا ۔ گاؤں میں رہتا تھا، سُکھ سے بسر ہوتی تھی ۔ بیوی انتہائی حسین تھی کہ پان کھاتی تو پیک حلق سے اُترتی دکھائی دیتی ۔ اتنا حُسن لوگوں کو کاٹ گیا ـــ زمینداری کے سلسلے میں ایک بار زمانے گاؤں سے باہر گیا تو لوگوں نے موقع دیکھا اور نوالہ بنا چبائے حلق سے اُتار لیا ـــ ایک دو کی نہیں، سات سات مردوں کی دعوت ایک ہی تھالی میں ہوئی ـــ زمانے کی واپسی کے پہلے ہی پہلے چاند کا ٹکڑا خاک میں سو گیا۔ زمانے کو سارا پتہ لگا تو ایک نہ دو ساتوں خون کر ڈالے اور ـــ جیل میں پہونچ گیا ـــ عمر قید کی سزا انتہائی شرافت سے دن کاٹنے پر ۱۴ برس میں بدل گئی ۔ چودہ برس میں ذرا سی بھی تبدیلی زمانے میں نہ آئی ـــ چودہ برسوں میں ادھر جوان بوڑھے ہو گئے، بوڑھے مر گئے ۔ بچے جوان ہوئے ـــ بچیاں، بچوں والی بن گئیں' ایک زمانے تھا کہ اپنے لئے زمانے کو روک بیٹھا تھا ۔ اپنی سدا بہار جوانی کا چرچا لوگوں سے کرتا اور بولتا ـــ "رب نے خود مجھے موقع دیا ہے کہ اپنی معصوم بیوی کا ایک ایک سے بدلہ لوں"ـــ

یہاں وہاں ساروں میں زمانے کا نام مشہور ہو گیا ـــ مائیں بچوں کو زمانے کا نام لیکر ڈراتیں ـــ جوان تھر تھر کانپتے اور بوڑھے دم ہی چھوڑ بیٹھتے ـــ آس پاس کے سبھی گاؤں میں زمانے شیطان کی طرح مشہور تھا ـــ لوگ اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ بھی نہ سکتے ـــ جانے کونسی گھڑی تھی کہ بابا گھوڑے پر سے گرے اور زمانے نے انہیں اپنے سائے میں لے لیا ۔ جب پہلی بار گھوڑا لَدا آتا زمانے ہمارے

گاؤں آیا ہے، تب مجھے اچھی طرح یاد ہے اس کے گئے بعد سے سارا گاؤں ہمارے دروازے پر جمع ہو گیا تھا ———

"بابا، یہ تم نے کیا کر ڈالا ——— بابا یہ تم نے کیا کیا ——— اپنے ہاتھوں اپنی تباہی ——— اب گاؤں کی بہو بیٹیوں کی عزت خطرے میں گئی سمجھو" ———

بابا نے ایک ایک کو بھرپائی دی مگر کسی کا جی مطمئن نہ ہوا، اور وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا ——— زمانے نے حد یہ کر دی کہ ایک بار ایسے ہی ذرا پوچھ تاچھ کر لینے پر کہ آخر یہ کیا ظلم زبردستی ہے، نوراں کے باپ کو ہی ختم کر دیا ——— گاؤں کے لوگ ایکا کر کے زمانے کے پاس پہونچے مگر اس کی نگاہوں کے شعلے اور چہرے سا خون سبھوں کی زبان بند کر گیا ——— چودہ سال جیل میں کاٹ کر آنے کی وجہ سے زمانے ایسا ایکا ہو گیا تھا کہ جیل کا بھی اُسے خوف نہ رہ گیا تھا اور یوں سمجھتا تھا جیسے جیل؛ جیل نہ ہو بیوی کا میکہ ہو ———

اِدھر اُدھر کے پاس پڑوس کے دونوں تینوں گاؤں والے سخت پریشان تھے ——— وہ پہلے ہی کون کمی کرتا تھا مگر بابا کا دوست بن کر تو اس نے کھلے خزانے ہاتھ ڈالنے شروع کر دیئے تھے ——— کیسا اندھیر تھا کہ وہ جو چاہتا کرتا اور کوئی اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ پاتا ——— جو بھی فریاد لے کر آگے بڑھتا اس کا خاتمہ ایسے طور سے ہوتا کہ پھر دوسروں کو ہمت نہ رہتی کہ مُنہ بھی ہلائیں ——— موت بھی اس کے سامنے ہار سی گئی تھی ——— وہ تو جیسے سدا زندہ رہنے ہی کے لئے آیا تھا۔ مگر اچانک گاؤں بھر میں اُس دن چاؤں چاؤں مچ گئی۔ جب زمانے کی لاش ایک درخت کے ٹہنے سے لٹکتی ہوئی پائی گئی۔

جسے موت بھی نہیں مار سکی تھی، اسے کس نے مارا ———، ہر ایک کی زبان پر یہی کچھ تھا ——— زمانہ کیسے مرا ——— اسے کس نے مارا؟ ——— کوئی نہیں جانتا یہ صرف میں جانتی ہوں کہ زمانے نے خودکشی کی ہے اور یہ بھی میں ہی جانتی ہوں کہ اس نے خودکشی کیوں کی ———

اُس دن جب میں کچی مٹی کی ٹھلیا لے کر پانی لانے ندی کنارے پہونچی تو پانی میں اپنا عکس دیکھ کر خود ہی حیران رہ گئی ——— ہر مارتے پانی میں میرا عکس بھی بار بار بہہ بہہ جاتا تھا مگر کیا میں یہ نہیں دیکھ رہی تھی کہ میری سُرخ سُرخ شلوار میں سے جھانکتی گلابی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہی ندیا پانی پانی ہو رہا ہے ——— وہ شرم زبان سے اقرار نہ کرنے دے تو کیا ہوا، اپنے حُسن کا احساس تو حُسن والے کو رہتا ہی ہے ——— کیا مجھے احساسِ حُسن ہونا گناہ تھا؟ ———

ابھی اپنی صورت دیکھنے سے میرا اپنا بھی جی نہ بھرا تھا کہ پیچھے سے آواز آئی ———

"یہ پنڈلیاں نہیں ہیں یہ تو گلابی شراب سے بھری ہوئی دو بوتلیں ہیں ———

میں نے بوکھلا کر پیچھے پلٹ کر دیکھا ——— میرے پلٹتے ہی زمانے کی نظر بھی مجھ پر پڑی اور اکدم جیسے اُسے سانپ سونگھ گیا ——— بڑی دیر بعد وہ جیسے اپنے آپ سے بولا ——— "یہ میں نے کیا کر دیا ——— یہ میں نے کیا کہہ دیا؟" پھر اکدم جیسے اس کے پیروں میں دنیا زمانے کی تیزی آ گئی اور وہ بھاگتا ہی گیا بھاگتا ہی چلا گیا ——— دنیا سے ہی چلا گیا ——— سب کو اچنبھا ہے کہ اسے کس نے مارا ———! یہ صرف میں جانتی ہوں کہ اُسے اس کی شرافت نے مارا، اس نے بابا کا نمک کھایا تھا نا ———؟

○

دِل میں بھٹک رہے ہیں جو منزل کی راہ میں
یہ لوگ کیا کریں گے اگر رات ہو گئی

(قمر جلالوی)

مجیبؔ خیرآبادی

غزل

مُہر بر لب تھے مگر، جانِ سخن بنتے گئے
ہم زمانے میں، جُنوں کا بانکپن بنتے گئے

ہم سے پہلے ایک ویرانی سا عالم تھا، مگر!
خُونِ دل کی لالہ کاری سے چمن بنتے گئے

ہم جہاں ٹھہرے، فروزاں ہو گئے لاکھوں چراغ!
ہم جہاں پہنچے، فروغِ انجمن بنتے گئے

آج، اس کا غم نہیں ہے، منزلیں گہنا گئیں!
غم تو یہ ہے راہبر ہی راہزن بنتے گئے

اب اُنہیں ہاتھوں کی قسمت ہے، زمامِ میکدہ!
جو بہ حکمِ وقت پیمانہ شکن بنتے گئے

سادہ و پُرکار ہے رُودادِ تزئینِ چمن
خوں کے چھینٹے لالہ و برگ و سمن بنتے گئے

کتنے ہی ننگِ وطن، جانِ وطن، ٹھہرے مجیبؔ!
اور ہم، اپنے وطن میں، بے وطن بنتے گئے

غلام احمد فرقت کاکوروی

تعزیہ اور اس کی اہمیت

لفظ تعزیہ، تعزیت سے نکلا ہے جس کے معنی ماتم پرسی یا مرنے والے پر اظہار رنج و غم کے ہوتے ہیں۔ تعزیہ داری کے بارے میں ابھی تک پوری تحقیق اور تدقیق کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوئی البتہ اس کے آغاز کے بارے میں ایک روایت یہ ضرور مشہور ہے کہ سب سے پہلا تعزیہ صاحبقراں امیر تیمور نے رکھا تھا اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ امیر تیمور کو حضرت امام حسینؑ سے بے حد عقیدت تھی اور وہ ہر سال کربلائے معلیٰ روضۂ اطہر کی زیارت کو جاتا تھا۔ ایک سال جنگ و جدال میں وہ اس درجہ مصروف رہا کہ زیارت نہ کر سکا چنانچہ اُس نے روضۂ اقدس کی شبیہ منگوا کر اس کو تعزیہ کی صورت میں بنوایا اور اس کی زیارت سے، تسکین حاصل کر لی۔ بہرحال جہاں تک عزاداری کا تعلق ہے اُس کی ابتدا ایران میں شاہ صفوی کے عہد سے ہوئی۔ اس کے بعد ہندوستان میں ۱۳۴۷ء میں جب خاندان تغلق کا زوال شروع ہوا اور سلطنت کا شیرازہ منتشر ہوا تو جنوبی ہندوستان میں ایک شخص حسن گنگو نامی نے بہمنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ حسن گنگو چونکہ ایران کے بہمن خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس لئے اُس کی سلطنت بہمنی کہلائی۔ بہمنی سلاطین میں شیعہ اور سنی دونوں عقائد کے بادشاہ گزرے ہیں اور امرائے دربار میں بھی ملکی اور غیر ملکی مصاحبین اور وزرا شامل تھے۔ اس لئے شمالی ہندوستان میں تعزیہ داری رائج ہونے سے پہلے تعزیہ داری کا رواج دکن میں ہوا۔ جب چودھویں صدی کے آخر میں سلطنت بہمنی پانچ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں تقسیم ہو گئی تو ان میں عادل شاہی نظام شاہی، اور بریدشاہی ریاستوں میں اکثر شیعہ عقائد کے سلاطین تھے۔ بالخصوص عادل شاہی سلطنت میں یوسف عادل شاہ نے تعزیہ داری کو باقاعدہ طور پر رواج دیا۔ ان ریاستوں میں بڑے جوش و خروش کے ساتھ دس روز تک یعنی یکم محرم سے دسویں محرم تک عزاداری ہوتی تھی اور تعزیئے رکھے جاتے تھے۔ یہ تو تھی تعزیہ داری کی ابتدا اور اس کی تاریخ۔

اب جہاں تک تعزیوں کے اقسام کا تعلق ہے، اُس کی آٹھ قسمیں ہیں جنکی شبیہ بنا کر واقعۂ کربلا کی یاد تازہ کرتے ہیں اور سوگ مناتے ہیں۔ ان میں سے ایک چیز تعزیہ، دوسری چیز ضریح، تیسری چیز مہدی، چوتھی ذوالجناح، پانچویں تابوت، چھٹی براق، ساتویں تخت، اور آٹھویں چیز علم ہے۔

۱۔ تعزیہ:-

تعزیہ دراصل لکڑی کی کھپچیوں اور رنگین کاغذ کی مدد سے حضرت امام حسینؑ کے پورے روضہ کی شکل میں بنایا جاتا ہے۔ اس میں بالکل ویسے ہی گنبد اور مینارے ہوتے ہیں جیسے کہ روضۂ اقدس میں ہیں اور اس کے اندر حضرت امام حسینؑ اور حسنؑ کی کاغذ کی دو قبریں ہوتی ہیں۔ تعزیوں کو خوبصورت بنانے کے لئے پنی شیشے وغیرہ کے ٹکڑے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں شیعہ حضرات کے یہاں خصوصیت سے باقاعدہ طور پر یکم محرم سے چہلم تک تعزیہ داری ہوتی ہے۔ اکثر سنی حضرات بھی تعزیہ رکھتے ہیں اور کہیں کہیں اہل ہنود بھی، جنہیں حضرت امام حسینؑ سے عقیدت ہے

تعزیہ داری کرتے ہیں۔ چنانچہ سی، پی گرالیار، اور بعض دوسری ریاستوں میں باقاعدہ طور پر محرم ہوتا ہے۔ جس میں مرہٹے اور دوسرے غیر مسلم فرقے کے لوگ تعزیہ داری کرتے ہیں مگر ان سب کی عزاداری کے طریقوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہوتا ہے۔

۲۔ ضریح :۔

ضریح دراصل روضۂ اقدس کے اُس حصّہ کی شکل کو کہتے ہیں جن پر دو قبریں بنی ہوتی ہیں۔ ضریح اور تعزیہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ ضریح روضے کے آدھے حصّہ کی شبیہہ ہوتی ہے اور تعزیہ پورے حصّے کی۔ ضریح میں گنبد اور مینارے عموماً نہیں ہوتے، مگر اُسے بھی تعزیہ کی طرح رکھا جاتا ہے اور عورتیں اور مرد مرثیہ پڑھ کر دونوں کے سامنے ماتم کرتے ہیں۔

۳۔ مہدی :۔

مہدی کی شکل بالکل کشتی نما ہوتی ہے اور یہ ساتویں محرم کو جلوس کی شکل میں نکالی جاتی ہے یہ حضرت قاسمؑ کی شادی کی یادگار میں منائی جاتی ہے۔ روایت ہے کہ ساتویں محرم کو حضرت قاسمؑ کی میدانِ کربلا میں شادی منائی گئی تھی اور اس شادی کے موقع پر کشتیوں میں جہوارے اور شادی سے متعلق جو رسوم ادا ہوتی تھیں یہ اُسی کی یادگار ہے۔

۴۔ ذُوالجناح :۔

اُس گھوڑے کی شبیہہ کو کہتے ہیں جس پر بیٹھ کر حضرت امام حسینؑ میدانِ کربلا میں کفار سے لڑے تھے اس میں ایک گھوڑے کو باقاعدہ طور پر فوجی گھوڑے کی شکل میں مختلف اسلحہ سے مسلّح کیا جاتا ہے اس میں گھوڑے کے لگام، زرہ بکتر، ساری چیزیں ہوتی ہیں اور اُس کی جھول پر سُرخ رنگ کے دھبّے خُون کے نشانات واضح کرنے کے لئے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اسے دُلدُل بھی کہتے ہیں۔ عقیدتمند جن میں ہندو اور مسلمان سب ہوتے ہیں، اس کو بوسہ دیتے ہیں اس پر ہاتھ لگا کر ہاتھوں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اور منّتیں مانتے ہیں۔

۵۔ تابُوت :۔

تابُوت اُس پالنے کی شبیہہ کو کہتے ہیں جس میں حضرت علی اصغر لیٹتے تھے۔ حضرت علی اصغر امام حسینؑ کے شیرخوار فرزند تھے اور میدانِ کربلا میں والد کے ہمراہ تھے۔ وہ بھی میدانِ کربلا میں دشمنانِ اہلِ بیت کے تیروں سے شہید ہوگئے۔ اس چھوٹے تابُوت میں بھی سُرخ رنگ کے دھبّے ہوتے ہیں اور اُسکے ساتھ بھی ماتم کرتے ہوئے لوگ جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں اور اس واقعہ پر ماتم اور گریہ کرتے ہیں۔

۶۔ عَلم :۔ یہ حضرت عباس کی یاد میں نکالا جاتا ہے جو حضرت امام حسینؑ کی فوج کے جنرل تھے اور میدانِ جنگ میں شہید ہوئے۔

۷۔ بُراق :۔

بُراق کی شکل بھی ایک گھوڑے کے مانند ہوتی ہے اُس کا دھڑ گھوڑے کا ہوتا ہے مگر چہرہ انسان کا سا لگایا جاتا ہے۔ اس کے دو پر ہوتے ہیں اور یہ شاید اس کی یاد دلاتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ شہادت کے بعد اِس گھوڑے پر جنت تشریف لے گئے تھے جس پر رسول اکرمؐ بیٹھ کر معراج کو تشریف لے گئے تھے۔

۸۔ تخت :۔

تخت عموماً سُنی حضرات نکالتے ہیں اور یہ تخت شہروں کے بجائے قصبات کے لوگ اپنے یہاں رکھتے ہیں۔ یہ بھی ساتویں محرم کو حضرت قاسمؑ کی شادی کی یاد تازہ کرتا ہے۔

تعزیہ داری ہندوستان ہی میں باقاعدہ طور پر ایک رسم اور تقریب کی شکل میں منائی جاتی ہے اور اس میں ہندوستان کے مختلف شہروں اور صُوبوں میں علٰحدہ علٰحدہ رواج ہیں۔ مثلاً سی۔ پی میں اہلِ سنت، مرہٹے اور دوسرے فرقے کے لوگ خاص طور پر تعزیہ داری کرتے ہیں۔ سی۔ پی میں ایک جلوس ساتویں محرم کو نکلتا ہے جس میں آگے آگے گھوڑا ہوتا ہے جس کی لگام کھنچی ہوتی ہے۔ اس کو دولہا کا جلوس کہتے ہیں اور اُس کے ساتھ اہلِ جلوس کی زبان پر نعرہ ہوتا ہے۔ "دولہا، سہرا۔ دولہا، سہرا"۔ اور یہ نعرہ اُس واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ جس میں میدانِ کربلا میں حضرت قاسمؑ کے شہید ہونے کے بعد جب اُن کا گھوڑا میدانِ جنگ سے خالی واپس ہوا تو ان کی والدہ محترمہ اُسے دیکھ کر بدحواس ہوگئیں اور بے اختیار "دولہا، سہرا، دولہا، سہرا" کہتی دیوانہ وار خیمے سے باہر نکل آئیں۔

لکھنؤ اور لکھنؤ کے مضافات میں تعزیوں اور ضریح کے ڈیزائن میں جو فرق ملتا ہے مثلاً بعض ضریح میں گنبد دکھائے گئے ہیں اور بعض میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اَدوار میں روضۂ اقدس کی شکلیں بدلتی رہی ہیں۔ سی۔ پی میں تعزیئے دفن کرنے کا طریقہ دوسرا ہے۔ وہاں تعزیوں کو پانی میں غرق کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لوگ سیکڑوں کی تعداد میں گھڑے خریدتے ہیں اور ان گھڑوں کو تعزیوں میں باندھ کر پانی ڈال دیتے ہیں اور جب پانی گھڑوں میں بھر جاتا ہے تو تعزیئے تہِ آب ہو جاتے ہیں۔ یہاں شبِ عاشورہ کو بلا تخصیص مذہب وملت، لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر سڑکوں پر آجاتے ہیں اور جلوس والے راستے میں جمع ہو جاتے ہیں اور عاشورہ کے دن تجہیز و تکفین کے بعد گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

ایبٹ آباد میں بجائے تعزیہ داری کے ایک اور طریقہ رائج ہے اور وہ یہ کہ وہاں شبِ عاشورہ ساری آبادی ایک پہاڑی پر چلی جاتی ہے اور یہ مشہور

ہے کہ عاشورہ کی شب میں کچھ آوازیں نوحہ کرتی سُنائی دیتی ہیں اور ساری رات اُس پہاڑی پر لوگ عبادت کرتے ہیں۔ لکھنؤ سے قریب بسوان ضلع سیتاپور میں باون گز تک کا اُونچا تعزیہ بنتا ہے اور ہندُستان میں تعزیوں کا سب سے بڑا بازار وہاں لگتا ہے۔ یہاں کے لوگ سال بھر تک صرف تعزیئے ہی بناتے ہیں اور اسطرح ان کو ہزاروں روپے کی آمدنی ہوتی ہے۔

لکھنؤ سے دُور جو قصبات ہیں وہاں تعزیہ کی بلندی کو پیشِ نظر رکھ کر تعزیہ دار کی دولت، ثروت، اور عقیدت کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ مگر سب سے زیادہ اہتمام سے تعزیہ داری لکھنؤ اور امروہہ میں ہوتی ہے۔ یہاں مختلف وضع کے تعزیئے بنتے ہیں، بعض تعزیئے، تعزیہ داروں کے نام سے منسُوب ہیں۔ مثلاً لکھنؤ میں فقیر کا تعزیہ، نجشو کا تعزیہ، چودھرائن کا تعزیہ، چھوٹی رانی کا تعزیہ خصوصیت سے مشہور ہیں۔ شیعہ حضرات کے تعزیوں اور سُنیوں کے تعزیوں میں فرق ہوتا ہے۔ شیعوں کے تعزیوں میں کوئی تصنع یا بناوٹ کو دخل نہیں ہوتا۔ معمولی طرح کے تعزیئے ہوتے ہیں۔ لیکن سُنیوں کے تعزیوں میں صنعت و حرفت کے اعلیٰ نمونے پیش کیئے جاتے ہیں اور ان پر کافی دولت صرف کی جاتی ہے۔ عاشورہ کے دن شیعہ اور سُنیوں کی مختلف انجمنیں تعزیوں کے آگے مرثیہ پڑھتی اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر رُکتی جلوس کی شکل میں نکلتی ہیں۔ شیعہ حضرات مرثیوں کے ساتھ وقفے سے ماتم کرتے ہیں اور سُنی حضرات خاموشی کے ساتھ مرثیئے سُنتے رہتے ہیں سُنیوں کے تعزیوں کے ہمراہ پیچھے لنگر بٹتا چلتا ہے۔ تعزیہ بنانے میں بھی لکھنؤ میں کاریگروں نے بڑی بڑی جدتیں دکھائی ہیں۔ مثلاً لکھنؤ میں جَو کا تعزیہ، لکڑی کا تعزیہ، موٹھ کا تعزیہ، چاول کا تعزیہ، برف کا تعزیہ، سنگ مرمر کا تعزیہ، ابرق کا تعزیہ، اور نہ جانے کتنے قسم کے تعزیئے ہوتے ہیں۔ سب سے آخر میں تعزیہ "چُپ تعزیہ" ہوتا ہے جو لکھنؤ میں آٹھویں ربیع الاول کو نکلتا ہے اس تعزیہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ہمراہ ہزاروں انسانوں کا مجمع ہوتا ہے جو بالکل خاموش رہتا ہے۔ شیعہ حضرات ننگے سر اور ننگے پیر سروں پر بھوسہ ڈال کر ساتھ ہوتے ہیں اور کلام پاک کی آیات کی تلاوت کرتے اور خاموشی سے ماتم کرتے ہیں۔ یہ تعزیہ سویرے تڑکے پانچ بجے نکلتا ہے۔ یہ عزاداری کا آخری دن ہوتا ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

فوق جامی

ذوقِ نظّارہ

نہ پوچھو انتہائے ذوقِ نظّارہ کہاں میں ہوں
وہاں خود حُسن سرگرمِ تماشہ ہے جہاں میں ہوں

کبھی آہِ شرر افشاں کبھی اشکِ رواں میں ہوں
زمیں پر برق و شبنم کی مکمل داستاں میں ہوں

مجھے دیکھو تو ظاہر میں حقیقت کچھ نہیں میری
مجھے سمجھو تو سب کچھ ہوں عیاں میں ہوں نہاں میں ہوں

مری رُوداد غم منّت پذیرِ گفتگو کیوں ہو
سمجھ لیتے ہیں جس کو دیکھ کر وہ داستاں میں ہوں

تبسّم ہی تبسّم اور نظّارے ہی نظّارے
جہانِ آرزو اِک صبحِ خنداں ہے جہاں میں ہوں

اسیرِ رنگ و بُو ہونا تو میری کج نگاہی ہے
حقیقت ورنہ شاہد ہے بہر منظر عیاں میں ہوں

بہت بھٹکے ہوئے راہی مرے ممنونِ احساں ہیں
جو منزل کا پتہ دے وہ غبارِ کارواں میں ہوں

مرے حُسنِ نظر نے دونوں عالم کر دیئے رنگیں
محبت نغمہ زن ہے حُسن رقصاں ہے جہاں میں ہوں

مرا خونِ وفا حُسنِ ازل کا زیبِ عنواں ہے
ہزاروں امتحاں دے کر بھی مشقِ امتحاں میں ہوں

مرے ذوقِ سخن کو فوقؔ فیضِ جامؔ حاصل ہے
شراب و مطرب و میخانہ سب کچھ ہے جہاں میں ہوں

اندرلال جیت

گاما شعاعیں

ابتدائے آفرینش سے انسان اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں کوشاں رہا ہے لیکن انسانی زندگی اتنی اُلجھی ہوئی ہے کہ اُسے مختلف مراحل پر اپنے ارتقا کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے کئی نئے وسیلے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ نئی تحقیق اور جدتوں سے انسان نے گوناگوں مشکلات پر قابو پاتے ہوئے اپنے لئے خوشحالی کی راہیں وسیع کی ہیں۔ اور جہاں ایسی جدت، تحقیق اور محنت آج کے انسان کی ہر زندگی سے ظاہر ہوتی ہے، وہاں یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کہ اس ترقی میں سائنس کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اگر سائنس ہماری ترقی میں شاملِ حال نہ ہوتی تو آج کا انسان موجودہ زندگی سے بہت پیچھے ہوتا۔

یہ سائنس جہاں کئی نوعیت کی زندگیوں میں معاون بنی ہے، وہاں اسکی امداد اراضیات کے شعبہ میں کسی طرح کم نہیں رہی۔ انسان نے ابتدا ہی سے یہ کوشش کی ہے کہ زمین سے زیادہ سے زیادہ اور بہتر طرز کی فصل پیدا کی جائے۔ ایسی فصل حاصل کرنے کے لئے کھیتی باڑی کے طور طریقوں میں جہاں جہاں سدھار کی ضرورت پڑی، وہاں وہاں انسان نے زمین کو زیادہ زرخیز بنانے اور بڑھیا فصل پیدا کرنے کی غرض سے نئے نئے آلات کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ آج کے انسان نے زمین میں بیج بونے، فصل کو کیڑوں سے بچانے، مٹی میں کھاد ملانے، اور ٹریکٹر وغیرہ کو استعمال کرتے ہوئے زمین کی پیداوار کو بڑھایا ہے اور انسان نے اسطرح سے اپنی محنت کو کم سے کم تر کرنے کی کوشش کی ہے۔ آج کے دور میں دیکھا گیا ہے کہ ماہرِ اراضیات نے گیہوں، پیاز، ٹماٹر، مکئی، کپاس کی اعلیٰ فصلیں اگائی ہیں۔

لیکن سائنسی دور میں کبھی انسان اپنی ترقی پر قانع نہیں رہتا۔ جب سے ایٹم اور اُس سے پیدا شدہ عظیم طاقت کا انسان کو علم ہوا ہے۔ سائنس والوں نے اس طاقت کو زرعی ترقی میں بھی معاون بنا لیا ہے۔ چنانچہ دریافت ہوا ہے کہ ایکس رے کی شعاعوں سے بھی فصلوں اور پودوں کی نشوونما بڑھ سکتی ہے، لیکن اس سے بھی بڑھ کر ایک نئی طرز کی شعاعیں یعنی گاما شعاعیں ظہور میں آچکی ہیں۔ جو علم الارضیات میں ایک نئے باب کا اضافہ کرینگی۔ آج کے سائنسدانوں نے پے در پے تجربات سے ثابت کر دیا ہے کہ اٹامک ریڈیئیشن (Atomic Rediation) یعنی ایٹمی اشعاع سے پھلوں، پودوں یا فصلوں کے بیج یا خمیر میں ایک عظیم طاقت پیدا ہو جاتی ہے، جو اس کی نشوونما میں ہی صرف معاون نہیں بنتی بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ تر فصل پیدا کرنے کی دعویدار بن سکتی ہے۔ مزا یہ ہے کہ ایٹمی اشعاع کے زیرِ اثر فصل بھی جلدی پک کر تیار ہو جاتی ہے۔

اس عظیم طاقت کا احساس سائنسدانوں کو کیسے ہوا؟۔ اس کے پس منظر میں ایک طویل تاریخ ہے اُن تجربات اور مشکلات کی جن میں سے سائنسدانوں کو گزرنا پڑا۔ اُنیسویں صدی کے اواخر میں ایک مقبول سائنسدان ہوگو برانس نے یہ دریافت کیا کہ پودوں اور پھلوں میں انسان کی طرح ایک خاص طرز کی خُوبی پیدا کی جاسکتی ہے۔ اُس بیج سے بار بار جو بھی فصل یا پیداوار حاصل ہوگی اُس میں یہ خوبی بدستور چلتی رہے گی۔ اسطرح یہ خُوبی پودوں کی کئی نسلوں تک ایک بیج سے دوسرے بیج تک چلتی رہتی ہے اور پودوں اور پھلوں کی نشوونما کی رفتار بڑھانے یا اُس میں سے بہتر فصل حاصل کرنے کا جو وسیلہ ایک بار بن جاتا ہے وہ کئی برسوں تک بیج میں پایا جاسکتا ہے

اس سائنسدان نے زیج میں اس طرز کی ایک نئی زندگی پھونکنے کے عمل کو (Mutation) کا نام دیا، اور اُس نے پیشین گوئی کی کہ اگر گاما شعاعوں کی ایٹمی شعاعوں سے پھلوں پودوں کو طاقتور بنایا جائے تو وہ دن دُور نہیں جب پیداوار ناممکن العمل حد تک بڑھ جائے گی۔ چنانچہ اس ڈچ سائنسدان نے سبزیوں اور پھلوں کے ارتقا میں دلچسپی رکھنے والے دوسرے سائنسدانوں کی ہمت بندھائی اور اُس کے بعد کئی سائنسدان اس تجربہ میں معروف ہوگئے کہ گاما شعاعوں کا اثر جانچا جاسکے۔

۱۹۲۷ء میں دو امریکن سائنسدانوں نے مزید تحقیق کرنے پر یہ دریافت کیا کہ پودوں اور فصلوں پر ایکس رے (X - Ray) کی کرنوں سے بھی اُن کے آبائی خمیر یا صفت پیداوار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اسطرح سے اُن کی خوبی اور کو بھی بڑھایا جاسکتا ہے کہ چنانچہ ان سائنسدانوں نے ڈراسوفلا نامی پھل اور مکئی اور جو کے پودوں پر ایکس رے کی شعاعوں کے تجربے کئے۔ اسی طرح ۱۹۴۰ء میں سویڈن میں جو کی ایسی فصل پیدا کی گئی جن پر کیڑوں کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا اور فصل بھی بڑھیا حاصل ہوتی ہے لیکن اسطرح کے ایکس رے کے تجربات بھاری پیمانے پر نہ کئے جاسکے۔ اُس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ایکس رے کے تجربے صرف بند کمروں ہی میں بند کئے جاسکتے ہیں اور پودوں وغیرہ کو شعاعوں سے اثر خیز کرنے کے لئے پودوں یا پھلوں کو بار بار کمروں میں لیجانا پڑتا ہے۔

چنانچہ نتیجہ سائنسدانوں نے محسوس کیا کہ ایکس رے سے بڑھ کر کوئی اور طرز کی شعاعیں دریافت کی جائیں۔ امریکہ میں بروک ہیون نیشنل لیباریٹری میں تجربے کئے گئے تاکہ پودوں میں نسلی طاقت کو بڑھایا جائے، اور ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر سنگلٹن کی سرکردگی میں نیویارک کے قریب جزیرۂ لانگ میں ایک طاقتور گاما شعاعوں کا آلہ رکھا گیا اور اُس کے گرد اگرد انواع و اقسام کے پھل پودے رکھ کر اُن پر گاما شعاعوں کے اثر کی جانچ کی گئی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کرنوں کی بدولت مکئی، جو، گیہوں اور مونگ پھلی کی بڑھیا اور زیادہ فصل حاصل ہوئی۔ تجربوں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایکس رے اور گاما شعاعیں سادی نگاہ سے ایک ہی طرز کی ہوتی ہیں لیکن دونوں کی طاقت میں یقیناً فرق ہے کہ گاما شعاعوں کا اثر دُور رس اور نتیجۃً ایکس رے شعاعوں کے مقابلہ میں زیادہ پختہ اور یقینی ہے۔ دیگر گاما شعاعیں اُن علاقوں میں زیادہ کارآمد ہوسکتی ہیں۔ جہاں کسی خاص فصل یا پھل پودوں کو موافق آب و ہوا میسر نہ ہو۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب ایٹمی طاقت کا زور بڑھا تو گاما شعاعیں دُنیا کے ہر ملک میں ہر دلعزیز ہوگئیں۔ چنانچہ یورپ کے بیشتر ممالک میں ایٹمی بھٹیاں لگائی گئیں۔ اور ان شعاعوں کو عملی طور پر پیدا کر کے اُن ممالک نے اپنے اپنے ملک کی پیداوار کو بڑھایا اور زرعی ترقی میں ترقی کے مزید امکانات روشن کئے۔ کئی ممالک نے فصلوں کی ترقی کے پیش نظر گاما شعاعوں کے باغوں کی بنیادیں رکھیں۔ جہاں تم نئے تجربوں سے پیداوار کے وسیلے بہتر سے بہتر کئے جاسکیں۔

ہمارے ملک میں دوسرے مسائل کے علاوہ خوراک کی پیداوار بھی ایک مسئلہ ہے چنانچہ اس ضمن میں ہمارے تیسرے پانچ سالہ پلان میں اراضیات سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے اور زیادہ سے زیادہ زرخرچ کرنے کے منصوبے بھی مرتب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ گاما شعاعوں کے تجربات ۱۹۵۵ء سے انڈین ایگریکلچرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے تحت کئے گئے اور ستمبر ۱۹۶۰ء کو گاما شعاعوں کے ایک تجرباتی باغ کا سنگ بنیاد بھی رکھا گیا اور آجکل وہاں عملی تجربوں سے گاما شعاعوں کا پودوں اور پھلوں پر اثر جانچنے کا کام ہو رہا ہے۔ اس باغ میں فصل، پھلوں، خوبصورت پھولوں وغیرہ پر تجربہ کیا جارہا ہے۔ آئندہ برسوں میں بیجوں، موافق پیداوار کرنے والے کیڑوں اور کیمیائی مادوں پر بھی ان شعاعوں کا اثر چھوڑا جائے گا۔ تاکہ بحیثیت مجموعی اراضیات کے سب شعبے اور پہلو زیادہ سے زیادہ طاقت سے نشو و نما دے سکیں۔

اس ادارہ کی باٹنی اس باغ کی انچارج ہے جو باغ کے انتظام اور تجربات کو اپنے خاص ہاتھ میں رکھتی ہے۔ اگر تجربے کامیاب ہوتے رہے تو عنقریب ہی آلو اور اناج وغیرہ پر بھی تجربے کئے جائیں گے۔

دہلی کے گاما شعاعوں کے اس باغ کا نقشہ اٹامک انرجی کمیشن ٹرامبے نے مرتب کیا ہے۔ دو سو پاور کیوری (Curie) کا یہ آلہ تین ایکڑ کے علاقہ میں تجربات کے لئے رکھا گیا ہے۔ یہ باغ ایشیا میں سب سے بڑا باغ ہے اور اس کی ترتیب میں امریکہ اور سویڈن کے تجربات کے نتائج کا پورا پورا فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔ تاکہ گاما شعاعوں کا پورا پورا فائدہ اُٹھایا جاسکے۔

ریڈیائی آلے کو باغ کے مرکز میں ایک صندوق میں بند رکھا جاتا ہے۔ جب باغ میں رکھے ہوئے پودوں کو اس کی شعاعوں کا اثر دینا ہوتا ہے تو اس آلے کو صندوق سے باہر نکال لیتے ہیں۔ چونکہ اس آلے کی اشعاعی حرکت سے انسانی جسم کو نقصان پہونچ سکتا ہے۔ اس لئے کوئی نفسی اس کے پاس نہیں رہتا۔ بلکہ اس کا کنٹرول اڑھائی سو فٹ دُور بیٹھے ہوئے کام کرنے والے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ سارے باغ کو آٹھ حصوں میں منقسم کر کے ہر ایک حصے میں مختلف قسم کے پھل پودے رکھے گئے ہیں۔ ان میں مختلف قسم کا اناج، دالیں، کپاس، سبزیاں، پھل اور درخت شامل ہیں۔ آبپاشی کے لئے جگہ جگہ نل لگائے گئے ہیں۔

شعاعوں کا اثر جانچنے کے لئے دو آلے لگائے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً اثر خیزی کو ریکارڈ کرتے رہتے ہیں۔ تجربات سے ثابت ہو رہا ہے کہ پودوں وغیرہ میں Mutation یعنی ارتقا کی رفتار تیز ہو رہی ہے اور اُن کے پھلنے پھولنے یا نشو و نما میں ایک عجیب تیزی دکھائی دے رہی ہے۔ ہندوستان میں زرعی پیداوار

بڑھانے کا یہ پہلا عملی اور جاری تجربہ ہے اور ایک پلان کے تحت اگر دوسرا باغ لگایا گیا تو وہ دن دور نہیں جب نتائج ہمارے سامنے ہوں گے۔

گماشتاؤں کے اثر کے تجربات سے ظاہر ہے کہ روس میں رائی کا بیج بونے سے اس کے پودے کی شاخیں بہت لمبی ثابت ہوئیں۔ اور پیداوار میں دس سے چالیس فیصدی اضافہ ہو گیا۔ چقندر کی پیداوار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس میں چینی یعنی شکر کی مقدار بڑھ گئی۔ امریکہ نے مکئی کی بہترین فصل ان شعاعوں کی بدولت حاصل کی ہے اور اگر ہم اپنے منصوبے میں کامیاب رہے تو یہ بعید از قیاس نہیں کہ آئندہ برسوں میں ہم اپنے خوراک کے مسئلہ کو حل کر کے کچھ وافر اناج بھی پیدا کرنے کے اہل ہو جائینگے کارِ خیر میں اگر نیکی اور ایمانداری کے ہم دست نگر ہوں تو عجب نہیں کہ ترقی ہمارے قدم چومے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

○

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم رواں ہے زندگی
(اقبال)

○

اک فرصتِ گناہ ملی وہ بھی چار دن
دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے
فیض

گرودن داس سکسینہ عاجز

غزل

حُسنِ عمل سے کون و مکاں کو ملا کے دیکھ
پھر اپنے بختِ خفتہ کو تُو آزما کے دیکھ

کُنجِ قفس میں چین سے رہنا نہیں کمال
تُو بجلیوں کی زد میں نشیمن بنا کے دیکھ

تیرا ہی عکس ہے، یہ نہیں ہے جمالِ یار
آئینہ اپنے دل کو تو ظالم بنا کے دیکھ

مانا کہ بزمِ عام نہیں جلوہ گاہِ ناز
اے چشمِ شوق قیدِ تعیّن اُٹھا کے دیکھ

برہم نظامِ بادہ گُساری ہو کیا مجال
ساقی بقدرِ ظرف ہر اک کو پلا کے دیکھ

ہُو حق کا یہ کہاں ہے تری بزم میں مزا
زاہد کبھی تو محفلِ رنداں میں آ کے دیکھ

تا حشر تیرا نام رہے گا جہان میں
عاجز متاعِ زیست کو اپنی مٹا کے دیکھ

پی۔ وی۔ ایل۔ نرسمہا راؤ

بڑ کا عجیب و غریب درخت

گوٹی بیلو' آندھرا پردیش کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو ضلع آننت پور میں دھرما درم' پاکال ریلوے لائن پر کادری سے (۲۰) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے یہاں ایک بہت بڑا بڑ کا درخت ہے جو مقامی طور پر تمّا مری مانو کہلاتا ہے۔

مشہور ہے کہ تمّا' سنہ ۱۳۹۴ء میں گوٹی بیلو کے مقام پر پولنگارس کے خاندان میں پیدا ہوئی۔ اس کے والدین کا نام سنگما اور وینکٹیا تھا۔ بدقسمتی سے اس کا خاوند' گنگا راجو بال ریڈیا (ساکن لیکاپٹنم) شادی کے فوراً بعد جُزام کے مرض میں مبتلا ہوکر فوت ہوگیا۔ وہ پُرانے رسم و رواج کی پابند تھی۔ وہ "ستی" ہونے کے لئے تیار ہوگئی۔ اس نے چار سوکھی بڑ کی شاخوں سے چِتا بنوائی۔ اس کے والدین اور گاؤں والوں نے اسے بہت روکا۔ اس نے ان کی ایک نہ سُنی اور اس جلتی چِتا میں کود پڑی۔ وہ اور تین شاخیں جل کر راکھ ہوگئیں لیکن سب تماشائی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چوتھی شاخ جُوں کی تُوں ہے۔ چند ہی روز میں یہ شاخ پھلنے پھولنے لگی اور اب بڑھ کر ایک تناور درخت بن گئی۔ بعد میں آتشزدگی کے ایک حادثہ میں اصل شاخ تباہ ہوگئی۔ اس عورت کی یاد میں اس درخت کے سایہ میں ایک چھوٹا سا مندر تعمیر کیا گیا جہاں آس پاس کے گاؤں کے باشندے اکثر آتے ہیں۔

ہمارے ملک میں چند ہی بڑ کے درخت ایسے ہیں جہاں لوگ کثیر تعداد میں آتے ہیں ان میں سے جو بڑ کے درخت مدراس (اڈیار) اور کلکتہ میں واقع ہیں اور جو ترتیب وار ۴۰ ہزار مربع فیٹ اور ۸۰ ہزار مربع فیٹ پر پھیلے ہوئے ہیں' بہت اہم اور نمایاں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ تمّا مری مانو کا رقبہ ایک لاکھ مربع فیٹ سے قدرے زیادہ ہے۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کہ بہت کم لوگ اس درخت کے بارے میں جانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ریاست کے ایک گوشے میں واقع ہے "تمّا مری مانو" کا منظر نہایت حسین اور دلکش ہے اور اس مقام کو آسانی سے آندھرا پردیش کی ایک بہترین سیرگاہ کے طور پر ترقی دی جاسکتی ہے۔

تھوڑے بہت لوگ جو اس مقام کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں اور اسے دیکھنا چاہتے ہیں بڑے بس وہیں کے بعد یہاں آتے ہیں کیونکہ یہاں آمدورفت اور دوسری سہولتوں کا فقدان ہے۔

گوٹی بیلو کو سیاحت کے مرکز کی حیثیت سے ترقی دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مناسب تشہیر کی جائے اور حمل و نقل اور قیام و طعام کی سہولتوں میں اضافہ کیا جائے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

رفعت حسن محی الدین

افسانۂ شب

صبح آئی ہے لیئے ہاتھوں میں سورج کا چراغ
ہائے وہ رات وہ مہتاب کہاں سے لاؤں
سوئیاں چبھتی ہیں آنکھوں میں کہ کرنیں چمکیں
نیند ڈھونڈوں تو کہاں خواب کہاں سے لاؤں
زہر ہی زہر ہے امروز کے پیمانوں میں
شب رفتہ کی مئے ناب کہاں سے لاؤں

کون آیا تھا وہ نیندوں کے شبستانوں میں
وہ سجل روپ وہ ملبوس وہ آنکھوں کی لگن
دمِ گفتار تسلّی کے ہزاروں امکاں
دمِ رفتار وہ کھِلتے ہوئے خوشبو کے ختن
جنبشِ لب پہ چٹکتے ہوئے غنچوں کا گماں
آرتی جوریں اُتاریں وہ سراپا وہ بدن

اب بھلا تذکرۂ رنج و تعجب کیا کیجیے
ماتم و شیونِ افسانۂ شب کیا کیجیے

فرخ سہیل

اس نظم میں

کچھ روز کی بات

ابھی کچھ روز کی ہے بات کہ جب شمّی نے
اپنے گھر ہم کو بلایا تھا، وہیں پر میں نے
اُسے دیکھا تھا، وہ جب موتیا ساڑھی پہنے
آئی تو جیسے ہر آواز کہیں ڈوب گئی
صرف اک اُس کے تبسم کی صدا زندہ تھی
کتنا پاکیزہ و روشن تھا تبسم اُس کا
اُس کے چہرے پہ عجب شوخی و معصومی تھی
میں نے جب پہلے پہل اُس کی طرف دیکھا تھا
اک عجب طرح کا طوفان اُٹھا تھا دل میں
جیسے وہ رُخ وہ خد و خال تو دیکھے نہ گئے
اور میں کیسے بتاؤں کہ ہوا کیا تھا مجھے
صبح جب بانسوں کے جھرمٹ سے گزرتی ہے ہوا

تم نے دیکھے ہیں کبھی پتّوں کے لرزاں جوڑے
اَن گنت اُڑتے پرندوں کے پروں کی مانند
پھڑپھڑاتے تو رہیں یُونہی مگر اُڑ نہ سکیں
جھومتے گہرے گھنے بانسوں کے پیچھے وہ شفق
ابر میں گھلتی شعاعوں کا سنہرا پر تو
اور یُونہی میں نے اسے دیکھا تھا جب اپنے قریب
لب و رخسار شفق رنگ، شعاعیں نظریں
تو مرے سینے میں کانپے تھے ہزاروں ارماں
اَن گنت اُڑتے پرندوں کے پروں کی مانند
پھڑپھڑاتے تو رہے وہ بھی مگر اُڑ نہ سکے
پھر مری نظریں جھکیں، گہرا گھنا سایہ تھا میں
جو لئے پھرتا ہو اک سیلِ تجلّی دل میں

★ سیّد ضیا جالندھری

نظم "کچھ روز کی بات" ایمجری اور خیال کے شیر و شکر ہو جانے کی خوبصورت مثال ہے۔
ضیا جالندھری، میراجی اسکول کے شاعر ہیں۔ میراجی اسکول اپنے چند ایک مابہ النزاع نظریات سے قطع نظر جدید نظم کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ حالی اور

آزاد کے عہد سے جوش کی شاعری تک بھی ہمیں نظم غزل کے سنہرے قفس میں پھڑپھڑاتی نظر آتی ہے۔ نظم نام ہے ارتقائے خیال کا، لیکن ہماری نظم غزل کے انتشارِ خیال کے سبب کاوے کاٹتی رہی ہے اور اک پھول کا مضموں سو طرح سے باندھنے کا تماشہ جوش کی شاعری تک بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ میراجی مرحوم شعر کے غضب کے پارکھ تھے، انہیں جدید نظم اور اس کے مصائب سے خوب خوب واقفیت تھی۔ چنانچہ انہوں نے ہیئت کے لحاظ سے بھی نظم کو قوافی کی زنجیروں سے آزاد کیا اور ساتھ ساتھ ایسی نظمیں کہیں جن کا درجہ بہ درجہ اور زینہ بہ زینہ تجزیہ کیا جانا ممکن تھا۔ یعنی میراجی نے خیال کے ارتقا کو نظم کا جوہر جانا اور اس روش کو مقبولِ عام بھی کیا۔ ایمجری کے سلسلے میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ محض تشبیہہ تو اُردو شاعری میں قدم قدم پر مِل جائے گی لیکن تشبیہہ کو خیال کی ضرورت بنانا اور خیال کو تشبیہہ کا لازمہ قرار دینا یہ میراجی اسکول کا کارنامہ ہے۔ اب ہم اس روشنی میں ضیاؔ جالندھری کی نظم کا مطالعہ کریں گے۔

نظم ایک ہلکے پھلکے معاشقہ کی داستان ہے۔ شاعر اپنے کسی دوست سے ہم کلام ہے اور اُسے بیتی ہوئی باتیں یاد دلا رہا ہے یا یُوں کہیئے کہ شاعر اپنے ساتھی سے مخاطبت کے پردے میں اپنے آپ کو ماضیٔ پارینہ کا قصہ سُنا رہا ہے۔ شمّی ایک گرل فرینڈ ہے جو اتفاق سے شاعر کی بھی دوست ہے اور اُس کی محبوبہ کی سہیلی بھی۔ شمّی ان دونوں گھائل رُوحوں کو اپنے گھر بُلاتی ہے شاعر کے ساتھ اس کا دوست یا ہمزاد بھی ہے۔ شاعر کی محبوبہ نے مرتیا ساڑھی پہن رکھی ہے۔ اس کے حُسن و جمال سے شاعر اپنے دل میں عجب طرح کا طوفان محسوس کرتا ہے۔

صبح جب بانسوں کے جھرمٹ سے گزرتی ہے ہَوا
تم نے دیکھے ہیں کبھی پتّوں کے لرزاں جوڑے
اَن گنت اُڑتے پرندوں کے پَروں کی مانند
پھڑپھڑاتے تو رہیں یُونہی مگر اُڑ نہ سکیں

یہ وہ کیفیت تھی جسے شاعر نے محسوس کیا تھا۔ یہ پھڑپھڑاتے ہوئے پتے گزرا ہُوا پرشکستہ وقت ہے جو لوٹ کر نہیں آسکتا ؎

جھُومتے گہرے بانسوں کے پیچھے وہ شفق
اَبر میں گھُلتی شعاعوں کا سُنہری کپڑ تو

یہ مصرعے محض منظر نگاری کے لئے نہیں آئے ہیں بلکہ ؎

لب و رخسار شفق رنگ، شعاعیں نظریں

گویا خیال اور ایمجری لازم و ملزوم بن گئے ہیں، اسی طرح آگے دیکھئے کہ کسطرح شاعر نے پھر کڑی سے کڑی مِلادی ہے کہ یہ نظارہ ہزاروں ارمانوں کی آفرینگی کا باعث بن گیا اور پھڑپھڑاتے ہوئے پتے پرشکستہ وقت کی یاد دلا کر رہ گئے۔

پھر مری نظریں جھکیں گہرا گھنا سایہ تھا میں
جو لئے پھرتا ہو اِک سیلِ تجلّی دِل میں

ہر سایہ اپنی روشنی کا پروردہ ہے۔ یہاں شاعر نے اپنے آپ کو لب و رخسار و شفق رنگ اور نظروں کی شعاعوں کا سایہ قرار دیا ہے جس کے دل میں بھی اپنی روشنی کے طفیل "سیلِ تجلّی" ہے۔

○

جذباتِ خودی کی مستی میں، ہو جوش جو بحرِ ہستی میں
اِک موج سے طوفاں برپا ہو، اِک موج پہ ساحل آجائے

رفیق حیدرآبادی

شعبہ تاریخ طب، اس عمارت میں واقع ہے جو سابق میں سالار جنگ
خاندان کا گسٹ ھاوس تھا ۔
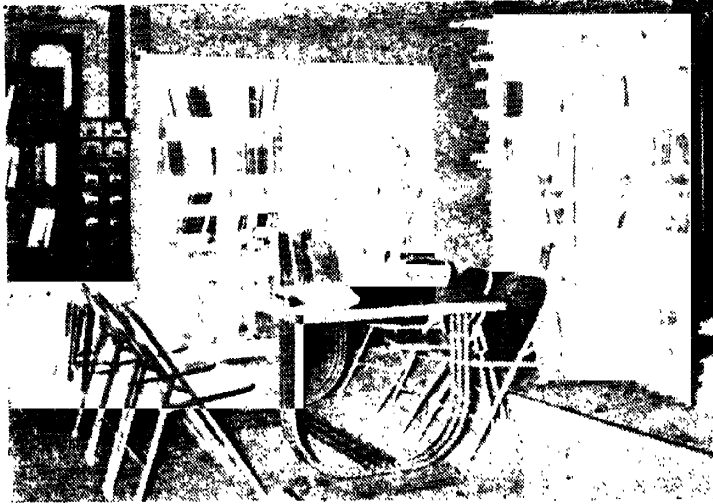
اس شعبہ کا کتب خانہ ، جس میں طب کی تاریخ ، سنسکرت عربی اور
یوربی زبانوں میں طب پر قدیم کتب اور تاریخ طب
کے رسائل شامل ہیں ۔
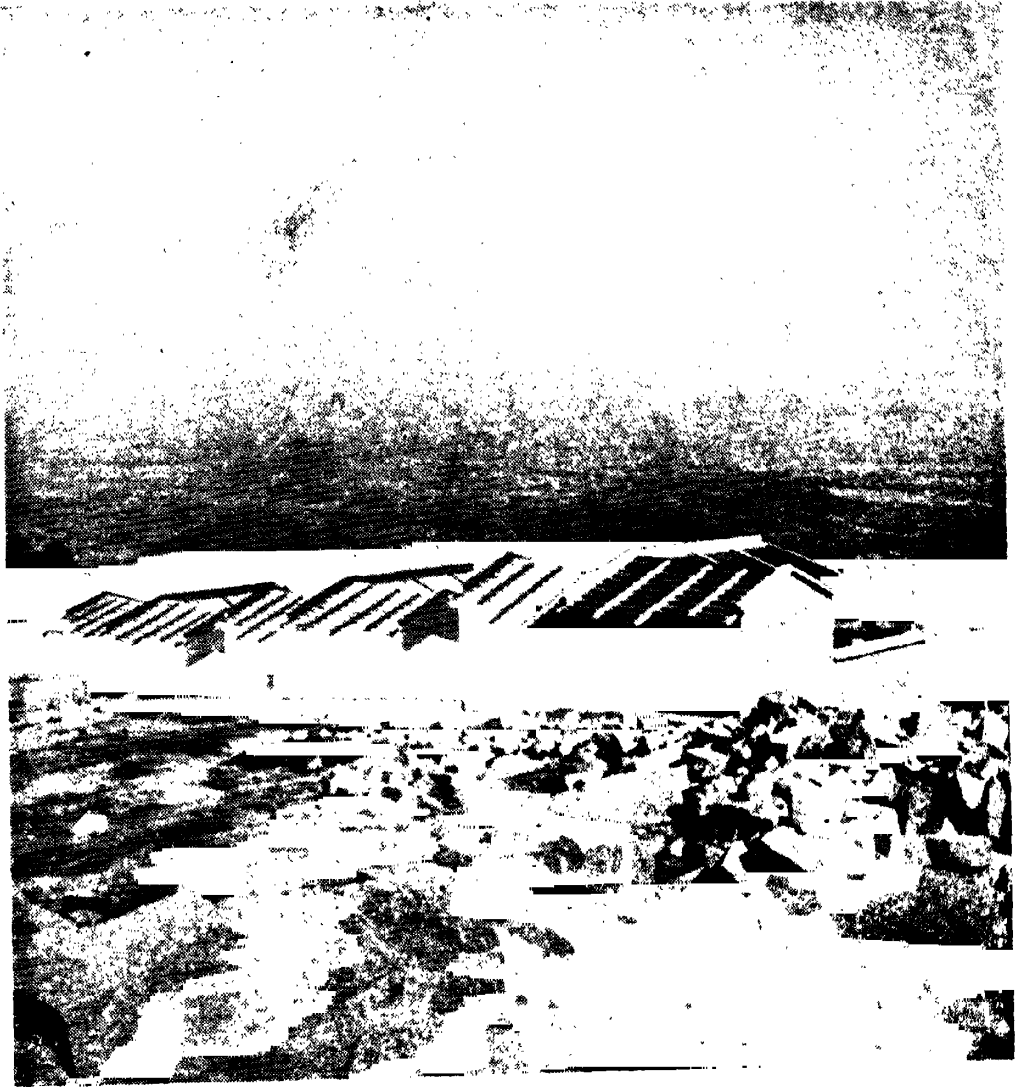
هارسلے هلز (ضلع چتور) میں پولیس کے عملے کے لئے نئے تعمیر شدہ مکانات ۔
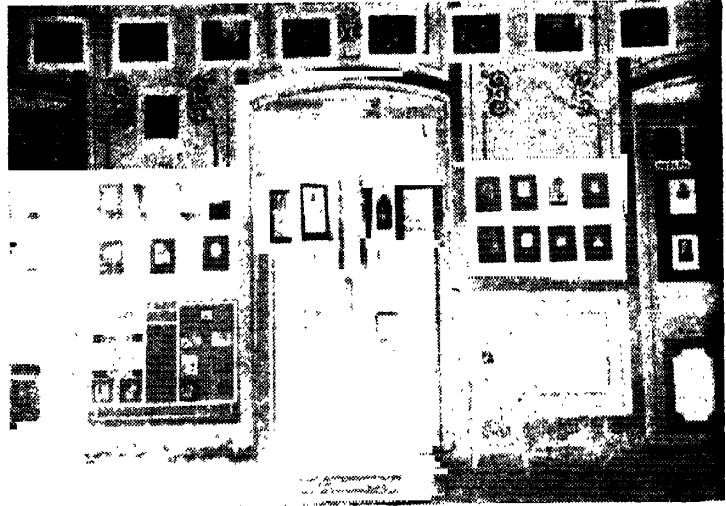
میوزیم کا ایک حصہ، جس میں یورپ میں ازمنہ وسطی نشاط ثانیہ اور
۱۸ ویں صدی کے دوران طب کی ترقی دکھلائی گئی ہے -
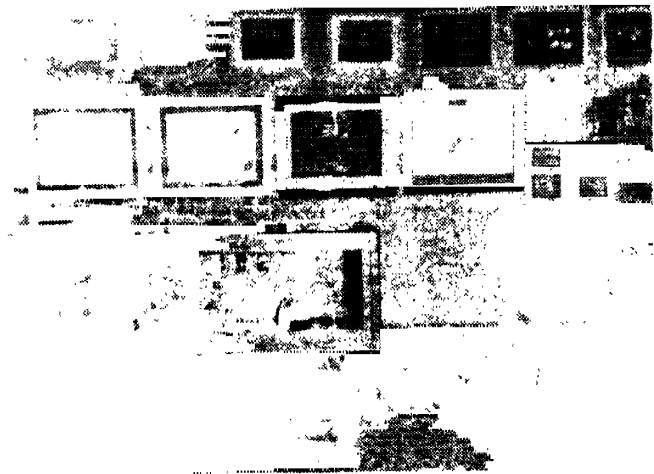
میوزیم کا ایک اور حصہ جس میں ہندوستانی طب کی ترقی بتلائی گئی ہے -
موسط میں حیدرآباد میں سولہویں صدی کے ہسپتال کا
ایک پلاسٹر ماڈل دکھایا گیا ہے -
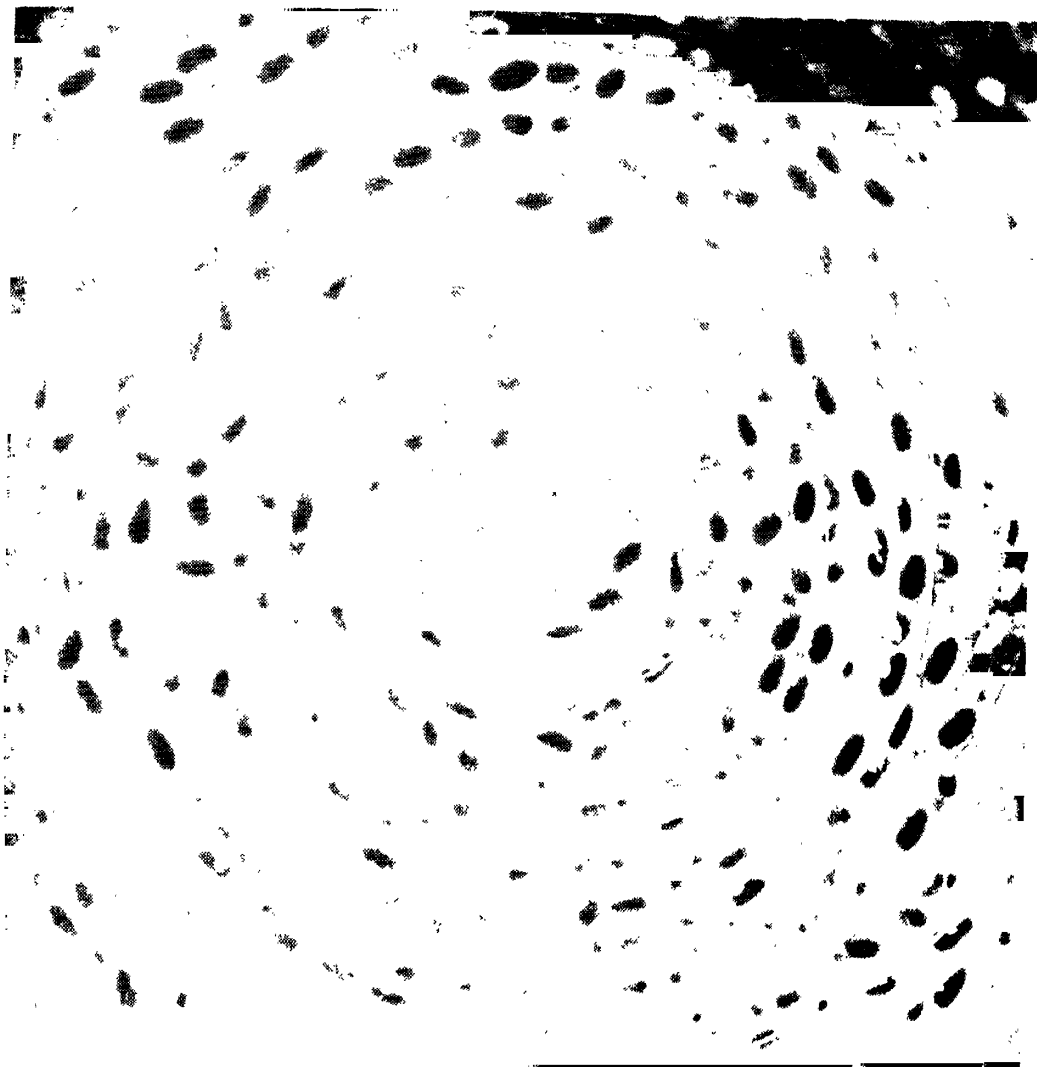
اراکوبلی کے ایک مرکز پر ریشم کے کیڑوں کی پرورش

گوٹی پیاو میں بڑ کا بڑا درخت ۔
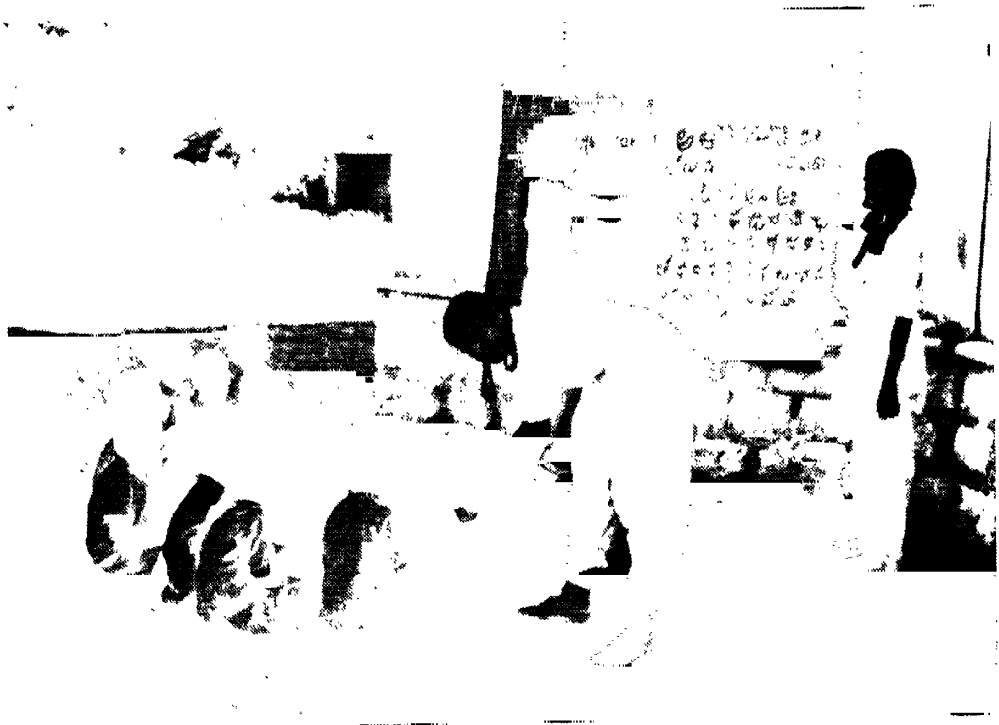
این ۔ سی ۔ سی کی طالبات کیڈٹس ۱۹ ۔ مئی سنہ ۱۹۶۲ءکو عثمانیہ یونیورسٹی کے احاطے میں
سماجی کام میں مصروف ہیں ۔

سمکیات کے عہدیداروں کی کانفرنس : شری ایم پلم راجو وزیر حیوانات و سمکیات نے ۲۵ - مئی ۱۹۶۲ءکو ریاستی محکمہ سمکیات کے عہدہ داروں کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح کیا ۔

حیدرآباد میں ۷ ۔ جون سنہ ۱۹۶۲ءکو پہلی آندھرا پردیش فیملی پلاننگ کانفرنس منعقد ہوئی - اس کے اجتماع کا ایک منظر ۔

آندھرا پردیش کا موازنہ

"حکومتِ ہند نے ریاستی منصوبے کے لئے ۲۳ کروڑ روپے بشکل قرضہ جات و امداد کے فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے یہ رقم ۲۷،۳ کروڑ روپے کے علاوہ ہوگی جو حکومت ہند، مرکزی اسکیموں کے لئے دے گی اور مابقی ۶ لاکھ روپے ریاستی حکومت فراہم کرے گی۔ ہم کو اپنے طور پر محاصل، قرضوں وغیرہ کے ذریعہ ۱۷ کروڑ روپیہ حاصل کرنا ہوگا۔"

ان خیالات کا اظہار شری کے۔ برہمانند ریڈی، وزیر فینانس نے ۲۲ر جون ۱۹۶۲ء کو آندھرا پردیش اسمبلی میں ۶۳-۱۹۶۲ء کا موازنہ پیش کرتے ہوئے کیا۔

جاریہ سال میں ۵ کروڑ روپے کے نئے محاصل عائد کیے جائیں گے۔ آمدنی کا تخمینہ ۴۷ء۱۱۵ کروڑ روپے اور مصارف کا تخمینہ ۷۲،۱۱۳ کروڑ روپے رکھا گیا ہے اس طرح ۷۵،۱ کروڑ روپے کی بچت دکھلائی گئی ہے۔

وزیر فینانس کی تقریر کے بعض اقتباسات نیچے دیئے جاتے ہیں:-

معاشی صورت حال: جہاں تک معاشی صورت حال کا تعلق ہے، زرعی پیداوار کے میدان میں کچھ انحطاط کے سوا جو کہ ریاست کے بعض حصوں میں ناموافق موسمی حالات کی وجہ سے ہوا۔ معاشی صورت حال بڑی حد تک اطمینان بخش رہی ہے۔ ناموافق موسمی حالات سے جو لوگ متاثر ہوئے انہیں بروقت اور کافی امداد پہنچانے کے لئے حکومت نے کافی رقوم منظور کیں۔

تقریباً تمام اہم زرعی اشیاء کی پیداوار اور ان کے رقبہ کاشت میں کچھ کمی ہوئی ہے۔ دوسری طرف اکثر و بیشتر صنعتوں کی پیداوار میں قابل لحاظ اضافہ ہوا ہے۔

منصوبہ بندی و ترقی: آندھرا پردیش کے دوسرے پنج سالہ منصوبہ میں خرچ کا اندازہ (۱۷۵) کروڑ روپے تھا جبکہ حقیقی مصارف تقریباً (۱۸۹) کروڑ روپے ہوئے۔ دوسرے منصوبہ کی مدت کے دوران ہماری مساعی کوشش کافی اطمینان بخش رہی ہے پہلے دو منصوبوں کے دوران میں حاصل شدہ تجربہ کی وجہ سے ریاستی حکومت اس قابل ہو سکی کہ تیسرے پنج سالہ منصوبہ میں اپنی کوششوں کو تیز تر کر سکے۔ ہمارے تیسرے پنج سالہ منصوبہ پر جملہ (۳۰۵) کروڑ روپے خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔

ریاست کے تیسرے پنج سالہ منصوبے میں مختلف مدات کے تحت رقوم کی تقسیم میں کم و بیش ان ہی اصولوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے جو کہ سرکاری شعبے کے تحت قومی منصوبے میں ملحوظ رکھے گئے ہیں جس میں قدرتی طور پر زرعی و آبپاشی اسکیمات کو اولیت کا اعزاز بخشا گیا ہے اور دوسرا درجہ بجلی کی ترقی کو دیا گیا ہے۔

مالیاتی وسائل: تیسرے منصوبے کے لئے جہاں تک کہ مالیاتی وسائل کی فراہمی کا سوال ہے یہ توقع کی جاتی ہے کہ قرضوں اور گرانٹوں کی شکل میں مرکز سے تقریباً (۲۰۰) کروڑ روپے کی امداد حاصل ہوگی۔ اور مابقی (۱۰۵) کروڑ روپیوں کی فراہمی ریاست کو جدید محاصل، قرضہ جات عامہ

اور قرضہ جات کی وصولی وغیرہ کے ذریعہ کرنی ہوگی ۔

تیسرے پنجسالہ منصوبے کے پہلے سال یعنی ۶۲-۱۹۶۱ء کے مصارف سرمایہ کا تعین (۴۸) کروڑ روپے کیا گیا تھا۔ جسے ترمیم کے بعد (۴۸٫۵۴) کروڑ روپے کر دیا گیا۔

سال ۶۳-۱۹۶۲ء کے منصوبے میں (۴۹٫۰۹۷) کروڑ روپے خرچ کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے جس میں (۱۶) کروڑ روپے معمولی آمدنی سے صرف کئے جائیں گے اور مابقی (۳۳٫۹۷) کروڑ مد سرمایہ بشمول اخراجات کے تحت صرف کئے جائیں گے ۔

تیسرا فینانس کمیشن : تیسرے فینانس کمیشن کی سفارشات کے نتیجہ میں ۶۳-۱۹۶۲ء کے لئے تخمینہ آمدنی میں ۶۲-۱۹۶۱ء کے موازنہ کے مقابلہ میں تقریباً (۵٫۶) کروڑ روپے کے اضافہ کی توقع ہے ۔ اس میں سے (۵۰) لاکھ روپے شوارع کی ترقی و معیار نگہداشت کے لئے مختص کئے گئے ہیں اور مابقی رقم کی تقریباً نصف رقم مشاہرات پر نظر ثانی کے نتیجہ میں زائد خرچ کو پورا کرنے کیلئے صرف ہو چکی ہے۔ مابقی رقم مصارف قرضہ اور اخراجات میں عام اضافہ کے لئے درکار ہوگی ۔ اسطرح تیسرے فینانس کمیشن کی سفارشات کے نتیجہ میں ریاست کو حاصل ہونے والی زائد آمدنی سے ترقیاتی سرگرمیوں کی توسیع کی خاطر کسی قسم کا استفادہ نہیں کیا جاسکتا ۔

۱۹۶۲-۶۳ء کے موازنہ میں (۱۱۵٫۴۷)

اندازہ موازنہ بابتہ ۶۳-۱۹۶۲ء : کروڑ روپے کی آمدنی کا اندازہ کیا گیا ہے

۶۳-۱۹۶۲ء میں ریاستی محاصل سے (۴۶٫۹۸) کروڑ روپے کی آمدنی کی (بشمول نئے محاصل سے متوقعہ آمدنی جو ۵ کروڑ روپے ہوگی) توقع ہے کہ اس اضافہ کے اہم مدات مالگزاری اراضی و آبکاری ہیں ۔

۶۳-۱۹۶۲ء میں ۱۱۳٫۶۷ کروڑ روپے کے خرچ کی گنجایش فراہم کی گئی ہے

۶۲-۱۹۶۱ء کے اندازہ موازنہ کے مقابلے میں اس سال کے موازنہ میں حسب ذیل مقاصد کے لئے زائد گنجایش فراہم کی گئی ہے :-

۱۔ نگہداشت شوارع ۵۰ لاکھ روپے
۲۔ علاقہ نیشکر میں شوارع کی تعمیر ۱۰ لاکھ ،،
۳۔ ابتدائی و ثانوی تعلیم کے تحت پنچایت سمیتیوں و ضلع پریشدوں کو گرانٹ } ۳۰۰ لاکھ ،،

موازنہ ۶۳-۱۹۶۲ء میں حسب ذیل خصوصی گرانٹ بھی حسب سال گزشتہ شامل کئے گئے ہیں :-

۱۔ پنچایت سمیتیوں کو قرضہ جات ۹ لاکھ روپے
۲۔ بلدیہ حیدرآباد کو امداد ۱۰ ،، ،،
۳۔ شہر حیدرآباد و سکندرآباد میں انسداد بیروزگاری کے لئے } ۱۰ ،، ،،
۴۔ چنگی کی برخاستگی کی وجہ سے بلدیات کے برداشت کردہ نقصان کا معاوضہ } ۱۴ ،، ،،
۵۔ ضلع پریشد کے لئے دفتری عمارات (اس سال منظورہ ۳۱ لاکھ روپے میں سے ۱۵ لاکھ روپے کے لئے آئندہ موازنہ میں گنجائش فراہم کی گئی ہے ۔) } ۱۶ ،، ،،
۶۔ درج فہرست اقوام و درج فہرست قبائل وغیرہ کے طلبا کو خصوصی ٹیوشن فیس کی ادائی سے مستثنیٰ کرنا جن کی سالم فیس معاف کر دی گئی ہے ۔ } ۵ ،، ،،
۷۔ ساہتیہ، سنگیت ناٹک اور للت کلا اکیڈمی کو گرانٹ ۲٫۲۵ ،، ،،
۸۔ اسپورٹ کونسلوں کو گرانٹ ۲ ،، ،،

درج فہرست اقوام و دیگر پسماندہ طبقات کی بہبودی کے لئے موازنہ میں اسکیمات تحت منصوبہ و دیگر اسکیمات کے تحت سالانہ گرانٹ فراہم کئے گئے ہیں، جو درج ذیل ہیں :-

(لاکھ روپے)	تخمینہ موازنہ ۶۲-۱۹۶۱ء	مرمہ تخمینہ ۶۲-۱۹۶۱ء	تخمینہ موازنہ ۶۳-۱۹۶۲ء (مرمہ اعداد)
بہبودی اقوام درج فہرست :			
دیگر اسکیمات	۱۱۸٫۸۸	۱۳۸٫۵۹	۱۴۰٫۰۰
اسکیمات تحت منصوبہ	۲۵٫۹۹	۳۸٫۹۶	۳۹٫۰۵
میزان	۱۴۴٫۸۷	۱۷۷٫۵۵	۱۷۹٫۰۵

	تخمینہ موازنہ ۱۹۶۱-۶۲ء	مرمم تخمینہ ۱۹۶۱-۶۲ء	تخمینہ موازنہ ۱۹۶۲-۶۳ء (مرممساعداد)
		(لاکھ روپے)	
پسماندہ طبقات:			
دیگر اسکیمات	۳۲٫۳۲	۳۹٫۱۵	۴۰٫۲۳
اسکیمات منصوبہ	۲٫۴۰	۴٫۸۰	۴٫۱۸
میزان	۳۴٫۷۲	۴۳٫۹۵	۴۴٫۴۱

منصوبہ کے تحت تخمینہ موازنہ کے مقابلہ میں مرمم تخمینہ میں اضافہ کی بڑی وجہ دیگر مدّاتِ منصوبہ کے تحت برآمد ہونے والی غیر متوالی بچتوں کی منتقلی ہے۔ یہ توقع کی جاتی ہے کہ سالِ رواں کے آخر میں بھی دیگر مدّات سے اسی طرح بچتوں کو منتقل کیا جاسکے گا۔

ضلع پریشدوں اور پنچایت سمیتیوں کی مالی امداد کے لئے موازنہ میں کافی گنجائش فراہم کی گئی ہے تاکہ یہ جمہوری ادارے اس قابل ہوسکیں کہ اپنی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ ان کی مختلف مدّات کے تحت حسبِ ذیل تقسیم کی گئی ہے:-

۱۔ مدِ مالگذاری اراضی کے تحت گرانٹ	۲۱۳٫۲۳	لاکھ روپے
۲۔ مد "محصول موٹر گاڑی" کے تحت گرانٹ	۸۷٫۸۸	" "
۳۔ آب پاشی	۵۱٫۴۰	" "
۴۔ انتظامی عملہ وغیرہ	۱۷٫۷۴	" "
۵۔ تعلیم	۹۶۹٫۸۲	" "
۶۔ طبّی خدمات وصحت عامہ	۳۶٫۸۳	" "
۷۔ زراعت	۲۶٫۸۰	" "
۸۔ افزائشِ مویشیان	۱۳٫۹۷	" "
۹۔ صنعتیں	۹٫۲۵	" "
۱۰۔ سماجی بہبودی وغیرہ	۷۹٫۵۱	" "
۱۱۔ کمیونٹی پروجکٹ	۷۸٫۵۹	" "
۱۲۔ شاہراہِ عامہ	۱۵۲٫۶۳	" "
۱۳۔ متفرقات	۴۵٫۷۶	" "
میزان	۱,۷۸۳٫۴۱	لاکھ روپے

مندرجہ صدر رقوم، منصوبہ کے علاوہ فراہم کی گئی ہیں۔ خود منصوبہ کے تحت بھی تعلیم، زراعت، سماجی خدمات، شاہراہِ عامہ، کمیونٹی پروجکٹ وغیرہ اور مختلف ترقیاتی پروگراموں کی عمل آوری کے لئے ضلع پریشدوں اور پنچایت سمیتیوں کو مبادلہ جات وقرضہ جات دینے کے لئے خصوصی گنجائش فراہم کی گئی ہے۔ ان سب کی جملہ مقدار (۱۳٫۳۴) کروڑ روپے ہوتی ہے۔

طلبا اور خاص کر اقوام درج فہرست اور پسماندہ طبقات نیز معاشی طور پر پسماندہ خاندانوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو مالی امداد دینے کے لئے گزشتہ چند سال میں کئی اقدامات کیئے گئے ہیں۔ اب یہ تجویز ہے کہ ایسے ذہین طلباء جن کے والدین کی آمدنی تین سو روپے ماہانہ سے زائد نہیں ہے اور جو پی۔ یو۔سی اور مماثل امتحانات میں امتیازی کامیابی حاصل کریں، اُن کے تعلیمی اخراجات حکومت کی طرف سے پُورے کیئے جائیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے ذہین لڑکوں اور لڑکیوں کی صلاحیتوں کو اُبھارنے میں اس سے بہت مدد ملے گی۔

دیہی علاقوں میں آبرسانی کی اسکیم:۔ آبرسانی کی قومی اسکیم جس پر دوسرے منصوبے کے تحت عمل ہو رہا تھا، اُسے حکومت ہند نے موقوف کر دیا ہے اور دیہی علاقوں میں پینے کے پانی کی سربراہی کے اخراجات اب مقامی ترقیاتی کاموں کی اسکیم کے تحت عائد کیئے جاسکتے ہیں اس مد کے تحت موازنہ میں (۴۱) لاکھ روپے فراہم کیئے گئے ہیں جنہیں کُلیتاً آبرسانی کی اسکیموں پر ہی خرچ کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ (۴۰) لاکھ روپے (Equalization Grants) میں سے دیئے جاسکیں گے۔ مزید دس لاکھ روپے کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے موازنہ سے نکل سکیں گے۔ حکومت نے گرام پنچایتوں کو پانی کی اسکیم کے لئے (۱۰) لاکھ روپے دیتے ہیں۔ اس طرح سے ۱۹۶۲-۶۳ء میں جملہ (۱٫۰۱) کروڑ روپے ان اسکیموں پر خرچ کیا جاسکے گا۔

۱۹۶۲-۶۳ء کے سالانہ منصوبے میں چھوٹے ذرائع آبپاشی کے لئے ۲۹۶٫۲۶ لاکھ روپے بطور ذیل مُہیا کیئے گئے ہیں:-

۱۔ محکمہ تعمیرات کے تحت	۱۹۰٫۲۶	لاکھ روپے
۲۔ ضلع پریشدوں کے تحت	۷۶٫۰۰	" "
۳۔ محکمہ زراعت کے تحت پمپ سٹ وغیرہ	۳۰٫۰۰	" "

یہ گنجائش کافی نہیں ہے، اس لیئے یہ تجویز ہے کہ دورانِ سال میں (۵۰) لاکھ روپے فراہم کیئے جائیں۔

اس بات کی بھی کوشش کی جارہی ہے کہ منصوبے کے تحت رقمی گنجائش

یعنی (۱۸ ، ۲۶) روپے اس میں داخلی جمع و خرچ کی مد سے ۸ تا ۱۰ کروڑ روپے کا اضافہ کیا جائے کیونکہ چھوٹے ذرائع آبپاشی ساری ریاست میں پھیلے ہوئے ہیں اور ایسے علاقوں کے لئے خاص طور پر مفید ہیں جہاں مستقل ذرائع آبپاشی نہیں ہیں۔

زیر زمین ذخائر آب سے استفادہ کرکے ایسے ٹیوب ویل تعمیر کرنے پر بھی غور کیا جا رہا ہے جن کی مدد سے (۱۵۰ تا ۲۵۰) ایکڑ رقبے سیراب کیے جا سکیں۔ خاص طور پر ان علاقوں میں جو خشک سالی سے متاثر رہتے ہیں۔

موازنہ میں (۴۸) لاکھ روپے کی گنجائش اس غرض سے مہیا کی گئی ہے کہ باؤلیات آبپاشی کے لئے (۷۵۰) روپے فی باؤلی کے حساب سے امداد دی جا سکے۔ ایک ایسی اسکیم بنانے پر غور کیا جا رہا ہے جس کے تحت خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں فی خاندان ایک باؤلی کا انتظام ہو سکے۔ البتہ ترجیح چھوٹے کاشتکاروں کو دی جائے گی اور اس کا خیال رکھا جائے گا کہ ایک خاندان میں ایک سے زائد باؤلی نہ ہو۔ نیز یہ کہ اسکیم سب سے پہلے ان علاقوں میں نافذ کی جائے جہاں کوئی مستقل ذرائع آبپاشی نہ اس وقت ہیں اور نہ مستقبل قریب میں ہونے کی توقع ہے۔

اسکیمات تحت منصوبہ بندی و دیگر اسکیمات پر آئندہ سال (۲۹ ، ۱۸) کروڑ روپے کے مصارف کا سرمایہ ہوں گے۔

کام کی رفتار میں تیزی پیدا کرنے کی خاطر یہ ہدایات بھی جاری کی گئی ہیں کہ مندرجہ ذیل اسکیموں کے اخراجات میں اضافہ کیا جائے۔

۱۔ سری سیلم کے تحت	۵۵ لاکھ روپے
۲۔ پوچم پاڈ کے تحت	۴۰ " "
۳۔ تنگبھدرا ہائی لیول کنال کے تحت	۴۰ " "

مبادلہ جات: مختلف مدات کے تحت مبادلہ جات اور قرضوں کی ادائی کا اندازہ (۱۵ ، ۹۲۱) کروڑ روپے ہے جس کے اہم مدات حسب ذیل ہیں:-

۱۔ بلدیات کو قرضہ جات وغیرہ۔	۱۵۳ ، ۱۰ لاکھ روپے
۲۔ قانون اصلاح اراضی و قرضہ کاشتکاران کے تحت کسانوں کو قرضے۔	۵۵ ، ۰۰ " "
۳۔ کیمیائی کھاد کی خریدی کے لئے قرضے۔	۹۰ ، ۰۵ " "
۴۔ انجمن ہائے امداد باہمی و زمین گروی بنکوں کو قرضے۔	۴۸ ، ۲۰ " "
۵۔ ہاؤزنگ اسکیمات کے لئے انجمن ہائے امداد باہمی یا فندگان کو قرضے۔	۷ ، ۵۰ " "
۶۔ امداد برائے کنندگی باؤلیات اسکیم کے تحت قرضے۔	۴۸ ، ۰۰ " "
۷۔ قومی توسیعی پروگرام اور کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام کے تحت قرضے۔	۱۲۰ ، ۷۰ لاکھ روپے
۸۔ قلیل آمدنی والوں کے لئے اور دیگر لوگوں کے لئے تعمیر امکنہ کی اسکیمیں۔	۱۴۹ ، ۲۰ " "
۹۔ صنعتی اسٹیٹ کے قیام کے لئے اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن کو قرضے۔	۳۰ ، ۰۰ " "
۱۰۔ الکٹرسیٹی بورڈ۔	۳۳۸ ، ۸۵ " "
۱۱۔ پنچایت سمیتیوں کو تقاوی قرضے تقسیم کرنے کے لئے مبادلہ جات۔	۶۰ ، ۶۶ " "

وظیفہ پیرانہ سالی: نومبر ۱۹۶۱ء سے وظیفہ پیرانہ سالی کی جو اسکیم نافذ کی گئی اس کے تحت بے وسیلہ، ضعیف لوگوں کو جن کی عمریں ۷۰ سال سے متجاوز ہیں یا جو کسب معاش کے قابل نہیں رہے ہیں، ان کے جائے قیام کے اعتبار سے ۱۵ تا ۲۵ روپے وظیفہ دیا جاتا ہے۔ اب یہ تجویز ہے کہ عمر کو گھٹا کر ۶۵ سال کر دیا جائے۔

نان گزیٹیڈ ملازمین کے مطالبات: نان گزیٹیڈ ملازمین کے مشاہروں پر ۱۹۵۸ء میں اور دوبارہ ۱۹۶۱ء میں گرانی الونس کے انضمام کے سلسلے میں نظر ثانی کی گئی تھی۔ ادارہ جات حکومت مقامی اور امدادی ادارہ جات کے ملازمین کے مشاہروں پر نظر ثانی کے باعث حکومت کو رقمی امداد دینی پڑی۔ اس کے علاوہ عہدہ داران دیہی کے لئے عارضی اضافہ منظور کیا گیا۔ ان تمام اخراجات کی وجہ سے مالیات پر کم و بیش (۸) کروڑ روپے سالانہ کا زائد بار عائد ہوا۔ باوجود اس کے نان گزیٹیڈ ملازمین کا یہ کہنا ہے کہ اہم اشیائے خورد و نوش وغیرہ کی قیمتوں میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور اس لئے کم از کم جز معاش ملازمین کی حد تک جن کی تنخواہ (۱۵۰) روپے تک ہے، گرانی الونس کی شرح میں تھوڑا اضافہ کیا جائے۔ لیکن ہمارا مالیاتی موقف اور ترقیاتی منصوبے کے تعلق سے ہماری ذمہ داریوں کے باعث فی الوقت اس معاملے میں کسی قسم کی رعایت تقریباً ناممکن ہے۔ البتہ سنین آئندہ میں حکومت شاید اس پر غور کر سکے۔

مقننہ کے اندر اور باہر بھی اکثر یہ بات کہی جاتی ہے کہ مشاہرات پر دوبارہ جو نظر ثانی کی گئی اس کی وجہ سے بعض ناہمواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ حکومت کا خیال ہے کہ اس کی شاید چند ہی مثالیں ہوں گی۔ تاہم غلط فہمی کے ازالہ کی خاطر یہ طے کیا گیا ہے کہ معتمد ترقیات اور معتمد مالیات مل کر ان مبینہ ناہمواریوں کی جانچ کریں جو مشاہرات پر گزشتہ سال کی نظر ثانی کے وقت پیدا ہوئی ہیں اور

ہماری یہ کوشش ہوگی کہ جہاں تک ممکن ہے آئندہ چند ماہ میں ان کی سفارشات کے مطابق ان ناہمواریوں کو دُور کر دیا جائے ۔

قیمتوں میں مزید اضافہ کو روکنے اور عام بازار کے مقابلہ میں ارزاں قیمتوں پر غلہ اور دیگر اہم اشیاءً ضروری کی سربراہی کے لیئے حکومت یہ مناسب سمجھتی ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں ملازمین کے لئے کنزیومرکوآپریٹیو اسٹور قائم کیئے جائیں۔ اس اسکیم کی تفصیلات زیرِ غور ہیں۔

مالیاتی وسائل : جیسا کہ میں پہلے اظہار کر چکا ہوں کہ دوسرے پنج سالہ منصوبہ کے حقیقی مصارف کی مقدار ۱۸۹ کروڑ روپے تھی ۔ جب کہ ابتدائی اندازہ ۵ء۱۷۵ کروڑ روپے کیا گیا تھا ۔ نتیجتاً اخراجات میں ۱۴ کروڑ روپے کا اضافہ ہوا ۔ یہ اضافہ فطری طور پر ریاست کی مالیاتی حالت پر اثر انداز ہوا جس کی وجہ سے یکم اپریل ۱۹۶۱ء کو ریزرو بنک آف انڈیا سے کثیر قرضہ حاصل کرنا پڑا ۔

۱۹۶۱۔۶۲ء کے منصوبے کے تحت اسکیمات کے لیئے وسائل کے تخمینہ میں عام طور سے بطور قرض ۱۲ کروڑ روپے حاصل کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی جس کو بعد میں گھٹا کر ۱۰ کروڑ روپے کر دیا گیا ۔ اس کے مقابلہ میں اصل وصولات تقریباً ۱۱ کروڑ روپے رہے ۔ اسطرح سے اس مد کے تحت ایک کروڑ روپے کی کمی تھی ۔ چھوٹی بچتوں کی اسکیم نے بھی ابتداً میں کیئے ہوئے اندازوں کو پُورا نہیں کیا ۔ ان علاقوں میں امدادی کاموں پر بھاری رقم صرف کی گئی جہاں ناموافق موسمی حالات سے نقصان پہنچا تھا ۔ جس کی وجہ سے کافی زرِ مالگزاری کو معاف اور مُلتوی کیا گیا گزشتہ سال ہم نے نئے محاصل عائد نہیں کیئے جس کی وجہ سے ہمیں منصوبہ کے لیئے صرف ۱۰ کروڑ روپے حاصل ہوسکے اور مرکزی حکومت کی ۳۱ کروڑ روپے کی امداد سے جملہ ۴۱ کروڑ روپے حاصل ہوسکے جبکہ منصوبہ کے مصارف تقریباً ۴۸ کروڑ ہوتے تھے اسطرح گزشتہ سال وسائل منصوبہ میں جملہ ۷ کروڑ کی کمی واقع ہوئی جس کو سلک انفتاحی میں بطور منفی ظاہر کیا گیا ہے ۔

جہاں تک ۱۹۶۲۔۶۳ء کا تعلق ہے منصوبے کے مالیاتی وسائل کے لیئے ہمیں کم از کم ۱۷ کروڑ روپے فراہم کرنا ہیں ۔ یہ تجویز ہے کہ ۱۰ کروڑ روپے کا قرضہ عامہ جاری کیا جائے ۔ بقایا جات مالگزاری، آبکاری، محصول فروخت اور قرضہ جات تقاوی سے ۲ کروڑ روپیہ وصول ہونے کی توقع ہے اور ۵ کروڑ روپے کی مابقی رقم کو نئے محاصل کے ذریعہ پُورا کرنا ہے ۔ یہ رقم صرف ۵۰ کروڑ روپے کے منصوبہ کی تکمیل کے لیئے کافی ہوسکے گی ۔ اس رفتار سے ہمارے لیئے دشوار ہوگا کہ (۳۰۵) کروڑ روپے کے منصوبے کی تکمیل کرسکیں ۔ اس لیئے یہ ازبس ضروری ہے کہ ۱۹۶۲۔۶۳ء میں ہم کم از کم (۵۵) کروڑ روپے خرچ کریں تاکہ برقی اسکیموں، ناگرجوناساگر پراجکٹ، شہروں اور دیہاتوں کے لیئے آبرسانی کی اسکیموں اور دوسری اہم اسکیموں کے لیئے گنجائش فراہم ہوسکے ۔ لیکن کمیشن منصوبہ بندی کو منصوبہ میں اضافہ پر اسی صورت میں راضی کیا جاسکے گا جبکہ ہم اپنے طور پر مزید ۲ تا ۲½ کروڑ روپے فراہم کرسکیں ۔ ہمیں اُمید رکھنی چاہیئے کہ یہ ممکن ہوسکے گا ۔

محاصلی ڈھانچہ میں یکسانیت : محصولِ فروخت کے موجودہ قانون محصول فروخت کی عمل آوری پر مکرر غور سے یہ واضح ہوگا کہ محاصلی ڈھانچہ کو بہتر بنانے اور اس میں یکسانیت پیدا کرنے اور قواعد و ضوابط وغیرہ میں سادگی پیدا کرنے کی کافی گنجائش ہے ۔ اس لیئے حکومت نے ——— (Council of Applied Economic Research) نئی دہلی سے درخواست کی ہے کہ ریاست میں محصول فروخت کے نظام کی کارکردگی سے متعلق تحقیق کرے اور ایسی سفارشات پیش کرے جس سے محصول فروخت سے موجودہ آمدنی میں اضافہ ہو لیکن اس سے تجارت پر کوئی مُضر اثر نہ پڑے ۔ ڈاکٹر پی ۔ ایس ۔ لوکنادھن، ڈائرکٹر جنرل (National Council of - Applied Economic Research, New Delhi) نے اس کام کو اپنے ذمہ لینے سے اتفاق کیا ہے ۔ ڈاکٹر لوکنادھن کی رپورٹ وصول ہونے کے بعد حکومت اس معاملہ کے تعلق سے قطعی فیصلہ کرے گی ۔ بہرحال اس میں کچھ تاخیر ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ سال کے ختم تک کوئی نتیجہ نہ نکلے ۔

شرح مالگذاری : مالگذاری کی موجودہ شرح جن کا تعین تیس چالیس برس قبل کیا گیا تھا زمین کی پیداواری، اس کی قیمت اور زمین کی پیداوار کی مالیت سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے ۔ انتارامن کمیٹی نے یہ رائے دی تھی کہ علاقہ جات آندھرا و تلنگانہ کے خشکی کے دھاروں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے ۔ پنج سالہ منصوبوں کے ساتھ ساتھ ہر پانچ سال کے بعد زرعی و معاشی عوامل اور قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان پر نظر ثانی کی جانی چاہیئے ۔ کمیٹی نے یہ بھی محسوس کیا کہ رقمی لین دین اور داخلی وسائل حمل و نقل کی ترقی، زرعی، تجارتی کاروبار میں اضافہ اور اشیاء کے کُل ہند بازار کی عام تبدیلی وغیرہ کی وجہ سے مالگزاری کے بوجھ میں کمی ہوگئی ہے ۔ حکومتِ ہند کے مقرر کردہ کمیشن برائے تحقیقات محاصل اور حکومت مدراس کی مقرر کردہ کمیٹی برائے اصلاح نظام مالگذاری (۱۹۵۱ء) نے بھی اسی قسم کی آراء کا اظہار کیا تھا ۔ انتارامن کمیٹی کی یہ رائے بھی تھی کہ علاقہ جات آندھرا و تلنگانہ کے تری کے دھاروں میں کافی تفاوت ہے اور اس کی ضرورت ہے کہ قیمتوں کے موجودہ معیار، آبپاشی وغیرہ کی سہولتوں کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں علاقوں کے تری کے یکساں دھارے مقرر کیئے جائیں ۔

اراضی کے تعلق سے وصول شدنی زرِ مالگزاری کے علاوہ اس وقت کئی مخصوص محاصل بھی وصول کیئے جارہے ہیں مثلاً تجارتی فصلوں پر دھارہ خاص اور خشکی کے دھابے پر سرچارج، اس امر کی شکایت کی گئی ہے کہ مختلف قوانین کے تحت متعدد محاصل کی وصولی سے رعایا سے وصول طلب رقم کے تعین میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ زیادہ قرینِ انصاف اور سہولت بخش ہوگا اور رعایا کو سمجھنے میں بھی آسانی ہوگی۔ اگر واحد ٹیکس واحد قانون کے تحت وصول کیا جائے۔

بنا بریں یہ تصفیہ کیا گیا ہے کہ دھارہ جات خاص مثلاً تجارتی فصلوں کا معارہٗ خاص اور سرچارج کو موقوف کر کے بنیادی دھارہ میں اضافہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس غرض سے ایک مسودۂ قانون شائع کیا جا رہا ہے اور اسے مقننہ کے جاریہ اجلاس میں پیش کیا جائے گا۔ اس مسودہ قانون میں مالگزاری کی شرح میں اضافہ کی تجویز ہے، جس کا تعین کرنے میں اراضی کی مختلف اقسام اور دھارہ جات خاص کی موقوفی کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔

ٹیکس موٹر گاڑیاں: فی الوقت ریاست کے تین مختلف حصوں یعنی آندھرا تلنگانہ اور حال میں مدراس سے منتقل شدہ رقبہ جات میں تین مختلف قوانین موٹر گاڑی نافذ ہیں۔ اور تینوں قوانین کے تحت محاصل بھی مختلف ہیں اس لیئے حکومت ایک متحدہ مسودہ قانون پیش کرنے پر غور کر رہی ہے تاکہ ریاست کے تمام اضلاع میں شرح محاصل اور قواعد و ضوابط وغیرہ میں یکسانیت پیدا کی جائے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

○

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں، یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

(جگرؔ)

○

جھک گئے سر تری دہلیز پہ آپ سے آپ
کچھ کسی کی نہ چلی جب ترے احکام چلے

(جگرؔ)

تاریخ طب

عثمانیہ میڈیکل کالج کا شعبۂ تاریخ طب، مشرق میں اپنی قسم کا پہلا شعبہ ہے۔ حال حال تک ہندوستان میں طب کی تاریخ کے جامع پس منظر کی پیشکشی اور مطالعہ کے لیئے قدیم، کتباتی، تاریخی یا ادبی مواد یکجا کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اگرچہ اس کی تاریخ طویل ہے۔

شعبہ تاریخ طب (جسے ترقی دی گئی ہے) کا وجود عظیم طبی مورخ، سرگباش پروفیسر ہنری ای۔ سائگرسٹ کا رہین منت ہے۔ جنہوں نے بھور کمیٹی کے ایک غیر ملکی ماہر اور مشیر کی حیثیت سے سنہ ۱۹۴۴ء میں ایک یادداشت میں اس بات پر زور دیا تھا کہ آل انڈیا انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز کے ایک لازمی جزو کی حیثیت سے، جو نئی دہلی میں قائم کیا جانے والا تھا، تاریخ طب کا ایک علحدہ شعبہ قائم کیا جائے۔ اگرچہ شعبۂ تاریخ طب، آل انڈیا انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز میں قائم نہیں کیا گیا (جیسا کہ ابتداء میں ڈاکٹر سائگرسٹ نے تصور کیا تھا اور جس کی سفارش بھور کمیٹی نے کی تھی۔) لیکن اس اسکیم کو بالکلیہ ترک نہیں کیا گیا جب اس انسٹیٹیوٹ کے قیام میں تاخیر واقع ہوئی، اور بعد میں حکومت ہند نے ایک کمیٹی کا تقرر اس غرض سے کیا کہ وہ طبی تعلیم کی فوری ضروریات کی پابجائی کے لیئے بعض عاجلانہ تدابیر تجویز کرے اور جو "اپ گریڈنگ کمیٹی" کے نام سے مشہور ہے۔ جس کے صدر نشین ڈاکٹر اے۔ ایل۔ مدلیار تھے، اس کمیٹی نے پوسٹ گریجویٹ طبی تعلیم کے اغراض کے لیئے مختلف مراکز پر بعض منتخبہ شعبوں کو ترقی دینے کی سفارش کی۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں سابق مخلوط مدراس اسٹیٹ میں جن (۵) شعبوں کو ترقی دینے کی سفارش کی گئی۔ ان میں سے ایک آندھرا میڈیکل کالج، وساکھاپٹنم میں شعبۂ تاریخ طب بھی جس کی تجویز اس وقت کے ناظم طبی خدمات، میجر جنرل ایس ایل بھاٹیہ نے کی تھی۔

افتتاح :-

لیکن اس سوال کو از سر نو زندہ کرنے کا سہرا، نوزائیدہ اسٹیٹ آندھرا کے سر رہا، جس کا قیام سنہ ۱۹۵۳ء میں عمل میں آیا۔ ناظم طبی خدمات" آندھرا اسٹیٹ نے اس مسئلہ کو اٹھایا اور حکومت ہند سے طویل مراسلت کے بعد اپنی کوششوں میں کامیابی حاصل کی۔ آندھرا اسٹیٹ نے تاریخ بنا ڈالی۔ جب اس نے سنہ ۱۹۵۵ء میں آندھرا میڈیکل کالج، وشاکھاپٹنم میں شعبۂ تاریخ طب کے قیام کی منظوری دی اور اس شعبہ کی صدارت کا پیشکش ڈاکٹر ڈی۔ وی۔ سبا ریڈی کو کیا، جو اس وقت مدراس میڈیکل کالج میں فزیالوجی کے پروفیسر اور صدر شعبہ تھے۔ اس شعبہ کا افتتاح اس وقت کی نائب وزیر صحت (حکومت ہند) مسز مراگتم چندراشیکھر نے کیا۔ ریاستی تنظیم جدید اور یکم نومبر سنہ ۱۹۵۶ء کو آندھرا پردیش کے قیام کے نتیجہ میں، جس کی راجدھانی حیدرآباد قرار پایا، یہ شعبہ عثمانیہ میڈیکل کالج، حیدرآباد میں منتقل کیا گیا اور اپریل سنہ ۱۹۵ء میں وشاکھاپٹنم سے منتقل کر دیا گیا۔

اس شعبے کو حیدرآباد منتقل کیئے جانے کے بعد، اس شعبہ کو ترقی دینے

کے سلسلے میں مُراسلت، جو دشاکھاپٹنم میں شروع کی گئی تھی، ایک مرتبہ پھر شروع کی گئی اور تفصیلی تجاویز حکومت ہند کے آگے پیش کی گئیں۔ حکومت ہند نے اپنی منظوری ۱۹۵۸ء میں منظوری دی۔ اور حکومت آندھرا پردیش نے اس شعبہ کو ترقی دینے کے احکام جون ۱۹۵۸ء میں اجرا کر دیئے۔ جنوری ۱۹۵۹ء کے آخر سے ناظم کا تقرر کیا گیا۔ پوسٹ گریجویٹ طبی تعلیم کی تاریخ میں یہ ایک اور اہم سنگ میل تھا۔

نیا ڈھانچہ :

اس شعبے کا تصور زیادہ تر پوسٹ گریجویٹ تعلیم، تربیت اور تحقیقات کے ایک مرکز کے طور پر کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس شعبے کو ترقی دینے کی اسکیم میں عملے کا خاص طور پر خیال رکھا گیا۔

ناظم و پروفیسر، اس شعبے کے انتظامی سربراہ، طلباؔ کے آگے تاریخ طب پر لیکچر دینے کے علاوہ خصوصی شعبہ جات تحقیقات میں عملے کی رہنمائی بھی کرتے ہیں۔ تحقیقاتی افسر، ناظم کو اس کے تمام فرائض میں مدد دیتے ہیں اور اپنی خصوصی تحقیقات بھی انجام دیتے ہیں، لائبریرین، لائبریری کے انتظامات کے انچارج ہیں اور وہ اہم اور بنیادی مواد کی یکجائی میں عملے کے دوسرے ارکان کو امداد دیتے ہیں۔ میوزیم کیوریٹر، میوزیم کے نگران ہیں اور اس کی تدریجی توسیع کی کوشش کرتے ہیں۔ سنسکرت اسکالر اور عربی و فارسی کے اسکالر متعلقہ زبانوں میں طبی و غیر طبی لٹریچر کا مطالعہ کرتے ہیں اور متعلقہ ادوار میں طب کی حالت کے تعلق سے معلومات اکٹھی کرتے ہیں۔ وہ طب کے نادر قلمی نسخوں کا انگریزی اور دوسری علاقہ واری زبانوں میں ترجمہ کرتے ہیں۔ وہ ہندوستان میں ممکن الحصول طب کے قلمی نسخوں کا کیٹلاگ بھی تیار کرتے ہیں اور منتخبہ قلمی نسخوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔ فیلڈ انوسٹیگیٹر، ریاست اور اگر ضروری ہوا تو دوسری اسٹیٹوں کے مختلف حصّوں کا معیاری طور پر دورہ کرتے ہیں اور کتابوں، ان کے مصنفوں اور مختلف نسخوں کی تاریخ کے تعلق سے معلومات و مواد اکٹھی کرتے ہیں۔ وہ سنسکرت اور دوسری علاقہ واری زبانوں میں طب کے قلمی نسخوں کا پتہ چلانے کے لئے بھی تحقیقات عمل میں لاتے ہیں۔ اس شعبے کے آرٹسٹ زیادہ تر اصل تصاویر تیار کرتے ہیں جو چرکا، سُسروتا اور دوسرے پرانوں و طبی متن پر مبنی ہوتی ہیں۔ فوٹو گرافر کو اس طرح تربیت دی گئی ہے کہ وہ مزید مطالعے و تحقیقات کے لئے مختلف کتب خانوں اور دفاتر کی قدیم اور نادر کتب، طب کے قلمی نسخوں رسائل و ریکارڈس کی چھوٹی فلمیں (مائکروفلم) اُتارتے ہیں۔ وہ متعلقہ موضوع پر خصوصی سلائیڈ بھی تیار کرتے ہیں۔

تنظیم :۔

چونکہ یہ ایک نیا قائم شدہ شعبہ تھا، لہٰذا شعبہ کی تنظیم اور ساز و سامان کو اوّلین فوقیت دی گئی۔ اس شعبے کے مختلف سکشن حسب ذیل ہیں :۔

الف : لائبریری، ب : میوزیم، ج : محافظ خانہ، د : آرٹ سکشن اور ھ : فوٹو سکشن۔

لائبریری :

چونکہ لائبریری، شعبۂ تاریخ طب کی لائبریری ہے لہٰذا ۱۹۵۶ء میں ہی یہ شعبہ منظم کیا گیا۔ ضروری حوالوں کے لئے بنیادی کتابیں حاصل کرنے کے لئے ہند اور بیرون ملک کے مختلف کُتب فروشوں اور ناشروں سے خط و کتابت شروع کی۔ ہندوستان میں طب کی تاریخ کے مطالعہ کے لئے عہدِ قدیم، قرونِ وسطیٰ اور حالیہ کے دَوران نہ صرف طب کا مذہبی، فلسفی، سماجی و معاشی پسِ منظر یا ماحول ضروری ہے۔ بلکہ چھپی ہوئی یا قلمی نوادرات کی شکل میں ایسے سرچشمہ یا ماخذ کا مطالعہ ضروری ہے جو ہندوستان اور ہمسایہ ملکوں میں آیورویدک، یونانی اور یوروپی نظام طب سے متعلق مُنتشر ہے۔

جو کتابیں خریدی گئی ہیں ان میں (۳۰۰) قدیم کُتب ہیں جن میں (۰ نادر اور بیش بہا کتابیں بھی شامل ہیں۔ اس شعبے میں ایسے کئی خصوصی رسالے آتے ہیں جو طب کی تاریخ اور علم طب کے لئے وقف ہیں۔

ہندوستان اور بیرونِ ہند کئی اداروں اور افراد سے کئی کتابیں رسائل بلا معاوضہ حاصل کیئے گئے ہیں۔

لائبریری، تاریخ طب پر مضامین کے چربے یا ان کی مائکروفلم کاپیاں، ضروری مطالعے وغیرہ کے لئے حاصل کرنا چاہ رہی ہے۔

یہ شعبے طب کے قلمی نسخے حاصل کرنے میں مصروف ہیں۔ حکومت کی سے ڈسٹرکٹ میڈیکل افسروں کو گشتیات روانہ کی گئیں اور عوام سے بھی اپیل کی۔ سرگباش ڈاکٹر اے۔ لکشمی پتی نے ۵ یا ۶ تاڑ کے پتوں کا عطیہ دیا جن پر قلمی نسخے ہیں، بعض قلمی نسخے جو فروخت کے لئے پیش کیئے گئے تھے خرید لیئے گئے ہیں، جو طب کے قلمی نسخے ممکن الحصول نہیں ہیں ان صُورتوں میں مائکروفلم کی کاپیاں حاصل کی گئی ہیں۔

تاریخی اہمیت کی چند فلمیں، تاریخ طب سے تعلق رکھنے والی چند فلمیں اور طبی دریافت سے متعلق چند فلم اسٹرپس خریدے گئے ہیں۔

میوزیم :۔

عام تاریخی یا حیاتیات کی ترقی کے کسی اور ادارے کی مانند شعبۂ تاریخ

کا بھی میوزیم ہونا چاہیے جس میں مختلف آثار قدیمہ، تصاویر، آلات وغیرہ یا ان کی نقول یا تصاویر کی نمائش کی جانی چاہیے جن کے ذریعہ مختلف ادوار میں طب کی ترقی بتلائی گئی ہو۔ ہندوستان میں اب تک طب سے تعلق رکھنے والی قدیم چیزیں — سنگ تراشی کے نمونے اور تصاویر بہت تھوڑی ہیں۔ جہاں کہیں ممکن ہوا قدیم اور ازمنہ وسطیٰ کے آثار قدیم اور کتابی شہادتیں جمع کی گئی ہیں۔ ہندوستان میں مصر، اسیریا، یونان، روم اور نشاۃ ثانیہ کی اٹلی کی، سند علم طب سے تعلق رکھنے والے سنگ تراشی کے نمونے یا تصویر نہیں پائے جاتے ہیں۔ میوزیم کی افادیت میں اضافہ کرنے کے لیے دلچسپ نشستوں وغیرہ کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں مختلف ممالک، مختلف ادوار یا ایک ملک کے استادوں سے دوسرے ملک کے استادوں تک طبی معلومات کی منتقلی اور عظیم معالجوں اور مشہور دریافتوں کا تاریخ وار نظام دکھلایا گیا ہے۔ دواسازی کی کمپنیاں، غیر ملکی سفارت خانے اور دوسرے طبی۔ تاریخی میوزیم تصاویر کے تحفے روانہ کر رہے ہیں۔ یہ میوزیم تین بڑے کمروں میں ترتیب دیا گیا ہے۔ پہلے ہال میں عالمی نظام طب کی وضاحت کی گئی ہے۔ دوسرے ہال میں ہندوستان میں طب کی تاریخ کی وضاحت کی گئی ہے اور تیسرے ہال میں آندھرا پردیش میں طب کی تاریخ بتلائی گئی ہے۔

محافظ خانہ :-

چونکہ پچھلی دو تین صدیوں کے دوران طب کی تاریخ خاص طور پر صحت عامہ، صفائی، حفظانِ صحت، طبی اداروں، ... ، وبائی امراض وغیرہ کا مطالعہ صرف ایسٹ انڈیا کمپنی کے ریکارڈز، قدیم والیانِ ریاست کے محافظ خانوں، اور ان دستاویزات کی یکجائی سے یہ ہو سکتا ہے جو زمینداروں اور شرفا کے قدیم خاندانوں یا معالجین کے قدیم خاندانوں کے قبضے میں ہیں۔ لہٰذا یہ شعبہ ایسے ماخذ اور اصل مواد کو یکجا کر رہا ہے اس خصوص میں نیشنل اور چیف مدراس ریکارڈ آفس اور سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد سے تعاون کی خواہش کی گئی ہے۔

آرٹ سکشن :-

ایک آرٹسٹ کا تقرر کیا گیا ہے جنہوں نے کالج آف فائن آرٹس حیدرآباد کا ڈپلوما حاصل کیا ہے۔ انہیں پہلے یوروپی طب کی عکسی تصاویر، سنگ تراشی کے نمونے اور تصاویر اور قدیم ہندوستان کی سنگ تراشی کے نمونے اور تصاویر بتلائی گئیں۔ جو آرٹسٹ کے لیے ماڈل کا کام دیں گی۔ اس آرٹسٹ نے پہلے جنس ماڈل، پلاسٹر آف پیرس میں نقل کیے اور اس کے بعد اسے اصل تصاویر تیار کرنے کا کام سونپا گیا جو چرک اور سسرت کے متن پر مبنی ہیں۔ اس آرٹسٹ نے نقشے وغیرہ بھی تیار کیے ہندوستان میں طب کی تاریخ کی تعلیم کے لیے مفید اور کارآمد ہیں ان میں سے بعض تصاویر اور نقشے اور عکسی تصاویر کی نمائش، حیدرآباد اور دہلی میں کی گئی اور دو تصاویر طبی رسائل کے سرورق پر شائع کی گئی ہیں۔

فوٹوگرافی کا سکشن :-

لائبریری کو مطالعے اور تحقیقات کے اغراض کے لیے مختلف مراکز کے قلمی نسخوں کی چھوٹی فلموں کی ضرورت ہے۔ میوزیم کو قلمی نسخوں کے سرورق کے صفحات قدیم ہسپتالوں، ڈاکٹروں اور دوسرے آثار قدیمہ و دستاویزات وغیرہ کی تصاویر کی ضرورت ہے۔ لیکچر دیتے وقت سلائیڈس اور نقشوں وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ تمام کام فوٹوگرافی کے شعبے کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا جہاں معقول ساز و سامان اور تربیت یافتہ عملہ متعین نہ ہو۔ محکمہ نے طبی تاریخی یادگاروں کی فلمیں اتارنے کا کام بھی شروع کیا ہے۔

تعلیمی تدریسی پروگرام :-

عثمانیہ یونیورسٹی نے ملحقہ میڈیکل کالجوں کے طلبا کے لیے تاریخ طب کے (۱۲) لیکچروں کی بھی منظوری دی ہے۔ یہ لیکچر عثمانیہ میڈیکل کالج میں پچھلے چار برسوں کے دوران اور گاندھی میڈیکل کالج میں ۱۹۶۰-۶۱ء میں دیئے گئے۔ ناظم طبی خدمات نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ پروفیسر تاریخ طب، ریاست کے دوسرے میڈیکل کالجوں کا بھی دورہ کریں اور ان کالجوں کے طلبا کے آگے تاریخ طب پر لیکچر دیں۔ چنانچہ پروفیسر موصوف نے آندھرا میڈیکل کالج، وشاکھاپٹنم کا دورہ کیا اور مختلف جماعتوں میں طلبا اور ہاؤس فزیشنوں کے آگے تاریخ طب سے متعلقہ موضوعات پر اور طبی اخلاقیات پر خصوصی لیکچر دیئے۔

اس کے علاوہ یہ بھی پروگرام ہے کہ پوسٹ گریجویٹ طلبا کے آگے ہر خصوصی مضمون (مثلاً طب، جراحی، دایہ گیری، اور علم امراضِ چشم، آپتھل مالاجی) کی تاریخی ترقی سے متعلق بعض لیکچر دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ پوسٹ گریجویٹ طلبا کو ان کے ایم۔ ڈی، ایم۔ ایس اور ایم ایس سی وغیرہ کے لیے مقالہ کی تیاری کے سلسلے میں ضروری سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں اور ان کی رہنمائی بھی کی جاتی ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی نے حال ہی میں ایسے طلبا کے لیے جو تاریخ طب میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ پوسٹ گریجویٹ ڈپلوما کے لیے قواعد و ضوابط و نصاب نامہ امتحان کی منظوری دی ہے۔ یہ کورس ایک سال سے زائد مدت کا ہے۔

تحقیقات :-

اس شعبے نے تحقیقات کے ایک جامع پروگرام کا منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت ہندوستان میں تاریخ آیوروید، یونانی اور جدید طب میں کیے گئے کام کا سروے کیا جائے گا اور ہندوستان کی تاریخ کے مختلف ادوار میں طب کے مختلف نظاموں

کے ماخذ کی تلاش کی کوشش کی جائے گی۔ آندھرا پردیش کے تعلق سے اور دوسرے ایشیائی ممالک کے طب پر ہندوستانی طب کے اثرات کے تعلق سے، بڑے پیمانے پر مطالعہ کیا جا رہا ہے۔ اس شعبے کی جانب سے شائع شدہ مقالات اور ترجمہ شدہ رسائل کی فہرست محکمہ کو سرکاری رپورٹ میں دی جاتی ہے۔ اس شعبے کے عملے کے چار ارکان نے "تاریخ علوم" کے سمینار میں حصہ لیا جو نیشنل انسٹیٹیوٹ آف سائنسز آف انڈیا کی جانب سے کلکتہ میں منعقد کیا گیا۔ ان ارکان نے اپنے چار ذاتی مقالات پیش کیے جو اس شعبے میں انجام دی گئی تحقیقات پر مبنی تھے۔

شری اے۔ نیل میگھن، لائبریرین، ہندوستان اینٹی بائیوٹکس لمیٹڈ پونا" کے تعاون سے یہ محکمہ، ہندوستان میں تاریخ طب کی حالیہ تصانیف کی سالانہ جلدیں مرتب کر رہا ہے۔ اسطرح ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۸ء تک کی جلدیں شائع کی جا چکی ہیں۔ محکمہ کے لائبریرین نے شری اے۔ نیل میگھن کے تعاون سے ۱۹۵۹ء اور ۱۹۶۰ء کی سالانہ جلدیں مرتب کر لی ہیں اور یہ تاریخ طب کے ہندوستانی رسالے میں شائع کی گئی ہیں اس سرگرمی میں اور اضافہ کیا جا رہا ہے اور تجویز ہے کہ مستقبل میں مختلف اقسام کی جامع کتب شائع کی جائیں۔

"مخصوص موضوع کے رسائل" کا محکمہ کی جانب سے بلیٹن اور تاریخ طب پر سلسلہ جلد ہی شائع کیا جائے گا۔

ممتاز شخصیتوں کا معائنہ :-

پچھلے تین برسوں کے دوران، ہندوستان کے مختلف حصوں نیز بیرون ہند کے کئی مہمانوں نے اس شعبے کا معائنہ کیا اور اس کے اغراض و مقاصد اور ترقی میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ جن ممتاز ڈاکٹروں اور طبیبوں نے معائنہ کیا ان میں حکومت ہند کی ہیلتھ سروے اینڈ ڈیولپمنٹ کمیٹی بھی شامل ہے۔

بیرون ملک کے اسکالر سائنس دانوں میں پروفیسر وولف نے اس شعبے کا معائنہ کیا۔ پروفیسر موصوف مشہور رسالے "آئی سس" کے ایڈیٹر ہیں جس کے بانی جارج سارٹن تھے۔

ثقافتی وسماجی تعلیم :-

اگرچہ یہ شعبہ میڈیکل کالج کا ایک جزو ہے جس کا مقصد زیادہ تر یہ ہے کہ میڈیکل کالج کے طلباً اور عملے کو ہندوستان میں طب کی تاریخ کی معلومات بہم پہنچائی جائی۔ پھر بھی اس شعبے نے ہمیشہ وسیع تر مضرات اور سائنس و طب کے سماجی فرائض اور خاص طور پر تمدن و طب کے باہمی تعلق کو شدت سے محسوس کیا ہے۔ طبی دنیا اور دانشوروں نے پروفیسر سائگرسٹ کے اس نقطۂ نظر کو تسلیم کر لیا ہے کہ طب کی حالت، تہذیب و تمدن کی حالت کو ظاہر کرتی ہے اور اس ترقی کا یقین طب کی ترقی سے ہوتا ہے۔

لہٰذا، جامعات، پیشہ ور انجمنوں، علمی اداروں اور عام انجمنوں کی دعوتوں سے استفادہ کرتے ہوئے ماہرین نظم و نسق، معاشی و اقتصادی تحقیقات کرنے والوں، سماجی کارکنوں اور ایسے تمام تعلیمیافتہ شہریوں پر جو رائے عامہ کی تشکیل اور مستقبل کی منصوبہ بندی میں اثر انداز ہوتے ہیں، لکچروں اور اخبارات میں مضامین کے ذریعہ طب کے تعلق سے تاریخی نقطۂ نظر کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔

***

نہ تو بجلیوں کا ہے ڈر مجھے، نہ ہی آندھیوں کا خطر مجھے
میں جلا کے اپنا ہی آشیاں، غم آشیاں سے گزر گیا
(شجیع)

زرِیرو پروجکٹ

ضلع کرنول میں زرّیرو ندی پر آبپاشی کا اوسط سائز کا پروجکٹ تیزی سے مکمل کیا جا رہا ہے۔ اس پروجکٹ کی تعمیر کے نتیجے میں قحط سے متاثرہ رقبے میں پہلی فصل کے تحت (۱۸۰۰) ایکڑ اور دوسری فصل کے تحت (۵۰۰) ایکڑ رقبے پر آبپاشی ہو سکے گی۔ اس اسکیم سے جسے "قلت زدہ رقبے کی اسکیم" کے طور پر شروع کیا گیا تھا نہ صرف قحط سے نجات ملے گی بلکہ عوام کی ہمہ جہتی خوشحالی میں بھی مدد ملے گی۔ یہاں زیادہ تر چاول، کپاس اور دانے دار اجناس کی کاشت کی جائے گی۔

تاریخ :

زرّیرو ندی، کنڈو ندی کی معاون ہے۔ خود کنڈو ندی، دریائے پنار کی معاون ہے۔ یہ ندی تعلقہ ڈھون کے جلاڈرگم فارسٹ ہلز سے نکلتی ہے اور تقریباً (۵۰) میل بہنے کے بعد کوئل کنڈلا کے نزدیک کنڈو ندی میں مل جاتی ہے۔ یہ ایک مستقل ندی نہیں ہے بلکہ جنگل سے بہنے والا ایک نالہ ہے۔ بارش کے دوران اس میں پانی کی بہتات ہو جاتی ہے۔

بنگن پلی اسٹیٹ کے وجود کے دوران ہی زرّیرو ندی کے پانی سے استفادہ کرنے کے لیے مختلف اسکیموں پر غور کیا گیا تاکہ عوام اس سے مستفید ہو سکیں۔ لیکن بھاری مالی اخراجات کے باعث ان تمام تجاویز کو ختم کر دیا گیا۔ آخر کار ۱۹۵۲ء حکومت کے ایما پر، آننت پور کے خصوصی تحقیقاتی ڈویژن کی جانب سے تفصیلی تحقیقات عمل میں لائی گئیں جس نے موجودہ تجاویز کو قطعی شکل دی۔

مختلف جگہوں کا معائنہ کرنے اور تفصیلی تحقیقات عمل میں لانے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس ندی کے پانی سے استفادہ کیا جائے اور موجودہ جگہ پر ندی پر بند تعمیر کیا جائے جو ۷۸ درجے ۸ دقیقے طول البلد اور ۱۵ درجے ۱۹ دقیقے عرض البلد پر موضع جوالاپورم کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

آننت پور کے تحقیقاتی ڈویژن کی تجاویز کی بنیاد پر حکومت نے دسمبر ۱۹۵۸ء میں اس اسکیم کی "قلت زدہ رقبے کی اسکیم" کے طور پر منظوری دی جس سے پہلی فصل کا (۱۵۰۰) ایکڑ رقبہ اور دوسری فصل کا (۵۰۰) ایکڑ رقبہ مستفید ہوگا۔ اس اسکیم کو دوسرے پانچ سالہ منصوبے میں بھی آبپاشی کے اوسط سائز کے پروجکٹ کے طور پر شامل کیا گیا اور اس کی منظوری سنٹرل واٹر اینڈ پاور کمیشن نے بھی دے دی۔ اس اسکیم کا افتتاح مارچ ۱۹۵۹ء میں کیا گیا۔

اس اسکیم کو روبہ عمل لانے کے لیے جولائی ۱۹۵۹ء میں ایک سب ڈویژن قائم کیا گیا۔ ابتداءً جیسا کہ اسکیم کے تخمینوں میں گنجائش تھی۔ پروجکٹ پر مامور عملے کے لیے نیم مستقل اور عارضی عمارتوں پر مشتمل کیمپ کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا اور مارچ ۱۹۶۰ء میں مکمل کر دیا گیا۔ اسی دوران میں زیادہ پیداوار کے حصول اور بند کی چادر (اسپل وے) کی گنجائش میں اضافہ کرنے کے لیے تجاویز پر نظر ثانی کی خواہش کی گئی۔ چنانچہ اس

اسکیم پر دوبارہ نظرثانی کی گئی اور خزانۂ آب کی بھرپور سطح (ایف ۔ آر ۔ ایل) میں تین فٹ کے اضافے کا فیصلہ کیا گیا اسطرح مرتمہ خاکے اور ڈیزائن تیار کیئے گئے اور کام شروع کیا گیا۔ اس کام کا حقیقی آغاز مئی ۱۹۶۰ء میں کیا جا سکا۔

اسکیم کی خصوصیات :-

یہ اسکیم حسب ذیل کاموں پر مشتمل ہے :

(۱) مٹی کے بند کی تعمیر جو (۲۵۳۰) فٹ لمبا ہوگا اور جو (۲۶۶) ملین کیوبک فٹ کی گنجائش کے پانی کو محصور کر سکے گا۔

(۲) ایک صدر نہر جس کی لمبائی ۴½ میل ہوگی اور جس کے بہاؤ کی گنجائش ۳۸ کیوسک ہوگی ۔ اس نہر سے بائیں جانب کرشنا گیری، پیٹھا پاڑو ، میرالپورم، اور یاگنتی پلی مواضعات کی (۲۳۰۰) ایکڑ اراضی مستفید ہوگی۔

(۳) سیدھے جانب ایک اور صدر نہر جس سے نئے آیاکٹ کے (۲۰۰) ایکڑ رقبے کی ضروریات پوری ہوں گی اور جو الاپورم تالاب کے (۵۰) ایکڑ رقبے کو پانی کی سربراہی میں اضافہ ہوگا۔

(۴) چونکہ موجودہ بیوپلی ، منگن پلی روڈ میل ۲/۲۵ تا ۶/۲۶ کے درمیان پانی میں غرقاب ہو جاتی ہے لہٰذا ذرا بلندی پر نئی سڑک کی تعمیر کی تجویز ہے ۔

اس اسکیم کی خصوصیات یہ ہے کہ بائیں جانب ایل ایس ۱۲۸۷، اور ایل ایس ۱۶۰۵ کے درمیان ریگولیٹر تعمیر کیا جائے گا جس میں دو دروازے (وینٹس) ۴۰ x ۱۵ فٹ کے اور دو صفائی کے دروازے ۵ x ۷ فٹ کی سائز کے ہوں گے۔

لاگت :-

اس اسکیم پر (۲۵٫۴) لاکھ روپے کا تخمینہ منظور کیا گیا ہے جس میں بلاواسطہ اور بالواسطہ اخراجات بھی شامل ہیں ۔

کاموں کی رفتار :-

مٹی کے پشتوں، ریت اور چکنی مٹی کے گارے کی خندقوں، فلٹروں اور معاون نالیوں وغیرہ کی تعمیر جاری ہے ۔ یہ تمام کام (۹۰) فیصد مکمل ہو گئے ہیں مٹی کے پشتوں کی تعمیر کا کام "مٹی ہٹانے والی مشنری" کے ذریعہ انجام دیا جا رہا ہے پشتوں کی اوسط سطح تقریباً (۸۶۲) فٹ ہے ۔

ریگولیٹر کی تعمیر :-

صدر دیوار میں گچ کا کام مکمل ہو گیا ہے ۔ ۵ x ۷ فٹ کی سائز کے صفائی کے دو دروازوں کی تعمیر بھی مکمل ہونے کے قریب ہے ۔

صفائی کے دروازوں کے لیئے سیتھا نگرم پی ۔ ڈبلیو ورکشاپ سے جو ساز و سامان وصول ہوا ہے وہ نصب کیا جا چکا ہے ۔ اب صرف گیٹ وصول ہونا باقی ہے ۔ جہاں تک صدر دروازہ کا تعلق ہے، ان کی تیاری کا کام بھی سیتھا نگرم کی پی ۔ ڈبلیو ورکشاپ کو دیا گیا ہے ۔

صدر نہریں :-

صدر نہر میں مٹی کی کھدائی کا کام میل ۶/۲ تک مکمل کر لیا گیا ہے جس میں گچ کی آمیزش کا کام بھی شامل ہے ۔ میل ۶/۲ سے پرے بھی نہر کی کھدائی مکمل ہو گئی ہے، سوائے دو اہم گچ کی آمیزش کے کاموں کے ۔ پروجیکٹ کے نئے نالے کو موجودہ زیریں اینیکٹ سپلائی چینل سے ملانے کے لیئے ایک نہر کی تعمیر کا کام شروع کیا جائے گا جس میں اس نالے کی تعمیر و ترمیم بھی شامل ہے ۔

اب تک اس کام پر (۱۸٫۶) لاکھ روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے ۔

اس اسکیم سے مختلف مرحلوں میں استفادہ کیا جا سکتا ہے ۔ پہلے مرحلے کا آغاز ستمبر، اکتوبر ۱۹۶۲ء سے ہونے کی اُمید ہے ۔ اس اسکیم کے نتیجہ میں کوئی گاؤں غرقاب نہیں ہوگا اور اسطرح بحالی یا بازآبادکاری کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔

کرشنا پر دوسرا پُل

وجے واڑہ میں کرشنا پر دوسرا پُل زیرِ تعمیر ہے۔ توقع ہے کہ یہ پُل ۱۹۶۴ء کے ختم تک مکمل ہو جائے گا۔ اس کی لاگت کا تخمینہ (۷ر۱) کروڑ روپے ہوگا۔ اس پُل کا سنگِ بُنیاد چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ۳۰ رمئی ۱۹۶۲ء کو رکھا۔

کرشنا ندی پر اس دوسرے پُل کی تعمیر ان اہم پروجکٹوں میں سے ایک ہے جسے جنوبی ریلوے نے تیسرے منصوبے کے دوران شروع کیا ہے۔ اس پروجکٹ پر کام اس سال کی ابتدا میں ہی شروع کر دیا گیا۔

وجے واڑہ دو اہم راستوں کے مرکز پر واقع ہے ایک کلکتہ سے آنے والے راستے پر جہاں سے کوئلہ، فولاد اور دوسری تیار شدہ اشیا آتی ہیں اور دوسرے قاضی پیٹھ اور حیدرآباد سے آنے کے راستے پر، جہاں سے غذائی اجناس دالیں اور کوئلہ وغیرہ آتا ہے۔ غرض وجے واڑہ پر ٹرافک میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے۔ یہاں سے جنوب میں بھی ریلیں جاتی ہیں۔ صنعتی اور معاشی ترقی کے نتیجے میں کرشنا اور گوداوری کے ڈیلٹاؤں کی سمت سے اور وجے واڑہ کے آس پاس کے رقبوں سے مقامی ٹرافک میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ناگارجن ساگر بند کی تعمیر کے نتیجے میں اس رقبے کی صنعتی و زرعی ترقی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا گوداوری اور کرشنا ڈیلٹاؤں کی زرعی پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔

ان تمام سرگرمیوں کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ (۱۰) برسوں کے دوران، وجے واڑہ کے جنوب میں نقل و حمل میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے جہاں پہلے روزانہ (۳۰۰) واگنیں جاتی تھیں اب روزانہ (۶۰۰) واگنیں جا رہی ہیں۔ تیسرے منصوبے کے ختم تک یہ اضافہ روزانہ (۱۱۰۰) واگنوں تک پہنچ جائے گا۔ اور جب یہ صورتِ حال ہو جائے گی تو کرشنا ندی پر روزانہ (۸۰) ریلوں کی نقل و حرکت ہوا کرے گی۔ چونکہ موجودہ اکہری پٹری کا پُل اس بڑھتی ہوئی ٹرافک کو برداشت نہیں کر سکے گا لہٰذا یہ ضروری ہوگیا کہ اس ندی پر آمدورفت کے لیے دوہری پٹری کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔

موجودہ پُل ٹرافک کے لیے ۱۸۹۳ء میں کھولا گیا تھا۔ اس میں ۳۰۰ فٹ کی (۱۲) کمانیں ہیں۔ ۱۸۹۳ء میں اس پُل کی لاگت (۳۲ر۴۰) لاکھ روپے آئی تھی۔ نیا پُل بھی اس لمبائی کا تعمیر کیا جا رہا ہے اور اس کی لاگت (۷ر۱) کروڑ روپے آئے گی۔ جب اس پُل کی پہلی تعمیر عمل میں آئی تھی اس وقت فولاد بہت ارزاں تھا اور کثرت سے درآمد ہو سکتا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ پُل کے لیے فولاد کی درآمد اور تنصیب پر صرف (۲۷۵) روپے فی ٹن اخراجات لاحق ہوئے تھے۔ لیکن اب صورتِ حال ہی بدل گئی ہے اور ایسے بڑے کام کیلئے مطلوبہ فولاد کا حصول آسان نہیں ہے۔ صرف اسی پُل کے "گرڈرس" کے لیے ہی (۳۶۰۰) ٹن فولاد چاہئیے اور باؤلیوں کے لیے مزید (۵۰۰) ٹن۔ اسطرح (۴۱۰۰) ٹن فولاد مطلوب ہے۔

نئے پُل کی باؤلیوں کی کھدائی کا کام فروری ۱۹۶۲ء میں شروع کیا گیا۔

درمیان ہی (۴) باؤلیاں مکمل ہوجانے کی توقع ہے۔ ۱۹۶۳ء کے ختم تک زیریں ڈھانچے کا کام مکمل ہوجائے گا اور "گرڈرس" کی تنصیب کا کام شروع کیا جائے گا۔ ۱۹۶۴ء کے ختم تک پل کی تعمیر کا کام مکمل ہوجائے گا۔

نئے پل کا ڈیزائن اسطرح تیار کیا گیا ہے کہ اُس پُل پر سے براڈگیج لائن پہ منتقل کیا جانے والا معیاری وزن کا ساز و سامان لیجایا جاسکے۔ اس کے گرڈرس اعلیٰ قسم کے فولاد سے تیار کیئے جائیں گے۔ ۱۹۶۴ء کے ختم تک اس پُل کے مکمل ہوجانے کے نتیجے میں وجے واڑہ آنے والی اور وجے واڑہ سے باہر جانے والی ریلوں کی آمدورفت میں آسانی پیدا ہوجائے گی اور وجے واڑہ کے جنوب میں ٹرافک کی منتقلی بہت سہل ہوجائے گی۔

کاموں کی رفتار :-

کرشنا ندی پر اس دوسرے پل کی تعمیر ان دوسری بڑی اسکیموں سے مطابقت رکھتی ہے جو وجے واڑہ ڈویژن پر شروع کی گئی ہیں اور جو یا تو مکمل ہوگئی ہیں یا مکمل ہونے کے قریب ہیں۔ یہاں حسب ذیل اسکیموں کا خاص طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے۔ میٹر گیج سکشن، گودی واڑا، بھیما ورم اور وجے واڑہ، مسولی پٹنم سکشن کی براڈگیج میں تبدیلی، گنٹور اور تاڑے پلی کے درمیان زائد براڈگیج لائن کی تعمیر، کرشنا کنال پر ذیلی لائن بھی ہوگی۔ سندرو اور وجے واڑہ کے درمیان اکہری پٹری کی تعمیر اور سندرو کے جنوب سے گنٹور تک دوہری پٹری کی تعمیر۔ گودی واڑا۔ بھیما ورم سکشن براڈگیج لائن کا افتتاح اکتوبر ۱۹۶۱ء میں عمل میں آیا۔ اسطرح وجے واڑہ پر مسافروں کو زائد سہولتیں حاصل ہوجائیں گی۔ ۱۹۶۳ء کے ختم تک توقع ہے کہ گوڈور تک دوہری لائن کی تکمیل مکمل ہوجائے گی۔ ان تمام کاموں کی مجموعی لاگت کا تخمینہ (۲۲ر۳۴) کروڑ روپیے ہوتا ہے۔

خصوصیات :-

نئے پل کے ستونوں کی بنیاد، تہہ کے نیچے کافی گہرائی پر کھدائی ہوگی۔ یہ (۸۰) فٹ سے زیادہ گہری ہوگی۔ بنیاد کی باؤلیاں "ڈبل ڈی" ٹائپ کی ہیں اور انکی پیمائش ۴۰ x ۲۲ فٹ ہے اور ہر باؤلی کی گنجائش (۴۰۰۰) ٹن ہے۔ ندی کی تہہ میں کافی گہرائی پر ایسی بڑی باؤلیوں کی کھدائی کے لیئے مسلسل کام ضروری ہے اور چونکہ وقت کافی کم ہے اس لیئے صبح شام لگاتار کام ضروری ہے۔ تہہ کے نیچے جو مٹی ملی ہے اس میں ریت ملی ہوئی ہے اور اس قسم کی زمین میں تہہ کی صفائی کے لیئے غوطہ زن کو نیچے گہرائی میں جاکر مٹی صاف کرنی پڑتی ہے تاکہ باؤلی کی کھدائی ٹھیک طور پر عمل میں آسکے۔ اس غرض کیلئے تجربہ کار غوطہ زنوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس جزیرے کی تعمیر میں بھی جس پر باؤلیاں کی سنگ بندی کی جاسے گی کافی احتیاط برتنی پڑتی ہے اور اس کی مسلسل خبر گیری کرنی پڑتی ہے تاکہ باؤلیوں کی کھدائی کے زمانے میں کوئی نقصان واقع نہ ہو۔ مختلف مدات کے تحت کام کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

باؤلیوں کی منڈیر آر۔ سی، سی	۳۲۰۰۰ کیوبک فٹ
باؤلیوں میں کیچ کا کام	۵۲۰۰۰ " "
باؤلیوں کی کھدائی	۱۰۷۹ " "
اُوپری ڈھانچہ	۲۲۰۰۰ " "
فولاد جو درکار ہوگا	۳۵۷۸ر۴ ٹن

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

○

اب اور کیا ہو شام کے وعدے کا انتظار
سُورج ڈھلا، چراغ جلے، رات ہوگئی
(قمر جلالوی)

اہم سرکاری فیصلے

ریاستی حکومت نے ایک پائلٹ پروجکٹ کی منظوری دی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ریاست کے خشک سالی سے متاثرہ رقبوں میں مستقل تدابیر اختیار کی جائیں۔ یہ پروجکٹ (۱۰) ضلعوں کے (۱۲) تعلقوں پر حاوی ہوگا اور اس کے نظریات کا تخمینہ (۷.۸۰) کروڑ روپے ہوگا۔ حکومت ہند' ان اسکیموں کی منظوری دینے کے بعد تمام تر اخراجات برداشت کرے گی۔ یہ اسکیمیں اضلاع نلگنڈہ، میدک، محبوب نگر، کریم نگر، حیدرآباد' کرنول، کڈپا، آننت پور، چتور اور نیلور میں رُوبہ عمل لائی جائیں گی۔

○

حکومت نے تلگو ٹائپ رائٹر کی بورڈس پر ۶ مہینوں تک فروری ٹسٹ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس کے بعد بہترین کی بورڈ کا انتخاب کیا جائے گا۔

○

حکومت نے سرسلک فیکٹری کو اس کے توسیعی پروگرام کے سلسلہ میں (۳.۶۱) کروڑ روپیہ کا جو قرضہ دیا تھا اس میں سے ایک کروڑ روپے کی رقم کو سرمایہ حصص میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرسلک لمیٹڈ نے توسیعی پروگرام کے لئے (۳) کروڑ روپیہ اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

○

حکومت نے (۵۰۰) ایکڑ سرکاری اراضی بیبی کار تیار کرنے والی مجوزہ فیکٹری کو اس صورت میں دینے کا فیصلہ کیا ہے' اگر حکومت ہند اس فیکٹری کو آندھرا پردیش میں قائم کرے۔

اس پروجکٹ کے اخراجات کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

آبپاشی کے چھوٹے کام	۸۰ لاکھ روپے
اجتماعی باؤلیاں	ایک کروڑ روپیہ
علاج وافزائش نسل حیوانات	۲۲ لاکھ روپے
چھوٹی صنعتیں	۱.۰۷ کروڑ روپے
زمینات کے تحفظ کی اسکیم	۱.۶ " "
امدادِ باہمی	۲۱ لاکھ روپے
جنگلات	۳۴ " "
زراعت	۲.۲ کروڑ روپے

(باستثنا زمینات کے تحفظ کی اسکیم)

سوالات

شری جی۔ اپاراؤ ، اچنتا ، ضلع مغربی گوداوری۔

سوال پری اکسٹنشن بلاک اچنتا (تعلقہ نرساپور ضلع مغربی گوداوری) اسٹیج (۱) میں کب تبدیل کیا جائے گا؟ بلاک میں خاص خاص عہدہ دار کون ہوتے ہیں اور ان کے فرائض و اختیارات کیا ہیں؟۔

جواب اچنتا پری اکسٹنشن بلاک (ضلع مغربی گوداوری) کا قیام ۲ ر اکتوبر ۱۹۶۱ء کو عمل میں آیا۔ یہ ۲ ر اکتوبر ۱۹۶۲ء کو اسٹیج (۱) بلاک میں تبدیل کر دیا جائیگا۔

بلاک کا چیف اکزیکیٹیو آفیسر، بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر ہوتا ہے۔ اس کے تحت توسیعی افسروں کی ایک جماعت ہوتی ہے یعنی توسیعی افسر (زراعت) توسیعی افسر (علاج و افزائش نسل حیوانات) توسیعی افسر (امداد باہمی) توسیعی افسر (پنچایت) توسیعی افسر (صنعت) سوشل ایجوکیشن آرگنائزر اور مکھیا سیویکا۔ یہ ماہرین اپنے متعلقہ کاموں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر ان کی سرگرمیوں میں ربط پیدا کرتا ہے بلاک میں صحت کے ابتدائی مرکز کے قیام کے جد میڈیکل آفیسر کا بھی تقرر کیا جاتا ہے۔ بلاک ڈیولپمنٹ افسر نیز مذکورہ عملے کے فرائض و اختیارات قانون پنچایت سمیتیاں و ضلع پریشد آندھرا پردیش بابت ۱۹۵۹ء اور اس کے تحت اجراشدہ قواعد میں بتائے گئے ہیں۔

شری کانٹے ، رنگانیاکلو، نیلور

سوال تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران تاڑی گڑ کی انجمنوں کے ذریعے غیر کلالوں کے لیئے دیہی سہولتوں میں اضافہ کرنے کی خاطر ہماری حکومت آندھرا پردیش نے بجٹ میں کیا گنجائش رکھی ہے؟۔

جواب منصوبے کی اسکیموں میں علاقہ آندھرا میں تاڑی گڑ کی صنعت کی ترقی شامل نہیں ہے۔ تاہم حکومت آندھرا پردیش علاقہ آندھرا میں تاڑی کی مصنوعات کی ترقیاتی اسکیم کو روبہ عمل لانے کے سلسلے میں گرانٹ کے طور پر ہر سال (۴۹۳۰۰) روپے منظور کر رہی ہے۔ حکومت کی منظوری سے جو زائد اخراجات ہو رہے ہیں ان کی پابجائی کھادی اور دیہی صنعتوں کے کمیشن کی جانب سے کی جا رہی ہے۔ کھادی اور دیہی صنعتوں کے کمیشن کی جانب سے ہر سال اسکیموں کی منظوری دی جا رہی ہے اور وہ حیدرآباد کے آندھرا پردیش کھادی و دیہی صنعتوں کے بورڈ کے ذریعہ علاقہ آندھرا میں اس صنعت کی ترقی کے لئے امداد اور قرضے دے رہا ہے۔ ایک مرکزی ادارے "آندھرا پردیش اسٹیٹ پام گڑ کوآپریٹیو فیڈریشن لمیٹڈ" ادارہ کو ۱۹۵۹ء میں رجسٹر کیا گیا۔ کھادی اور دیہی صنعتوں کے کمیشن کی جانب سے منظورہ فنڈ اسے جاری کیئے جا رہے ہیں تاکہ وہ کھادی اور دیہی صنعتوں کے

کمیشن کی تجاویز کے مطابق ہر سال اسکیموں کو رُوبہ عمل لائے ۔

سوال دوسرے منصوبے کے دوران ایسی انجمنوں کے کاروبار میں غیر کالوں نے کیا ترقی حاصل کی ؟ براہِ کرم واضح کیجئے ۔

جواب تاڑی گڑ اور تاڑ کی دوسری مصنوعات کی تیاری اور فروخت میں ترقی ہوئی ہے ۔ بعض اعداد و شمار نیچے دیئے جاتے ہیں :

سال	نیرا	تاڑی گڑ	شوگر کینڈی اور تاڑ کی دوسری مصنوعات
۱۹۵۶-۵۷ء	۳۳۳۳۵۴ گیلن	۱۴۹۵۰۰۸ من (فی من ۸۲ پونڈ)	
۱۹۵۷-۵۸ء	۸۱۴۹۵۱ "	۷۷۳۷۸ من	۴۵۶ پونڈ
۱۹۵۸-۵۹ء	۵۶۱۳۳۱ "	۹۷۷۹۸ "	۶۴۳ "
۱۹۵۹-۶۰ء	۱۷۶۴۶۶۷ "	۷۷ لاکھ من	۱۸۹۶ پونڈ (۱۰۲۳) عدد
۱۹۶۰-۶۱ء	۱۳۵۹۸۱۲ "	۲۷.۶ لاکھ من	۶۸۶ پونڈ، ۵۸۲ عدد، ۹۲۹ عدد

سوال کیا حکومت کے پیشِ نظر ایسی کوئی تجاویز ہیں کہ خانگی شعبے کی بجائے اسے اپنی نگرانی میں لے لیا جائے ؟ ۔

جواب ایسی کوئی تجاویز حکومت کے زیرِ غور نہیں ہیں ۔

شری وی ۔ جی ۔ کے ۔ چودہری ، ملارم ، ضلع کھمم ۔

سوال کیا یہ صحیح ہے کہ (ضلع کھمم میں) برگم پاڑ سے ایتورو ناگارم تک (۷۰) میل لمبی سڑک کی تعمیر کی اسکیم دوسرے منصوبے میں شامل کی گئی تھی اور اس کے لیئے سنہ ۱۹۵۹ء میں (۴۳) لاکھ روپے منظور کیئے گئے تھے ۔ کیا دوسرے منصوبے کی اسکیمیں تیسرے منصوبے میں مکمل کی جائیں گی ؟ ۔

مرکز نے تیسرے منصوبے کے تحت پس ماندہ رقبوں میں سڑکوں کی تعمیر کے لیئے جو رقوم الاٹ کی ہیں ان سے تلنگانہ اور اسی خاص سڑک کو کسقدر رقم ملی ہے ؟ ۔

حکومت نے ضلع کھمم کے تعلقہ جات بھدراچلم، وینکٹ پورم اور برگم پاڑ کو ایجنسی رقبہ جات تسلیم کیا ہے ۔ اس علاقہ میں سڑکوں کی ترقی کے لیئے کسقدر رقم رکھی گئی ہے ؟ ۔

جواب حکومت نے ضلع کھمم میں (۱۰ ر ۳۷) لاکھ روپے کی لاگت پر برگم پاڑ ایتورو ناگارم سڑک کی منظوری دی ہے جس میں سے (۵) لاکھ روپے کی لاگت پر اس سڑک کے ایک حصّے کی تعمیر تلنگانہ ریجنل کمیٹی اسکیم کے تحت شروع کی گئی ۔ بقیہ کام اگرچہ کہ منظورہ ہے لیکن رقوم کی کمی کی وجہ سے تیسرے منصوبے کے دوران شروع نہیں کیا جاسکتا ۔

حکومت ہند نے معاشی طور پر پس ماندہ رقبوں کی ترقی کے لیئے تیسرے منصوبے کی مدّت کے دوران کوئی رقمی امداد نہیں دی ہے ۔

ناگور اور بھدراچلم کو ایجنسی رقبہ جات تسلیم کیا گیا ہے کھمم کو نہیں ۔ تلنگانہ کے ایجنسی رقبوں میں کاموں کے لیئے (۶۶ ر ۱۶) لاکھ روپے منظور کیئے گئے ہیں ۔

شری ایم ۔ رنگاراؤ پٹنائک ، وانتا پیٹھ ، ضلع سریکاکلم ۔

سوال (۵) سال قبل ضلع سریکاکلم میں نارائن پورم پروجکٹ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا ، یہ کام کب مکمل ہوگا ۔ اس پروجکٹ کے تحت کتنی اراضی آئے گی ؟ اس پر کسقدر رقم خرچ کی گئی ہے ؟ کتنے گاؤں مستفید ہونگے ؟ ۔

جواب نارائن پورم پروجکٹ کا کام ۳۱ ر جولائی سنہ ۱۹۶۲ء تک مکمل ہوجانے کی توقع ہے ۔ اس پروجکٹ کا پانی ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء کے دوران پہلی فصل کے لیئے اور موجودہ آیاکٹ کو استحکام بخشنے کے لیئے سربراہ کیا جارہا ہے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

۱۹۵۹ء	۱۵۲۹۴ ، ایکڑ ،	بائیں جانب
۱۹۶۰ء	۱۵۲۹۴ ، " ،	بائیں جانب اور
	۲۸۱۰ " ،	سیدھے جانب
۱۹۶۱ء	۱۵۳۹۰ " ،	بائیں جانب اور
	۷۷۵۰ " ،	سیدھے جانب

اس پروجکٹ سے حسبِ ذیل رقبے پر آبپاشی ہوسکے گی :۔

موجودہ تری اراضیات جو نہروں کے تحت ہیں ، ان کا استحکام ، ۲۵۱۹۳ ایکڑ

" " " جو تالابوں کے " " ، " ، ۶۶۸۵ ، ایکڑ

ایسی خشکی کی اراضیات ، جو تری میں تبدیل کی جائیں گی ۔ ، ۴۹۵۲ ، ایکڑ

نومبر سنہ ۱۹۶۱ء کے ختم تک اس اسکیم پر اخراجات کا تخمینہ (۷ ر ۶۶) لاکھ روپے رہا ۔ اس پروجکٹ سے تعلقہ جات پالاکونڈہ ، چیروپلی اور سریکاکلم کے (۱۰۱) مواضعات مستفید ہوں گے ۔

شری ٹی۔ راما راؤ، کنتا دیدو، ضلع کرشنا۔

سوال کیا گناورم طیران گاہ (وجے واڑہ) کے عملے کے اخراجات مرکز برداشت کر رہا ہے یا ریاستی حکومت بھی اس میں شریک ہے؟۔ کیا یہاں سے عوام کو نقل و حمل کی سہولتیں حاصل رہیں گی؟ اگر ایسا ہے تو کب سے؟

جواب وجے واڑہ طیران گاہ پر جو عملہ متعین ہے اس کے تمام تر اخراجات ریاستی حکومت برداشت کرتی ہے۔ حکومت آندھرا پردیش سے اس سلسلے میں کوئی اخراجات وصول نہیں کیے جاتے۔

انڈین ایر لائنز کارپوریشن ۱۶ اپریل ۱۹۶۲ء سے وجے واڑہ طیران گاہ (گناورم) کی راہ ایک سروس چلا رہی ہے۔ ڈکوٹہ طیارے ہفتے میں دو مرتبہ حسبِ ذیل اوقات میں چلائے جاتے ہیں:

آئی سی۔ ۱۲۷ / ۱-۴		آئی سی۔ ۱۲۸ / ۱-۴
روانگی، ۱۰ بجکر ۳۰ منٹ دن	حیدرآباد	آمد، ۴ بجکر ۵۵ منٹ دن
آمد، ۱۱ " ۴۵ " "	وجے واڑہ (گناورم)	روانگی، ۳ " ۴۰ " "
روانگی، ۱۲ " ۵ " "	"	آمد، ۳ " ۲۰ " "
آمد، ۱ " ۲۵ " "	وشاکھاپٹنم	روانگی ۲ بجے دن

(تمام اوقات ہندوستانی معیاری وقت کے مطابق ہیں)

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
(مومن)

پوچھیے مے کشوں سے لطفِ شراب
یہ مزا پاکباز کیا جانیں
(داغ)

جھلکیاں

دواسازی کا کارخانہ :

حیدرآباد کے نزدیک صنعت نگر، دواسازی کے کارخانے کے قیام کے سلسلے میں حکومت ہند کے ادارے، انڈین ڈرگس اینڈ فارما سیوٹیکل لمیٹڈ اور روس کے ٹیکنو اکسپورٹ کے درمیان ۱۳ر جون کو نئی دہلی میں ایک معاہدہ پر دستخط ہوگئے۔

یہ کارخانہ تیسرے منصوبے کی مدت کے ختم پر کام شروع کردے گا اور یہاں سلفا گروپ کی ادویہ اور وٹامن تیار کیئے جائیں گے۔ اس کارخانے کی گنجائش سالانہ (۸۵۰) ٹن ہوگی۔ پلانٹ، سازوسامان اور فنی معلومات روس کی جانب سے فراہم کی جائیگی۔

اس کارخانے کے ذریعہ (۲۲۰۰) افراد کو روزگار فراہم ہوگا۔ یہاں جو قصبہ قائم کیا جائے گا اس پر اور کارخانے پر اخراجات کا تخمینہ (۱۸) کروڑ روپے ہے۔

نیوکلیر پاور اسٹیشن :

جنوبی ہند میں نیوکلیر پاور اسٹیشن کے قیام کے لیئے جگہوں کا انتخاب کرنے کے لیئے جو کمیٹی مقرر کی گئی ہے اس کے تین ارکان نے تعلقہ کولا پور ضلع محبوب نگر کے مقام سوماسلا کا معائنہ کیا' اور ۱۰ر جون کو حیدرآباد سے روانہ ہونے سے قبل ریاستی حکومت کے عہدہ داروں سے تبادلۂ خیال کیا۔

سمجھا جاتا ہے کہ یہ ارکان مجوزہ جگہ سے متاثر ہوئے ہیں۔ یہ جگہ سری سیلم ہلز کے روبرو واقع ہے۔ تین میل کے نصف قطر کے اندر کوئی گاؤں واقع نہیں ہے اور ۱۰ میل کے نصف قطر کے اندر جو رقبہ ہے وہ خال خال آباد ہے۔

مراٹھی سننے والوں کے لیئے تلگو لٹریچر :

آل انڈیا ریڈیو کا پونا اسٹیشن مراٹھی سننے والوں کے لیئے تلگو لٹریچر کا پروگرام شروع کر رہا ہے۔ رواں سہ ماہی کے دوران توضیحی تقاریر کا ایک سلسلہ شروع کیا جائے گا

یہ تقاریر جو بیسویں صدی کے ممتاز مصنفوں کی نمائندہ تصانیف پر مشتمل ہوں گی، مختصر کہانیوں، ناولوں، نظموں اور ڈراموں سے متعلق ہوں گی۔ اس کا انکشاف پونا میں پروگرام مشاورتی کمیٹی کے اجلاس منعقدہ ۱۲ر جون میں کیا گیا۔

امداد باہمی کی اساس پر صنعتی اسٹیٹ کا قیام :

حیدرآباد میں صنعت نگر کے نزدیک ایک کوآپریٹیو انڈسٹریل اسٹیٹ قائم کی جانی والی ہے جو ایشیا میں اپنی نوعیت کی پہلی اسٹیٹ ہوگی اس کا سرمایہ حصص ۴۰ تا ۵۰ لاکھ روپیہ ہوگا۔ اس اسٹیٹ میں امداد باہمی کی انجمنوں، کارپوریٹ اداروں اور افراد وغیرہ کو شرکت کے مواقع حاصل رہیں گے۔ اس میں مختلف اقسام کے (۲۰) یونٹوں کی گنجائش ہوگی جو موجودہ صنعتوں کے ذیلی یونٹ ہوں گے اور ان سے مسابقت نہیں کریں گے۔ یہ اسٹیٹ مزید توسیع کے لیئے ۲۰، ایکڑ اراضی پر تعمیر کی جائے گی۔ جو مشنری مطلوب ہو وہ انجمن امداد باہمی، انفرادی یونٹوں کے لیئے حاصل کرے گی۔

اُتر پردیش میں تلگو :

اُتر پردیش میں دس مراکز پر تلگو کی تعلیم دی جائے گی۔ اُتر پردیش کی ریاستی حکومت نے جولائی سنہ ۱۹۶۲ء سے جنوبی ہندوستان کی زبانیں سکھانے کا فیصلہ کیا ہے ان مراکز پر تلگو کے ساتھ ساتھ ٹامل اور کنڑی بھی سکھائی جائے گی۔ یہ مراکز آگرہ، میرٹھ، علی گڑھ، کان پور، ورناسی، لکھنؤ، الہ آباد، گورکھپور، بریلی اور جھانسی ہیں۔

ان جماعتوں میں جن طلباء کو داخلہ دیا جائے گا انہیں سرکاری اخراجات پر درسی کتب اور دوسرا سازوسامان دیا جائے گا۔ اس تعلیم کی مدت دو تعلیمی میقاتیں ہونگی۔ حکومت طلبا کو ۱۰ روپے ماہوار اور پہلے سال کے امتحان کے ختم پر یکمشت ۱۰۰ روپے اور دوسرے سال کے ختم پر (۱۵۰) روپے دے گی۔ طلبا جو امتحان کامیاب کرلیں گے اس سرٹیفکیٹ کی ایک کاپی ملازمین سرکار کے صداقت نامہ چال چلن میں نتھی کردی جائے گی۔

دیہی رقبوں کو برقی قوت کی سربراہی

وجے واڑہ آپریشن سرکل کے تحت اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران نیچے بتلائے ہوئے گاؤں کو برقی قوت سربراہ کی گئی :

موضع	تعلقہ
ونجامور	اداینگیری
چندراپاڈیا	آتماکورو
راجاوولو	"
کالیگیری	"

اسی سرکل کے تحت مارچ ۱۹۶۲ء میں نیچے بتائے ہوئے مواضعات کو برقی قوت سربراہ کی گئی :

ضلع	موضع	تعلقہ
کرشنا	ابراہیم پٹن	وجے واڑہ
"	تھراکاپالم (کرسورو کی بستی)	دیوی
"	سریکاکلم	"
"	چناپاروپوڑی	گودی واڑا
"	ڈنڈی گناپوڑی	گودی واڑا
نیلور	چنتاریڈی پالم	نیلور

آننت پور آپریشن سرکل کے تحت اپریل ۱۹۶۲ء میں نیچے بتائے ہوئے گاؤں کو برقی قوت سربراہ کی گئی :۔

موضع	تعلقہ	ضلع
کرشنم سٹی پی	گڈالورو	کرنول
میلاپورم	ہندوپور	آننت پور

تلنگانہ سرکل میں اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران تعلقہ ابراہیم پٹن ضلع حیدرآباد کے موضع چیرلا کی بستی سائی ریڈی گوڑہ کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔ اور مئی کے دوران تعلقہ خانہ پور ضلع عادل آباد کے موضع دستور آباد کو برقی قوت سربراہ کی گئی ۔

صنعتی خبر نامہ

مرکزی پروجکٹس :

نیوکلیر پاور اسٹیشن کا قیام :

حکومت ہند نے نیوکلیر پاور اسٹیشن کے قیام کے سلسلے میں جگہ کا انتخاب کرنے کے لیئے جو کمیٹی مقرر کی ہے اس نے حال ہی میں اس ریاست کا دورہ کیا اور بعض جگہوں کا معائنہ کیا جن کی تجویز ریاستی حکومت نے کی تھی ۔ توقع ہے کہ یہ کمیٹی ان جگہوں کا مزید معائنہ کرنے کے لیئے جلد ہی اس ریاست کا دورہ کرے گی ۔

خانگی شعبے :

حکومت ہند نے دیے واڑہ کی ایک خانگی کمپنی کو مالٹیڈ ملک فوڈ (برٹون) کی تیاری کے لیئے لائسنس منظور کیا ہے اس کمپنی کی قائم شدہ گنجائش (۱۴۴) ٹن سالانہ ہوگی ۔

حسب ذیل نئی اشیأ کی تیاری کے لیئے بھی حکومت ہند نے لائسنس منظور کیئے ہیں :

(۱) حیدرآباد میں ٹول اور کٹر گرائنڈنگ مشین اور ملنگ مشین، قائم شدہ گنجایش ہر ماہ ترتیب وار (۲۰۰) اور (۲۴۰) ٹن ہوگی ۔

(۲) گولڈ رولڈ باکس ۔ اسٹریپنگ اور اسٹرپس، سالانہ گنجایش (۶۰۰۰) ٹن ہوگی اور یہ کارخانہ وشاکھاپٹنم میں قائم کیا جائے گا ۔

(۳) (دھماکو مادہ) ڈیٹونیٹنگ فیوز، سالانہ گنجائش (۲۱) ملین فٹ ہوگی ۔

چیکوسلاویہ کے ماہرین کی جماعت کا دورہ :

چیکوسلاویہ کے ماہرین کی ایک فنی جماعت نے حیدرآباد کا دورہ کیا اور ریاستی عہدہ داروں اور خانگی آجروں سے تبادلہ خیال کیا ۔ انہوں نے ان صنعتوں کی ایک فہرست پیش کی جو چیکوسلاویہ کی فنی معلومات اور امداد سے قائم کی جاسکتی ہیں ۔

کوئلے کی صنعت :

سنگارینی کالریز میں (جو سرکاری کمپنی ہے) کوئلے کی پیداوار میں برابر اضافہ ہورہا ہے اپریل ۱۹۶۲ء کے ختم تک پیداوار (۴۴۶۲۷۹) ٹن رہی ۔ پچھلے سال کی اسی مدت میں پیداوار (۸۵۷۱۸۵) ٹن رہی تھی ۔ سنگارینی گروپ کی کوئلے کی کانوں سے تعلق رکھنے والی مزید دو کانوں کا افتتاح رام کرشنا پور ضلع عادل آباد میں عمل میں آیا ۔ جب ان دو کانوں کو پوری طرح ترقی دیجائیگی تو سالانہ (۲) لاکھ ٹن پیداوار حاصل ہونے کی توقع ہے ۔ اس رقبے میں (۱۲) کانوں سے استفادہ کرنے کا منصوبہ ہے جن میں سے ایک (۴) کا افتتاح عمل میں آچکا ہے ۔ مزید (۸) کانوں کا پتہ چلانے کے لیئے تیزی سے انتظامات کیئے جارہے ہیں جب اس رقبے کو پوری طرح ترقی دی جائے گی تو سالانہ (۱۰) لاکھ ٹن کوئلہ حاصل ہوگا ۔

رام گنڈم کی کوئلے کی کانوں میں ۶ میل لمبی معاون سڑک پر ڈامبر بچھانے کا کام شروع کیا گیا ہے ۔ سنگارینی کالریز کی جانب سے تنڈور کے رقبے میں کوئلے کی تلاش کا کام جاری ہے ۔

آندھرا پردیش کول فیلڈ سب کمیٹی کا اجلاس کتہ گوڈم میں ۲۸ ر اپریل ۱۹۶۲ء کو منعقد ہوا جس میں کان کنوں کے لیئے تروپتی اپر ہلز پر "ہالی ڈے ہوم" کی تجویز کی گئی ۔ یہ مرکز کوئلے کی کانوں کی بہبودی کے ادارے کی جانب سے چلایا جائے گا توقع ہے کہ اس اسکیم سے ہر سال (۵۰۰) مزدور استفادہ کرسکیں گے ۔ اس خصوص میں حکومت ہند کی منظوری کا انتظار ہے ۔

شکر کی صنعت :

اماوالا والسا کو آپریٹیو شوگر فیکٹری نے مارچ ۱۹۶۲ء میں کام شروع کردیا اس کارخانے میں روزانہ (۱۰۰۰) ٹن کی گنجائش ہے اور یہ (۱۵۰) لاکھ روپے کے اخراجات سرمایہ پر قائم کی گئی ہے ۔

حکومت کی جانب سے قائم کردہ کوآپریٹیو شوگر فیکٹریز کی کمیٹی کا چوتھا اجلاس ۱۹ ر اپریل ۱۹۶۲ء کو منعقد ہوا ۔ اس کمیٹی نے ریاست میں فیڈریشن آف کوآپریٹیو شوگر فیکٹریز کے قیام کی تجویز کی ہے ۔ اس سمت میں ناظم انجمن ہائے امداد باہمی ضروری اقدام کررہے ہیں ۔

نظام شوگر فیکٹری بودھن نے اپریل ۱۹۶۲ء کے دوران (۸۲۶۳۸) میٹرک ٹن گنا دابا ۔ کارخانے کے منتظمین نے معمولی درج رجسٹر مزدوروں کو بھی بونس ادا کیا ۔ کارخانے کی کالونی اور مزرعے میں دو کمرے والے مکانات کی تعمیر جاری ہے ۔

ڈاکٹر ایم ۔ چنا ریڈی، وزیر منصوبہ بندی و پنچایت راج نے ۴ ر اپریل ۱۹۶۲ء کو کارخانے کا معائنہ کیا ۔

حصص کی خریدی :

حیدرآباد آلوین میٹل ورکس لمیٹڈ نے (۱۰) روپے کی مالیت کے (۸۹،۶۵۶) اکویٹی شیرز اجرا کیئے تھے جن میں سے حکومت نے ۲۱ ر مئی ۱۹۶۲ء کو ۱۔ (۴۲۴۵۸۵) روپے کی مالیت کے (۴۲۴۵۸۵) حصص خرید لیئے ہیں ۔ اسطرح کمپنی اپنے توسیعی پروگرام کو روبہ عمل لاسکے گی ۔

* * * * * * *

پنچایت راج کی ترقی کی رفتار

نقد عطیہ:

ساکی ناڈا میں مجوزہ ویمن کالج کے لیئے تاریوو پنچایت سمیتی کے گاؤں والوں اور اداروں نے مئی کے دوران (۵۰۳۴) روپیہ نقد عطیہ دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مزید (۵۳۸۰) روپے کے عطیہ کا وعدہ کیا۔

کلکٹر کھمم نے ۱۴ر جون ۱۹۶۲ء کو اسوا راؤ پیٹھ پنچایت سمیتی کا افتتاح کیا۔

بہترین ویلیج لیول ورکر:

چیولہ بلاک پنچایت سمیتی میں شری اے۔ پرساشم، ویلیج لیول ورکر شاہ آباد کو طوان کھاد کی تیاری کے سلسلے میں بہترین ویلیج لیول ورکر قرار دیا گیا۔ انہیں محکمۂ زراعت کی جانب سے انعامی بانڈ کی شکل میں (۲۵) روپے انعام بھی دیا گیا۔ اس بلاک میں موضع ساکلورکی کی گرام پنچایت کو طوان کھاد کی تیاری کے سلسلہ میں بہترین موضع قرار دیا گیا اسے محکمہ زراعت کی جانب سے (۵۰) روپے کی مالیت کی شیلڈ عطا کی گئی۔

امدادِ باہمی کی انجمنوں کی رکنیت:

مئی ۱۹۶۲ء میں آدونی پنچایت سمیتی میں (۲۴) ارکان امداد باہمی کی انجمنوں میں شریک کیئے گئے۔ اور (۶۴۶) روپے کی رقم سرمایہ حصص کے طور پر جمع کی گئی۔ اس کے علاوہ (۱۸۶۰۰) روپے کی حد تک قرضے بھی دیئے گئے۔ دو بال سبھاؤں کے علاوہ دو یوتھ کلب اور دو مہیلا منڈل بھی قائم کیئے گئے۔ نیز بغیر دھویں کے تین چولھے کی تین کنڈیاں، انجذاب کے (۲۶) گڑھے اور اسکول کی دو عمارتیں تعمیر کی گئیں جہاں تک جانوروں کی ترقی کا تعلق ہے، ۲۳ عملی مظاہرے اور (۲۲) تشہیری جلسے منعقد کیئے گئے۔

کھیتی باڑی کے ترقی یافتہ طریقے:

ناگری پنچایت سمیتی میں مئی ۱۹۶۲ء کے دوران کھیتی باڑی کے ترقی یافتہ طریقوں کے تحت (۱۸۰) من ترقی یافتہ دھان استعمال کی گئی۔ (۲۱۷) من کیمیائی کھاد بھی استعمال کی گئی۔ اس کے علاوہ ۶ ترقی یافتہ ہل "بوس ہل" بھی تقسیم کیئے گئے اور کاشتکاروں کو کھیتی باڑی کے ترقی یافتہ طریقوں کے استعمال کی ترغیب دینے کے لیئے (۵) مظاہراتی پلاٹس بھی قائم کیئے گئے (۸) ایکڑ رقبے کو کیڑوں مکوڑوں اور امراض سے محفوظ کر دیا گیا۔ (۹) ایکڑ رقبے کو پھر سے زیرِ کاشت لایا گیا۔

شکستہ تالاب کی مرمت:

مریال گوڑہ پنچایت سمیتی کے موضع وینکٹ پور کے باشندوں نے مئی میں شرمدان کے تحت اپنے موضع کے شکستہ تالاب کی مرمت کر لی۔ اس کام کی لاگت کا تخمینہ (۲۵۰) روپے تھا۔ نرساپور کے باشندوں نے اپنے موضع میں نالیوں اور اسکول کی عمارت کی تعمیر کے لیئے (۲۰۰) روپے کا پتھر جمع کر لیا۔ محصول مکانات کی مہم کے نتیجہ میں (۳۹۰۰)

کیمیائی کھاد کے کارڈ اجرا کیے گئے :

مئی ۱۹۶۲ء کے دوران بانسواڑہ بلاک پنچایت سمیتی کے موضع نزوا کو برقی قوت پہنچائی گئی۔ تغذیہ کے توسیعی پروگرام کے تحت مچھلی اور انڈے تقسیم کیے گئے اور گلی پود ، محمد نگر میں اجتماعی لنچ ترتیب دیا گیا۔ اس کے علاوہ بیج کو محفوظ رکھنے کیلئے کاشتکاروں کو انجکشن تقسیم کیا گیا۔ رانتو نگر میں ایک نئی مہیلا منڈل قائم کی گئی۔ اس مہینے کے دوران کیمیائی کھاد کے کارڈ تیار اور اجرا کیئے گئے۔ ان کے کارڈوں پر یہ درج ہے کہ ایک کاشتکار زیادہ سے زیادہ کسقدر کھاد حاصل کرسکتا ہے۔

کپڑوں کی تقسیم :

ساکی ناڈا میں دمینس کالج کے قیام کے لیئے کوٹا نندورو پنچایت سمیتی کے صدر اور ارکان نے (۵۰۰۰) روپے کی رقم بطور عطیہ دی۔ سمیتی کی خاتون ارکان نے اس مہم میں گہری دلچسپی لی اور گاؤں کی خواتین سے تقریباً (۱۰۰) روپے کی رقم اکٹھی کرلی۔ سمیتی نے ملاورم اور کاکرپلی کے حادثۂ آتشزدگی کے متاثرین میں (۵۰۰) روپے کی مالیت کے کپڑے تقسیم کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔

روپے کی رقم اکٹھی کرلی گئی۔

مزید رقبہ زیر آبپاشی :

مئی کے دوران پدا پورم پنچایت سمیتی میں (۲۳۱۱) من ترقی یافتہ بیج اور (۲۰۷۰) من کیمیائی کھاد دوسرا کھاد تقسیم کیا گیا۔ چار ترقی یافتہ زرعی آلات رائج کیئے گئے۔ ایک پمپ سٹ نصب کیا گیا، اس کے علاوہ تین پکی باؤلیاں اور ایک ٹیوب ویل تعمیر کیا گیا۔ مزید (۲۴) ایکڑ رقبے کو آبپاشی کے تحت لایا گیا۔ (۱۰) ایکڑ رقبے پر پھر سے کاشت کی گئی۔

گاؤں کے باشندوں کا جذبۂ خدمت :

عادل آباد پنچایت سمیتی کے موضع سنکیدی کے باشندوں نے شرم دان کے ذریعہ چار فرلانگ لمبی مُرم کی سڑک تعمیر کرلی (۱۵) پنچایتوں نے گاؤں میں استعمال کیلئے ترقی یافتہ زرعی آلات کا سٹ خریدا۔ عادل آباد سے کوہ داد تک براہ رام پور، پوچیرا سڑک کی تعمیر کا کام، جو (۷۵۰۰۰) روپے کی لاگت پر شروع کیا گیا، جاری ہے اور مٹی کا کام مکمل کرلیا گیا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جن جن مالکان اراضی کی زمینات پر سے یہ سڑک گزرتی تھی، انہوں نے اُس اراضی کا عطیہ دیدیا۔

آنکھوں میں کون آ کے الٰہی نکل گیا
کس کی تلاش میں مرے اشکِ رواں چلے
(جلیل)

ماہِ گزشتہ کے اہم واقعات

[illegible]

۲۰ رمئی

آندھرا کیسری ٹی۔ پرکاشم کی راکھ حیدرآباد کے نزدیک سنگم میں بہادی گئی۔

۲۳ رمئی

حکومت نے تیسرے منصوبے کی مابقی مدت کے لیے محاصل کے پروگرام کا فیصلہ کیا۔

۲۵ رمئی

وزیر جنگلات، حیوانات و ماہیات نے حیدرآباد میں محکمہ ماہیات کے عہدہ داروں کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح کیا۔

۲۸ رمئی

وزیر مال نے آندھرا پردیش، میسور اور مہاراشٹرا کے قحط زدہ رقبوں کے لیے پائلٹ پروجکٹ کی تیاری کا اعلان کیا۔ یہ اسکیم مرکز کو پیش کی جائے گی۔

۳۱ رمئی

چیف منسٹر نے صحافتی کانفرنس میں اس سے انکار کیا کہ حکومت مدراس سے کوئی "بارٹر ڈیل" کیا گیا ہے جس کی رو سے مدراس، آندھرا کے پانی سے استفادہ کرے گا اور آندھرا، مدراس کی برقی قوت سے۔

۳۰ رمئی

وزیر حیوانات و ماہیات نے اعلان کیا کہ ریاستی حکومت نے بیرونی تعاون سے آندھرا پردیش کے ساحلی رقبے میں گہرے سمندر میں ماہی گیری کو ترقی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

یکم جون

چیف منسٹر نے ریاستی مجلس برائے فنی تعلیم و تربیت کے چھٹے اجلاس کا افتتاح کیا۔

۶ رجون

وزیر صحت نے گنٹور میں ٹرینڈ نرسز اسوسی ایشن کی پانچویں ریاستی کانفرنس کا افتتاح کیا۔

۹ رجون

چیف منسٹر نے حیدرآباد میں میڈیکل کالجوں کے پرنسپل صاحبان اور میڈیکل افسروں وغیرہ کی دوروزہ کانفرنس کا افتتاح کیا۔

۱۴ رجون

ایک مسودہ قانون جریدہ میں شائع کیا گیا جس کی رو سے ریاست میں مالگذاری میں اضافے کے فیصلے کا اعلان کیا گیا۔

۱۸ رجون

آندھرا پردیش لیجسلیٹو اسمبلی کی گرمائی میقات کا آغاز ہوا۔

۱۹ رجون

وزیر منصوبہ بندی نے اسمبلی میں بتایا کہ تیسرے منصوبے میں آندھرا پردیش کے لیے جو (۳۰۵) کروڑ روپے الاٹ کیا گیا ہے اس میں اضافہ کا امکان ہے۔

۱۶ر جون

وزیر صحت نے وجے واڑہ کے نزدیک گناڈالا میں ۵ ویں آندھرا پردیش میڈیکل کانفرنس کا افتتاح کیا۔

ہندوستانی خبریں

۲۱ر مئی

ہندوستان اور امریکہ نے پانچ معاہدوں پر دستخط کیے جن کی رو سے صحت عامہ کی اسکیموں کے لیے (۹ر۳۳) کروڑ روپے کی امریکی گرانٹ منظور کی گئی ہے۔

۲۶ر مئی

کمیشن منصوبہ بندی اور مرکزی وزارت بھاری مصنوعات کے درمیان ایک کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا جس کے مطابق لوہے اور فولاد کے لیے چوتھے منصوبے کے پروگرام کو تشکیل دینے کے لیے ریاستوں کا ایک اسٹیرنگ گروپ قائم کیا جائے گا۔

۲۸ر مئی

مرکزی وزیر تعلیم نے لوک سبھا میں تحتانی، ثانوی، جامعاتی اور سماجی تعلیم کے لیے چار مجالس کے قیام کا اعلان کیا جو حکومت کو مشورہ دیں گی۔

۳۱ر مئی

کمیشن مذہبی اوقاف اہل ہنود کی رپورٹ مرکزی حکومت کے آگے پیش کی گئی کمیشن کے صدر نشین ڈاکٹر سی۔ پی۔ راما سوامی آیر تھے۔

۲ر جون

ایورسٹ پر چڑھنے والی دوسری ہندوستانی جماعت (۲۸۔ ۲۹) فٹ بلند چوٹی سر کرنے میں ناکام رہی۔ اس مہم کے قائد میجر جان ڈائس تھے۔

۶ر جون

شری ٹی۔ ٹی۔ کرشنا چاری کو مرکزی حکومت میں وزیر بے قلمدان مقرر کیا

۱۹ر جون

اُمور دولت مشترکہ کے برطانوی وزیر اور ہندوستانی وزیر فینانس نے ہندوستان کے لیے معاشی امداد کے برطانوی پروگرام کا جائزہ لیا۔

بین الاقوامی خبریں

۲۳ر مئی

جاپانی حکومت نے ہندوستان کو مزید ۱۰ تا ۱۵ بلین ڈالر کا تجارتی قرضہ دینے کا فیصلہ کیا۔

۲۴ر مئی

امریکی خلاباز کارپنٹر جو خلائی جہاز "ارورا سیون" میں مدار پر روانہ ہوئے تھے، مدار کے گرد تین مرتبہ چکر کاٹنے کے بعد بخیریت زمین پر واپس آگئے۔

۲۵ر مئی

بائیں جانب کے پیتھٹ لاؤ افواج نے جنوبی لاؤس کے صوبائی پایہ تخت سراونے پر قبضہ کرلیا۔

۲۸ر مئی

پاکستان نے سلامتی کونسل میں ۵ ا، چھوٹی اقوام کی اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ، ہندوستان اور پاکستان کے درمیان باہمی بات چیت شروع کی جائے۔

۲۰ر جون

سلامتی کونسل میں جب کشمیر کے مسئلہ پر دوبارہ بحث کا آغاز ہوا تو کئی چھوٹے ممالک نے جن میں متحدہ عرب جمہوریہ، رومانیہ اور گھانا شامل ہیں، اعلان کیا کہ اس مسئلہ کو راست بات چیت کے ذریعہ حل کیا جاسکتا ہے۔

○

اس سے تو خودکشی ہی غنیمت ہے اے جگرؔ

وہ مصلحت جو پیشہ مرداں ہے آج کل

(جگرؔ)

عادل آباد

خریف کی مہم :

عادل آباد میں ۶۳-۱۹۶۲ء کی فصلِ خریف کے دوران " خریف کی مہم " کا آغاز کیا جائے گا۔ اس مہم کا مقصد یہ ہے کہ اہم غذائی فصلوں مثلاً دھان، جوار، مکئی اور راگی کی پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔ اس مہم کا آغاز ضلع کے تمام بلاکوں (ودنان بلاک) رقبوں کے منتخبہ گاؤں میں کیا جائے گا۔ تمام منتخبہ گاؤں میں اس مہم کو پیکیج پروگرام کی اساس پر چلایا جائے گا۔ جس کے تحت کاشتکاروں کو بیج، کھاد، قرضے اور دوسری ضروری چیزیں سربراہ کی جائیں گی۔ اس مہم کے دوران ہوائی جہازوں کے ذریعہ چھڑکاؤ بھی کیا جائے گا۔

آننت پور

صفائی کی مہم :

مئی کے دوران گورنٹلہ بلاک کے موضع پلیرو میں صفائی کی مہم کے سلسلے میں ایک مشترکہ کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس مہم میں موضع کے تربیت یافتہ گرام سہایکوں اور دوسرے ممتاز کسانوں نے، جن میں پنچایت کے ارکان بھی شامل ہیں، حصہ لیا۔ اس مہم کے نتیجے میں ان رکاوٹوں کو دور کر دیا گیا جو ہریجنوں کے پینے کے پانی کی باؤلی کی راہ میں حائل تھیں۔ شرمدان کے ذریعہ ایک سڑک بھی تعمیر کی گئی جس کے ذریعہ باؤلی تک جلد پہنچ سکتے ہیں۔ اس قسم کا ایک مشترکہ کیمپ موضع بوڈلی میں منعقد کیا گیا اور ہریجن بستی میں ایک مہم کا آغاز کیا گیا۔ صاف ستھرے مکان کو انعام دیا گیا۔

میلے کا انعقاد :

تانکل سمیتی کے موضع تاوالم میں ۱۲ اور ۱۳ مئی کو نمائش جانوران کے دوران ایک میلہ بھی منعقد کیا گیا۔ یہ میلہ نمائشوں، ثقافتی پروگراموں اور عام جلسوں پر مشتمل تھا۔ اس موقع پر بلاک کے عملے نے عوام پر منصوبوں کی اہمیت واضح کی۔

گنٹور

نئے کتب خانے کا قیام :

صدر ایمانی بلاک پنچایت سمیتی نے ۱۳ مئی کو منتاگی کی نئی تعمیر شدہ الا کوٹا ریڈی لائبریری کا افتتاح کیا جس کی تعمیر کی لاگت کا تخمینہ (۸۲۰۰) روپے رہا۔ مجموعی لاگت میں بلاک کا حصہ (۴۳۰۰) روپے رہا۔

تربیتی کیمپ :

راجو پالم پنچایت سمیتی کے موضع دیورام پاڑو میں ۲۸ مئی سے ۳۰ مئی تک گرام سہایک تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں (۵۰) گرام سہایکوں کو تربیت دی گئی۔

کریم نگر

بلاک کی عمارت کا افتتاح :

چیف منسٹر نے ارجن کو بھیم دیوارم (تعلقہ حضور آباد) میں نئی تعمیر شدہ بلاک کی عمارت کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے وزیر قانون و اطلاعات نے اس بلاک کی تعریف کی کہ یہ بلاک ضلع میں تمام ترقیاتی

سرگرمیوں اور خاص طور پر زراعت کے شعبے میں پیش پیش رہا۔

کھمم

۳ روزہ یوتھ فیسٹیول :

پالیر پنچایت سمیتی کے موضع میدے پلی میں ۱۹ رمئی سے ۳ روزہ یوتھ فیسٹیول منعقد کیا گیا۔ اسپورٹس اور ثقافتی سرگرمیوں میں مختلف گاؤوں کی کئی جماعتوں نے شرکت کی۔ انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔

کرشنا

یوم ہریجن :

نندی گاما پنچایت سمیتی کے موضع ویلاڈی کوٹھاپالم میں ۳۰ رمئی کو یوم ہریجن منایا گیا۔ اس موقع پر بلاک کے عہدہ داروں نے عوام پر پانچ سالہ منصوبوں اور منصوبے کی اسکیموں میں ان کی شرکت کی اہمیت واضح کی۔ اس موقع پر نقشے وغیرہ بھی پیش کیے گئے جن میں منصوبوں کے آغاز کے بعد گاؤوں کی ترقی اجاگر کی گئی۔

اسکول کی نئی عمارت کا افتتاح :

چیف منسٹر نے ۱۴ رجون کو جے واڑہ میں بچوں کی مانٹیسوری اسکول کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ یہ اسکول ۱۹۵۵ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس وقت اس میں (۱۲۵) طلبا تھے۔ آج اس میں (۱۲۰۰) طلبا ہیں۔

یوم ہریجن :

نزود پنچایت سمیتی کے موضع اوسی ویناکلم میں یوم ہریجن منایا گیا۔ اس موقع پر صفائی کی مہم شروع کی گئی اور گلی کوچوں کو صاف کیا گیا۔

کرنول

کمبلوں کی بنائی کا مرکز :

آلور پنچایت سمیتی کے موضع الور میں کمبلوں کی بنائی کا مرکز قائم کرنے کی تجویز ہے جس پر اخراجات کا تخمینہ (۱۱۳۶۸) روپے ہے۔ اس سلسلے میں (۱۲) کاریگروں کو (۱۱) ماہ کی تربیت دی جائے گی۔

مخالف موسمی حالات کے پیش نظر مئی کے دوران سمیتی کے لیے (۱۸۰۰۰) روپے کی مالیت کے قحط کے امدادی کام منظور کیے گئے۔

محبوب نگر

گرام سہایک کیمپ :

شادنگر پنچایت سمیتی کے موضع چول پلی میں ۲۸ رسے ۳۰ رمئی تک زرعی گرم عپ کے موضوعات اور پنچایت پر گرام سہایکوں کا ایک جامع تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ کیمپ کی مدت کے دوران توسیعی عملے اور گرام سہایکوں نے شرم دان انجام دیا۔ گاؤں کے گلی کوچے صاف کیے گئے اور کھاد کے گڑھے جو مکانات کے قریب تھے انہیں گاؤں کے حدود پر منتقل کیا گیا۔ اس کے علاوہ ملوان کھاد کے (۵) گڑھے بھی کھودے گئے۔ شام میں ثقافتی پروگرام بھی ترتیب دیا گیا۔

میدک

برقی قوت کی سربراہی :

وزیر آب پاشی و برقی قوت نے جون ۱۹۶۲ء میں ڈیک پنچایت سمیتی کے موضع ڈیک میں برقی قوت کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے صدرنشین ضلع پریشد اور صدر سمیتی کو ضلع میدک میں اکثر مواضعات کو برقی قوت پہنچانے پر مبارکباد دی۔

نلگنڈہ

دیہی کمیونٹی ورکشاپ :

مئی میں سنگوڑ پنچایت سمیتی نے سرویل میں نجاری و لوہاری کی دیہی کمیونٹی ورکشاپ کے قیام کے لیے (۲۰۰۰۰) روپے کی منظوری دی۔ یہ تربیتی ادارہ ہوگا۔ ساتھ ہی زرعی آلات تیار بھی کیے جائیں گے۔ سمیتی نے نارائن پور میں خواتین کے لیے ملبوسات کی تیاری کا مرکز قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔

سمیتی نے گرام پنچایت محاصل کی وصولی کے لیے بھی ایک خصوصی مہم کا آغاز کیا۔ اب تک (۱۴۰۰۰) روپے اکٹھے کر لیے گئے۔ سرویل کے باشندوں نے (۱۰۰) فی صد محاصل ادا کر دیئے۔

لوک سہایک سینا :

دیورکنڈہ میں ۵ رمئی سے لوک سہایک سینا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا جہاں (۵۰۰) افراد کو تربیت دی گئی۔

نظام آباد

میلا منڈل کا افتتاح :

مئی میں بانسواڑہ بلاک کے موضع راسنو نگر میں نئے قائم شدہ میلا منڈل کا افتتاح کیا گیا جس کے لیے سلوائی کی مشین سربراہ کی گئی۔ نصف اخراجات منڈل نے برداشت کیے۔

وشاکھاپٹنم

تالاب کی صفائی :

گورنر آندھرا پردیش نے کلکٹر وشاکھاپٹنم کے ہمراہ ۱۹ رمئی کو ڈوڈا واڈا میں این سی سی کیمپ کا معائنہ کیا۔ ڈوڈا واڈا، وشاکھاپٹنم سے ۱۹ میل کے فاصلے پر

ہے۔ تقریباً (۴۰۰) کیڈٹوں نے جو کیمپ میں سماجی خدمت کی تربیت پا رہے ہیں، ڈودواٹا کے پیڈا اتالاب کی صفائی کا کام شروع کر رکھا ہے۔ اس صفائی کے نتیجے میں آیاکٹ رقبے میں (۵۰) ایکڑ کا اضافہ ہوگا۔

ورنگل

گرام سہایکوں کی تربیت:

مئی کے آخری ہفتے کے دوران نیکنڈہ پنچایت سمیتی کی جانب سے موضع مخدوم پور میں گرام سہایکوں کا تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا۔ آس پاس کے گاؤں کے (۵۰) افراد نے زرعی گروپ کے موضوعات بشمول امداد باہمی اور پنچایتوں کی تربیت حاصل کی۔ تربیت یابوں نے شرم دان میں حصہ لیا اور ثقافتی پروگرام اور نمائشیں وغیرہ بھی ترتیب دیں۔

گرام لکشمی کی تربیت:

ملگ پنچایت سمیتی کے موضع پالم پیٹھ میں ۱۹ اور ۲۰ مئی کو گرام لکشمی تربیت کیمپ منعقد کیا گیا۔ اس کیمپ میں مختلف گاؤوں سے (۵۰) تربیت یابوں نے شرکت کی۔ صحت و صفائی سے متعلق اسٹال بھی قائم کیے گئے۔ کملا پور بلاک کی (۳۰) مہیلاؤں نے ۳۰ مئی کو ملگ پنچایت سمیتی کا معلوماتی دورہ کیا۔ وہ موضع پالم پیٹھ بھی گئیں اور مہیلا منڈل، سلوائی کے مرکز اور دامیادیوں کا معائنہ کیا۔

دوپہر کے کھانے کی اسکیم:

"کیر" ادارے کے تعاون سے ضلع ورنگل میں پرائمری اسکول کے بچوں کے لیے دوپہر کے کھانے کی اسکیم کو جون سے روبہ عمل لایا جائے گا۔ پہلے سال کے دوران ریاست کے (۲۰) اضلاع میں (۲) لاکھ بچوں کو اس اسکیم کے تحت لے آیا جائے گا۔

○

تیری ناکامی بھی کام آجائے گی
اپنی ناکامی سے کچھ تو کام لے
(میکش)

○

جفا سے غرض امتحانِ وفا ہے
تو کہہ کب تلک آزماتا رہے گا
(درد)

اخباری اطلاعات

عہدہ دار محصول تفریحات!

یکم جولائی ۱۹۶۲ء سے حیدرآباد اور سکندرآباد کے بلدی رقبوں
ے ایک نظر ثانی شدہ انتظام نافذ کیا جا رہا ہے جس کے تحت "قانون محصول
یحات کی عمل آوری ڈپٹی کمرشیل ٹیکس آفیسر (تفریحات) کے تفویض
ہے گی۔ جو حیدرآباد اور سکندرآباد کے بلدی رقبوں کے لیے انٹرٹینمنٹ
لس آفس ہوں گے اور ان رقبوں میں انٹرٹینمنٹ ٹیکس آفیسر کے فرائض
ر اختیارات استعمال کریں گے اور ڈپٹی کمشنر تجارتی محاصل حیدرآباد
بوبی ڈویژن) کے دفتر سے ملحق رہیں گے۔ اس لیے اب سے حیدرآباد
ے بلدی رقبوں میں مالکان سینما کی جانب سے پیش ہونے والے حسابی
نخنے انٹرٹینمنٹ ٹیکس آفیسر کے پاس ان کے دفتر موقوعہ کرم جاہی روڈ
در آباد پر روانہ کئے جائیں گے۔ اس طرح مہر لگانے کی غرض سے ٹکٹ
ی موصوف کے دفتر پر پیش ہوں گے۔

سکندرآباد کے مالکان سینما کی سہولت کے لیے اس عمارت
ں جس میں سکندرآباد سے متعلق تجارتی محاصل کے دفاتر واقع ہیں ایک
یلی دفتر قائم کیا جائے گا۔ اس رقبے کے مالکان سینما اپنے ٹکٹ مہر
لگانے کی غرض سے سکندرآباد کے اس ذیلی دفتر پر پیش کر سکتے ہیں۔
ر وہ اپنے ہفتہ واری حسابی نسخے بھی اس دفتر پر روانہ کریں گے۔

محصول تفریحات کی ادائی سے استثنا کی تمام درخواستیں
پٹی کمرشیل ٹیکس آفیسر (تفریحات) حیدرآباد کے پاس پیش ہوں گی

ادیبوں کو مالی امداد!

ایسے ادیبوں اور فن کاروں کو جو ناموافق حالات میں ہوں
ور ایسے افراد کی بیواؤں اور بچوں کو رقمی الاونس کی ادائی کی جو اسکیم
کومت ہند نے شروع کی تھی وہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے آغاز
یعنی ۶۲-۱۹۶۱ء سے مستقل اساس پر چلائی جا رہی ہے۔ ریاستی حکومت
نے یکم اپریل ۱۹۶۱ء سے اس اسکیم کے تحت عاید ہونے والے خرچ کا
ایک تہائی حصہ برداشت کرنے سے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا ہے

حکومت نے ایسی مالی امداد کی درخواستوں کی تنقیح کے لیے ایک
کمیٹی مقرر کی ہے جو نیچے دیے ہوئے اصحاب پر مشتمل ہے:-

(۱) وزیر تعلیمات (صدر نشین) (۲) معتمد محکمہ تعلیمات اور (۳) ناظم
تعلیمات۔ ناظم تعلیمات اس کمیٹی کے داعی ہوں گے۔ اس اسکیم کے تحت مالی امداد
کا مستحق بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ درخواست گزار نے علم و ادب وغیرہ
کی خدمت میں نمایاں حصہ لیا ہو۔ ایسے افراد جن کی خانگی آمدنی ماہانہ (۱۵۰)
روپے یا اس سے زیادہ ہو امداد کے مستحق نہ ہوں گے۔

حکومت کی جانب سے دی جانے والی امداد یا تو ماہانہ الونس کی شکل
میں ہوگی یا یکمشت گرانٹ کی شکل میں یا دونوں شکلوں میں۔ البتہ کسی صورت
میں بھی ماہانہ الونس (۱۵۰) روپے سے زیادہ نہ ہوگا۔ درخواست گزاروں
کو اس کی آزادی حاصل ہے کہ خواہ وہ اپنی درخواستیں ریاستی حکومت کو یا مرکزی
حکومت (وزارت سائنسی تحقیقات و تہذیبی امور) کو یا دونوں کو روانہ کریں

برخاست شدہ اسٹیٹوں میں سروے اور بندوبست کا کام

ایسے تمام کاشتکاروں کو جو اپنی زمینات کے سروے اور بندوبست
کے تعلق سے غلط اندراجات کی شکایتیں رکھتے ہوں مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ
وہ اس اسسٹنٹ سٹلمنٹ آفیسر کے پاس رجوع ہو جائیں جس کے حدود اراضی میں
ان کی زمینات واقع ہوں اور انفرادی درخواستیں پیش کریں۔ جن میں مبینہ
غلطیوں اور مطلوبہ اصلاح اور تصحیح کی صراحت کی گئی ہو۔ اسسٹنٹ سٹلمنٹ آفیسروں
کو ہدایات دی گئی ہیں کہ وہ ایسی درخواستیں حاصل کر لیں۔ اگرچہ ان کی
میعاد گزر چکی ہے اور ضروری دریافت کے بعد جہاں کہیں ضرورت ہو نقائص
کی اصلاح کر دی جائے۔ ایسی صورتوں میں جب کہ خود اسسٹنٹ سٹلمنٹ
آفیسر بھی کسی غلطی کی اصلاح کے مجاز نہ ہوں وہ درخواست گزاروں کو صحیح

طریقہ کار کی اطلاع دیدیں جو انہیں اختیار کرنا چاہیئے۔

مفاد عامہ کی خدمت

حکومت نے ریاست آندھرا پردیش میں ہوائی حمل و نقل کی سروس کو قانون نزاعات صنعتی ۱۹۴۷ء کے اغراض کیلئے ۲/ جون ۱۹۶۲ء سے مزید چھ مہینوں کی مدت کے لیے مفاد عامہ کی خدمت قرار دیا ہے۔

زرعی مقبوضوں کی یک جائی!

مجلس مال نے قانون انسداد انتشار اراضی و استمال اراضی ۱۹۵۶ء کے تحت ضلع عادل آباد کے کلکٹر کو ان مواضعات کے تعلق سے جن کے بارے میں حکومت کے ایک حکم مورخہ ۲۲/ دسمبر ۱۹۶۱ء کے ذریعے اعلان کیا گیا ہے۔ مذکورہ قانون کے تحت زرعی مقبوضوں کی یکجائی کی اغراض کے لئے آندھرا پردیش گزٹ میں اعلان کی اشاعت کی تاریخ سے "مذکورہ قانون کے تحت کمشنر بندوبست" مقرر کیا گیا ہے۔

حمالوں کے حالات کا سروے!

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ شری جے۔ دشرتھ نانمد ریڈی اسپیشل افسر ایوالویشن اینڈ امپلمنٹیشن دفتر کمشنر لیبر (ز جنرل پراویڈنٹ فنڈ کمشنر کی بجائے جیسا کہ اس سے پہلے احکام دیئے گئے تھے) اس کمیٹی کے صدر نشین ہونگے جو ریاست میں حمالوں کے حالات کا سروے عمل میں لانے کیلئے مقرر کی گئی ہے۔

گریجویٹوں کا انتخابی حلقہ!

حکومت نے آندھرا پردیش یونیورسٹی کی جانب سے عطا کی جانیوالی مشرقی علوم کی حسب ذیل اسناد کو لیجسلیٹو کونسل کے گریجویٹوں کے انتخابی حلقے کے انتخابات کے اغراض کیلئے ہندستان کی کسی بھی یونیورسٹی کے گریجویٹ کی سند کے مماثل قرار دیا ہے۔ جو ان اسناد کے علاوہ ہیں جن کے متعلق اس سے پہلے اعلان کیا جا چکا ہے۔ (۱) بھاشا پراوین۔ (۲) ودیا پراوین۔

ایسے تمام افراد جو مذکورہ بالا اسناد رکھتے ہوں اب اس کے مستحق ہیں کہ وہ لیجسلیٹو کونسل کے گریجویٹوں کے انتخابی حلقے کے رائے دہندوں کی فہرست میں اپنے نام کے اندراج کیلئے مقررہ طریقے پر درخواستیں پیش کریں۔

مالگزاری کے بقایا کی معافی

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں وہ ضلع اننت پور کے خشک سالی سے متاثرہ (۱۶۵) مواضعات میں سن ۱۳۶۷ فصلی سے متعلق زر مالگزاری کا بقایا (۸۳٬۸۵۲) روپیے (۲) نئے پیسے زر مالگزاری جس کی وصولی متواتر تین سال سے ملتوی رکھی گئی تھی ناقابل وصولی قرار دیا جاکر معاف کردیا جائے۔ حکومت نے ان مواضعات میں ناموافق موسمی حالات کی وجہ سے دوسری امدادوں کے علاوہ زر مالگزاری کا التوا بھی منظور کیا تھا جس کے نتیجے میں متواتر تین سال مالگزاری کی وصولی ملتوی رکھی گئی تھی۔

فنکار اداروں کو رقمی امداد

آندھرا پردیش للیتا کلا اکیڈیمی کی جنرل کونسل نے ریاست کے خانگی فنکار اداروں اور انجمن کو امدادی گرانٹ دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ وہ اپنی سرگرمیوں اور خاص خاص مہموں کو وسعت دے سکیں۔ ایسے ادارے ان گرانٹس کے لئے درخواستیں پیش کرسکتے ہیں جن کی رجسٹری سوسائیٹیز رجسٹریشن ایکٹ کے تحت عمل میں آئی ہو اور جو کم سے کم ایک سال سے کام انجام دے رہے ہوں۔ درخواستیں آنریری سکریٹری آندھرا پردیش للیتا کلا اکیڈیمی تلک روڈ حیدرآباد ۱ کے پاس روانہ کی جائیں۔ درخواستوں کے ساتھ سالانہ رپورٹ پچھلے سال کے حسابات کا تختہ دستور عہدیداروں کی فہرست اور اس مخصوص مہم کی تفصیلات منسلک کی جائیں جس کیلئے گرانٹ کی درخواست کی جا رہی ہو۔

وظیفے

درج فہرست قوموں درج فہرست قبایل اور دوسرے پس ماندہ طبقوں کے طلبا کیلئے جو میٹرک کے بعد کے درجوں میں تعلیم پا رہے ہوں حکومت ہند کے وظیفوں کی جدید درخواستوں کے فارم دفتر نظامت سوشیل ویلفیر (۳-۵-۱۱۵) نارائن گوڑہ حیدرآباد سے حاصل کرلیے جاسکتے ہیں۔ دفتر نظامت سوشیل ویلفیر میں تجدیدی درخواست کے فارموں کی وصولی کی آخری تاریخ ۱۵/ جولائی ۱۹۶۲ء ہے۔ اور جدید وظیفوں کی درخواست فارموں کی وصولی کی آخری تاریخ ۱۶/ اگست ۱۹۶۲ء ہے۔

نئی سہولت

دفتر چیف کنٹرولر آف اکونٹس آندھرا پردیش اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ (۱-۹۹-۱-۲-۶) سوماجی گوڑہ حیدرآباد ۴ پر ۱۵/ جون ۱۹۶۲ء سے ایک "صیغہ شکایات" قائم کیا جارہا ہے اسٹیٹ الکٹریسٹی بورڈ سے تعلق رکھنے والے برقی قوت کے صارفین اپنی شکایتیں (اگر کوئی ہوں) ذریعہ تحریر ڈپٹی چیف اکونٹنٹ صیغہ شکایات دفتر چیف کنٹرولر آف اکونٹس پر منددجہ بالا پتہ پر پیش کرسکتے ہیں

یوم جمہوریہ کے موقع پر بہترین روشنی کے انعامات

حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ یوم جمہوریہ ۱۹۶۲ء کی رات کو شہر حیدرآباد اور سکندرآباد میں بہترین روشنی والی عمارتوں کے لیے جو انعامات مقرر کئے گئے تھے۔ ان میں (۱۵۰) روپیے کا پہلا انعام نظام کلب حیدرآباد کو اور (۱۰۰) روپیے کا دوسرا انعام بیر اگنا ٹوس کارپوریشن سکندرآباد کو عطا کیا جائے۔

شاذ تمکنت

اِک پھول کا مضمون

تبصرے کے لیے دو جلدیں آنی چاہئیں

★ مثنوی لُطف موسوم بہ نیرنگِ عشق، مُرتبہ : ڈاکٹر ثمینہ شوکت
★ ناشر :- مجلسِ تحقیقاتِ اُردو۔ حیدرآباد
★ قیمت :- دو روپے پچاس پیسے

مرزا علی لُطف کا نام اُردو اَدب کے طالب علم کے لیۓ شاید کشش کا باعث نہ ہو لیکن اُردو اَدب کا مُحقِق لُطف کے کارناموں کو فراموش نہیں کرسکتا۔ لُطف بارھویں صدی ہجری کے رُبع آخر کی اہم ادبی شخصیت ہیں۔

مرزا علی لُطف کا اہم کارنامہ "گلشنِ ہند" سمجھا جاتا ہے جو یقیناً ایک اہم تذکرہ ہے۔"گلشنِ ہند" کی تدوین کے باب میں جہاں لُطف کی ژرف نگاہی کارفرما ہے" وہیں ڈاکٹر گل کرسٹ بھی قابلِ مبارکباد ہیں، جنہیں قدرت نے مردم شناسی کا ایسا جوہر عطا کیا تھا جس کی بدولت آج ہم اُردو شعر و ادب کے نایاب نسخوں کو بہ افراط پاتے ہیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کی فرمائش پر مرزا علی لُطف نے "تذکرہ گلشنِ ہند" مرتب کیا تھا اور یہی ان کی شہرتِ دوام کا باعث بنا۔ یہ سچ ہے کہ "گلشن ہند" پہلا تذکرہ نہیں ہے۔ ہم میر کے "نکات الشعراء" گردیزی کے "تذکرہ ریختہ گویاں" لچھمی نرائن شفیق کے "چمنستانِ شعراء" علی ابراہیم خلیل کے "گلزارِ ابراہیم" وغیرہ وغیرہ کے مطالعہ کے بعد لُطف کے "گلشنِ ہند" کی طرف آتے ہیں اور یہ داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ لُطف نے اپنے تذکرہ میں پیش رَوؤں سے زیادہ وقیع معلومات فراہم کرنے کی کامیاب مساعی کی ہے۔

مرزا علی لُطف جس پایہ کے شاعر تھے اس کا کما حقہٗ اندازہ ان کی مُحققانہ صلاحیتوں کی وجہ سے آج تک نہیں کیا جا سکا، لیکن نقادانِ فن ان کی غزل گوئی کا بہرطور اعتراف کرتے ہیں۔ مزید برآں ان کی مثنوی نگاری بھی ایک خوشگوار حادثہ ہے۔ مثنوی "نیرنگِ عشق" یا "مثنوی لُطف" کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ لُطف مثنوی نگاری کے فن میں بھی کمال رکھتے تھے۔ ان کی مثنوی نگاری پر شمالی ہند کی مثنویوں کی چھوٹیں تو نہیں پڑتیں لیکن مثنوی کی سج دھج ہمیں چراغ سے چراغ جلانے کی روایت کی ضرور یاد دلاتی ہے۔ شاہ حاتم، آبرو، میر، سودا وغیرہ کی مثنویوں کے آگے مرزا لُطف کی مثنوی بہ آسانی رکھی جا سکتی ہے۔ میر حسن، مرزا شوق، اور نسیم (موخر الذکر سے قطع نظر) شاید مرزا علی لُطف کا پہلو مثنوی نگاری میں داب لیں، لیکن لُطف قصّہ گوئی کے فن کے چٹخارے سے خوب خوب واقف ہیں۔

"مثنوی لُطف" ایک نایاب تحفہ ہے جسے ڈاکٹر ثمینہ شوکت نے دلدادگانِ ادب کی خدمت میں ایک جامع اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر ثمینہ کے عالمانہ مقدمہ کی روشنی میں ہمیں مثنوی کی "شانِ نزول" اور اس کے ماحول سے پورے طور پر واقفیت ہوتی ہے۔ ثمینہ صاحبہ نے بڑی تحقیق و کاوش کے بعد یہ مثنوی مرتب کی ہے جس پر ہم انہیں مبارکباد دیتے ہیں۔

کتاب کا پیشِ لفظ پروفیسر عبدالقادر سروری نے لکھا ہے جو اپنی جامعیت اور علمیت کے لحاظ سے اس مثنوی کے مطالعہ کے لیۓ ایک شمعِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پروفیسر موصوف ہی کی دلچسپی نے "مجلسِ تحقیقاتِ اُردو" کو علمی و ادبی مشاغل کی طرف متوجہ کیا ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اپنی بچتیں حکومت ہند کی چھوٹی بچتوں کی اسکیم میں لگا دیجئے

اپنی رقم ان نفع بخش محفوظ کفالتوں میں سے کسی میں بھی لگائیے

۱۲ سالہ نیشنل پلان سیونگس سرٹیفکیٹ	شرح سود (۵٫۴۱) فیصد جو مدت کی تکمیل پر ملتا ہے (۵) روپے سے لیکر (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثائق مل سکتے ہیں۔ انفرادی طور پر (۲۵۰۰۰) روپے کے وثائق خریدے جاسکتے ہیں (۲۵۰۰۰) روپے کی قیمت کے وثائق صرف پراویڈنٹ فنڈ کی سرمایہ کاری کے لئے ہیں۔
۱۰ سالہ ٹریژری سیونگس ڈپازٹ سرٹیفکیٹ	سالانہ (۴) فیصد سود ادا کیا جاتا ہے (۵۰) روپے کے حاصل ضربوں میں (۲۵۰۰۰) روپے تک کی قیمت کے وثائق انفرادی طور پر خریدے جاسکتے ہیں۔
۱۵ سالہ اینوٹی سرٹیفکیٹ	قیمت فروخت (۱۳۳۰) روپے (۳۳۲۵) روپے (۶۶۵۰) روپے (۱۳۳۰۰) روپے اور (۲۶۶۰۰) روپے انفرادی طور پر (۲۶۶۰۰) روپے کے وثائق خریدے جاسکتے ہیں۔ (۴٫۲۵) فیصد سالانہ سے کچھ زائد شرح سے مرکب سود کے ساتھ ماہانہ قسطوں کی شکل میں رقم واپس کی جاتی ہے۔ یہ قسطیں پندرہ سال کی مدت تک جاری رہتی ہیں۔
پوسٹ آفس سیونگس بنک اکونٹس	(۲۵) روپے سے (۱۰۰۰۰) روپے تک کی امانتوں پر (۲½) فی صد شرح سے سود دیا جاتا ہے اور (۱۰۰۰۰) روپے سے زائد امانتوں پر (۲) فیصد۔
کیومیولیٹیو ٹائم ڈپازٹ اسکیم	اگر ۵، یا ۱۰ سال کی مدت کے لئے ماہانہ ۵، ۱۰، ۲۰، ۵۰، ۱۰۰، یا ۲۰۰ روپے جمع کئے جائیں تو سود کے ساتھ یکمشت رقم حاصل کی جاسکتی ہے۔

چھوٹی بچتوں میں لگائی ہوئی رقوم سے حاصل ہونیوالا سود انکم ٹیکس اور سوپر ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔

ہندوستان کے مستقبل کیلئے اپنی رقمیں لگائیے

ان وثائق سے متعلق مزید معلومات اور قواعد ضوابط کے لئے براہ کرم قریب ترین کے پوسٹ آفس یا ریجنل سیونگز آفیسر ۱-۲-۲، اے سی گارڈز روڈ حیدرآباد یا اپنے ضلع کے دفتر کلکٹری میں ڈسٹرکٹ آرگنائزر سے ربط قائم کیجئے۔

آندھرا پردیش

اعداد و شمار

رقبہ اور انتظامی ڈویژن (سنہ ۱۹۶۱ء کی مردم شماری)		
رقبہ	(مربع میل میں)	۱۰۶۰۵۲
مجموعی آبادی	(لاکھ میں)	۳۵۹ء۸
ضلعوں کی تعداد		۲۰
تعلقوں کی تعداد		۱۸۹
قصبات اور شہروں کی تعداد		۲۲۳
شرح آبادی (فی مربع میل)		۳۴۰

پانچ سالہ بہائم شماری سنہ ۱۹۶۱ء (ہزاروں میں)	
مویشی	۱۲۳۴۵
بھینسیں	۶۹۴۹
بھیڑیں	۸۳۶۳
بکریاں	۴۲۴۷
گھوڑے و ٹٹو	۷۱
دوسرے جانور	۶۷۶
میزان	۳۲۶۵۱

کمیونٹی ڈیویلپمنٹ پروگرام

تفصیلات	۱۹۵۹ - ۶۰ء	۱۹۶۰ - ۶۱ء	۱۹۶۱ - ۶۲ء
بلاکوں کی تعداد	۲۸۲	۳۲۶	۳۷۸
بلاکوں کی تعداد فی ہزار گاؤں پر	۱۰ء۶۶	۱۶	۱۷
بلاکوں کی تعداد دس لاکھ کی آبادی پر	۷ء۷۲	۱۶	۱۶
گاؤں کی تعداد جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے -	۱۷۸۸۷	۲۰۹۰۱	۲۴۵۰۲
آبادی جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے (ہزاروں میں)	۱۸۷۳۱	۲۰۵۷۳	۲۳۵۶۵

معدنی پیداوار (اعداد ہزار ٹن میں)	۱۹۵۹ء	۱۹۶۰ء
کوئلہ	۲۲۹۶	۲۵۹۶
لوہے کی کچدھات	۲۰۳	۲۳۳
مینگنیز	۱۶	۲۴
ابرق	۳	۳
چونے کا پتھر	۷۷۶	۱۰۳۶

(رجسٹرڈ اے - ۱۳۷)

آگست ۱۹۶۲ء

آندھرا پردیش

6(10) 1962

صدر ھند ڈاکٹر رادھا کرشنن نے ۷ ۔ جولائی سنہ ۱۹۶۲ ء کو لیک ویوگسٹ ھاوس حیدرآباد میں
سابق صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد سے ملاقات کی ۔

جلد ۶
شمارہ ۱۰

فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے

سالانہ ۳ روپے

سرورق:-
بالا حصار قلعہ گولکنڈہ، جہاں سے
اطراف کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔

آخری ورق:-
میڈچل پرائمری اسکول حیدرآباد کا
اوپن ایئر کلاس روم۔

ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ، آندھرا پردیش نے شائع کیا۔

مطبوعہ:- انتخاب پریس
جواہرلال نہرو روڈ
حیدرآباد

ترتیب

اپنی بات

آج ایک بار پھر ہم جشنِ یومِ آزادی منا رہے ہیں۔ آج سے ٹھیک (۱۵) سال قبل ہم نے بیرونی سامراج سے، راشٹر پتا مہاتما گاندھی کی قیادت میں آزادی حاصل کی تھی۔ ہم نے یہ آزادی توپ و تفنگ سے نہیں، تشدد اور جبر و استبداد سے نہیں، خون خرابے سے اور جنگ و جدال سے نہیں بلکہ نہایت پُر امن طریقے پر عدم تشدد کے اُصولوں کے ذریعہ حاصل کی تھی۔ آج جب ہم یہ جشن منا رہے ہیں تو ہمارے سر اپنے امر باپو جی اور اُن اَن گنت شہیدوں کے سُورماؤں کی یاد میں عزت و احترام سے جھک جاتے ہیں جن کی قربانیوں کے سبب ہم آزاد ہوئے اور آزاد نواسیوں کی حیثیت سے یہ دن منا رہے ہیں۔ ہماری قوم ان عظیم المرتبت نیتاؤں کے احسانات اور قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کرے گی جنہوں نے آزادی کے حصول کے بعد ملک کی باگ ڈور سنبھالی اور آج تک خلوص و ایثار کے ساتھ اس کی قیادت کر رہے ہیں، اور جن کی بدولت اقوامِ عالم کی برادری میں ہمارا سر فخر سے اُوپر اُٹھ گیا ہے۔

پچھلے ماہ محکمہ اطلاعات و تعلقاتِ عامہ کی جانب سے رویندرا بھارتی تھیٹر میں ایک کلچرل پروگرام پیش کیا گیا جس میں مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات شری بی۔ گوپال ریڈی نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔ امریکی پروفیسروں کی ایک جماعت نے بھی اس پروگرام میں شرکت کی۔ یہ پروگرام بے حد کامیاب رہا۔

پچھلے ماہ کی آخری تاریخوں میں شمالی ہند کے اخبار نویسوں کی ایک جماعت حیدرآباد پہنچی۔ یہ جماعت حکومتِ ہند کی جانب سے روانہ کی گئی تھی جو جموں، دہلی، آسام، مدھیہ پردیش

مغربی بنگال، راجستھان، اڑیسہ، پنجاب، اور بہار کے اخبار نویسوں پر مشتمل تھی۔ اس جماعت نے ناگارجن ساگر پروجکٹ، ناگارجن کونڈہ، مثلی پنچایت سمیتی (ضلع نلگنڈہ)، حضورنگر، چوٹپل سمیتیوں کا دورہ کیا اور شہر حیدرآباد کے قابل دید مقامات کا مشاہدہ کیا۔

حکومت ہند نے مختلف ریاستوں نیز عوام کے درمیان ثقافتی روابط کو ترقی دینے کی غرض سے ۱۹۵۹ء میں تہذیبی وفود کے بین ریاستی تبادلے کی اسکیم شروع کی تھی۔ اس اسکیم کے تحت پنجاب اور کیرالا کے وفدوں نے ۱۹۶۱ء میں اور اڑیسہ اور مدھیہ پردیش کے وفود نے ۱۹۶۲ء میں آندھرا پردیش کے دورے کیے۔ آندھرا پردیش نے بھی رواں سال کے دوران اپنا ایک تہذیبی وفد پنجاب روانہ کیا تھا۔ اب ستمبر اور اکتوبر ۱۹۶۲ء کے مہینوں میں ایک وفد آسام، اور منی پور روانہ کرنے کی تجویز ہے۔ اس قسم کے وفود کے تبادلوں سے جہاں مختلف ریاستوں کے تہذیبی تعلقات مستحکم ہوتے ہیں وہاں مختلف ریاستوں کے عوام کو دوسری اسٹیٹوں کے فن کا مشاہدہ کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔

۳۱ر جولائی اور یکم اگست کی درمیانی شب علم و ادب کی ایک اور شمع گل ہوگئی حیدرآباد کے مشہور غزل گو شاعر شاہد صدیقی کا اچانک انتقال ہوگیا۔ شاہد بیک وقت ایک شاعر، ایک ادیب، ایک مزاح نگار، ایک طنز نگار اور سب سے بڑھ کر ایک ہمدرد انسان تھے۔ آندھرا پردیش کو ہمیشہ ان کی بے وقت موت پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ ادارہ ان کی موت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔
ہم ان کے پسماندگان کے غم میں دل سے شریک ہیں۔

ادارہ

'تعلیم' پر خصوصی ضمیمہ

'آندھرا پردیش' کے شمارہ اکتوبر ۱۹۶۲ء
میں
'تعلیم' پر خصوصی ضمیمہ شائع کیا جائے گا۔

صدرِ جمہوریہ ہند، حیدرآباد میں

"حیدرآباد، شمال اور جنوب کے سنگم پر واقع ہے اور اس کی حیثیت ایک کاسموپولیٹن شہر کی ہے۔ یہاں ایک مشترکہ کلچر ترقی کر رہا ہے اور یہ ایک قوم کی مثال پیش کر سکتا ہے۔" ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر ایس رادھاکرشنن، صدر جمہوریہ ہند نے بلدی سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے کیا۔ صدر موصوف کو بلدیہ حیدرآباد کی جانب سے ۱۲ جولائی ۱۹۶۲ء کو نظام کالج گراؤنڈ پر سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ صدر جمہوریہ ہند نے حیدرآباد کے ذریعے پر خاص زور دیا اگر لوگ متحد ہو کر اور نظم و ضبط سے کام کریں۔

صدر رادھاکرشنن، شہر حیدرآباد میں تین ہفتے قیام کے لیے ۱۲ جولائی کو بیگم پیٹ کی طیران گاہ پہنچے تو ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ گارڈ آف آنر کا معائنہ کرنے اور سلامی لینے کے بعد صدر "راشٹرپتی نلائم" بلارم روانہ ہوئے، جو ان کی سرکاری قیام گاہ ہے۔ صدر نے ریک ویگیسٹ ہاؤس میں سابق صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد سے ملاقات کی۔

صدر جمہوریہ ہند نے دواخانۂ عثمانیہ کا معائنہ کیا اور اس "ایٹ ہوم" میں شریک ہوئے جو گورنر آندھرا پردیش نے ۱۶ جولائی کو راج بھون میں دیا۔

ڈاکٹر رادھاکرشنن نے آندھرا پردیش ہائی کورٹ کا بھی معائنہ کیا جہاں ہائی کورٹ ایڈوکیٹس ایسوسی ایشن نے ان کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے صدر نے قانونی پیشے سے تعلق رکھنے والے ارکان کو شاندار خراج تحسین پیش کیا اور انہیں تلقین کی کہ وہ سماجی ذمہ داری کا جذبہ پیدا کریں اور ملک کے مفادات کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔

صدر جمہوریہ ہند نے ۱۴ جولائی کو ایڈمنسٹریٹو اسٹاف کالج کا معائنہ کیا اور کالج کے عملے اور ارکان سے خطاب کیا۔ صدر موصوف نے ماہرین نظم و نسق سے خواہش کی کہ وہ اپنے فرائض سمجھداری سے اور انسانی ہمدردی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کریں۔ ڈاکٹر رادھاکرشنن نے ۱۴ جولائی کو ریک ویگیسٹ ہاؤس میں ڈاکٹر راجندر پرشاد سے دوسری بار ملاقات کی۔ سابق صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد طبی مشورے پر برسات گزارنے حیدرآباد آئے ہوئے ہیں۔

صدر جمہوریہ ہند ۲۲ جولائی کو سری سیلم اور ترو پتی کے دورے پر روانہ ہوئے، صدر موصوف ۲ اگست کو حیدرآباد سے بنگلور روانہ ہو جائیں گے۔

اختر حسن

انقلاب

میں نے چاہا اُسے اُس کے ہر نقشِ طناز کو
اُس کی رعنائی ناز و انداز کو
اُس کی چشمِ فسوں ساز کو
اُس کی آواز کو
میں نے پُوجا اُسے اُس کے ابروئے خمدار کو
اُس کے لب ہائے گلبیز و گلنار کو
اُس کے قامت کی تلوار کو
اُس کی رفتار کو
اُس کا شاداب و سرشار پیکر لہکتا ہوا
اُس کے عارض کا کُندن دمکتا ہوا
ساغرِ مے سے چھلکتا ہوا
گُل مہکتا ہوا
اس کے الطاف اس کی عنایات میرے لیئے

اُس کی چشمِ مدارات میرے لیئے
اُس کے دِن رات میرے لیئے
بات میرے لیئے
زندگی روز و شب اپنے محور پہ چلتی رہی
وقت کے برف کی سِل پگھلتی رہی
پیار کی دھوپ ڈھلتی رہی
رُت بدلتی رہی
مڑ کے دیکھا تو بستی محبت کی ویران تھی
خاک کوئے تمنا پریشان تھی
انجمن دل کی سنسان تھی
آنکھ حیران تھی
میں نے چاہا اُسے اُس کے ہر نقشِ طناز کو

ڈاکٹر محمد مرتضیٰ صدیقی

اخلاقی تعلیم

ماہرین تعلیم اکثر اس امر کو دہراتے رہتے ہیں کہ طلبا میں اخلاقی اور سماجی قدریں کم ہوتی جا رہی ہیں بلکہ ان کا زیادہ تر رجحان یہ ہے کہ۔
"They commit donts and omit dos."
اور طلبا میں ڈسپلن کا فقدان ایک مشکل مسئلہ بن گیا ہے۔ اگر اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو ہم ایک ہی معقول نتیجہ پر پہونچتے ہیں، وہ یہ کہ ساری خرابیاں' یعنی اخلاقی کمزوریاں، شکست خوردہ ذہنیت، انتشار، بے راہ روی' دراصل اخلاقی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ چنانچہ، سمرسٹ ماہم Somerset Maugham کا قول ہے کہ "وہ تعلیم ہی نامکمل ہے جس میں اخلاقی اور رُوحانی تعلیم شامل نہ ہو' اور برسوں پہلے افلاطون نے بھی کہا تھا کہ صحیح تعلیم وہ ہے جو انسان کی رُوحانی اور جسمانی تربیت مساوی طور پر کرسکے۔ یعنی تعلیم کو اخلاقیات اور رُوحانیت سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ حال ہی میں پنڈت نہرو نے بھی اس امر کو دہرایا کہ آچاریہ ونوبھاوے کا یہ قول ان کو پسند آیا کہ "یہ دَور رُوحانیت اور سائنس کا دَور ہے۔" دوسرے الفاظ میں اس سائنس کے ترقی یافتہ دَور میں رُوحانی تعلیم اور اخلاقی بلندی کی بے حد ضرورت ہے اور یہ تو ایک لازمی بات ہے کہ انسانیت کی تکمیل کے لیئے اور انسان کو کامل تربیت یافتہ انسان بنانے کے لیئے اخلاقی تعلیم لازمی ہے۔ یعنی تعلیم کو اخلاقیات اور رُوحانی تعلیم سے اسی طرح علحدہ نہیں کیا جا سکتا جسطرح رُوح کو جسم سے

اگر اخلاقی اور رُوحانی تعلیم کو تعلیم سے الگ کر دیا جائے تو انسان جسمانی طور پر زندہ تو رہے گا مگر رُوحانی اور اخلاقی طور پر اس کا وجود و عدم وجود برابر ہوگا۔ اور یہ انسانیت کی موت ہوگی۔ اور انسان ارتقا کی حد تک نہ پہونچ سکے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اپنی کتاب' مذہب اور سماج میں' لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اورنگ زیب نے اپنے ایک استاد کو خط میں لکھا کہ۔ "آپ نے میرے والد سے کہا ہے کہ آپ مجھ کو فلسفہ پڑھائیں گے۔ یہ صحیح ہے کہ آپ نے برسوں مجھ کو مختلف چیزوں کے متعلق ہوائی باتیں بتلائی ہیں جس سے مجھ کو نہ دماغی تسکین ہوئی اور نہ وہ باتیں انسانی سماج کے لیئے کوئی افادیت رکھتی ہیں۔ یہ محض تصوراتی دنیا کی سیر کے سوا اور کیا ہے ؟۔ گو' ان باتوں کو سمجھنے میں دیر لگی مگر بھولنے میں دیر نہ لگے گی، مگر کیا آپ نے کبھی اس طرف بھی توجہ کی کہ مجھ کو یہ بتلاتے کہ کسطرح ملک کا محاصرہ کیا جائے اور کسطرح محاصرہ میں اور جنگ میں ملک کی مُدافعت کی جائے ؟ یہ سب چیزیں میں نے سیکھیں ضرور مگر دوسروں سے۔" آگے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "آج دنیا بے چینی اور کشمکش میں اس لیئے ہے کہ وہ "محاصرہ کرنا" اور "مُدافعت کرنا" تو جانتی ہے مگر اُس نے زندگی کی صحیح قدروں کو، فلسفہ کو، رُوحانیت کو اور مذہب کو جاننے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اور دنیا میں اسی طرح تباہیاں آتی رہیں گی جب تک کہ رُوحانیت اخلاقی قدروں اور مذہبیت کا عُروج نہ ہو جائے۔" دراصل یہ ایک اہم حقیقت ہے جس کو

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے واضح کیا ہے کہ نہ صرف طلباء میں ڈسپلن کی کمی بلکہ سارے عالم کی کشمکش محض اس لیئے ہے کہ انسان اخلاقیات اور روحانیت سے دور ہو گیا ہے اور یہ ایسا خطرناک راستہ ہے جس کے آگے تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ Duke of Wellington نے بھی اسی چیز کو دوسرے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں :

" *Educated man without religion and ethics, and you make them but clever devils.*"

اور انسان ہوشیار شیطان بن کر دنیا میں جو کچھ کر رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اگر انسان کی حفاظت کے لیئے روحانی تعلیم اور مذہب نہ ہوتے تو غالباً انسان اس وقت تک باقی ہی نہیں رہتا۔ روحانیت کے لیئے مذہب ضروری ہے اور مذہب کی جڑیں انسانیت ہی کی مٹی سے نمو پاتی ہیں۔ اور اس میں بڑی گہرائی تک چلی گئی ہیں۔ اور آج تک بھی انسانیت کے تمام زاویئے اور اس کی تمام قدریں روحانیت اور مذہبیت ہی سے متعین ہوتی ہیں۔ انسان کو تمام جسمانی ضروریات کے علاوہ ایک اور اہم چیز کی ضرورت ہے اور وہ ہے دماغی سکون جو صرف روحانیت اور مذہبیت کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے اور طلباء میں خاص طور پر اور عوام میں عام طور پر روحانیت اور مذہبیت کی کمی کی وجہ سے ایک طرف اخلاقی انحطاط ہے اور دوسرے دماغی سکون حاصل نہیں ہے' جہاں دماغی سکون حاصل نہ ہو وہاں جسمانی سکون بھی بے کار ہو جاتا ہے اور ایسے معاشرہ میں ترقی اور ارتقاء کا تصور ہی ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور ایسا معاشرہ جمود کی طرف بڑھتا ہے اور جمود انسانیت کی تباہی اور موت ہے' اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ موجودہ تعلیمی نظام میں اخلاقی اور روحانی تعلیم کا کوئی مقام نہیں ہے۔ حالانکہ اگر ہم نظام تعلیم پر غور کریں تو گھوم پھر کر اس نتیجہ پر پہنچنا پڑتا ہے کہ تعلیم کا مقصد انسان کی مکمل تکمیل ہے اور مشہور ماہر تعلیم Comennius بھی کہتا ہے کہ "تعلیم" پورے انسان کی تکمیل ہے"۔ یعنی تعلیم انسان کی جسمانی' دماغی' روحانی اور اخلاقی تکمیل کا دوسرا نام ہے اور دماغی' اخلاقی اور روحانی تربیت کی تکمیل کے لیئے مذہب کی تعلیم لازمی ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن کا قول ہے کہ کسی خاص مسلک کو قبول کرنا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ ایک اندرونی زندگی اور روحانیت کا نام مذہب ہے۔ جو ہم کو سچائی کی طرف، سماج کی بھلائی کی طرف' صحیح راستہ کی طرف اور ایثار' قربانی اور بے لوث خدمت اور ہمدردی کی طرف لے جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور فلسفی شوپن ہاور Schopen Haver بھی ایسے مذہب کی تائید کرتا ہے جو بقول مولانا آزاد "انسانوں میں اخلاق کی اعلیٰ قدروں کو پیدا کرے اور انسانیت کو صحیح راستہ، کردار کی بلندی اور انسانیت کی خدمت سکھائے"۔ آگے شوپن ہاور لکھتا ہے کہ "وہ مذہب ایسا ہو جو سائنس نئے فلسفے' اور حقیقت سے نہ ٹکرائے"۔ ڈاکٹر رادھاکرشنن کہتے ہیں کہ "وہ مذہب حقیقتاً مذہب ہی نہیں ہے جو تنگ نظری ظلم اور تعصب کی طرف رہبری کرے"۔ کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور اس کا صرف کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بھٹکائے اور اس دنیا میں جتنی زیادہ سے زیادہ برائیاں ہو سکتی ہیں وہ پھیلائے اور اس کے لیئے انسان کو آلہ کار بنائے۔ اور ایسے ہی انسان شیطان کا آلہ کار بن جاتے ہیں جو روحانی اور صحیح مذہبی تعلیم سے ناآشنا ہوں' اخلاقی قدروں کو بھول چکے ہوں' اور محسن انسانیت اور بڑے بڑے مصلحین اور پیغمبر کی تعلیمات کو نظر انداز کر چکے ہوں۔ جنہوں نے انسانیت کو صحیح راستہ پر لگانے کے لیئے اور دنیاوی اور روحانی دونوں زندگیوں کو کامیاب بنانے کے لیئے اپنی زندگیاں وقف کی تھیں۔

برطانیہ میں ایک زمانہ تھا کہ اس تحریک نے بڑا زور پکڑا تھا' اور عام تعلیم اور ادب پر اس کے گہرے اثرات تھے۔ چنانچہ Wordsworth بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان تھوڑے ہی عرصہ میں حقیقی تعلیم اور مذہبیت کو بھول جاتا ہے۔

" *A child is a being standing on the shores of the sea of immortality as he goes away from it, he becomes more and more engrossed in the world and forgets gradully the recollections of God.*"

اگر فطرت انسانی میں روحانیت اور مذہب کے لیئے کوئی طلب اور پیاس نہ ہوتی تو واقعی مذہب اور روحانیت کو انسانیت کے لیئے غیر ضروری کہا جا سکتا تھا۔ لیکن انسان کو دوسری مخلوقات کے مقابل رکھ کر سمجھا اور پرکھا جائے تو فطرت انسانی کا یہ امتیاز واضح ہو گا کہ وہ کائنات کے اور انسان کے آغاز اور انجام کی حقیقت جاننا چاہتا ہے اور انہیں حقیقتوں کی روشنی میں زندگی کا مقصد اور مدعا قرار دینا چاہتا ہے۔

کیونکہ ابتداء اور انتہا کو جانے بغیر مُدعا کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ فطرت انسانی کے ان ہی مطالبات کو مختصر طور پر یوں بیان کیا جاسکتا ہے :

(۱) کائنات کا نقطۂ آغاز کیا ہے ؟۔
(۲) اس کا آخری انجام کیا ہوگا ؟۔
(۳) ہر چیز انسان کے لیئے ہے پھر انسان کس لیئے ہے ؟۔
(۴) کیا بقائے دوام کی خواہش پوری ہوسکتی ہے ؟۔
(۵) کیا غیر محدود طور پر ہماری تمناؤں کی تکمیل ہوتی رہے گی ؟۔

چنانچہ مشہور فلسفی کانٹ (Kant) نے فلسفہ کے تین بڑے سوال یہ قرار دیئے ہیں :۔

(۱) میں کیا جان سکتا ہوں ؟۔
(۲) مجھے کیا کرنا چاہیئے ؟۔
(۳) میں کیا اُمید کرسکتا ہوں ؟۔

اور کانٹ کے نزدیک رُوحانیت اور مذہب کا تعلق اسی تیسرے سوال سے ہے ۔یعنی مجھے جب معلوم ہوگیا کہ میرے علم کی حد کیا ہے ، میرے اخلاق کا مطالبہ کیا ہے تو پھر مجھے آخرت اور مابعد زندگی کا سوال ستاتا ہے ۔لیکن میں ان سوالات کے متعلق لاعلم نہیں رہ سکتا ۔ زیادہ سے زیادہ اُمید کرسکتا ہوں ۔ بس فلسفہ کی دوڑ کانٹ کے نزدیک اسی اُمید تک ہے ۔لیکن ہمیشہ ایک گروہ ایسا بھی دُنیا میں رہا ہے جس نے حواس اور عقل پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے نزدیک ایک اور سرچشمۂ علم بھی ہے جو ان سب سے الگ ہے اور اس کو بعض فلسفیوں نے Intuition یا وجدان کا نام دیا ہے ۔چنانچہ اس نظریہ کا حامی موجودہ زمانے میں فرانسیسی فلسفی برگساں Bergeson رہا ہے اس کے نزدیک عقل جامد اور ساکن اور غیر متبدل اشیاء کا علم رکھ سکتی ہے لیکن زندگی کی ہمہ گیر ہنگامہ آرائی تک اس کی رسائی نہیں ہوسکتی ۔ صوفیاء اور Mystics نے ہمیشہ اس خیال کی تائید کی ہے کہ عقل سے اُونچا ایک اور مقام بھی ہے اور عقل سے ادھر ایک اور منزل ہے اور یہ ماخذ علم ، وحی یا وجدان (Revelation) ہے جس کے ذریعہ اُوپر کے سوالات کے معقول اور حقیقت پسندانہ جوابات ملتے ہیں۔ اور جو تعلیم انسان کی رُوحانی اور اخلاقی تربیت کے لیئے لازمی ہے ۔ بہت پہلے Leibnitz نے اور حال میں ہم عصر جرمنی فلسفی Heidegger نے مابعد الطبعیات کا یہ بنیادی سوال قرار دیا کہ ـــــ کچھ ہے تو کیوں ہے ؟ اور کیوں عدم نہیں ہے ؟۔ یعنی دوسرے الفاظ میں کائنات کی وجہ تسمیہ کیا ہے ؟ یہ علم موجودات کیا ہے ؟

یہ ہوا کیسے چلتی ہے ؟۔ اس کا انجام کیا ہوگا ؟ ماہرین سائنس نے ' ارتقاء ' کے ذریعہ اس کی توجیح پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ارتقائے کائنات کے متعلق Laplace کا نظریہ مشہور ہے جس کو Nebular hypothesis کہتے ہیں ۔ لیکن یہ سب نظریات بھی غیر تشفی بخش اور نامکمل ہیں۔ ان سب سوالوں کا جواب مذہب بھی ہم کو دیتا ہے اور وہ جوابات ہماری زیادہ صحیح رہبری کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور اکثر بڑے سائنسدان اب اس طرف آرہے ہیں اور خدا کے قائل نظر آتے ہیں ۔ بہرحال یہ روحانی اخلاقی اور مذہبی تعلیم ہی ہے جو انسان کو خونخوار حیوان بننے سے روکتی ہے اور انسانوں میں حقیقی بھائی چارگی اور آپس میں ہمدردی کا حقیقی جذبہ رُوحانی ہی ہوتا ہے اور بڑے بڑے مفکرین اور ماہرین تعلیم اس بات کو ماننے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ اخلاقی اور مذہبی تعلیم آج کی مادّی دنیا میں انتہائی ضروری ہے کیونکہ مادّیت کے چکر میں انسان خود غرضی، مصلحت بینی اور دھوکہ بازی کی طرف جارہا ہے ۔ ہمدردی اور ایثار مفقود ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے کچھ حاصل نہیں ۔

یہ صحیح ہے کہ سائنس کی ترقی سے انسان ہواؤں پر حکمران ہے ۔خلاء میں پرواز کررہا ہے ، سمندروں پر راج کررہا ہے ۔زمین کی تہہ میں اُتر رہا ہے اور وہ دن دُور نہیں جبکہ چاند اور دوسرے سیاروں تک رسائی حاصل کرلے گا مگر افسوس کہ ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دُنیا میں سفر کر نہ سکا

یہ بلند نصب العین رکھنے والا ، انسانیت کو نہ سمجھ سکا اور ایک دوسرے کے خُون کا پیاسا نظر آتا ہے ۔ اس کا سدّباب کیا جاسکتا ہے ، صرف رُوحانیت ، اخلاقی اور مذہبی تعلیم کے ذریعہ ۔ اس تعلیم کے ذریعہ طالب علم کو نہ صرف صحیح طور پر انسان بنایا جاسکے گا بلکہ سارے انسانوں کو اخلاق اور کردار کی بلندی کا وہ درس دیا جاسکے گا جس کی ہر طرف پکار ہے ۔ انسان کو انسان کا صحیح معنوں میں رفیق بنایا جاسکے گا اور دنیا گزشتہ ایک صدی سے عالمی بھائی چارگی کا جو خواب دیکھ رہی ہے وہ پُورا ہوسکے گا ۔ اس لیئے یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے اور انسانیت کی تکمیل کے لیئے بُنیادی ضرورت ہے کہ اخلاق اور مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے تاکہ انسان ایسا انسان کامل بن سکے جس کی زندگی کا مقصد دیانتداری خدمت، نیکی ، سچائی ، انصاف اور رواداری ہو۔

O

وقار خلیل

غزل

اپنوں میں نظر آتا ہے بیگانہ سا اک شخص
پھرتا ہے تری یاد میں دیوانہ سا اک شخص

میخانہ کی تہذیب بنے جس کا بہکنا
آتا ہے سرِ شام وہ مستانہ سا اک شخص

ہم سا کوئی دیوانۂ گیسو نہیں ملتا
ہر موڑ پہ مل جاتا ہے دیوانہ سا اک شخص

پیغامِ سحر دامنِ صد چاک میں لے کر
آتا ہے تری بزم میں دیوانا سا اک شخص

اس عہدِ یقیں ساز میں اے شہرِ تمنا
ہے آج بھی جیسے کوئی افسانہ سا اک شخص

ہر شام نظر آتا ہے جو کوئے بتاں میں
کیا نام ہے، وہ کون ہے، دیوانہ سا اک شخص

جیسے در و دیوار یہ کہتے ہیں وقار آج!
اپنوں میں چلا آیا ہے بیگانہ سا اک شخص

نجمہ نکہت

سائے

اس انوکھے اور رنگین شیشوں کے اُونچے اُونچے دروازوں والے محل کو نیلام کرکے جیسے زلیخا بیگم کی گود خالی ہوگئی اور وہ بالکل ایسی ماں بن گئیں جن کا اکلوتا جوان بیٹا اچانک مرگیا ہو۔

ارمانوں کے پھول مُرجھا گئے تھے اور نزدیک کی آوازیں بھی دُور کسی جنگل سے آنے والی درختوں کی سائیں سائیں کی طرح کانوں میں آرہی تھیں اور آج وہ برسوں بعد اپنی بہن سے مل کر اس کے محل کی کہانی سُناتے میں بار بار آنسوؤں کے بیچ ہچکیاں روک رہی تھیں۔

"ہائے آپا بیگم ——— محل تو جیسے میرے خوابوں میں بس گیا ہے۔ اسکی ایک ایک اینٹ یاد آتی ہے۔ اس ساٹھ روپلی والے ذرا سے گھر میں تو جیسے زمین تلوؤں سے چپک جاتی ہے' محل کی بات ہی نہیں آتی۔ سوتے سوتے اچانک اُٹھ بیٹھتی ہوں۔ باغ میں کھلنے والی کھڑکیاں بند کرنے کا خیال آتا ہے ہاتھ اُٹھتے ہیں۔ بھلا صحرا جیسے صحن میں پھول پھل کہاں ——— میں ویرانے میں آگئی میرے خواب اُجڑ گئے۔ ہائے، بانجھ عورت کی کوکھ بن گئی میں تو ———"

انہوں نے ناک پر آنچل رکھ کے سسکی لی۔

"زلیخا بیگم ——— بُرا نہ مانو تو بات کہوں' یہ سب تمہارا ہی کیا دھرا ہے۔ اللہ جانے ایسی کونسی آفت ٹوٹ پڑی تھی کہ اتنا شاندار محل بیچ دیا۔ میاں کی نشانی سمجھ کے اپنی زندگی تک تو بچا رکھا ہوتا" ———

لالہ بیگم نے آگ پر تیل چھڑکا تو زلیخا بیگم کا دل آبلہ بن گیا۔ ساری دُنیا سے بددل ہو کے اُنہوں نے آنسو پونچھ لیئے اور اُٹھ کے کمرے میں چلی گئیں۔

محل کے فروخت ہونے کے بعد جیسے کسی نے ان کی زندگی کی ساری آرزوئیں، اُمنگیں اور خوشیاں بھی فروخت کروائی تھیں اور وہ اپنی آنکھوں میں صرف آنسو ہی بچا سکی تھیں جو بیک وقت مرحوم شوہر اور نیلام شدہ محل کی یاد میں بہائے جاتے تھے۔ اُوپر سے زمانے بھر کی بے مُروّتی نے ان کی رہی سہی زندگی بھی اُداسیوں کے حوالے کر دی تھی۔ ہر وقت دیوار پر نظریں گاڑے وہ حیرت زدہ سی اپنی مسہری پر پڑی رہتیں۔ پچھلی زندگی کی ذرا ذرا سی باتیں اس دَور کے اہم واقعات بن گئی تھیں اور ان سارے واقعات نے ان کے ذہن پر اپنے نوکیلے پنجے گاڑ دیئے تھے۔

سُرمہ لگی موٹی موٹی آنکھیں اب بالکل بے رنگ' ویران بن گئی تھیں، جن کے اطراف باریک باریک جُھرّیاں دیدے کی حرکت سے تھرایا کرتیں سُرخ و سفید چہرے پر چھائیاں پڑ گئی تھیں اور پان کی سُرخی سے ہر وقت تر رہنے والے ہونٹ اب اکثر ہیڑائے اور سُوکھے سُوکھے رہتے۔

کلائی بھر کے طلائی چوڑیوں کی جگہ اب، ایک ایک موٹا بھدّا کڑا لٹکی ہوئی جلد کے ساتھ جھُولتا رہتا۔ ریشمی کارگے کی پھولدار کُرتی کی جگہ سستے ہینڈلوم کے کُرتے نے لے لی تھی۔ کمخواب دبنی کے اطلس کے تنگ مہری کے پائجامے اب کبھی کبھار شادی بیاہ کے موقع ہی پر دکھائی دیتے ورنہ سفید لٹھے کے چوڑی دار پائجامے ہی پائجامے ہی پہنے رہتیں اور سفید ململ کے باریک ڈوپٹے ہی سر پر دیکھے جاتے۔ مجبوری، بے بسی اور شدید اضطراب نے ان کی زندہ دلی

اور خوش مزاجی چھین لی تھی۔ غالب کے کلام کی دیوانی اب اکثر فانی کا دیوان پڑھتی دکھائی دیتیں اور جنہوں نے اس سے فانی کا دیوان لے کے پڑھا تھا وہ جگہ جگہ پانی میں بھیگ کے خراب ہو جانے والے اوراق دیکھ کے حیران ہو جاتے۔ ان کو کہانی والی وہ بے بس شہزادی یاد آ جاتی جس کو شہزادے کے پہلو سے آدم خور جن اُٹھا لے گئے تھے اور وہ رسیوں سے جکڑی ہوئی اپنے میٹھے سپنے اور بیتے دنوں کا حسن یاد کر کر کے روتی تھی۔

"کیا یونہی جکڑے جکڑے زندگی گزر جائے گی؟" زلیخا بیگم دل ہی دل میں اپنے آپ سے پوچھتیں اور اس وقت ان پر عجیب و غریب دورے پڑتے۔ ڈاکٹر نیند کی دوا دے دے کر انہیں سُلا دیا کرتے۔

یہ سوچ سوچ کے ان پر اُداسی و قنوطیت طاری ہو جاتی کہ اب کبھی وہ اپنے محل میں قدم نہ رکھ سکیں گی۔ لالہ امرناتھ کا بنگلہ بن جانے والا ان کا محل پھر زلیخا محل نہ کہلایا جا سکے گا۔ چنبیلی کی نازک سفید کلیاں اب زلیخا بیگم کی خوابگاہ کی بجائے لالہ امرناتھ کے بڈروم پر اپنی مہک لٹائیں گی۔ اور باغ کے سامنے والے منقش ستونوں کے دالان میں جہاں تخت پر مخمل کے قالین بچھے ہوتے تھے اور جس پر بیٹھ کے زلیخا بیگم اپنے چاندی کے بھاری پاندان سے پان لگا لگا کے نواب صاحب کے خاصدان میں رکھا کرتی تھیں، شاید وہاں لالہ امرناتھ کی مسز نے کھانے کی میز لگوا دی ہو۔

حوض سے آگے کی روش جو بڑے برآمدے تک جاتی تھی اور جہاں کارچوبی مسند پر بیٹھ کے نواب شرافت جنگ کھانے کے بعد حقہ پیا کرتے تھے، وہ کھلا برآمدہ نئے ڈیزائن کی جال لگوا کے بند کر دیا گیا تھا اور اب لالہ امرناتھ اس خوبصورت ڈرائنگ روم میں ملاقاتیوں کے ناموں کے کارڈ اُلٹ پلٹ کے دیکھتے اور ایک ایک ملاقاتی کو ملنے کا موقع دیتے تھے، شاید کچھ ملاقاتی اب بھی ڈرائنگ روم کے باہر پتلے لمبے کوچ پر بیٹھے ہوں۔

اس محل میں ان کی جوانی گزری تھی۔ یہیں ان کے بچوں نے آنکھیں کھول کے اپنے تابناک مستقبل کا اندازہ کیا تھا۔

اناؤں، آیاؤں کے ہاتھوں میں پھول کی طرح اُٹھلائے جانے والے بچے آج محل نیلام کر کے خوش تھے۔

لڑکے نے افریقہ میں ملازمت کر لی تھی اور اب وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس کا ہندوستان سے کیا تعلق ہے۔ انجمن آرا نے اونچی سوسائٹی کے سارے ہتھیار اپنے قبضے میں کر لئے تھے اور ان ہتھیاروں سے لیس ہو کے اب وہ ساری دنیا کو جیتنے کے خواب دیکھے جاتیں۔ اونچی سوسائٹی کے سارے اونچے آدمی ان کے اشاروں پر نلچتے تھے۔ اور ان کو اس کا پورا احساس تھا کہ ان کی سرخ و سفید رنگت، سنہری گھونگھریالی لٹیں اور سرخ ہونٹ پہلی ملاقات ہی میں ملنے والے پر اپنا گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔

بیچاری زلیخا بیگم روز کے ڈنر اور پارٹیوں سے عاجز آ گئی تھیں مگر انجمن آرا بہت ہی سوشل تھیں اور ان کو میل جول بڑھانے کا خاص سلیقہ تھا۔ سوشل ورک کے آنریری کام کر کے ان کو روحانی مسرت ہوتی تھی۔ اب یہ دوسری بات تھی کہ ان کے متعلق بعض لوگوں نے کافی داستانیں گھڑ لی تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے سوشل ورک کے ثبوت میں دودھ کے پاؤڈر کے پیرلس ہوٹلوں کے منیجروں کے ہاتھ بیچ کے ہزاروں روپیہ کمایا ہے اور صبح سے شام تک خوبصورت نئی کاروں میں گھومنے اور "بڑے آدمیوں" کو دعوتیں دینے میں اسی پیسے نے مدد دی ہے۔

کئی بار بعض سرپھروں نے گمنام خطوط بھی بھیجے جن میں پیرلس کی تعداد اور ہوٹلوں کے منیجروں کے نام تشہیر کر دینے کی دھمکی بھی دی گئی تھی۔

ہر بار انجمن آرا نے مسکرا کے حقارت سے ان خطوط کی طرف دیکھا اور آنچل جھٹک دیا، اپنی کار لے کے چل دیں اور جب واپس لوٹیں تو زلیخا بیگم نے ان کے چہرے پر اطمینان کا نور برستا دیکھا۔

ان کو ہر وقت انجمن آرا کا گھر سے باہر رہنا بالکل پسند نہ تھا۔ یا تو کوئی کار پھاٹک پر آئی ہے یا کوئی جا رہی ہے۔ ایک ایک لمحہ مصروف، کبھی زلیخا بیگم نے لب کھولنا چاہے تو انجمن آرا نے رکھائی سے جواب دیا۔

"جو باتیں سمجھ میں نہ آتی ہوں وہ سمجھنے کی کوشش بھی نہ کیا کیجئے۔ بات بات پر ٹوک کے آپ مجھے بڑے آدمیوں میں ذلیل کرنا چاہتی ہیں۔؟"

سوشل ورک کے ان بڑے بڑے اونچے ستونوں سے ٹکرا کے زلیخا بیگم کی ذہنیت مجروح ہو گئی وہ اس طرح خاموش بیٹھی رہتیں جیسے بدھا کا اسٹیچو ایک جگہ بیٹھے بیٹھے شانتی کا پیام دیتا ہے۔ انسانیت، صاف دلی اور خلوص و محبت کا پرچار کیا کرتا ہے۔ مگر دیکھنے والے فن کی تعریف کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس پرچار پر کون دھیان دیتا ہے۔ اور پھر اچانک انجمن آرا کو اس محل سے وحشت ہونے لگی۔ پرانی طرز کا بنا ہوا یہ محل انجمن آرا کو ہمیشہ سے ناپسند تھا اور اب جبکہ یہ محل کلب بھی بن گیا تھا جہاں خوبصورت نئی کاریں قطار میں کھڑی رہتیں اور اندر قہقہوں کی پھلجھڑیاں چھوٹتیں۔ مسٹر رام راؤ اپنی ولایت کی زندگی کے بارے میں حد درجہ مبالغہ سے کام لیتے پھر بھی انجمن آرا وہ سب کچھ حقیقت سمجھ کے سنتیں جو منی سے نیا نیا آیا ہوا آرکیٹکٹ — جو ہر وقت انجمن آرا کو مکانوں کے

تڑپا دینے والے ڈیزائن بنا بنا کے دکھایا کرتا اور چلتے پھرتے سیمنٹ اس پر بھی کسی نئے مکان کے ڈیزائن کا شبہ ہوتا تھا۔ اونچا قد، چوڑا سینہ، اور مضبوط جبڑوں والا کرخت صورت کا وہ آرکیٹکٹ، جس کے ساتھ بیٹھ کے انجمن آرا کو اور بھی شدت سے محل کے در و دیوار سے نفرت محسوس ہونے لگتی۔

بار بار زلیخا بیگم کے سامنے پرانی طرز کے اس محل پر لعنت بھیجی گئی۔

مگر جب زلیخا بیگم بالکل انجان بنی رہیں تو انجمن آرا نے ہمیشہ کے لئے ہندوستان چھوڑ دینے کی دھمکی دی۔ دکھتی رگ پر ہاتھ پڑتے ہی زلیخا بیگم تڑپ گئیں لڑکے نے پہلے ہی ہندوستان چھوڑ دیا تھا اور اب اللہ نہ کرے کہ انجمن آرا ....

انہوں نے آنسوؤں کو دوپٹہ میں جذب کر لیا۔ اور دیا سلائی دکھائے گئے موم کی طرح پگھل گئیں۔

دھڑکتے دل اور دھندلائی آنکھوں کے ساتھ انہوں نے دیکھا کہ لالہ امرناتھ نے "زلیخا محل" کے الفاظ والی سنگ مرمر کی تختی بڑی پھاٹک سے نکلوا دی اور "امر بھون" کے ابھرے ہوئے الفاظ انگارے بن کے زلیخا بیگم کے ذہن سے چمٹ گئے۔

انجمن آرا کا نیا بنگلہ ڈیکوریشن کے ماہرین سجا چکے تو انجمن آرا نے اطمینان کا سانس لی اور زلیخا بیگم کے لئے الگ مکان کا انتظام ہو گیا۔ زلیخا محل کی مالکہ نے کرایہ دار کی حیثیت سے گھر میں قدم رکھا تو پیروں تلے زمین کھسکتی محسوس ہوئی۔

"اللہ اللہ، یہ میرے رہنے کا مکان ہے ؟۔ اچھا کیا انجمن نے زندگی ہی میں میرا مقبرہ بنوا دیا"

باغ تو باغ آنگن میں سبز پتی والی جھاڑی بھی نہ ملی۔

آج زلیخا بیگم کو اپنے محل کی وسعت کا احساس ہوا۔ بڑے بڑے روشن ہال اور کشادہ لاتعداد کمرے، باغ کے تناور درخت، جن پر بیٹھی ہوئی مینائیں سویرے ہی پر پھڑپھڑا کے اڑ جاتیں۔ اونچے اونچے روئی کے درخت جن کے سبز چکنے تنے اوپر ہی اوپر چلے گئے تھے جن کی شاخوں پر لمبے ریشمی روئی کے پھل ہوا کے جھونکوں سے جھولتے رہتے۔ برآمدے کی سبز جال پر سرخ پھولوں والی بیل ان کے تصور میں جھوم جاتی۔ ناریل کے پیڑ جو دونوں طرف روش پر اک قطار میں کھڑے رہتے۔

لیمو کے جھنڈ سے گزرتے ہوئے ایک عجیب سی خوشبو آتی جو زلیخا بیگم کو بے حد پسند تھی۔ مہندی کی اونچی باڑ میں سفید پھولوں کے گچھے کھلتے تو حنا کی مہک دور تک جاتی۔

بڑے ہال کی چھت میں لٹکے ہوئے فانوس نواب صاحب کی زندگی میں سرِ شام ہی روشن کئے جاتے تو اچانک ہال میں شفق پھول جاتی۔ زلیخا بیگم جلدی سے سر پر کامدانی کا دوپٹہ کھینچ لیتیں، اور نواب صاحب چراغ جلتے ہی اپنی لاڈلی بیٹی اور چاند سے بیٹے کا منہ دیکھ آتے۔

"یہی تو چراغ ہیں ہمارے گھر کے"۔ نواب صاحب پیار سے بچوں کو دیکھتے تو زلیخا بیگم مسکرا کے سر اونچا کر لیتیں۔

ہائے کیا پتہ تھا کہ یہی چراغ محل میں آگ لگا دیں گے۔ زلیخا بیگم سوچتے سوچتے اپنی زندگی کے گزرے ہوئے لمحوں میں جا کھڑی ہوتیں۔

اور اب ان کی واحد دلچسپی ماضی کے اوراق کی تلاوت تھی جو وہ صبح شام کرتی رہتیں، انہوں نے اس محل میں بادشاہت کی تھی اور اب وہ اک معمولی عورت کی طرح ایک معمولی سے گھر کی کرایہ دار تھیں۔ نواب صاحب کے بعد جو کرایہ ان کو خزانے سے ملتا تھا اب اس کا سہارا بھی ختم ہو رہا تھا۔ اب گزارہ گھٹتے گھٹتے آدھا رہ گیا تھا اور جاگیرداروں جیتا جاگتا جگمگاتا دور نزع کے عالم میں تھا۔

اک دور مر رہا تھا، سنہرا دور جس میں انسانوں نے اپنے تخیل کی طرح [illegible] زندگی گزاری تھی۔

اور یہ اپنی گزری ہوئی زندگی کی شاندار روایتوں، رسم و رواج، ان بان کے افسانے سنا سنا کے تکلیف دہ دن گزار رہے ہیں۔ ایک طرف [illegible] سے عمر رسیدہ لوگ تھے جن کی ذہنی حالت انتہائی خراب ہو گئی تھی۔ اک طرف نوجوان طبقہ تھا جس میں زمانے سے لڑنے اور جد و جہد کرنے کا شعور پیدا ہو رہا تھا۔ ایسے بھی تھے جو اس چوٹ کو سہنے کی صلاحیت اپنے میں نہ پاتے تھے۔ زلیخا بیگم ان ہی میں سے تھیں۔ وہ اس ڈوبنے والے کی طرح تھیں جس کو تیرنا بھی نہ آتا ہو اور جس نے بے بس ہو کے اپنے آپ کو موجوں کے حوالے کر دیا ہو۔

اگر ہمارے بچے اس طوفان سے بچ کر نکل بھی گئے تو انجمن آرا کی طرح ابھرنے سے کیا فائدہ ؟۔

وہ گھبرا کے سوچتیں۔

"تم نے سنا اب کی بار انجمن آرا نے شہر کے ہسپتالوں کے پردوں، مریضوں کے لباس اور چادروں کے کپڑے کے کوٹے سے ہزاروں روپیہ کمایا ہے"۔

لالہ بیگم نے ایک دن زلیخا بیگم کو خوشخبری سنائی۔

"ہاں آپا سن لیا میں نے"۔ انہوں نے بات ٹالنا چاہی۔

"سننے میں آیا ہے، انجمن آرا کو باہر کے دیشوں میں بھیجا جائے گا،

کیا شہرت پائی ہے اس لڑکی نے، میں تو کہتی ہوں لڑکوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔"
لالہ بیگم نے جلدی سے پان کلّے میں دبا کے حیرت و مسرت سے چمکتے چہرے کے ساتھ بڑی بڑی حیران آنکھیں پھیلا دیں۔

زلیخا بیگم نے سر جھکا لیا، اور دیر تک سوچتی رہیں۔ ایک ہی بات بار بار دماغ میں آتی تھی۔ یہ سچ ہے جاگیرداروں نے تو آج تک حرام میں کھایا، پیا، لٹایا، اچھا ہوا کہ جاگیرداری ختم ہو گئی، مگر جاگیرداری بڑی سخت جان ہے، مرنے والی چیز نہیں ہے۔

شاید ہر دور میں روپ بدل کے زندہ رہتی ہے اور اپنا کام کیے جاتی ہے، اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

"کیا سوچ رہی ہو، کیا تم کو خوشی نہیں ہوتی کہ . . ."

"آپا ——" زلیخا بیگم بات کاٹ کے بولیں۔

"وہ روپیہ جو گھر بیٹھے جاگیرداروں کو دیا جاتا تھا وہ روپیہ لوگ آج یوں کھا رہے ہیں۔ عوام کی خدمت کرنے کے بہانے ہی اور پھر سارے جہاں کو پتہ چلتا ہے کہ آنریری کام کر کے کتنی بڑی قربانی دی گئی ہے۔ ہائے توبہ اللہ!"

انہوں نے غصہ میں پان کی پیک زور سے آنگن میں تھوک دی، اور لالہ بیگم آنکھیں پھیلائے حیرت سے منہ کھولے رہ گئیں۔ بیچ بیچ —— سٹھیا گئیں بیچاری، سہاگ لٹا، محل بکا، بیٹے نے منہ پھیر لیا۔ واہیات بکنے لگی ہیں —— غموں نے دماغی توازن چھین لیا ہے۔

"انجمن آرا، آج بھی جاگیردارن کے زندہ ہے آپا بیگم۔"

"جاگیرداری کبھی نہیں مرتی" —— زلیخا بیگم نے ڈراؤنی آنکھوں سے لالہ بیگم کو دیکھا، اور پھر ان کو ایسا محسوس ہوا، جیسے وہ بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی پر بیٹھی ہوئی ہیں اور کشتی بھنور میں چکرا رہی ہے —— نگاہوں کے سامنے سے حقیقتیں غائب ہو گئی تھیں —— اور سائے رہ گئے تھے تھرتھراتے —— لرزتے سائے۔!!! ——

شری پی۔ وی۔ نرسمہاراؤ، وزیر قانون نے ۳ر جولائی ۱۹۶۲ء کو آندھرا پردیش اسمبلی میں محکمۂ جیل کے رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے ریاستی جیلوں میں شروع کی گئی مختلف اسکیموں اور مجوزہ نئی اصلاحات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا۔

آندھرا پردیش کے قیام کے وقت آندھرا میں جیلوں کی تعداد حسب ذیل تھی:

سنٹرل جیل	۴
ریاستی جیل برائے خواتین، راجمندری	۱
اسپیشل سب جیل، نیلور	۱
ڈسٹرکٹ جیل	۶ اور
سب جیل	۱۲۵

بعد میں ڈسٹرکٹ جیلوں اور بعض تادیبی اداروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا مثلاً بورسٹل اسکول، وشاکھاپٹنم اور آندھرا و تلنگانہ دونوں علاقوں کے لیے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے سرٹیفائیڈ اسکول، اسطرح جیلوں کی مجموعی تعداد حسب ذیل ہے:

سنٹرل جیل	۴
ڈسٹرکٹ جیل	۶
ریاستی جیل برائے خواتین، راجمندری	۱
سب جیل	۱۵۸
اور اسپیشل سب جیل نیلور	۱

اصلاحی ادارے:

اس کے علاوہ خاطی اور مجرم بچوں کی اصلاح کی غرض سے نیچے بتلائے ہوئے تادیبی ادارے بھی قائم کیئے گئے ہیں۔

بورسٹل اسکول، وشاکھاپٹنم	۱
ریسپشن ہوم، وجے واڑہ	۱
حیدرآباد کا لڑکوں کا امدادی مرکز	۱
حیدرآباد کا لڑکیوں کا امدادی مرکز	۱
حیدرآباد کا لڑکیوں کا سرٹیفائیڈ اسکول	۱
حیدرآباد کا لڑکوں کا جونیئر سرٹیفائیڈ اسکول	۱

بورسٹل اسکول، ۱۹۶۰ء میں، بورسٹل اسکولس ایکٹ بابتہ ۱۹۲۵ء کے تحت قائم کیا گیا جو علاقہ آندھرا میں نافذ تھا اور جسے اب یکم فروری ۱۹۶۰ء سے علاقہ تلنگانہ تک وسعت دیدی گئی ہے۔ نوعمر بچے، جن کی عمر ۱۶، اور ۲۱ سال کے درمیان ہوتی ہے، بورسٹل اسکولس ایکٹ کے تحت سزا سنائی جاتی ہے۔ اس ادارے میں ۲ تا ۵ برسوں کے لیئے رکھے جاتے ہیں۔ فی الوقت بورسٹل اسکول وشاکھاپٹنم میں ایسے افراد کی تعداد (۷۶) ہے جبکہ منظورہ گنجائش (۸۰) ہے

[illegible]

بھی فراہم کی جاتی ہے۔ مزید چند دستکاریوں کو رواج دینے کی تجاویز زیر غور ہیں۔ روزمرہ کے معمول میں صبح شام جسمانی ورزش، ۳ گھنٹوں تک دستکاریوں (نجاری اور خیاطی) کی تربیت اور مزید (۳) گھنٹوں تک لکھائی پڑھائی کی جماعتوں کا انعقاد شامل ہے۔

امدادی مراکز اور ریسپشن ہوم، زیر دوران کم عمر مجرموں کے لیئے ہوتے ہیں جہاں انہیں ان کے مقدمات کا فیصلہ ہونے تک رکھا جاتا ہے۔

سرٹیفائیڈ اسکول :

سابق میں لڑکوں اور لڑکیوں کو جیلوں میں ایک ساتھ، دوسرے قیدیوں کے ساتھ، علٰحدہ سکشنوں میں رکھا جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ۱۶ سال سے کم عمر کے لڑکے اور لڑکیاں، بالغ اور عادی مجرمین سے ربط قائم کرتے ہوئے غیر سماجی طرز عمل اختیار کر لیتے۔ ان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو عادی مجرمین کے بُرے اثرات سے دُور رکھنے کے لیئے سرٹیفائیڈ اسکول قائم کیئے گئے ہیں۔ ان سرٹیفائیڈ اسکولوں کی آبادی کو محتاج، خاطی اور ناقابل کنٹرول بچوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

آندھرا کے ان لڑکوں کو جو بلاری کے سرٹیفائیڈ اسکول میں رکھے جاتے تھے، اور جن کی تعداد (۳۰۰) تھی وہاں سے نکال کر اُس ادارے میں داخل کیا گیا جو اب جونیئر سرٹیفائیڈ اسکول فار بوائز، حیدرآباد کہلاتا ہے (سابق میں یہ "گٹی ویلوڈی بالک گھر" کہلاتا تھا اور جو ۱۹۵۱ء میں قائم کیا گیا تھا) لڑکیوں کے لیئے بھی حیدرآباد ایک علٰحدہ ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ سرٹیفائیڈ اسکولوں کی موجودہ مجموعی تعداد (۷۰۰) ہے۔

سرٹیفائیڈ اسکولس میں حسب ذیل سہولتیں فراہم کی گئیں :

اچھی غذا، کپڑے اور بستر، طبّی امداد، تعلیم اور دستکاریاں۔

(دستکاریوں کی حد تک بچوں کے رُجحان کا خیال رکھا جاتا ہے)

لڑکوں کے اسکولوں میں نجاری، بُنائی، خیاطی، اور جوتے بنوائی کی اور لڑکیوں کے اسکولوں میں کشیدہ کاری، خیاطی، رقص اور موسیقی کی تربیت دی جاتی ہے۔ وقتاً فوقتاً ان لوگوں کو ان کے گھروں پر روانہ کیا جاتا ہے تاکہ ان کے خاندانوں اور بیرونی دنیا سے ربط قائم رہے۔ انہیں ان کے والدین یا رشتہ داروں سے مراسلت کرنے اور ملاقات کی بھی اجازت دی جاتی ہے۔

[illegible] ہونے سے قبل ہی والدین کی درخواست پر لائسنس پر رہا کر دیا جاتا ہے اور ایسے افراد کو پروبیشن افسروں کی نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ سرٹیفائیڈ اسکولوں کا انتظام وزیٹرس کمیٹی کی جانب سے کیا جاتا ہے جو حکومت کی جانب سے قائم کی جاتی ہے اور جو سرکاری اور غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ہوتی ہے۔

اعلیٰ تعلیم کی سہولتیں بھی فراہم کی جاتی ہیں۔ سرٹیفائیڈ اسکولوں کے لڑکوں کو اداروں سے باہر باقاعدہ اسکولوں میں شرکت کی غرض سے روانہ کیا جاتا ہے۔ پچھلے ۲، ۳ برسوں کے دوران ۳۰، ۴۰ طلباً کو مختلف اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی گئی۔

سابق میں جیلوں میں جو پُرانا نظام چلا آ رہا تھا، اس میں تبدیلی کی گئی ہے۔ اب مجرمین کے لیئے اصلاحی و رفاہی تدابیر پر خصوصی زور دیا جاتا ہے اور ثقافتی سرگرمیوں مثلاً رقص، ڈرامے اور موسیقی کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ آج جیلوں کے نظم و نسق کا مقصد ہی یہی ہے کہ قیدیوں کی اصلاح کی جائے اور انہیں پھر سے معاشرہ میں ان کا سابق مقام دلایا جائے اور وہ ایک اچھے شہری بن سکیں۔

پنچایت نظام :

جیلوں میں پنچایت نظام نافذ کر کے ایک اور اہم اصلاح کی گئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ قیدیوں میں ذمہ داری اور خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کیا جائے ہر جیل میں پنچایت بورڈ قائم کیا جاتا ہے۔ ہر جیل میں بورڈ کے قیام پر عمل درآمد ان کے چناؤ کے لیئے بنائے گئے قواعد کے تحت ہوتا ہے۔ پنچایت کے اختیارات فرائض، قیدیوں کی فلاح و بہبود سے متعلقہ اُمور کے تبادلۂ خیال تک محدود ہوتی ہیں۔ ان اُمور میں راتب، صفائی، تفریح، کتابیں اور اخبارات وغیرہ آتے ہیں۔ پنچایت کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ انفرادی قیدیوں کے خلاف چھوٹی موٹی شکایات پر غور کرے جو اس کے آگے جیل کے عہدہ داروں کی جانب سے پیش کی جاتی ہیں اور سپرنٹنڈنٹ کے آگے موزوں سزاؤں کی تجویز پیش کرے۔ سنٹرل جیل کی پنچایت کو باورچی خانے کی نگرانی کا بھی حق حاصل رہتا ہے۔

پروبیشن :

صنعتی ترقی اور بڑے بڑے شہروں میں آبادی کے اضافے کے نتیجے میں کئی سماجی مسائل پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے اہم، کم عمر اور نوعمر لڑکوں کے جرائم ہیں

محسوس کیا گیا کہ تھوڑی مدت کی قید سے جیل جانے کا خوف ہی ختم ہو جاتا ہے اور مجرمانہ ذہنیت اور مضبوطی سے جڑ پکڑ لیتی ہے۔ نیز ہمارا جو سماجی نظام ہے اس کی بدولت ایک مجرم رہائی کے بعد اپنی زندگی کا ایک نیا باب شروع کرنے سے ہچکچاتا ہے۔ لہٰذا قید، جرائم کا ایک عام حل نہیں ہے اور جبر و تشدد کے بغیر اصلاح کے دوسرے طریقے بھی زیادہ موثر ہو سکتے ہیں۔

لہٰذا ایک نیا نظام جسے "پروبیشن سسٹم" کہتے ہیں رائج کیا گیا ہے جس کی رو سے پہلی بار جرم کرنے والوں کو قید کی بجائے پروبیشن پر رہا کر دیا جاتا ہے اور عدالت کی جانب سے مقرر کردہ مدت کے دوران ایسے مجرم یا خاطی کو پروبیشن آفیسر کی نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ پروبیشن آفیسر، ایک دوست، مونس و ہمدرد اور گائیڈ کی حیثیت سے کام کرتا ہے اور خاطی کو ایک معمولی زندگی گزارنے میں مدد دیتا ہے۔ اس سسٹم کے تحت حکومت ان کثیر اخراجات سے بچ سکتی ہے جو ان خاطیوں کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کرنے میں برداشت کرنے پڑتے۔ مزید اس سے یہ بھی فائدہ ہے کہ خاطی ذلیل و رسوا نہیں ہوتا، اور اس کے روزگار یا تعلیم میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ نیز خاطی کے خاندان کو بھی ذلت و رسوائی نہیں ہوتی ہے اور اس خاندان کو آمدنی کا نقصان بھی برداشت کرنا نہیں پڑتا۔ اس کے علاوہ اس سسٹم کے تحت خاطی کی اصلاح کھلے اور قدرتی ماحول میں کی جاتی ہے جہاں قید تنہائی کے مقام کے مقابلے میں نتائج کا مطالعہ زیادہ صحیح اور ٹھیک ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔

پروبیشن کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ریاست کے طول و عرض میں پروبیشن مشنری کا ایک جال بچھا دیا گیا ہے۔ ہر ضلع میں ایک ڈسٹرکٹ پروبیشن آفیسر متعین ہے اور جہاں مقدمات کی تعداد زیادہ ہے وہاں زائد ڈسٹرکٹ پروبیشن آفیسر متعین کیا گیا ہے۔ پروبیشن سسٹم کے روزمرہ کام کاج کی رہنمائی اور تنقیح ریاست کے تینوں علاقوں کے لیے ریجنل انسپکٹرز مقرر کیے گئے ہیں۔ حیدرآباد میں چیف پروبیشن سپرنٹنڈنٹ اور اسسٹنٹ چیف پروبیشن سپرنٹنڈنٹ، تمام کام کاج کا معائنہ اور نگرانی کرتے ہیں۔ انسپکٹر جنرل محابس ان سب کے نگران ہیں۔

اوپر بتائے ہوئے سسٹم کی وجہ سے جو پس اندازی عمل میں آئی ہے اس کا اندازہ نیچے بتائے ہوئے اعداد و شمار سے ہو سکتا ہے۔

ایسے پروبیشنروں کی تعداد (۳۱ مارچ ۱۹۶۲ء کو) جسے پوری ریاست میں پروبیشن افسروں کی نگرانی میں رکھا گیا۔ — (۱۴۸۵۱)

ایسے سابق مقیم افراد، سابق طلباً اور سابق مجرمین کی تعداد جس پر اس سال کے دوران نگرانی رکھی گئی اور بعد میں دیکھ بھال کی گئی۔ — (۴۱۳۱)

مذکورہ پروبیشن سسٹم کو حال ہی میں تلنگانہ علاقہ تک وسعت دی گئی ہے اور یہ کامیاب اور کفایت بخش ثابت ہوا ہے۔

پیشہ ورانہ تربیت:

قیدیوں کو ان کے ذہنی رجحان کے مطابق پیشہ ورانہ تربیت دی جاتی ہے اور تربیت مکمل ہونے پر انہیں منافع بخش اور کارآمد صنعتوں میں روزگار سے لگایا جاتا ہے۔ ریاست کے چار سنٹرل جیلوں میں حسب ذیل صنعتیں موجود ہیں:

(۱) بُنائی
(۲) نجاری
(۳) خیاطی
(۴) لہاری
(۵) اسٹرا کورکی بُنائی
(۶) پٹ سن کی دریوں کی تیاری
(۷) ٹائل کی تیاری
(۸) ڈھلائی اور صفائی
(۹) جُوتے سازی
(۱۰) بید کا کام
(۱۱) دریوں کی تیاری
(۱۲) رنگوائی
(۱۳) اُونی کمبلوں کی بُنائی
(۱۴) فیتہ سازی
(۱۵) پلسی کلچر (عنقریب ہی مولا علی زراعتی کالونی میں شروع کی جائے گی۔)

اس مد پر جو اخراجات عائد ہوتے ہیں وہ خزانے پر بار نہیں ہے کیونکہ اس سلسلہ میں سالانہ بکری (۵٫۰۰) لاکھ روپے سے زائد ہے۔ مذکورہ صنعتوں سے منافع بخش کاموں میں تربیت کی سہولتیں فراہم ہوتی ہیں اور قیدیوں کی رہائی کے بعد دیانت دارانہ زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے۔ تمام صنعتوں کی خدمت انسٹرکٹرز مقرر ہیں۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے لمبی مدت کے قیدیوں کو جیل

کی صنعتوں پر مامور کر لیا جاتا ہے اور چھوٹی مدت کے قیدیوں سے جیل کا دوسرا کام لیا جاتا ہے۔ ان صنعتوں کی سالانہ بکری تقریباً (۵۳۵۰۰۰) روپے ہے۔

قیدیوں کو انجام دیئے گئے کام پر حسب ذیل شرح سے گریجوٹی بھی ادا کی جاتی ہے :

	تلنگانہ	آندھرا
معمولی سزایابوں کو محنت مزدوری پر	ایک روپیہ ماہانہ	۶ نئے پیسے ماہانہ
(ایسے سزایابوں کو جو صنعتوں میں مامور ہیں اور مقررہ کام انجام دیتے ہیں)		
سزایاب چوکیدار	۲۵ نئے پیسے "	۱۲ نئے پیسے "
سزایاب اوورسیر	۵۰ " "	۲۵ " " "
سزایاب وارڈرس	ایک روپیہ " "	۵۰۰ " " "

رقمی مطالبات کی تفصیلات :

موجودہ رقمی مطالبات (۱۹۶۲-۶۳ء) (۶۱۷۴۹۰۰) روپے کے ہیں۔ پچھلے سال (۱۹۶۱-۶۲ء) کے رقمی مطالبات (۵۴۶۹۷۰۰) روپے کے تھے۔ بجٹ میں جو فرق پیدا ہوا ہے وہ حسب ذیل مدات کے اخراجات میں اضافے سے ہوا ہے :

اوپن ایر جیل کیمپ ناگارجن ساگر	۴۷۶۶۰۰ روپے
گرانی الاونس کا تنخواہ میں انضمام	۱۱۷۰۰۰ روپے
پولیس گارڈ کی بجائے جیل گارڈ	۹۳۷۰۰ روپے
ذیلی مدات کے اندر معمولی ردوبدل	۱۷۹۰۰ روپے

جہاں تک (۳۰۰۰۰۰) روپے کی رقمی گنجائش کا تعلق ہے، اور جو ریاست کے باہر کے جیلوں میں رکھے گئے قیدیوں کی مد کے اخراجات سے متعلق ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ ریاستی حکومت، میسور، مدراس اور بمبئی کی ریاستوں کو قیدیوں کے قیام کے سلسلے میں کافی رقوم ادا کر رہی ہے۔ اب ہماری جیلوں کی آبادی میں اضافے کے باوجود تمام قیدیوں اور لڑکوں کو دوسری ریاستوں سے واپس بلا لیا گیا ہے۔ صرف چند لڑکے اب بھی چنگل پٹ (مدراس) میں ٹھہرے ہوئے ہیں، انہیں بھی ہماری منظورہ اسکیموں کو روبہ عمل لائے جانے کے بعد، جس کے ذریعے سرٹیفائیڈ اسکول قائم کیئے جائیں گے، ہٹا لیا جائے گا۔ اس رقمی گنجائش کو میسور اور مدراس کے بعض سابق بلوں کے تصفیہ کے سلسلے میں کام میں لایا جائے گا۔ آئندہ سال رقم میں کافی کمی کر دی جائے گی۔

اوپن ایر جیل کیمپ :

فی الوقت جیلوں کی آبادی میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ ریاست کے تمام سنٹرل جیلوں کی موجودہ عمارتیں اور خاص طور پر علاقہ آندھرا کے جیلوں کی عمارتیں پرانی وضع کی ہیں جو برطانوی دور حکومت میں تعمیر کی گئی تھیں ان کی مرمت ضروری ہے۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ نئے جیل کی تعمیر کی لاگت (۴) کروڑ روپے ہوگی۔ جیل کی آبادی کم کرنے اور ریاست کے دوسرے حصوں کی موجودہ روش کی مطابقت کرتے ہوئے ایک اسکیم مرتب کی گئی ہے جس کی رو سے ناگارجن ساگر پر ایک اوپن ایر جیل کیمپ بنایا گیا ہے جس کی لاگت کا تخمینہ (۴۷۶۰۰۰) روپے ہے اور جو (۳) برسوں کی مدت کے لیئے ہے۔ اس اسکیم میں (۷۵۰ تا ۱۰۰۰) مزدوروں کو روزگار سے لگایا جائے گا جو ۲½ میل لمبی نہر کھودیں گے۔ اس اسکیم کو اسطرح مرتب کیا گیا ہے کہ متوالی مدات پر خرچ ہونے والی رقم کے علاوہ، تخمینہ کیا گیا کہ جیل کے مزدور جو اجرت کمائیں گے وہ کیمپ پر خرچ کی جانے والی رقم کے مساوی ہوگی یا زیادہ سے زیادہ (۱۰۰ر۱) لاکھ روپے کا نقصان ہو سکتا ہے۔ اس اسکیم کو پوری طرح مرتب کر لیا گیا ہے اور اب اس پر جلد ہی عمل کیا جانے والا ہے۔

جیلوں کی منظورہ گنجایش (۴۷۷۱) ہے اور قیدیوں کی موجودہ تعداد (۵۲۵۲) ہے۔ اسطرح (۹۸۰) قیدی زیادہ ہیں۔ بجٹ میں نئی عمارتوں کی تعمیر کے لیئے کوئی علحدہ گنجائش نہیں ہے۔ صرف مرمت کے لیئے تھوڑی بہت گنجایش ہے۔ انسپکٹر جنرل محابس نے کریم نگر ڈسٹرکٹ جیل اور ورنگل کے قیام سنٹرل جیل کی خصوصی مرمت کے لیئے مزید (۹۰۰۰۰) روپے کی گنجائش نکالنے کی تجاویز روانہ کی ہیں۔ ... منصوبہ سے ہٹ کر جیل کی عمارتوں کے لیئے (۲ر۰۰) لاکھ روپے کی گنجائش ہے۔ یہ تمام تر گنجائش نیلور میں خصوصی سب جیل کی تعمیر کے لیئے منتقل کر دی گئی ہے۔

رائل سیما میں سنٹرل جیل :

تجویز پیش کی گئی ہے کہ اگر رائل سیما میں کسی جگہ سنٹرل جیل قائم کر دیا جائے تو جیلوں کی آبادی میں اضافے کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔ حکومت آندھرا نے آننت پور کے قریب جیل (زراعتی کالونی) کے قیام کے امکان کا جائزہ لیا تھا اور آننت پور سے چھ میل کے فاصلے پر موضع ... میں (۷۷۰ء۹۲) ایکڑ اراضی منتخب بھی کر لی گئی تھی جس پر (۴ر۰۰) لاکھ روپیئے

زائد غیر متوالی اخراجات اور (۲،۰۰،۰۰۰) لاکھ روپے سے زائد سالانہ متوالی اخراجات کا تخمینہ تھا۔ چونکہ اس اسکیم کے لیئے کثیر مالیہ درکار تھا اس لیئے ۱۹۵۶ء اس تجویز کو ختم کر دیا گیا لیکن اب چونکہ جیلوں کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اس لیئے اس تجویز پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔

دوسری سہولتیں :

تمام سنٹرل جیلوں سے کتب خانے ملحق ہیں اور انہیں اخبارات سربراہ کیئے جاتے ہیں۔ تمام سنٹرل جیلوں اور دو ڈسٹرکٹ جیلوں میں ریڈیو سٹ نصب کیئے گئے ہیں۔ علاقہ تلنگانہ میں اندرونی اور بیرونی گیمس کی سہولتیں فراہم کی گئی ہیں۔ جلد ہی ان گیمس کی سہولتیں علاقہ آندھرا میں بھی فراہم کی جائیں گی۔ "اتوار" اور جیل کی دوسری تعطیلات پر قیدیوں کو گانے اور بھجن کی پارٹیوں کے انعقاد کی اجازت دی جاتی ہے۔ مشہور انجمنوں وغیرہ کی امداد سے سبق آموز میجک لینٹرن شو منعقد کیئے جاتے ہیں۔

قیدیوں کو جیل میں تیار کیا ہوا کھانا سربراہ کیا جاتا ہے۔ یہ کھانا صفائی اور حفظان صحت کے اصولوں پر تیار کیا جاتا ہے اور اس میں کیلوری کی اسقدر مقدار ہوتی ہے جو صحت کی برقراری کے لیئے ضروری ہو۔ جیل مینول کے مطابق تلنگانہ کے 'سی' کلاس کے قیدیوں کو ہر اتوار کو (۵) اونس گوشت دیا جاتا ہے۔ آندھرا میں (۲) اونس دال کی بجائے (۲) اونس دم کی یا سوکھی مچھلی دی جاتی ہے۔ دن میں ایک مرتبہ بٹر دودھ بھی دیا جاتا ہے۔ تیوہار کے موقعوں مثلاً دیوالی، عید الضحیٰ وغیرہ پر خاص کھانا دیا جاتا ہے۔ آندھرا اور تلنگانہ کی اسکیل میں فرق ہے۔ تلنگانہ اسکیل بہتر ہے۔ اسے آندھرا تک وسعت دینے کی تجویز حکومت کے زیر غور ہے۔

قول پر رہائی (Parole System)

قیدیوں کو تھوڑے عرصے کے لیئے قول پر رہا کیا جاتا ہے جسے 'پیرول' کہا جاتا ہے۔ اس طرح سے رہائی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قیدی اپنے خاندان کے کسی رکن یا قریبی عزیز رشتہ داروں کی شدید علالت، موت یا شادی بیاہ میں شرکت کر سکیں۔ اس کے علاوہ انہیں کسی اور معقول وجہ پر رہا کیا جاتا ہے۔ پچھلے دو برسوں کے دوران جو قیدی پیرول پر رہا کیئے گئے اور جن کی درخواستیں مسترد کر دی گئیں، ان کی تعداد نیچے دی جاتی ہے :-

	درخواستیں منظور کی گئیں	درخواستیں مسترد کر دی گئیں
سنہ ۱۹۶۰ء	۱۲۵	۱۵۴
سنہ ۱۹۶۱ء	۱۱۵	۱۴۸

'نظر ثانی کرنے والے بورڈ' کے اجلاس تلنگانہ میں چھ مہینوں میں ایک بار اور آندھرا میں تین مہینوں میں ایک بار طلب کیئے جاتے ہیں۔ ان اجلاسوں میں ایسے قیدیوں کی کارروائیوں پر غور کیا جاتا ہے جنہیں ترتیب وار (۵) سال اور اس سے زائد اور دو سال اور اس سے زائد مدت کے لیئے سزا دی گئی ہو اور ان کی قبل از وقت رہائی کے امکانات کی سفارش کی جاتی ہے۔

معافی :

ریاست میں ایسے قیدیوں کو ماہانہ معافی دینے کا طریقہ رائج ہے جن کا سلوک اور طرز عمل اچھا ہو اور جو سخت محنت کے عادی ہوں۔ اسکی تفصیل یوں ہے :

زمرہ	تلنگانہ	آندھرا
معمولی سزایاب محنت مزدوری کرنے پر	۵ دن	۴ دن
سزایاب چوکیدار	۶ دن	۵ دن
سزایاب اوورسیر	۷ دن	۶ دن
سزایاب وارڈرز	۸ دن	۸ دن

قیدیوں کی زمرہ بندی اس طریقے پر کی گئی ہے :

سزایاب قیدی : 'اے' 'بی' اور 'سی' کلاس

زیر دوران قیدی : خصوصی اور معمولی

نظر بند : کلاس I اور کلاس II

جب کبھی زیر دوران یا تھوڑی مدت کے لیئے سزایاب خاتون قیدی کسی ڈسٹرکٹ جیل، سنٹرل جیل، یا سب جیل میں روانہ کی جاتی ہیں، تو انہیں علحدہ وارڈ میں، خاتون وارڈرز کی نگرانی میں رکھنے کے خصوصی انتظامات کیئے جاتے ہیں۔

نئی اسکیمیں :

بعض دوسری اصلاحی تدابیر بھی ہیں جو ضروری ہیں اور جن کے لیئے حکومت عاجلانہ اقدام کر رہی ہے۔ بعض مجوزہ اسکیمیں حسب ذیل ہیں :

دستکاریوں کی تربیت اور جیل کی مصنوعات کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے

خام مال کی سربراہی کافی مقدار میں اور بروقت ہونی چاہیئے ۔ فی الوقت جیلوں میں تیار کی ہوئی اشیاء کی فروخت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے لیکن جب پیداوار میں اضافے کی کوشش کی جارہی ہے تو فروختگی پیداوار کا مسئلہ بھی یقیناً پیدا ہوگا اس سلسلہ میں یہ بات بھی ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ پیداوار کی مقدار کے علاوہ قیدیوں کی قوت پیداوار میں بھی بہتری پیدا کرنے کی ضرورت ہے ۔ چونکہ جیلوں میں اُجرت کے حقیقی اخراجات برائے نام ہوتے ہیں لہٰذا اصولاً جیلوں میں تیار کی ہوئی اشیاء' اور جگہوں پر تیار ہونے والی اشیاء سے اَرزاں ہونی چاہئیں ۔

جیل کی صنعتوں کے تعلق سے اس پہلو پر زیادہ توجہ نہیں کی گئی ہے ۔ اس پہلو پر غور کرنے کی تجویز ہے تاکہ جیلوں کی صنعت کو معقول اور منافع بخش اساس پر منظم کیا جائے اور قیدیوں کی قوت وصلاحیت کو ترقی دی جائے تاکہ وہ جیل سے رہائی پانے کے بعد عام مقابلے کی تاب لا سکیں ۔

اگرچہ جیلوں میں قیدیوں کو اور بورسٹل اسکول میں لڑکوں کو بعض دستکاریاں سکھلائی جاتی ہیں لیکن فی الوقت رہائی کے بعد پیشہ ورانہ رہنمائی کا بڑے پیمانہ پر انتظام کیا جانا چاہیئے ۔ ابھی یہ اسکیم صرف ابتدائی مراحل میں ہے اور اسے محکمہ کی جانب سے مُعیّن شکل دی جاتی ہے ۔ اس پہلو کا غائر مطالعہ کرنے اور معتدل خطوط پر ایک قابلِ عمل اسکیم مرتب کرنے کی تجویز ہے ۔

مزید دستکاریاں :

جیلوں میں جتنی دستکاریوں کی سہولتیں موجود ہیں ان میں اضافے کی تجویز ہے ۔ تربیتی سہولتوں میں بہتری بھی پیدا کی جائے گی ۔

فی الوقت صرف تحتانی مرحلے تک ہی تعلیم دینے کا انتظام ہے ۔ تجویز ہے کہ اگر ضروری ہو تو بتدریج اعلیٰ جماعتوں کی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے ۔ مقصد یہ ہے کہ ہر ایسے قیدی کو جسے پڑھنے لکھنے کا شوق اور رُجحان ہو، اعلیٰ سطح پر تعلیم کی سہولتیں بھی فراہم کی جائیں ۔ اگر سرمایہ وصول ہو تو ایک مقررہ پروگرام کے تحت مزید کتب خانے، ریڈنگ رُوم وغیرہ قائم کیئے جائیں گے ۔ کئی جیلوں میں ثقافتی سرگرمیاں جاری ہیں ۔ تجویز ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان سرگرمیوں کو تمام جیلوں کی ایک باقاعدہ خصوصیت بنا دیا جائے ۔ فنکارانہ صلاحیتوں مثلاً موسیقی، رقص، ڈرامے اور ادبی صلاحیتوں مثلاً نظم، مختصر افسانہ نویسی، ڈرامہ نویسی وغیرہ کی حوصلہ افزائی کی ہر ممکنہ کوشش کی جائے گی ۔ جب تمام جیلوں کے قیدیوں میں کافی فنکارانہ و اَدبی صلاحیتیں پیدا ہوجائیں گی تو آئندہ کسی موزوں تاریخ کو ریاستی جیلوں کا ثقافتی تیوہار منعقد کرنے کی تجویز ہے ۔ یہ بھی تجویز ہے کہ شاندار تعلیمی ریکارڈ اور اپنی اصل صلاحیتوں مثلاً افسانہ نویسی، موسیقی، رقص وغیرہ کے اظہار کے سلسلے میں ترغیبی انعامات بھی شروع کیئے جائیں میں اسے بھی ریاستی اساس پر شروع کیا جائے گا۔

آخر میں یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ جیلوں میں اصلاحات نافذ کرنے ا[illegible] قیدیوں کی مشکلات دُور کرنے کی ہم کتنی بھی کوشش کیوں نہ کریں، جیل [illegible] جیل ہی ہیں ۔ ظاہر ہے جیل ان آسائشوں اور سہولتوں کی فراہمی کی توقع نہ[illegible] کرسکتے، جو بیرون جیل عام طور پر دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں ہیں ۔ لہٰذا ج[illegible] کے اندر جو حالات ہیں ان میں ایک اور عام شہری کی زندگی کے حالات میں [illegible] نسبت ہونی چاہیئے ۔ ہمارے معاشرہ کے عام افلاس اور پس ماندگی کا ا[illegible] ضروری ہے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جیلوں کی زندگی اتنی پُرکشش ہوجائے [illegible] عام لوگ جرائم کے ارتکاب پر مائل ہوں ۔ لہٰذا ہمیں جیلوں میں اصلاحات [illegible] کرتے وقت ان سخت حقائق سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیئے ۔ قید[illegible] نہ ہی کم تر اور قابلِ نفرت شخص تصور کیا جانا چاہیئے اور نہ ہی اسے ایک ہیرو [illegible] ریاستی مہمان کا رتبہ دینا چاہیئے ۔ ان دونوں انتہائی رویوں سے، جو سراسر [illegible] پر مبنی ہیں، بچنا چاہیئے ۔ قیدی کے تعلق سے صرف یہ رویہ [illegible] کیا جانا چا[illegible] کہ وہ بُنیادی طور پر ایک ایماندار آدمی ہے اور جو بہتر [illegible] معاش[illegible] اپنا مقام حاصل کرسکتا ہے اگر ایک معینہ مدت [illegible] کی [illegible] پرورش کی جائے [illegible] ماہر سماجی سائنسدانوں [illegible] ہمدردانہ [illegible] لیکن سخت سُلوک کیا جائے ۔

حکومت آندھرا پردیش کے محکمہ جیل کی کوششیں
اُوپر بتائے ہوئے، مقاصد کے حُصول کی طرف
لگی ہوئی ہیں ۔ آج کے جدید دَور میں جب کسی
ملک میں جیلوں کی اصلاحات [illegible] اس ملک کی
تہذیب و تمدن کا معیار تسلیم کیا جانے لگا ہے
حکومت آندھرا پردیش، ایک فلاحی مُملکت کی
روشنی میں اپنے فرائض کے اس اہم پہلو کے
مضمرات سے کماحقہٗ واقف ہے ۔

زیبؔ غوری

غزل

سلسلۂ زُلف کا افسانہ در افسانہ سہی
غمِ دُنیا بھی شریکِ غمِ جانانہ سہی

اب بھی نومید نہیں دِل مرا مستقبل سے
لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں تو دیوانہ سہی

بیخودی کے لیئے تھوڑی سی فضا ہے درکار
نہ سہی میکدہ، محرابِ خدا خانہ سہی

میرا سرمایہ مرے غم کے سوا کچھ بھی نہیں
اب یہ آنسو ہی ترے حُسن کا نذرانہ سہی

کب تک اس کشمکشِ زیست کا رونا روئیں
آؤ کچھ سِلسلۂ گیسوئے جانانہ سہی

رحم اے شدّتِ احساس مجھے جینے دے
مری دُنیا، مری تخئیل کی دُنیا نہ سہی

دو قدم اور ہے منزل ابھی چھالوں کو نہ دیکھ
دو قدم اور ابھی اے ہمتِ مردانہ سہی

غیرتِ عشق کو شرمندہ نہ کر سجدوں سے
وہ کوئی در سہی، کعبہ سہی، بُتخانہ سہی

مہک اُٹھا ہے شبستانِ تصوّر، کچھ دیر
خلوتِ عارض و گیسوئے پسِ شانہ سہی

رائگاں ہو نہ کہیں زیبؔ جنوں کی مستی
پا بہ زنجیر سہی، وقفِ سیہ خانہ سہی

صدر ہند ڈاکٹر ایس ۔ رادھا کرشنن کا ۷ ۔ جولائی ۶۲ ءکو حیدرآباد پہنچنے پر بیگم پیٹھ ہوائی اڈے پر رسمی خیر مقدم کیا گیا ۔ تصویر میں انہیں مارچ پاسٹ کی سلامی لیتے ہوئے بتلایا گیا ہے ۔
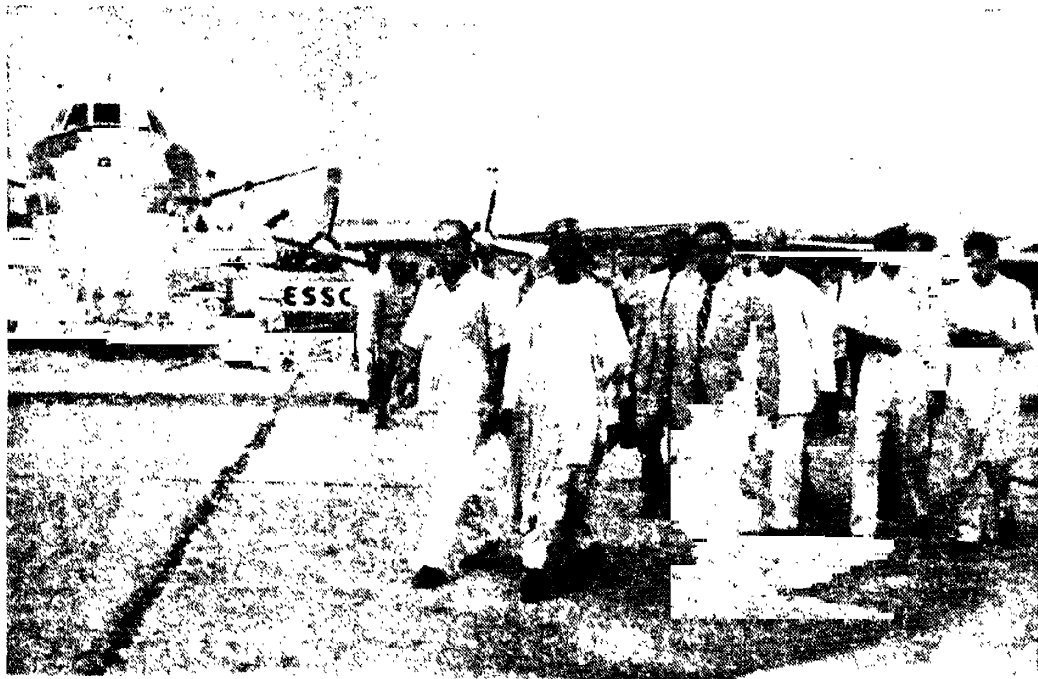
نائیجیریا کے وزیر ادارہ جات ہزاکسلینسی الحاج شہوشاگری ۳۰ ۔ جون سنہ ۱۹۶۲ ءکو حیدرآباد پہنچے ۔
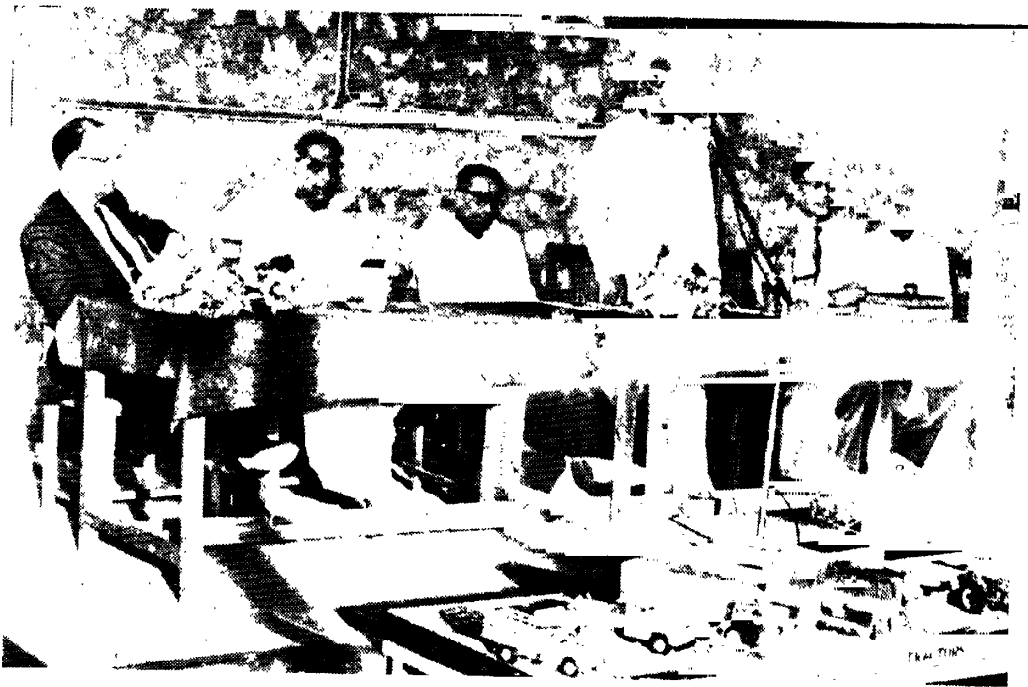
شری او - وی الاگیسسن ، وزیر مملکت برائے آبپاشی و برقی قوت ، حکومت ہند نے ۲۷ ۔ جون سنہ ۱۹۶۲ء کو
ناگارجن ساگر میں فنی تربیتی مرکز کا افتتاح کیا ۔

سردار سورن سنگھ ، وزیر ریلوے نے ۷ ۔ جولائی سنہ ۱۹۶۲ء کو « وجئے واڑہ مسولی پٹم »
براڈگیج لائن کا افتتاح کیا ۔

شری بی - وی گرومورتی ، ریاستی وزیر لیبر و ٹرانسپورٹ نے ۱۵ - جون سنہ ۱۹۶۲ ء کو حیدرآباد میں
آندھرا پردیش لیبر آفیسرس کانفرنس کا افتتاح کیا -
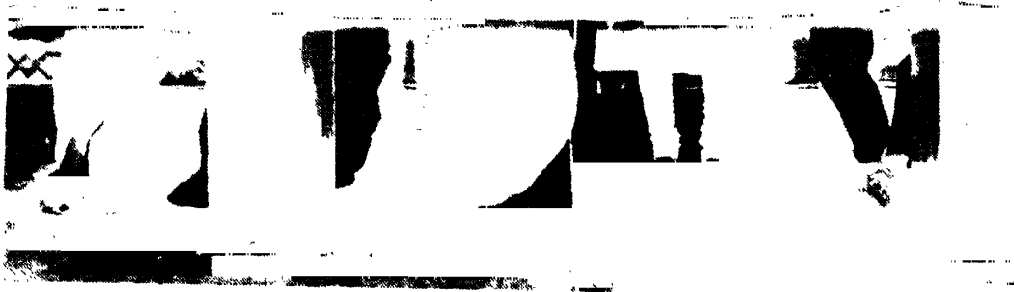
شری بھیم سین سچر ، گورنر آندھرا پردیش نے ۲۸ - جون سنہ ۱۹۶۲ ء کو حیدرآباد میں
سنٹرل ریجنل فلڈ کنٹرول سیمنار کا افتتاح کیا -
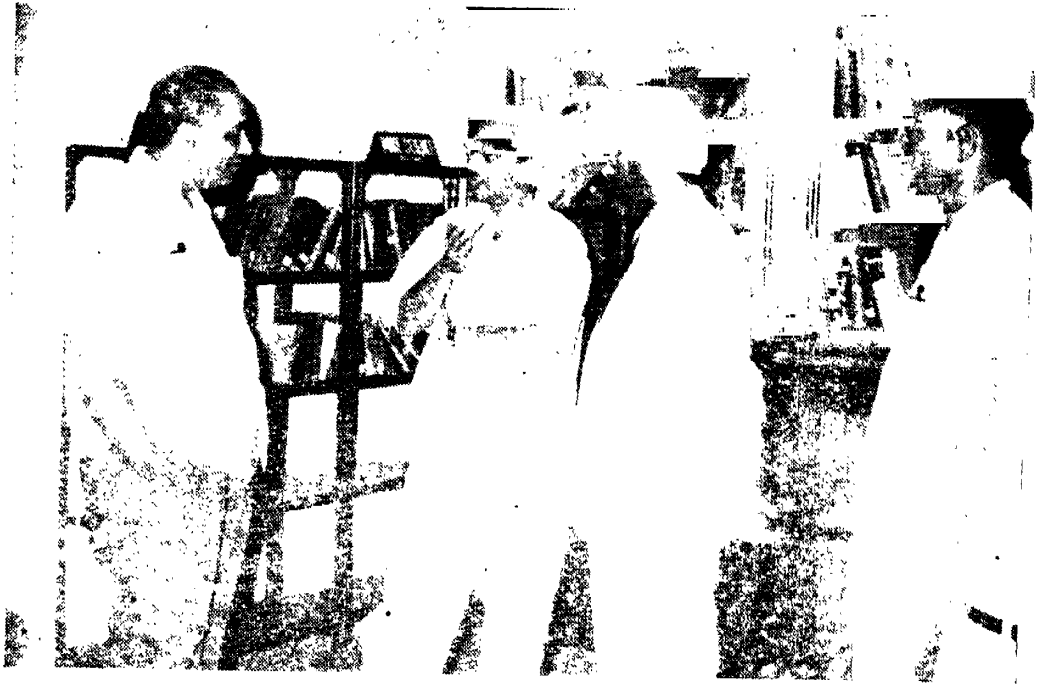
شری ایم - ایل - بھار دواج پرنسپل انفارمیشن آفیسر، پریس انفارمیشن بیوریو . حکومت ہند نے شری سرجیت سنگھہ . ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن آفیسر مدراس کے ساتھہ ۲۱ - جون سنہ ۶۲ء کو محکمہ اطلاعات وتعلقات عامہ حیدرآباد کا معائنہ کیا -

پتلی باولی (حیدرآباد) کے ملک بوتھہ سے لوگ دودھ حاصل کررہے ہیں -

ھندوستانی آئین پر سیمنار کے سلسلے میں امریکی پروفیسر حیدرآباد پہنچے ۔
تصویر میں انہیں ۲۷ ۔ جون سنہ ۱۹۶۲ءکو قطب شاہی
مقبروں کے پاس دکھلایا گیا ہے ۔

حیدرآباد میں راج بھون کے اسٹاف کے بچے ۱۹ - جولائی سنہ ۱۹۶۲ء کو
وزیراعظم نہرو کا خیر مقدم کر رہے ہیں

دو پہر کے کھانے کی اسکیم :- مسٹر گالبرتھ ، امریکی سفیر متعینہ هند نے ۳ - جولائی سنہ ٦٢ ء کو
دو پہر کے کھانے کی اسکیم کا افتتاح کیا - تصویر میں وہ نرساپور (ضلع میدک) کے
اسکول کے بچوں کو « اُپما » تقسیم کررہے ہیں -
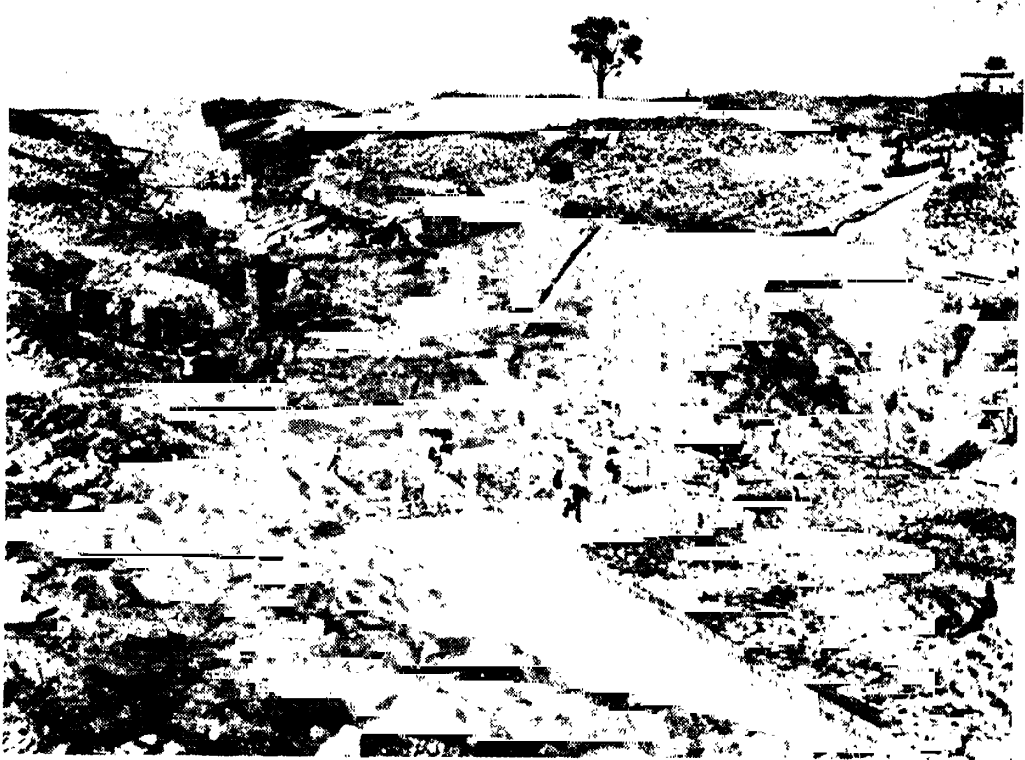
شہر حیدرآباد کے لئے مزید پانی :- چیف منسٹر آندھرا پردیش نے ۸ - جولائی ۶۲ء کو
کلا بگر (منگاریڈی) ضلع میدک میں مانجرا ندی پر بیراج کا سنگ بنیاد رکھا -
تصویر میں اس اسکیم کی جگہ بتلائی گئی ہے - اس اسکیم کے نتیجے میں شہر
حیدرآباد میں پانی کی صورت حال بہتر ہوجائیگی -

ڈاکٹر ڈی - ایس - راجو ، نائب وزیر صحت حکومت ہند ،
۲۳ - جون سنہ ۶۲ء کو امراض دماغی ، حیدرآباد میں
ادارہ صحت امراض دماغی اور اوٹ پیشنٹ
و انتظامی بلاک کی عمارت کا معائنہ کر رہے ہیں -

جونیر سرٹیفائیڈ اسکول برائے طالبات کی بچیاں جسمانی ورزش کررہی ہیں -

حیدرآباد کے جونیر سرٹیفائیڈ اسکول برائے طلباء کے بچے عملی کام انجام دے رہے ہیں -

حیدرآباد کے جونیر سرٹیفائیڈ اسکول برائے طلباء میں نجاری کا شعبہ

حیدرآباد کے جونیر سرٹیفائیڈ اسکول برائے طالبات میں موسیقی کا شعبہ

جنرل ایس - ایم - شری نگیش ،گورنر آسام نے ۲۷ - جون سنہ ۶۲ ءکو حیدرآباد میں
آندھرا مہیلا سبھا گراونڈس پر میٹرنٹی و نرسنگ ہوم کا سنگ بنیاد رکھا -

موازنے پر بحث

نقادوں کو وزیر فیناس کا جواب

آندھرا پردیش لیجسلیٹو اسمبلی میں ۲ر جولائی ۱۹۶۲ء کو موازنے پر (۵) روزہ عام مباحثہ ختم کرتے ہوئے وزیر فینانس شری کے۔ برہمنداریڈی نے اپنے جامع اور مدلل جواب میں ایوان کے تمام طبقات سے پُر زور اپیل کی کہ مسودہ قانون اضافہ مالگزاری پر تنقید کرنے سے پہلے وہ ریاست کی مالی صُورتِ حال کا جائزہ لیں اور اس قانون کے خلاف کسان طبقے کے جذبات مشتعل نہ کریں اور پھر اس قانون کا منشار بھی تو یہی ہے کہ منصُوبے کی اسکیموں کو رُوبہ عمل لانے کے لیئے زیادہ رقم فراہم کی جائے۔ منصُوبے کی اسکیموں کو رُوبہ عمل لانے سے ریاست اور بحیثیت مجموعی ملک کا ہی بھلا ہوگا۔ وزیر فینانس نے ارکان سے بھی اپیل کی کہ وہ مسودہ قانون میں الفاظ "صدفی صد" سے گمراہ نہ ہوں اور یہ فرض نہ کرلیں کہ زرِ مالگزاری میں صدفی صد اضافہ ہونے والا ہے۔

وزیر موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مسودہ قانون پر مزید تبادلہ خیال کے دَوران ارکان محسوس کریں گے کہ جو اضافہ تجویز کیا گیا ہے وہ صدفی صد نہیں ہوگا۔ وزیر فینانس نے کہا کہ مسودہ قانون میں یکساں شرح عائد کرنے کی تجویز ہے جو موجودہ فیس اور سَرچارج وغیرہ کی بجائے ہوگی جن میں کسان طبقے کے استحصال کی گُنجائش ہے۔ اس قانون کے ذریعہ آندھرا پردیش کے طُول و عرض میں زرِ مالگزاری کی یکساں شرح نافذ کرنے کی مانگ کی پابجائی ہوجائے گی۔

صنعتی ترقی :

ریاست کی صنعتی ترقی کی رفتار اور اس بابت آندھرا پردیش کے تعلق سے مرکز کے رویّہ کا ذکر کرتے ہوئے وزیر فینانس نے حزب الاختلاف کے اس الزام کی پُر زور تردید کی کہ وہ بڑی خاموشی سے مرکز کی اطلاعات قبول کرلیتے ہیں اور ان ارکان کو یاد دلایا کہ اس ریاست نے ملک کے مختلف علاقوں کو صنعتی ترقی کے توازن کو ٹھیک کرنے کے لیئے مرکز سے کسقدر سخت اور زوردار نمائندگی کی گئی تھی۔ وزیر فینانس نے یاد دلایا کہ اس سلسلے میں ایوان نے بھی ایک قرارداد منظور کی تھی اور خود چیف منسٹر نے اس مسئلہ کو قومی ترقیاتی کونسل کے اجلاس میں اُٹھایا تھا۔ وزیر فینانس نے کہا کہ "جہاں تک صنعتی ترقی کا تعلق ہے، پہلے اور دوسرے پانچ سالہ منصُوبوں کے دوران آندھرا پردیش کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی گئی۔ اب کچھ صنعتیں قائم کی جارہی ہیں لیکن پھر بھی سرکاری شعبے میں خاص طور پر کچھ نہیں کیا گیا۔

وزیر موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے مدراس کی مثال کا حوالہ دیا جس کا اشارہ حزب الاختلاف کے ارکان نے کیا تھا۔ وزیر فینانس نے کہا کہ ہر ریاستی منصُوبے میں مختلف اغراض کے لیئے رقوم، ریاست کے قدرتی ذرائع اور فوقیت کا لحاظ کرتے ہوئے الاٹ کی جاتی ہیں ـــــ

آندھرا پردیش میں اہم ہمہ مقصدی پروجکٹوں مثلاً ناگارجن ساگر، تنگبھدرا ہائی لیول
ال وغیرہ کو زیر عمل لانے کے امکانات ہیں اور اسطرح ان کی عمل آوری کے لیئے
انی رقوم الاٹ نہ کرنا اور بعض دوسری اسکیموں کو ترجیح نہ دینا، غیر منطقی ہوگا۔
وزیر موصوف نے یقین دلایا کہ حکومت کی جانب سے آبپاشی کے جو عظیم الشان
پروجکٹ شروع کیئے گئے ہیں، ان سے خاطر خواہ نتائج حاصل کرنے کے لیئے
بھی کچھ وقت لگے گا۔ وزیر فینانس نے کہا کہ صرف ناگارجن ساگر پروجکٹ
پر ہی کوئی (۵۰) کروڑ روپے خرچ کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ یہ ریاست
کے محدود ذرائع وسائل پر ایک بوجھ ہے۔ اس طرح تعلیمی، صنعتی، اور سماجی
بہبودی کی اسکیموں کے لیئے زیادہ گنجائش نکالنے کا بہت تھوڑا موقع ہے۔

زرعی پیداوار میں اضافہ :

حزب الاختلاف نے یہ الزام لگایا تھا کہ ریاست، تقریباً ہر شعبے
میں پس ماندہ ہے۔ وزیر فینانس نے اپنی دلیل کی تائید میں اعداد و شمار کی مدد لیتے
ہوئے اس حقیقت کا اعادہ کیا کہ ریاست نے کئی شعبوں میں قابلِ تعریف ترقی
کی ہے۔ وزیر موصوف نے اعلان کیا کہ ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۹ء تک آندھرا پردیش
کی اوسط زرعی پیداوار، پورے ملک کے مقابلے میں زیادہ تھی۔ جہاں تک فی
کس پیداوار کا تعلق ہے، آندھرا پردیش کو اب بھی رہنمائی کا فخر حاصل ہے۔
دھان کی حد تک آندھرا پردیش میں فی ایکڑ پیداوار (۱۰۲۰) کلوگرام کے کل ہند
اوسط کے مقابلے میں (۱۲۸۰) کلوگرام تھی۔ تمباکو، گنے، راگی اور باجرہ کی
حد تک بھی ریاست کا اوسط بڑھا چڑھا رہا۔

آبپاشی کے بڑے اور اوسط سائز کے پروجکٹوں کا ذکر کرتے
ہوئے وزیر فینانس نے انکشاف کیا کہ منصوبہ کی مدت کے ختم تک ان پر (۱۵۱)
کروڑ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔ دوسرے منصوبے کی مدت کے دوران
مزید (۵) لاکھ ایکڑ رقبہ آبپاشی کے تحت لایا گیا۔ دوسرے منصوبے میں
آبپاشی کی چھوٹی اسکیموں کے لیئے (۳) کروڑ روپے الاٹ کیئے گئے تھے اس کے
علاوہ بھی ان اسکیموں پر (۸) کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا۔ وزیر موصوف نے کہا کہ
تیسرے منصوبے کے دوران آبپاشی کے ان ذرائع پر، کمیشن منصوبہ بندی کے
صلاح و مشورے سے اور عارضی ردّ و بدل کر کے کم از کم (۱۰) کروڑ روپیے
مزید خرچ کیئے جائیں گے۔ یہ خرچ (۱۸) کروڑ روپے کے علاوہ ہوگا جو
ان اسکیموں کے لیئے الاٹ کیا گیا ہے۔

وزیر فینانس نے ریاست کی بڑھتی ہوئی برقی ضروریات کا بھی
تفصیل سے ذکر کیا۔ دوسرے منصوبے کے ختم تک، برقی قوت کی پیداوار
(۲۱۳) ملین واٹ سے بڑھا کر (۶۰۰) ملین واٹ کرنے کے لیئے رقوم
فراہم کی گئی تھیں۔ تنگبھدرا ہائیڈرو الکٹرک اسکیم کے تحت چار نئے سٹ نصب
کیئے جانے والے تھے۔ نیلور تھرمل اسٹیشن کی گنجائش (۳۰) ملین واٹ تک
بڑھائی جانے والی تھی۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ اسکیم ۶۴-۱۹۶۳ء تک مکمل
ہوجائے گی۔ وزیر موصوف نے کہا کہ جہاں تک اپر سلیرو ہائیڈرو الکٹرک پروجکٹ
کا تعلق ہے، سیاسی وجوہ کی بناً پر غیر متوقع مشکلات پیدا ہوگئی ہیں جن میں
ہمسایہ ریاستوں کو دخل ہے۔ کوتہ گڈم تھرمل اسٹیشن کے بارے میں ۶ جون کو
اعلیٰ سطح پر بات چیت ہوئی۔ ریاستی حکومت اپنے انجنیئروں کو امریکہ روانہ
کرے گی تا کہ وہ پروجکٹ کے لیئے امداد حاصل کر سکیں۔

برقی قوت کی کمی دُور کرنے کے لیئے :

برقی قوت کی کمی دُور کرنے کے لیئے جو تدابیر اختیار کی جانے والی ہیں
ان کے بارے میں وزیر فینانس نے کہا کہ مرکزی حکومت نے ۱۱، ۱۱ ہزار کلو واٹ
کے دو ٹربو گیس جنریٹرس حاصل کرنے کے لیئے بیرونی زرِ مبادلہ کی ضروری مقدار
منظور کی ہے اور حکومت انہیں آئندہ چھ سات مہینوں میں نصب کر دے گی
اس کے علاوہ جاپان یا کسی دوسرے ملک سے (۵) ہزار کلو واٹ کی گنجائش کا
جنریٹر حاصل کرنے کے اقدام کیئے جا رہے ہیں۔

گوداوری اینی کٹ شٹرس کو بلند کرنے کے تعلق سے جو نزاع پیدا
ہوگیا ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے وزیر فینانس نے کہا کہ جس وقت سنٹرل واٹر
اینڈ پاور کمیشن سے صلاح و مشورہ کیا گیا تھا تو اس نے موجودہ اینی کٹ کی
پائداری کے تعلق سے ہی خدشات کا اظہار کیا تھا۔ تاہم یہ پورا مسئلہ زیرِ غور ہے۔

نئی یونیورسٹی :

وزیر فینانس نے انکشاف کیا کہ ریاست میں نئی یونیورسٹی کے قیام کے
لیئے منصوبے میں شاندار گنجائش رکھی گئی ہے۔ یہ گنجائش (۵۰) لاکھ روپے
کی ہے۔ تینوں جامعات کے وائس چانسلروں کی مخالفت کے پیشِ نظر قطعی
فیصلہ کرنے سے قبل اس تجویز پر مکرر غور کرنا ہوگا۔

وزیر موصوف نے اپنے جواب میں یہ بھی انکشاف کیا کہ حکومت نے
لائف انشورنس کارپوریشن سے سفارش کی ہے کہ وہ وشاکھاپٹنم کی ڈرینیج
اسکیم کے لیئے اور امالاپورم اور راجمندری کی آبرسانی کی اسکیموں کے لیئے قرضے

وزیر فینانس نے کہا کہ اسی قسم کی امداد کے لیئے ہر میونسپلٹی سے درخواستیں قبول نہیں کی جا سکتیں۔ کیونکہ لائف انشورنس کارپوریشن، ریاستی حکومت کی ضمانت چاہتی ہے اور اس صورت میں حکومت کو میونسپلٹی کی مالی حالت کا خیال رکھنا ہوگا۔

وزیر فینانس نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ ایوان کے تمام طبقات نے، نادار لیکن ذہین طلبا کو مالی امداد دینے کی تجویز کا خیر مقدم کیا ہے۔

دیہی رقبوں کو برقی قوت کی سربراہی

مئی ۱۹۶۲ء میں ضلع مشرقی گوداوری کے موضع تلی پلی کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

مئی ۱۹۶۲ء کے دوران ضلع آننت پور کے تعلقہ دھرماورم میں دھرماورم کی بستی گنٹ کنڈا پلی اور تعلقہ پینوکنڈہ کے موضع بچیاگری پلی کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

اسی مہینے میں تعلقہ و ضلع کرنول کے موضع بنڈی تھنڈراپاڈو کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

مئی ۱۹۶۲ء کے دوران ضلع چتور کے موضع کوتھور، وینکٹ پور اور اس کی بستی سری رام پورم (تعلقہ ستیہ ویدو) کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

مئی ۱۹۶۲ء میں ضلع کرشنا کے تعلقہ گوڈی واڑہ میں موضع پولوکنڈہ کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

اسی مہینے کے دوران ضلع نیلور کے تعلقہ سالورپیٹھ میں موضع یکوتو کو برقی قوت سربراہ کی گئی۔

عارف ندیم

رتجگا
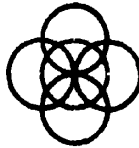
اپنی شب بیداریوں کا میں نہیں ماتم کناں
آج تک جیسی بھی گزری جاگتے ہی کٹ گئی
رتجگوں کی داستاں آوارہ گردی کا بیاں
آنسوؤں کے سیل میں کتنی اُمیدیں بہہ گئیں
زندگی کی ساعتیں کیا کیا فسانے کہہ گئیں
دِل کی محرابِ تمنّا گردِ غم سے اَٹ گئی
آج تک جیسی بھی گزری جاگتے ہی کٹ گئی

لیکن اِک نشترِ رگِ جاں میں کھٹکتا ہے ہنوز
جاگنا تسلیم بے خوابی مقدر ہے ندیم
میری گردن پر رہے گا کب تلک یہ خونِ شمع
اُف یہ راتوں کی خموشی ہائے یہ افسونِ شمع

دوپہر کے کھانے کی اِسکیم

تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران عام اور مفت لازمی تحتانی تعلیم کی اسکیم کو کامیابی سے رُوبہ عمل لانے کے سلسلے میں یہ ضروری خیال کیا گیا کہ اگر غریب اور نادار بچوں کو دوپہر کا کھانا مفت سربراہ کیا جائے تو انہیں اسکول آنے میں ترغیب پیدا ہوگی۔ اس مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ریاستی حکومت نے "کیر" ادارے کی جانب سے غذائی سازوسامان کے تحفے کی پیشکش کو قبول کیا ہے یہ غذائی سازوسامان مِلک پاؤڈر، کارن مِیل اور روغنی تیل پر مشتمل ہے۔

'کیر' ایک رضاکارانہ ادارہ ہے جسے امریکی عوام نے دنیا بھر کے ضرورت مند افراد کی امداد کے مقصد سے قائم کیا۔ ہندوستان میں امریکہ کے سفیر، ہز اکسیلنسی پروفیسر جے۔ کے۔ گالبرتھ نے ۳ر جولائی ۱۹۶۲ء کو نرساپور (ضلع میدک) میں دوپہر کے کھانے کے پروگرام کا افتتاح کیا۔ جسے 'کیر' کی امداد حاصل ہے۔ پروگرام کا افتتاح کرتے ہوئے سفیر موصوف نے کہا کہ کھیتی باڑی کے سلسلے میں سائنس کیا مدد دے سکتا ہے۔ یہ پروگرام اس کا عملی اظہار ہے۔ موصوف نے کہا کہ ایک اوسط آدمی اسی وقت بہتر کام کرسکتا ہے جب اس کا شکم پُر ہو۔ اگر یہ چیز بڑوں کی حد تک صحیح ہے تو بچوں پر بھی یہ بات زیادہ صادق آتی ہے۔

ہندوستان میں اس پروگرام کے تحت (۴۰) لاکھ بچوں کو لایا جائیگا جن میں سے آندھرا پردیش میں (۲) لاکھ بچے ہوں گے۔ (۱۵۰۰۰) تلنگانہ میں اور (۵۰۰۰۰) اضلاع سرکار میں۔

آندھرا پردیش میں اس پروگرام کو محکمہ تعلیمات کے توسط سے رُوبہ عمل لایا جائے گا۔ امریکہ سے جو غذائی اشیاء وصول ہوں گی اسے متعلقہ بندرگاہ سے ہی (بلا اخراجات کرایہ) متعلقہ ایجوکیشنل افسروں کو، ان کے متعلقہ اضلاع کی ضروریات کے مطابق روانہ کردیا جائے گا۔ ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسران اشیاء کو اضلاع کے مختلف مستقروں پر روانہ کرے گا، جہاں سے یہ اشیاء منتخبہ اسکولوں کے ہیڈ ماسٹروں تک پہنچیں گی۔ ان اشیاء کا معقول ذخیرہ کرنے اور عاجلانہ منتقلی کے تمام تر انتظامات کرلیے گئے ہیں۔

کمیٹیوں کا قیام:

مدارس کی سطح پر دوپہر کے کھانوں کی معقول اور موثر سربراہی کیلئے "دوپہر کے کھانوں کی کمیٹیاں" قائم کی جارہی ہیں جو مقامی افراد پر مشتمل ہوں گی حکومت ان افراد سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس پروگرام کو رُوبہ عمل لانے کے سلسلے میں برتنوں، ایندھن، اور دوسری اشیاء کی شکل میں تعاون کریں کیونکہ اس پروگرام کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ ان کے بچوں کو بہتر سہولتیں اور قوت والی غذا پہنچائی جائے۔

غذائی اشیاء کو نہایت عمدگی سے پیاک شدہ حالت میں سربراہ کیا جاتا ہے، تاکہ غذا صاف ستھری حالت میں برقرار رہے۔ ہر بچے کو دوپہر کے کھانے پر حسبِ ذیل مقدار میں غذا سربراہ کی جاتی ہے:-

کارن میل	ایک اونس
ملک پاؤڈر	" "
نباتی تیل	" ½

دوپہر کا کھانا، اُپما اور دودھ کی شکل میں، تعلیمی سال میں (۲۰۰) دن سربراہ کیا جاتا ہے۔

رواں سال کے دوران آندھرا پردیش کو جو جملہ مقدار ملے گی اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

کارن میل	۲۵۰۰۰۰ پونڈ
ملک پاؤڈر	۲۵۰۰۰۰ "
نباتی تیل	۱۲۵۰۰۰۰ "

'کیر' کی جانب سے سربراہ کی ہوئی اشیاء کی مجموعی مالیت (۶۲۵۰۰۰۰) روپے ہوتی ہے اور ریاستی حکومت نے ۶۳-۱۹۶۲ء سال کی بابت اس پروگرام کو رُوبہ عمل لانے کے لیے (۶۱۶۰۲۶) روپیہ الاٹ کیا گیا ہے۔

آندھرا پردیش میں اس پروگرام کے ایڈمنسٹریٹر مسٹر جے۔ ایس لیوس ہیں جن کا دفتر نظامت تعلیمات میں واقع ہے۔ یہ پروگرام ناظم تعلیمات کی عام نگرانی میں ہے۔ اس پروگرام کی نگرانی کے لیے ایک خصوصی افسر کا تقرر کیا گیا ہے۔

○

شرمندگی!

ایک غائب دماغ پروفیسر اپنے ایک پُرانے رفیق سے ملے، لیکن تھوڑی دیر بعد اس کا نام بھول گئے۔ وہ کچھ دیر تک سوچتے رہے لیکن نام یاد نہ آیا۔ آخر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیوی سے پوچھے:

"سلطانہ! اس شخص کا نام کیا تھا، اگر پھر اس سے ملاقات ہوئی تو مجھے بڑی شرمندگی ہوگی۔"

"شرمندگی تو ضرور ہوگی، لیکن شوہرِ محترم میرا نام 'عزیزہ' ہے!"

فرّخ سُہیل

اِس نظم میں

میں پَل دو پَل کا شاعر ہوں

میں پَل دو پَل کا شاعر ہوں، پَل دو پَل میری کہانی ہے
پَل دو پَل میری ہستی ہے، پَل دو پَل میری جوانی ہے
مُجھ سے پہلے کتنے شاعر آئے اور آ کر چلے گئے
کچھ آہیں بھر کر لوٹ گئے کچھ نغمے گا کر چلے گئے
وہ بھی اک پَل کا قِصّہ تھے، میں بھی اِک پَل کا قِصّہ ہوں
کل تم سے جُدا ہو جاؤں گا، گو آج تمہارا حِصّہ ہوں
پَل دو پَل میں کچھ کہہ پایا، اتنی ہی سعادت کافی ہے
پَل دو پَل تم نے مجھ کو سُنا اتنی ہی عنایت کافی ہے
کل اور آئیں گے نغموں کی کِھلتی کلیاں چُننے والے
مجھ سے بہتر کہنے والے، تم سے بہتر سُننے والے
ہر نسل اِک فصل ہے دھرتی کی، آج اُگتی ہے کل کٹتی ہے
جیون وہ مہنگی مدرا ہے، جو قطرہ قطرہ بٹتی ہے
ساگر سے اُبھری لہر ہوں میں ساگر میں پھر کھو جاؤں گا
مٹّی کی رُوح کا سپنا ہوں میں مٹّی میں پھر سو جاؤں گا
کل کوئی مجھ کو یاد کرے، کیوں کوئی مجھ کو یاد کرے
مصروف زمانہ میرے لیئے کیوں وقت اپنا برباد کرے

——— (ساحر لُدھیانوی)

اِدھر چند برسوں میں ساحر لُدھیانوی کے جو شعری کارنامے نظم و غزل کی صُورت میں منظرِ عام پر آئے ہیں اُن کا رنگ رُوپ انوکھا بھی ہے اور ساحر کی شاعری کے نئے اِمکانات کی طرف بھی واضح اشارہ کرتا ہے۔ ساحر ہمارے دَور کے بے حد مقبول شاعر ہیں، ان کی مقبولیت کے اسباب قبولِ خاطر و لُطفِ سخن خدا داد ست کہہ کر نہیں دریافت کیئے جا سکتے بلکہ ہمیں جدید ذہن کی تحلیلِ نفسی کرنی پڑے گی۔ جہاں ساحر کے شعر نت نئی دل آویزی کے ساتھ بار پاتے رہے ہیں۔ ساحر کی آج تک کی شاعری غنائی اور خالص رومانی رہی ہے۔ ہمارے ہاں غنائی اور رُومانی شاعروں کی کمی نہیں ہے لیکن اِنہیں وہ قبولِ عام نہیں مِل سکا جو ساحر کا حِصّہ ہے۔ ساحر کا قبولِ عام دراصل ہمارے

جدید شعری ادب کا ایک دل پذیر سانحہ ہے۔ ساحر کی غنائیت اور رومانوی لہجہ، یہ دونوں خصوصیات کچھ اسطرح مجتمع ہو گئی ہیں کہ ساحر کا شعر دماغ سے زیادہ دل پر اثر کرتا ہے۔ اس کا سبب جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں یہ ہے کہ ساحر چاہنے سے زیادہ چاہے جانے کی کیفیات کا ذکر مزے لے لے کر کرتے ہیں اور ان کی کم و بیش ہر رومانی نظم انہی کے اطراف گھومتی ہے نظم کا ہیرو (شاعر) ہیروئن کے کردار سے ایسے ایسے مصرعے کہلواتا ہے جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شاعر کسقدر خود انجمنی کا شکار رہتا ہے۔ اپنے آپ کو محبوب سے برتر اور لطیف تر سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ساحر نے بڑے نرم نرم الفاظ اپنی شاعری میں استعمال کئے ہیں۔ ان کا لہجہ کچھ اتنا خوبصورت مگر منفعل ہے کہ طبقۂ اناث لہلوٹ ہوتا رہا ہے۔ ساحر فیض کے معتقدین میں سے ہیں اور بڑی حد تک ان کا لب و لہجہ فیض کی یاد دلاتا رہا ہے۔

زیرِ نظر نظم، مذکورہ بالا اوصاف سے یکسر مختلف ہے۔ اس نظم میں ساحر نے اپنی مخصوص بحروں کو ترک کرکے نئی بحر کے لچکیلے پن سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ زیرِ نظر نظم اپنے خیال کے اعتبار سے بھی ساحر کے نقطۂ نگاہ سے مختلف نظر آتی ہے۔ اس نظم کا شاعر اپنی ذات کا اسیر نہیں بلکہ اُس کی نگاہ کروڑوں برس کی دُنیا پر ہے جہاں فرد کا تصور معدُوم نظر آتا ہے۔

میں "پل دو پل کا شاعر ہوں"۔ یہ ساحر ہی کی رودادِ شعری نہیں بلکہ اقبال کے بعد شائد اس صدی کے ہر شاعر کی آپ بیتی ہے ؎

ہر نسل اِک فصل ہے، دھرتی کی آج اُگتی ہے کل کٹتی ہے
جیون وہ مہنگی مدرا ہے، جو قطرہ قطرہ بٹتی ہے
ساگر سے اُبھری لہر ہوں میں ساگر میں پھر کھو جاؤں گا
مٹی کی رُوح کا سپنا ہوں مٹی میں پھر سو جاؤں گا

اِن دو شعروں سے ساحر کے ذہنی ارتقاء کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ساحر جو آج تک ہلکے پھلکے اور رنگین خیالات کے شاعر تھے اب یہاں تک آ چلے ہیں کہ اُنہیں ہر نسل دھرتی کی ایک فصل نظر آ رہی ہے اور انہیں زندگی کی شراب کی گرانی کا اندازہ بھی ہو چلا ہے کہ یہ مدرا قطرہ قطرہ بٹتی ہے۔ ساحر اپنے کارناموں کو ساگر کی ایک لہر سے زیادہ نہیں سمجھتے اور اپنا انجام و منتہا بھی جانتے ہیں کہ لہر پھر ساگر میں کھو جائے گی۔ "مٹی کی رُوح کا سپنا ہوں"۔ کسقدر خوبصورت بات کہی ہے۔ غرض کہ یہ فلسفیانہ خیالات اور یہ نازک اور لچکدار باتیں، آج سے پہلے ساحر کے یہاں کم کم ہی نظر آتی ہیں۔ لیکن اس تازہ نظم کے ذریعہ ساحر نے ہم سے یقیناً یہ عہد کیا ہے کہ وہ ہمیں ایسی ہی دلآویز اور فکر انگیز نظمیں دیتے رہیں گے ؏

"اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے"۔

○

میں کسی سے بھی بچھڑ سکتا نہ تھا ہرگز رفیق
موت نے مارا مجھے آخر لپیٹ کر ہاتھ پاؤں

(رفیق حیدرآبادی)

رائل سیما کے علاقے میں

اِمدادی تدبیریں

سری این۔ رام چندر ریڈی وزیر مال نے ۸ر جولائی ۱۹۶۲ء کو آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد سے "مسائل سیما" سے متعلق تلگو میں ایک تقریر نشر کرتے ہوئے کہا:

"ہمارے شاعروں نے بڑے فخر کے ساتھ یہ ترانہ گایا تھا کہ جس سرزمین پر سری کرشنا دیو رائے کا راج ہے، وہ خوشحالی کا دیش رہے ... رائل سیما کے نام سے ہی ماضی کی عظمت کا نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے اور ہمیں اس زبردست شہنشاہ کی انتظامی قابلیت، علم و فن سے اس کی محبت اور سرپرستی، جو ضرب المثل بن چکی ہے اور وہ خوشحالی کی زندگی جو اس زمانے میں لوگ بسر کرتے تھے، ہمیں یاد آجاتی ہے۔ اس دور کے آٹھ مشہور شعراء "اشٹا دگا جاؤں" کی طرف بھی ہمارا ذہن منتقل ہوتا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے ہم اس عہد زریں میں داخل ہوجاتے اور اپنے ماضی کی عظمت پر فخر کرنے لگتے ہیں پھر دوسرے ہی لمحے میں ہم اپنی موجودہ دنیا میں واپس آجاتے ہیں جس طرح ایک عظیم رزمیہ داستان کا پڑھنے والا ایک وقتی ادبی لطف و سرور میں کھو جاتا ہے اور پھر فوراً ہی حقیقت کا سامنا کرنے لگتا ہے۔ ہم موجودہ رائل سیما پر نظر ڈالتے ہیں جو ہمارے چار مانوس ضلعوں آننت پور، کڑپہ، کرنول اور چتور پر مشتمل ہے، چٹانوں سے ڈھکے ہوئے ہیں اور جن میں بنجر زمینات پھیلی ہوئی ہیں۔ ہمارے سامنے وہ منظر آجاتا ہے جس میں اس علاقے کے پریشان کسان بارش کے چند قطروں کے لیے ترستے ہوئے نظر آتے ہیں۔

وزیر مال کی نشری تقریر

قحط کے سے حالات رائل سیما علاقے کی ایک مشترک خصوصیت ہیں وہاں کے کسان ہر سال فصلوں کی کاشت کے بعد مستقبل کے بارے میں فکرمند بن جاتے ہیں۔ حکومت بھی بڑے تعلق خاطر کے ساتھ اِمدادی تدبیروں کے لیے تیار رہ کر ان متاثرین کی امداد کو پہنچتی ہے۔ بارش اکثر نہیں ہوتی ہے اور خشک سالی کی وجہ سے خشکی فصلیں کسی نہ کسی مقام پر متاثر ہوجاتی ہیں۔ کیا رائل سیما ہمیشہ اس مصیبت میں مبتلا رہے گا؟ کیا اس کا کوئی علاج نہیں ہے؟ ہاں، اس کا علاج ہے۔ ہم اس مسئلے کو چند مرحلوں میں حل کرنا چاہتے ہیں۔ مستقل حل میں کچھ عرصہ لگے گا۔ پانچ سالہ منصوبوں کے آغاز سے ہی اور خاص طور پر دوسرے اور تیسرے منصوبے کے دوران میں چھوٹے اور اوسط درجے کے آبپاشی کے پروجکٹوں کے معاملہ میں رائل سیما کے علاقے کو ترجیح دی گئی ہے۔ حکومت اس علاقے کو خوش حال اور ترقی یافتہ بنانے کے لیے انتہائی کوشش کررہی ہے۔

تیسرے منصوبے کی اِسکیمیں:

البتہ اسکیموں کی ترتیب اور عمل آوری میں ہمیں کچھ وقت درکار ہوگا۔ دوسرے منصوبے کی مدت میں تنگبھدرا پروجکٹ اور کرنول، کڑپہ، نہر کی اسکیم کو روبہ عمل لایا گیا۔ اب یہ تصفیہ اسکیموں کی حیثیت سے تیسرے منصوبے کے تحت

مالی گئی ہیں۔ ہمیں اس کام کو تیسرے منصوبے کے تحت مکمل کر لینا پڑے گا تیسرے منصوبے میں تجویز ہے کہ تنگبھدرا پروجکٹ کے تحت مزید ایک لاکھ ایکڑ زمینات کی اور کرنول کڑپہ نہر کے تحت مزید (۸۷) ہزار زمینات کی آب پاشی کے لیئے سہولتیں مُہیا کی جائیں۔ اسطرح سوارنا مکھی، کلیانی بند اور پلی وینڈلا پروجکٹ سے بھی رائل سیما کا علاقہ تیسرے منصوبے کی مُدت میں مستفید ہونے لگے گا۔

حکومت کا یہ فرض ہے کہ آبپاشی کے ایسے پروجکٹوں کی تکمیل کے علاوہ وہ ان رقبوں کو بھی بروقت اور معقول امداد پہنچائے جو رہ رہ کر قحط کے حالات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ضلع آننت پُور کو لیجئے۔ پچھلے پانچ سال یہ خشک سالی سے متاثر رہا ہے جس کی وجہ سے فصلوں کو بُری طرح نقصان پہنچ گیا ضلع کے سات آٹھ ہزار دیہات ان حالات سے متاثر تھے۔ حکومت فوراً حرکت میں آگئی اور اس علاقہ کو ہر ممکنہ امداد تیزی کے ساتھ پہنچائی گئی۔ حکومت نے ان رقبوں میں جہاں فصلوں کی پیداوار فی روپیہ چار آنے یا اس سے کم رہی تھی، مالگزاری کی سالم معافی منظور کی۔ جہاں پیداوار فی روپیہ چار آنے سے زیادہ لیکن چھ آنے اور اس سے کم تھی، وہاں نصف مالگزاری معاف کر دی گئی۔ تجارتی فصلوں کی صورت میں جہاں پیداوار چھ آنے اور اس سے کم تھی، وہاں دھارہ خاص کی سالم معافی کے احکام دیئے گئے۔ حکومت نے مالگزاری اور تقاوی قرضوں کے تقایا کی وصولی مُلتوی رکھنے کے احکام بھی دیئے۔

سنہ ۱۳۷۱ف میں اس ضلع کے پُورے گیارہ تعلقوں میں فصلوں کو بُری طرح نقصان پہنچ گیا (۱۱۸) مواضعات متاثر ہوئے۔ اب یہ تجویز حکومت کے زیر غور ہے کہ رواں فصلی سال میں بھی خشکی محصل کی معافی منظور کی جائے جو (۱۰ تا ۱۲) لاکھ روپے تک پہنچتے ہیں۔ تقایا کی وصولی مُلتوی رکھنے کی تجویز پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔ حکومت نے سنہ ۱۳۶۷ف کی بابت بھی مالگزاری کا تقایا معاف کر دیا ہے جو (۸۴۰۰۰) روپے کا تھا۔ حکومت سنہ ۱۳۶۸ف کا بھی مالگزاری کا تقایا معاف کر دیا ہے جو (۸۴۰۰۰) روپے کا تھا۔ حکومت سنہ ۱۳۶۸ف کا بھی مالگزاری کا تقایا معاف کر دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اسکی مقدار تقریباً (۶۸۸۰۰۰) روپے تک پہنچتی ہے۔ حکومت رائل سیما میں تقاوی قرضوں کے قواعد کو نیا ضابطہ بنانے کے لیئے نئے کنوؤں کی کھدائی اور پینے کے پانی کنوؤں کی صفائی اور مرمت سے متعلق بہت سی دوسری اسکیمیں منظور کر چکی اور رُو بہ عمل لا چکی ہے۔

اِمدادی کام:

کاشتکاروں کو امداد پہنچانے کے لیئے یہ تدبیریں فوراً اختیار کرنا ضروری ہے۔ قحط سے متاثر ہونے والوں میں کھیت مزدور اور دوسرے غریب لوگ بھی ہوں گے جو دوسرے پیشوں کے ذریعہ گزر بسر کرتے ہیں۔ ان کی حالت اتنی دردناک ہے کہ انہیں ایک وقت کا کھانا بھی مشکل سے میسر آتا ہے۔ اگرچہ ان کے پاس کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے، تاہم انہیں روزی کی تلاش میں اپنے سامان کے ساتھ دوسرے گاؤں کو منتقل ہونا پڑتا ہے جیسی بھی صورت ہو، بارش شروع ہونے اور ان کی حالت بہتر ہونے تک ان کے لیئے کم سے کم غذا کا انتظام کرنا پڑے گا۔ اس مقصد کے لیئے حکومت قحط زدہ رقبوں میں غذائی اِمدادی مرکزوں کے قیام اور امدادی کاموں کے آغاز کی ذمہ داری قبول کرے گی۔ اس سے کچھ لوگوں کے لیئے روزگار کے موقعے فراہم ہو جائیں گے بلکہ ایسے رقبوں میں مستقل، نوعیت کے ترقیاتی کاموں کا کچھ پروگرام بھی مکمل ہو سکے گا اسطرح قحط کے سلسلے میں انجام پانے والے یہ کام دو طرح سے مفید ثابت ہونگے ضلع آننت پُور میں پچھلے دو سال میں ایسے کاموں کے لیئے (۶۶ر۴۴) لاکھ روپے منظور کیئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ وزیر اعظم کے امدادی فنڈ سے بھی (۱۷۰۰۰) روپے منظور ہوئے۔ اسی طرح امداد قحط کے تحت پچھلے دو سال میں ضلع کرنول کے لیئے (۴۱) لاکھ روپے، ضلع کڑپہ کے لیئے (۲۵) لاکھ روپے اور ضلع چتور کے لیئے (۲۷) لاکھ روپے منظور کیئے گئے۔ ضلع کرنول کے آلور، اڈونی، باتھی کونڈہ اور گوئل کنڈہ، ضلع کڑپہ کے تعلقہ رایا چوٹی، جمالا مڑکو، کملا پورم، اور پلی وینڈلا اور ضلع چتور کے تعلقے مدنا پلی، ویالا پاڑ، تروٹانی، چندر گیری، چتور، پنگنور، اور گپم، اکثر قحط کی زد میں آتے رہتے ہیں حکومت نے ان رقبوں میں ضروری امدادی تدبیریں اختیار کی ہیں۔ ریاست کے دوسرے حصوں میں بھی حکومت نے اسی طرح کاشتکاروں کو امداد پہنچائی ہے مثلاً وشاکھاپٹنم سری کاکلم، حیدرآباد، ورنگل، کھمم، نلگنڈہ، عادل آباد، اور دوسرے ضلعوں میں بھی جہاں کسی نہ کسی وجہ سے فصلیں تلف ہو گئی تھیں۔ حکومت نے تمام ضلعوں میں پچھلے دو سال میں امداد قحط کے کاموں کے لیئے ایک کروڑ سے زیادہ رقم کی منظوری دی ہے۔

ابھی بہت کام باقی ہے:

اگر ریاست میں قحط کے حالات پیش آنے پر حکومتی مشنری نے بروقت کام انجام دیا ہو تو یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ حکومت اور حکومت میں کام کرنے والے عوامی نمائندوں کا یہی فرض ہے۔ یہ امداد ناکافی ہے۔ اس سلسلہ میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قحط زدہ علاقے چاند کے روشن رُخ پر دھبوں کی مانند ہیں۔ ہماری ریاست میں، جو جنوبی ہند کا غلہ گودام کہلاتی ہے، قحط کے حالات کا پایا جانا ایک شرمناک بات ہے۔ لیکن جب تک کہ ریاست کے تمام

حصوں میں آبپاشی کی سہولتیں مُہیا نہ ہوجائیں اس وقت تک یہ قدرتی مصیبتیں ٹل نہ سکیں گی۔ کسی رقبے میں جو ساحل سے دُور ہو، بارش کی کمی کی وجہ سے فصلیں متاثر ہوجاتی ہیں اور وہاں قحط کے حالات پیدا ہوجاتے ہیں۔ ایک دوسرے رقبے میں موسلا دھار بارش کھڑی فصلوں کو نقصان پہنچا دیتی ہے۔ دریاؤں اور ندیوں میں سیلاب آجاتے ہیں۔ تالاب بھر جاتے ہیں، گاؤں متاثر ہوجاتے ہیں، مکانات زیرآب آجاتے ہیں، جان ومال کا نقصان ہوجاتا ہے۔ جانور تک سیلاب میں بہہ جاتے ہیں۔ ایسی صُورت میں مُصیبت زَدوں کو امداد پہنچانے، ان کی بازآبادکاری کا انتظام کرنے اور سیلابوں کی مستقل روک تھام کے لیئے موثر تدبیریں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ اسی طرح تلنگانہ علاقے میں بھی ژالہ باری کی وجہ سے فصلوں کو نقصان پہنچتا ہے، انسان کچھ سوچتا ہے، خدا کچھ کرتا ہے۔ ایک سال کی محنت اور مشقت کے بعد اُگائی جانے والی فصلیں اگر کسی قدرتی مصیبت کی وجہ سے تلف ہوجائیں تو ساری ریاست اُس سے متاثر ہوجاتی ہے۔ چاہے یہ تباہی کسی مخصوص رقبے ہی میں کیوں نہ آئی ہو۔ اگر ڈیلٹا کے رقبے میں فصلیں تلف ہوجائیں تو تقریباً ساری ریاست قحط کی زد میں آسکتی ہے۔ ایسی قدرتی مصیبتوں سے بالکل نجات حاصل کرنا انسان کے بس میں نہیں ہے لیکن بڑی حد تک ان سے بچاؤ کی کوششیں کی جاسکتی ہیں۔ رائل سیما کا اہم مسئلہ قحط ہے۔ ہم ان کھیتوں کو جس قدر زیادہ پانی مہیا کریں اسی قدر جلد ہم قحط سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وجیانگر کی گلیوں میں قیمتی پتھر ڈھیروں فروخت ہوتے تھے اور وجراکرور میں ہیرے مل سکتے ہیں۔ آیئے ماضی کی اس عظمت وشان کو بحال کرنے کے لیئے ہم مل جل کر کام کریں اور رائل سیما کو حقیقت میں "رتنالا سیما" (موتیوں کا علاقہ) بنادیں۔

ایک بچی اپنی ماں کو بناؤ سنگھار کرتے ہوئے غور سے دیکھ رہی تھی۔ ماں نے اپنے چہرے پر کریم لگائی اور اپنے چیچک زدہ چہرے کے نشانات میں جذب کرنے لگی۔ بچی سے رہا نہ گیا، اُس نے پوچھا

"ماں!۔ آپ یہ کیا کر رہی ہیں"؟

"بیٹی!۔ اسے بناؤ سنگھار کہتے ہیں، اور یہ بناؤ سنگھار حسین دکھائی دینے کے لیئے کیا جاتا ہے"۔

پھر کچھ ہی دیر بعد ماں نے ایک ملائم دستی سے چہرے کا کریم صاف کیا۔ بچی نے پھر پوچھا۔

"کیوں ہو۔ ماں کیا ہوا!؟۔ آپ کے چیچک کے نشانات صاف دکھائی دیرہے ہیں، بہت سی کریم لگائیے نا اُن نشانات پر!"۔

اہم سرکاری فیصلے

حکومت نے آندھرا پردیش کے تنیچے بنائے ہوئے کوآپریٹیو بنکوں کو مالی ضمانت دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ وہ اسٹیٹ بنک آف انڈیا اور ریزرو بنک آف انڈیا سے قرضے حاصل کرسکیں۔

آندھرا اسنٹرل کوآپریٹیو بنک (۳۲) لاکھ روپے اور حیدرآباد کوآپریٹیو اپیکس بنک (۶۷) لاکھ روپے قرضہ حاصل کریں گے۔ یہ بنک ترتیب وار آندھرا اور تلنگانہ میں باشندوں کی انجمنوں کو مالیہ فراہم کریں گے۔

حیدرآباد کوآپریٹیو اپیکس بنک ۳۰ لاکھ روپے حاصل کرے گا جس سے تلنگانہ میں امداد باہمی کی انجمنوں کے ذریعہ کیمیائی کھاد کی تقسیم عمل میں لائی جائے گی۔ ایلور کوآپریٹیو سنٹرل بنک، زرعی اغراض کے لیے (۹۰) لاکھ روپے، مسولی پٹنم کوآپریٹیو بنک ۱۰ لاکھ روپے، راجمندری کوآپریٹیو مارکٹنگ فیڈریشن (۸) لاکھ روپے مونگ پھلی کی خریدی کے لیے حاصل کرے گی۔

حکومت نے مختلف شہروں میں حمل و نقل کی دشواریوں کے باعث، نیز بیروزگاری کا مسئلہ دور کرنے کے سلسلے میں ریاست بھر میں رکشاؤں کو لائسنس اجرا کرنے کی موجودہ پابندیاں نرم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حکومت نے امداد باہمی کی انجمنوں کی حوصلہ افزائی کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے تاکہ رکشاراں اپنے ذاتی رکشا خرید سکیں۔

○

حکومت نے ریاست میں 'فصلوں کا بیمہ' نافذ کرنے کی اسکیم کا جائزہ لینے اور ایک موزوں اسکیم پیش کرنے کے لیے سرکاری افراد پر مشتمل ایک کمیٹی کے قیام کا فیصلہ کیا ہے۔

جھلکیاں

بہروں کے لیئے تربیت :

وزارت تعلیم حیدرآباد میں ستمبر ۱۹۶۲ء سے بالغ بہروں کے لیئے تربیتی مرکز قائم کر رہی ہے۔

یہ مرکز ملک میں اپنی قسم کا پہلا مرکز ہوگا اور اس میں ابتداً (۳۰) امیدواروں کو داخلہ دیا جائے گا۔ اس مرکز میں واٹرمین شپ، شیٹ میٹل ورک اور فٹنگ کی تربیت دی جائے گی۔

توقع کی جاتی ہے کہ تیسرے منصوبے کے ختم تک نشستوں کی تعداد بڑھا کر (۱۳۰) کر دی جائے گی اور (۹) مختلف پیشوں میں تربیتی سہولتیں فراہم کر دی جائیں گی۔

اونگول کے سانڈ کی قیمت (۱۵۰۰۰) روپے :

برازیل کی ایک جماعت نے کل ہند چیمپین شپ حاصل کرتے ہوئے سانڈ کو (۱۵۰۰۰) روپے میں خرید لیا۔ برازیل کی جماعت مویشی خریدنے کیلئے اونگول آئی ہوئی تھی۔ یہ سانڈ موضع کرادوی (تعلقہ اونگول) کے شری پولا ورا پونیا کا تھا۔ اس جماعت نے (۳) گائیں بھی خریدیں جن میں سے ہر گائے کی قیمت ۱۲۰۰ تا ۱۵۰۰ روپے کے درمیان تھی۔

اِکسرے ٹیلی ویژن :

گورنمنٹ جنرل ہسپتال، کرنول میں، میڈیکل اِکسرے ٹیلی ویژن اور سائن ریڈیوگرافی یونٹ کا افتتاح عمل میں آیا ہے، جو کہا جاتا ہے کہ ملک میں اپنی قسم کا پہلا یونٹ ہے۔ اس ساز و سامان کی بدولت تشخیص کے اغراض کے لیئے اِکسرے سائن فلمیں لی جاسکیں گی اور ٹیلی ویژن پر بتائے جانے والے عکسوں کا نظارہ بھی ممکن ہوسکے گا اور اسطرح اشعاع کے خطرات یا تو کم ہو جائیں گے یا بالکل ختم ہو جائیں گے اور طلباء و ڈاکٹروں کو ٹیلی ویژن کے پردے پر اکسرے کے عکس کا مشاہدہ کرنے کے بہتر مواقع حاصل ہو جائیں گے۔

اب تک اِکسرے عکس، فوٹوگرافِک ریکارڈنگ کے ذریعہ حاصل کیئے جاتے تھے، سائن ٹکنیک کی دریافت سے اب عضویاتی نظام کے نقوش حاصل کیئے جاسکتے ہیں۔ نیز ٹیلیویژن کے ذریعہ اکسرے عکس کو منتقل بھی کیا جاسکتا ہے۔ طبی افراد کے مطابق اس نئے طریقے کی بدولت اکسرے عکسوں کی ترسیل اور ریکارڈنگ میں نئی راہیں کھل گئی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اکسرے عکس کی چمک ٹیلی ویژن پر اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ کئی مشکل معائنے بھی معمولی طور پر روشن کمروں میں کیئے جاسکتے ہیں اور اب تاریک کمروں کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مثال کے طور پر حسب ذیل معائنے کیئے جاسکتے ہیں :-

پیشاب کی نالی کے ذریعہ دل کے مرض کی تشخیص، پتے میں پتھری کی تحقیقات، ہڈیوں کو ٹھیک طرح سے بٹھانا وغیرہ۔

اِکسرے ٹیلی ویژن کے عکس میں تفصیلات اور بھی زیادہ واضح ہوتی ہیں اور جزئیات کا بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

اِکسرے ٹیلی ویژن کے فوائد تدریسی شعبے میں بھی نمودار ہوں گے اکسرے عکسوں کو عملی مظاہروں کے لیئے لیکچر تھیٹروں میں بھی منتقل کیا جاسکے گا۔ مختلف امراض کے ماہرین کو بھی اجتماعی تبادلۂ خیال اور مشوروں میں آسانی ہوگی۔ یہ مشورے دل کے امراض کی تشخیص اور آپریشن تھیٹر میں خاص طور پر زیادہ مفید ثابت ہوں گے۔

کرنول ہسپتال میں اب کارڈیو وسکولر ریکارڈ کرنے کے لیئے سائن فلم اور اکسرے ٹیلی ویژن کے ذریعہ ان کی منتقلی روزمرہ کا معمول بن گئی ہے اسطرح علم طب میں جو حالیہ ترقی ہوئی ہے، اس کی برکات سے بنی نوع انسان مستفید ہوسکتے ہیں۔

صنعتی خبرنامہ

(ریاستی شعبہ)

شیشہ سازی کا جامع پروجکٹ :

شیشے سازی کے جامع پروجکٹ کے قیام کے تعلق سے ہنگری کے
[ما]ہرین نے جو ابتدائی رپورٹ مرتب کی ہے، ناظم صنعت و حرفت اس پر غور ک[ر]
رہے ہیں۔

ڈھلوان لوہے کا کارخانہ :

مقامی خام مال سے ڈھلوان لوہے کی تیاری کے لیئے کارخانے کے
[قی]ام کے تعلق سے نیشنل میٹل سرجیکل لیبا رٹریز کی رپورٹ پر غور کرنے کے لیئے
[..]ی کمیٹی کا اجلاس مئی ۱۹۶۲ء میں منعقد ہوا۔ کمیٹی نے اس مسئلہ پر غور کرنے کا
[فی]صلہ کیا۔

خانگی شعبہ :

حکومت ہند نے کتائی کی ملوں کے قیام کے لیئے (۱۸) لائسنس منظور کیئے
[ہ]یں جن میں سے ہر ایک میں ۱۲، ۱۲ ہزار تکلے ہوں گے۔ یہ ملز، ریاست کے
[مخ]تلف اضلاع میں قائم کیئے جائیں گے۔ حکومت ہند نے ایک مقامی فرم کو بھی
[لائ]سنس منظور کیا ہے جس کو نبزال الکحل، فینائل، ایسیٹ، نبزال کلورائڈ،
فینائل ایتھل الکحل وغیرہ کی تیاری کی اجازت دی گئی ہے۔

آندھرا پیپر ملز :

حکومت نے آندھرا پیپر ملز راجمندری کو انڈین کمپنیز ایکٹ کی دفعات
کے تحت مشترک سرمایہ کمپنی میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مجوزہ کمپنی کی مجلس
نظماء میں بعض غیر سرکاری افراد بھی شامل رہیں گے۔ حکومت نے نئی کمپنی میں اقلیتی
اساس پر فریقین کی شرکت کا خیر مقدم کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے، البشرطیکہ
کوئی خانگی فریق آگے آئے۔ آندھرا پیپر ملز کے لیئے کمپنی کے قیام سے انتظام
میں ایک لچک پیدا ہوگی جو ایک بڑے پیمانے کے صنعتی ادارے کی موثر کارکردگی
کے لیئے ضروری ہے، اور یہ مرکزی مالی امداد سے بھی استفادہ کرسکتا ہے۔ فی الوقت
آندھرا پیپر ملز' ایک ریاستی ادارہ ہے جو محکمہ جاتی اساس پر چلایا جا رہا ہے
حکومت نے فی الوقت دوسرے دو سرکاری اداروں یعنی گورنمنٹ سرامک فیکٹری
گوڈور اور گورنمنٹ بلاک گلاس ورکس، گوڈور کو بدستور محکمہ جاتی اساس پر
چلانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ناظم صنعت و حرفت سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ
کمپنی کو فوری طور پر رجسٹر کرنے کے سلسلے میں ضروری اقدام کرے۔

کوئلے کی صنعت :

سرکاری کمپنی، سنگارینی کالریز کی پیداوار میں برابر اضافہ ہو رہا ہے۔

مئی ۱۹۶۲ء کے دوران کوئلے کی پیداوار (۲۴۰۵۴۷۰) ٹن رہی ۔ اپریل ۱۹۶۲ء میں پیداوار (۲۳۷۴۸۰) ٹن اور مئی ۱۹۶۱ء میں (۲۰۹۶۳۶) ٹن رہی تھی ۔

مائننگ، جیالاجیکل اینڈ میٹل سرجیکل انسٹیٹیوٹ آف انڈیا نے ـــــ ڈی ۔ ڈی ۔ ٹھیکر کول مائننگ میڈل، سنگارینی کالریز کمپنی لمیٹڈ کے جنرل منیجر شری ایس ۔ کے ۔ نرگوندکر کو دینے کا فیصلہ کیا ہے جنہوں نے کوئلے کی کان کنی کے شعبے میں نمایاں کام انجام دیا ہے ۔

کمپنی نے (۳۰) ایکڑ رقبہ حکومت آندھرا پردیش کو دینے سے اتفاق کرلیا ہے ۔ یہ رقبہ بیریم کیمیکلس لمیٹڈ اکتہ گوڑم کو دیا جائے گا جو ایل ۔ آ ۔ سٹیل لمیٹڈ مینچسٹر کے تعاون سے ایک پروجکٹ قائم کر رہی ہے ۔ اس مقام پر آبرسانی برقی قوت اور سڑکوں، ریلوے سائڈنگ وغیرہ کی سہولتیں بھی حاصل ہیں ۔ کمپنی اس پروجکٹ کے لیئے کوئلہ کی مطلوبہ مقدار سربراہ کرتی ہے جو فیکٹری کے لیئے 'بارٹیس' تیار کرے گا ۔ کمپنی نے گرلا ریلوے اسٹیشن کے قریب بارٹیس کی (۲۰۰) ایکڑ اراضی کو قول پر حاصل کرنے کی درخواست کی ہے ۔ گرلا ریلوے اسٹیشن پروجکٹ کے مقام سے (۲۰) میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔

شکر کی صنعت :-

مئی ۱۹۶۲ء کے دوران نظام شوگر فیکٹری لمیٹڈ میں (۷۹۳۹۵) ٹن گنا دابا گیا ۔ ۱۹۶۲ء و ۱۹۶۱ء کی فصل میں (۶۰۰۲۸۰) میٹرک ٹن گنا دابا گیا اور (۵۷۶۴۱۴) تھیلے شکر تیار کی گئی ۔

ایک مزدور کام کرتے کرتے گر پڑا ، لوگ فوراً ڈاکٹر کو بلا لائے ڈاکٹر نے نبض دیکھی اور کہا کہ یہ تو مر گیا ہے ۔

لوگ اسے چارپائی پر ڈال کر لے جانے لگے اتنے میں اسے ہوش آ گیا اور اس نے کہا " مجھے کہاں لے جا رہے ہو ، میں تو ابھی زندہ ہوں "

اس کے دوسرے ساتھی نے کہا " چپ رہو ۔ تم ڈاکٹر سے زیادہ عقلمند نہیں ہو "

شاہراہِ ترقی پر....

ریاستی اسمبلی کی میقاتِ موازنہ کے دوران جن بعض اہم اُمور کے بارے میں بیانات دیئے گئے، ان میں فصلوں کے بیج کی اسکیم، کشتِ پنچایت راج کی جائیداد کی برخاستگی، ہسپتالوں کے بستروں کی تعداد میں اضافہ، ناگار جن ساگر پروجکٹ، تیسے کی امدادِ باہمی کی اساس پر ترقی کے لئے ماسٹر پلان، اور پس ماندہ طبقات کو مراعات کی منظوری کے لئے نئی اساس کی تجاویز شامل ہیں۔

لیجسلیٹو اسمبلی میں ۵ جولائی کو زراعت کی مد کے تحت رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے وزیر زراعت نے ریاست میں فصلوں کے بیج کے نفاذ کا جائزہ لینے کے لیئے سرکاری افراد پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کرنے کیلئے حکومت کے فیصلے کا اعلان کیا۔ وزیر موصوف نے مزید کہا کہ اس کمیٹی کے صدر نشین، مجلس مال میں آبپاشی کے انچارج رکن ہوں گے اور یہ کمیٹی معتمد خصوصی، محکمہ زراعت، معتمد مال، ناظم زراعت اور مینیجنگ ڈائرکٹر، اسٹیٹ ویر ہاؤسنگ کارپوریشن پر مشتمل ہوگی۔

ضلع مغربی گوداوری میں 'پیاکیج پروگرام' پر عمل درآمد کا ذکر کرتے ہوئے وزیر زراعت نے اسے تسلی بخش قرار دیا اور کہا کہ ۶۱-۱۹۶۰ء کو ربیع کی فصل میں دھان کی حد تک فی ایکڑ ۳۰ نیصد اور مرچ کی حد تک فی ایکڑ ۵ر۲۱ نیصد زائد پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ تلنگانہ کے ایجنسی رقبوں میں زراعت کی ترقی کے بارے میں وزیر موصوف نے کہا کہ رواں سال سے ایک خصوصی اسکیم کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے جس کے تحت خصوصی منظا ہراتی یونٹ اور پائلٹ فارم قائم کیئے جائیں گے اس کے علاوہ امدادی شرحوں پر بیج اور کھاد کی تقسیم بھی عمل میں آئے گی۔ پودوں کی حفاظتی تدابیر پر زور دیتے ہوئے وزیر زراعت نے اپنی تقریر کے دوران حکومت کی اس تجویز کا انکشاف کیا کہ وہ ایک ایسا طیارہ حاصل کرنا چاہتی ہے جس سے ایک فصل میں ۴۰ تا ۵۰ ہزار ایکڑ رقبے پر چھڑکاؤ ہو سکے۔

آبپاشی کی چھوٹی اسکیموں کو فوقیت :

وزیر آبپاشی و برقی قوت نے اسمبلی میں ۱۸ جولائی کو محکمہ آبپاشی کے رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے دریاؤں کے پانی کے تنازعہ پر ریاستی حکومت کے موقف کا اعادہ کیا کہ سنہ ۱۹۵۱ء کا معاہدہ جوں کا توں برقرار رکھا جائے۔ انہوں نے کہا "یہ مناسب اور معقول موقف ہے"۔

تیسرے منصوبے کے تحت آبپاشی کے پروگرام کا ذکر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ آبپاشی کی اسکیموں کو روبہ عمل لاتے ہوئے منصوبے کی مدت کے دوران (۲۱ء۵) لاکھ ایکڑ رقبہ آبپاشی کے تحت لانے کی تجویز تھی۔ ان اسکیموں میں پہلے اور دوسرے منصوبوں کی "ما بقی اسکیموں" کی تکمیل کے علاوہ نئی اسکیموں پر عمل درآمد بھی شامل تھا۔

اوّلین فوقیت :

وزیر آبپاشی و برقی قوت نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آبپاشی کے چھوٹے پروجکٹوں کو اوّلین فوقیت دی گئی ہے اور ایسی اسکیموں کو محکمہ تعمیرات عامہ کے تحت (۱۲۵ء۰) لاکھ روپے کی رقم الاٹ کی گئی ہے۔ ترقی کی رفتار کو برقرار رکھنے کے لیے، رواں سال میں آبپاشی کے پروجکٹوں کے لیے (۱۰۰) لاکھ روپیہ درکار ہوگا اور ممکنہ حد تک زائد رقم حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

وزیر آبپاشی نے کہا کہ جہاں تک ناگارجن ساگر پروجکٹ کا تعلق ہے، رواں سال کے لیے موازنے کے تخمینے میں (۹) کروڑ روپے فراہم کیے گئے ہیں۔ لیکن سال کے دوران اسے بڑھا کر (۱۰) کروڑ روپیہ کردیا جائے گا۔ تنگبھدرا ہائی لیول کنال کا ذکر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے انکشاف کیا کہ صدر نہر پر ۶۸ میل سے ۱۴۹ تک اور اراواکو نہر پر کام شروع کردیا گیا ہے اور رواں سال میں (۱۱۰) لاکھ روپے کی جو مجوزہ گنجائش ہے اس میں (۲۰) لاکھ روپے کا اضافہ کردیا جائے گا۔ وزیر آبپاشی نے کہا کہ اسکیم کے پہلے مرحلے سے آندھرا میں (۱۹ء۱) لاکھ ایکڑ رقبہ مستفید ہوگا۔

برقی قوت کے پروجکٹس :

برقی قوت کے پروجکٹس کا ذکر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے ابتدا میں کہا کہ آندھرا پردیش کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں نہ صرف ہائیڈرو الکٹرک پاور کی ترقی بلکہ تھرمل پاور کی ترقی کے لیے بھی امکانات ہیں۔ دوسرے منصوبے کی مدت کے ختم پر ریاست میں برقی قوت کا "فی کس" استعمال بڑھ کر ۱۵ یونٹ ہوگیا جبکہ کل ہند اوسط (۲۵) یونٹ تک بڑھ گیا۔ تیسرے منصوبے کے ختم پر ریاست میں فی کس استعمال (۴۰) یونٹ ہوجائیگا جبکہ کل ہند اوسط (۹۵) یونٹ ہوجائے گا۔

ریاست میں برقی قوت کی مختلف اسکیموں کی ترقی کا خاکہ پیش کرتے ہوئے وزیر آبپاشی و برقی قوت نے حسب ذیل امور کا ذکر کیا :

مچکنڈ پروجکٹ کے پورے چھ یونٹ برقی قوت پیدا کررہے ہیں جہاں تک تنگبھدرا ہائیڈرو الکٹرک اسکیم کا تعلق ہے، برقی قوت پیدا کرنے والا پانچواں سٹ نصب کیا جانے والا ہے۔ پلانٹ اور مشنری کے لیے اپریل سنہ ۱۹۶۱ء میں آرڈرز دیئے گئے تھے۔ یہ سنہ ۱۹۶۱ء کے ختم تک چالو کیا جانے والا تھا۔ تنگبھدرا، نیلور، ہائیڈرو تھرمل اسکیم کے تمام ہائیڈرو سٹس سنہ ۱۹۶۲ء کے ختم تک چالو کردینے کی تجویز ہے۔ اپر سیلرو ہائیڈرو الکٹرک اسکیم کے کام اسٹیشن کو ۶۵-۱۹۶۴ء کے دوران چالو کرنے کی تجویز ہے۔ راماگنڈم اسکیم میں (۶۰) ملین واٹ کے ایک سٹ کی تنصیب شامل ہے جو موجودہ (۳۷ء۵) ملین واٹ تھرمل اسٹیشن کی توسیع ہوگی۔ توقع ہے کہ یہ تمام کام سنہ [illegible] کی پہلی سہ ماہی میں کام شروع کردے گا۔ کتہ گوڑم تھرمل اسٹیشن کے سلسلے میں جس کے لیے سنہ ۱۹۶۱ء میں (۱۲۳۹ء۶۰) لاکھ روپیہ منظور کیا گیا تھا۔ پلانٹ اور مشنری کے لیے جلد ہی ٹنڈر طلب کیے جائیں گے۔ یہ بات توقع ہے کہ سنہ ۱۹۶۵ء کے ختم تک تکمیل پاجائیں گے۔

اکتوبر تک کمیونٹی ڈیولپمنٹ پروگرام پوری ریاست پر حاوی ہوجائے گا :

وزیر منصوبہ بندی نے ۱۰ جولائی کو لجسلیٹیو اسمبلی میں کمیونٹی ڈیولپمنٹ اور مقامی ترقیاتی پروگراموں کے رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے کہا کہ حکومت ہند نے ریاستی حکومت کے آگے تجویز پیش کی تھی کہ وہ تیسرے منصوبے میں آندھرا پردیش کے غذائی پیداوار کے ٹارگٹ میں (۲۳۲۰۰۰) ٹن کا اضافہ کرے اور اس غرض کے لیے آبپاشی کے چھوٹے کاموں کے لیے (۷) کروڑ روپے کی امداد کا پیشکش کیا تھا۔

وزیر منصوبہ بندی نے حکومت کے اس فیصلے کا اعلان کیا جس کے

بعتدی کی سطح پر معتمد منصوبہ بندی اور کمشنر پنچایت راج کے فرائض ختم کردیئے
ے گے ۔ اگست سے کمشنر کی جائداد برخاست کردی جائے گی جس کے نتیجہ
الانہ (۱۵۰۰۰) روپیے کی کفایت ہوگی ۔

اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ رواں سال
ہلان ضلع پریشدوں، پنچایت سمیتیوں اور گاؤں پنچایتوں کے ذریعہ
ن اسکیموں پر منصوبے سے ہٹ کر (۱۷٫۸۳) لاکھ روپیہ خرچ کیا جائیگا
رقوم مختلف محکموں کی جانب سے خرچ کی جائیں گی ۔ لیکن ان کی سرگرمیوں میں
کھنے کی ذمہ داری محکمہ منصوبہ بندی پر عائد ہوگی ۔

اکثر مواضعات کمیونٹی ڈیولپمنٹ کے تحت آگئے ہیں :

اس سے پہلے وزیر منصوبہ بندی نے کمیونٹی ڈیولپمنٹ، قومی توسیعی
ت اور مقامی ترقیاتی کاموں پر ایک اہم بیان دیتے ہوئے کہا کہ اکتوبر میں
۴) پری اکسٹنشن بلاکوں کے قیام کے بعد پوری ریاست کمیونٹی ڈیولپمنٹ
لکٹس کے تحت آجائے گی ۔ فی الوقت یہ پروگرام ۸۵ فیصد رقبے، ۹۲ فیصد
ں اور دیہی آبادی پر حاوی ہے ۔

اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے وزیر موصوف نے کہا کہ تقریباً تمام بلاک
ی پیداوار میں اضافہ کے لیئے اپنے اپنے منصوبوں کو عملی شکل دے رہے
۔ یہ منصوبے خاندانی منصوبوں پر مبنی ہیں ۔ ضلع مغربی گوداوری میں ’پیاکیج
رام‘ کے نتیجے کے طور پر ضلع میں فی ایکڑ پیداوار میں ۴۵ فیصد کا اضافہ ہوا ہے
سم کا پروگرام‘ محدود پیمانہ پر‘ ہر ضلع کے ایک بلاک کے (۱۰) مواضعات میں
عمل لایا گیا ۔

بستروں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے گا :

وزیر صحت نے ۱۲؍ جولائی کو طب بشمول ہندوستانی طب، صحت کی
مات اور ایمپلائز اسٹیٹ انشورنس اسکیم کے رقمی مطالبات پیش کرتے
ئے تیسرے منصوبے کے پروگراموں میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتالوں کے
روں کی تعداد میں اضافے اور طب و جراحی میں ماہرانہ خدمات فراہم کرنے کا ذکر کیا ۔

وزیر صحت نے اپنی تقریر کے دوران صحت کی بہتری کے تعلق سے جن
بوں کا ذکر کیا ان کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں :

ضلع کے ہر ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں، بستروں کی تعداد بڑھا کر (۲۵۰)
کردی جائے گی ۔ ان ہسپتالوں میں مجموعی طور پر (۶۲۸) نئے بستر فراہم کیئے
جائیں گے ۔ تعلقہ ہسپتالوں میں بستروں کی موجودہ تعداد (۱۳۶۱) ہے جو بڑھ کر
(۳۵۲۳) ہو جائے گی ۔ تیسرے منصوبے میں ڈسٹرکٹ ہسپتالوں کے لیئے
(۸۹٫۶۶) لاکھ روپے اور تعلقہ ہسپتالوں کے لیئے (۲۷٫۳۷) لاکھ روپیہ
فراہم کیا گیا ہے ۔

ایمپلائیز اسٹیٹ انشورنس اسکیم :

جہاں تک صحت کی خدمات کا تعلق ہے، شہری اور دیہی دونوں
رقبوں میں خواتین اور بچوں کو بڑھی چڑھی خدمات کی فراہمی پر زیادہ زور
دیا جا رہا ہے ۔ ایمپلائز اسٹیٹ انشورنس اسکیم کے تحت، تیسرے منصوبے
کے دوران، دواخانوں کے لیئے (۴۰) لاکھ روپیہ فراہم کیا گیا تھا ۔ رواں
سال کا الاٹمنٹ (۶) لاکھ روپے تھا ۔ چار ایمپلائز اسٹیٹ انشورنس دواخانے
خیریت آباد، چکڑپلی، سیتا نگرم اور گنٹور میں قائم کیئے جائیں گے ۔ طبی تعلیم کا
ذکر کرتے ہوئے وزیر طبابت نے کہا کہ میڈیکل کالجوں میں داخلوں کی تعداد
(۲۵۰) سے بڑھ کر (۴۹۵) ہوگئی ہے ۔ کرنول اور تروپتی میں نئے کالجوں اور
کاکی ناڈا اور ورنگل میں دو خانگی کالجوں کے قیام کی وجہ سے مزید (۳۵۰) طلباً
کو داخلہ دیا جاسکے گا ۔ اسطرح اس اسٹیٹ کے کالجوں میں سالانہ داخلوں کی
تعداد میں مزید اضافے کی تجویز ہے ۔ جس پر (۳۹) لاکھ روپیہ لاگت آئیگی ۔

اِمداد باہمی کی انجمنوں کی رکنیت میں اضافہ :-

وزیر فینانس و امداد باہمی نے ۹؍ جولائی کو لیجسلیٹیو اسمبلی میں امداد باہمی کی
مد کے تحت رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے کہا کہ رواں سال کے ختم تک
ریاست میں دیہی امداد باہمی کی انجمنوں کی رکنیت (۲۵) لاکھ ہوجائے گی اور
طویل مدتی و قلیل مدتی قرضے کی مقدار (۳۰) کروڑ روپیہ ہوجائے گی ۔

وزیر موصوف نے کہا کہ پانچ سالہ منصوبوں کے تحت زرعی پیداوار میں
اضافہ کرنے کے پروگراموں کی روشنی میں امداد باہمی کی انجمنوں نے اپنے پیش نظر
یہ طویل مدتی مقصد رکھا ہے کہ وہ چوتھے منصوبے کے ختم تک زراعت پیشہ افراد
کی (۵۰) فیصد قرضہ کی ضروریات کی پابجائی کریں گے ۔ اس کے نتیجہ میں اِمداد
باہمی کی مد میں تیسرے منصوبے میں، ابتدائی زرعی انجمن ہائے قرضہ کی رکنیت
میں اضافے کی تجویز ہے جو تیسرے منصوبے کے ختم پر (۱۵٫۸۹) لاکھ سے
تیسرے منصوبے کے ختم پر (۴۰) لاکھ ہوجائے گی ۔ اس طرح سال بہ سال

امداد باہمی کی انجمنوں کی جانب سے فراہم کیئے جانے والے قلیل اور اوسط مدتی قرضے میں بھی اضافہ ہوگا۔ یہ مقدار ۶۱۔۱۹۶۰ء میں (۱۶،۵۰) کروڑ روپے تھی جو تیسرے منصوبے کے آخری سال (۶۰) کروڑ روپے ہو جائے گی۔ وزیر موصوف نے کہا یہ نصب العین (۶۶) فیصد زرعی خاندانوں کے امداد باہمی کے تحت آجانے اور ان کے قرضوں کی (۳۳) فیصد ضروریات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وزیر فینانس و امداد باہمی نے کہا کہ رواں سال کے دوران (۲۵) لاکھ افراد کو امداد باہمی کی رکنیت کے تحت لے آنے اور (۳۰) کروڑ روپے کی حد تک قلیل اور اوسط مدتی قرضوں کی اجرائی کی تجویز ہے۔

دیہی کوآپریٹیوز:

دیہی کوآپریٹیوز کے مالی ذرائع و وسائل میں اضافہ کی خاطر تاکہ وہ منصوبے کے تحت زرعی قرضوں کی اجرائی کے بڑے بڑے پروگراموں کو روبہ عمل لاسکیں، سرمایہ، حصص اور ڈیپازٹس میں اضافے کے ٹارگٹ مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء کے ختم پر دیہی انجمنوں کے پاس ارکان کا جو سرمایہ حصص اور ڈیپازٹ تھا اس کی مقدار بالترتیب (۴،۰۷) کروڑ اور (۰،۸۷) کروڑ روپے تھی۔ تجویز ہے کہ رواں سال کے ختم پر ان کی مقدار بڑھا کر ترتیب وار (۵) کروڑ اور (۲) کروڑ کر دی جائے۔

وزیر موصوف نے انکشاف کیا کہ ناگارجن ساگر پروجکٹ رقبے کے لیئے ایک "ماسٹر پلان" مرتب کرنے کی تجویز ہے۔ اس رقبے کے کاشتکاروں کے قرضے کی ضروریات کا پتہ چلانے کے لیئے ریزرو بنک کا ایک خصوصی عہدہ دار یہاں آئے گا۔ موسی پروجکٹ کے مانند ناگارجن ساگر پروجکٹ کے تحت کے کاشتکاروں کے لیئے پورے پورے طور پر مالیہ فراہم کرنے کی اسکیم مرتب کی جائے گی۔

وزیر فینانس و امداد باہمی نے کہا کہ حکومت نے ۳۱ر مارچ سنہ ۱۹۶۲ء تک زرعی قرضے کی انجمنوں کے سرمایہ حصص میں تمام سطحوں پر (۲،۴۲) کروڑ روپیہ فراہم کیا ہے۔ ۶۳-۱۹۶۲ء کے موازنے کے تخمینوں میں، تمام سطحوں پر زرعی قرضے کے اداروں کے سرمایہ حصص کے لیئے، جن میں مرکزی زمین گروی بنک بھی شامل ہے، (۶۵) لاکھ روپیہ فراہم کرنے کی گنجائش ہے۔

اوسط مدتی قرضے:

اس کے علاوہ امداد باہمی کے دو مرکزی بنک، اسٹیٹ بنک آف انڈیا سے (۲،۷۰) کروڑ روپے کی حد تک قرضے لے سکتے تھے جو کیمیائی کھاد، لوہے و فولاد کی تقسیم کی اسکیم پر روپیہ لگانے کے لیئے تھا۔ ان اشیاء کی تقسیم مارکٹنگ کوآپریٹیوز کی جانب سے عمل میں لائی جاتی۔ اب اوسط مدتی قرضوں کی مانگ میں اضافہ ہو رہا ہے تاکہ باؤلیاں کھود کر اور اراضیات کو تھوڑی بہت ترقی دیکر زرعی پیداوار میں اضافہ کیا جاسکے۔ لہٰذا امداد باہمی کی انجمنیں اس قسم کے قرضے بڑے پیمانہ پر دے رہی ہیں۔ ریزرو بنک کی مالی امداد کے نتیجے میں سنہ ۶۲-۱۹۶۱ء کے دوران (۱۲۵) لاکھ روپے کی حد تک اوسط مدتی قرضے جاری کیئے گئے۔ رواں سال کے دوران مزید (۳۰۰) لاکھ روپے کی رقم تقسیم کرنے کی تجویز ہے۔

تحتانی تعلیم کی تیزی سے توسیع:

وزیر تعلیمات نے ۷ر جولائی کو لیجسلیٹو اسمبلی میں عام اور فنی تعلیم کے رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ ۶۳-۱۹۶۲ء میں آندھرا پردیش میں ایک لاکھ (۰،۷) مزید بچے مفت اور لازمی تعلیم تحتانی کے تحت آجائیں گے اور اس غرض کے لیئے (۳۵۰۰) زائد مدرسین کا تقرر کیا جائے گا۔ وزیر موصوف نے مزید کہا کہ (۹۰) نئے مڈل اسکول قائم کیئے جائیں گے اور رواں سال کے دوران ۱۱-۱۴ سال کی عمر کے درمیان کے (۴۶۰۰۰) بچے مڈل اسکول میں شریک کیئے جائیں گے۔

ہائی اسکولوں کی سہولتوں میں توسیع کے لیئے (۸۲،۳۱۳) لاکھ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ نویں، دسویں اور گیارھویں جماعتوں میں مزید (۱۰۰۰۰) طلباء شریک کیئے جائیں گے اور مزید (۵۰۰) مدرسین کا تقرر عمل میں آئے گا۔ موجودہ مڈل اسکولوں کو ترقی دیکر (۸۸) ہائی اسکولوں کے قیام کی تجویز ہے۔ آٹھ ہائی اسکولوں کو سکنڈری ہائی اسکولوں میں تبدیل کرنے کی تجویز ہے۔ کیر کے تعاون سے (۶،۶۱) لاکھ روپے کے اخراجات پر دوپہر کے کھانے کی اسکیم شروع کی گئی ہے جس سے ابتدائی اسکولوں میں (۲۶) لاکھ بچے مستفید ہوں گے۔

یونیورسٹیوں کو گرانٹ:

وزیر تعلیمات نے جامعاتی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آندھرا پردیش کی تین یونیورسٹیوں کو گرانٹ منظور کرنے کے علاوہ تجویز ہے کہ موجودہ کالجوں میں سائنس کی تعلیم کی سہولتوں میں اضافہ کیا جائے تاکہ سائنس کے گریجویٹوں کی کمی کو پورا کیا جائے۔ وزیر موصوف نے کہا، تجویز ہے کہ سٹی کالج، حیدرآباد میں

یورسٹی کی جانب سے پی ۔ یو ۔سی کی جو جماعتیں چلائی جاتی ہیں انہیں حاصل
ے اور انہیں سال کے دوران سائنس کے ڈگری کالج کی حیثیت سے ترقی
ے ۔

جہاں تک فنی تعلیم کا تعلق ہے ، وزیر موصوف نے کہا کہ تیسرے منصوبے
، ترقیاتی پروگرام کا رجحان یہ ہے کہ دوسرے منصوبے کی مدت کے دوران
یہ عمل میں آئی ہے اسے اور مستحکم بنایا جائے ۔ انجینیروں کی بڑھتی ہوئی
، پا بجائی کے لیے حکومت نے عثمانیہ اور آندھرا دونوں یونیورسٹیوں میں
ٹکنالوجی میں (۳۰) نشستوں کے اضافے کی منظوری دی ہے ۔ اسطرح ہر
لی میں داخلہ کی مجموعی گنجائش (۶۰) ہوگئی ہے ۔ حکومت نے گورنمنٹ
ل کالج آننت پور کی توسیع کی بھی منظوری دی ہے جہاں مزید (۳۰
ں کی گنجائش نکالی گئی ہے ۔ وزیر موصوف نے کہا کہ وشاکھاپٹنم ، وجے واڑہ
ڈا ، نیلور ، اور ورنگل کے صنعتی تربیتی اداروں کی توسیع کے دوسرے
کو رواں سال کے دوران رُوبہ عمل لایا جائے گا ، جہاں مزید ۱۲۰ ، ۱۲۰
ں کا اضافہ کیا جائے گا ۔ اس سال کتہ گوڑم ، تاڑکو اور تنابی میں تین نئے
ے قائم کیے جائیں گے وزیر موصوف نے کہا کہ ۶۳-۱۹۶۲ء کے لیے
ے کے خرچ میں فنی تعلیم کے لیے (۷۹ ، ۳۷) لاکھ روپے کی اور دستکاری
یتی پروگرام کے تحت (۱۳ ، ۱۱) لاکھ روپے کی گنجائش کی تجویز ہے ۔

پس ماندہ طبقات کو مراعات :
نظرِ ثانی کی ضرورت :

چیف منسٹر نے ۱۲ جولائی کو لیجسلیٹو اسمبلی میں درج فہرست قبائل
ای فلاح بہبود کے سلسلے میں رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے کہا ــــ
نوں کے ساتھ صرف ان کی ذات پات کی بنیاد پر ترجیحی سلوک کرنے کی پالیسی
ر غور کرنے کا وقت آگیا ہے نیز یہ بھی غور کرنا ہے کہ سماجی بہبود کی تدابیر کو
ل لانے کے سلسلہ میں ذات پات کی یہ سیدھی سادی بنیاد ، قومی یکجہتی کا مقصد
ل کرنے میں کہاں تک مطابقت رکھتی ہے ۔"

اس سلسلہ میں چیف منسٹر نے اعلان کیا کہ تعلیمی اور دوسرے مراعات
، میں کسی شخص کی اقتصادی حالت کو معیار بنانا چاہیے ورنہ وہ ذات پات کے
ہ کو دوام بخشنے کے مرتکب ہوں گے اور اسطرح آنے والی نسلوں کے ساتھ
نا انصافی ہوگی ۔ چیف منسٹر نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جب
ادی اور دوسری مراعات دینے کے سلسلہ میں غربت کو معیار تسلیم کر لیا جائے

تو حکومت کو اور زیادہ اخراجات برداشت کرنے ہوں گے جس کی وہ پروا نہیں
کریں گے ۔

بورڈنگ ہوم :

تیسرے پانچ سالہ منصوبے کی مدت میں جو اسکیمیں رُوبہ عمل لائی جارہی ہیں
ان کا ذکر کرتے ہوئے ، چیف منسٹر نے کہا کہ تعلیمی سہولتوں کی فراہمی مثلاً بورڈنگ ہوم
اور دوپہر کے کھانے کے ۲۸ مراکز کے قیام کے سلسلہ میں ۶۲-۱۹۶۱ء میں (۵۳ ر ۱)
لاکھ روپے خرچ کیا گیا ۔ ان اسکیموں کی برقراری نیز ایجنسی رقبوں میں مدرسین کے لیے
مکانات کی تعمیر اور پری میٹرک رہائشی وظائف کی منظوری کے لیے ۶۳-۱۹۶۲ء کے
دوران (۱۰ ر ۶) لاکھ روپیہ مختص کیا گیا ہے ۔

جہاں تک (۵) زرعی مظاہراتی یونٹوں تین بنیادی مزرعوں اور پہاڑی
افراد کی تربیت کا تعلق ہے ، ۶۲-۱۹۶۱ء میں (۹۵ ر ۰) لاکھ روپے کی رقم خرچ
کی گئی ۔ یہ تمام اسکیمیں ۶۳-۱۹۶۲ء میں بھی برقرار رکھی جائیں گی جن کے لیے (۷۹ ر ۱)
لاکھ روپے کی گنجائش رکھی گئی ہے ۔ بمبئی کی طرز پر فارسٹ لیبر کو آپریٹیو سوسائٹیز کے
قیام کی بھی تجویز ہے جن کے لیے (۳۶ ر ۲۰) لاکھ روپے کی رقم علٰحدہ رکھدی گئی ہے

جنگلات لگانے کی مہم :

وزیر جنگلات ، علاج و افزائش نسل حیوانات و سمکیات نے ۶ ر جولائی کو
لیجسلیٹو اسمبلی میں مد " جنگلات " علاج و افزائش نسل حیوانات ، سمکیات اور
اور اخراجات سرمایہ " جنگلات " کے رقمی مطالبات پیش کرتے ہوئے کہا کہ ایسی
اراضیات کے بڑے قطعات کا تفصیلی جائزہ لیا جارہا ہے جو جنگلات سے باہر افتادہ
پڑی ہوئی ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اراضی کو جنگلات کے لیے مختص کیا جاسکے ۔ وزیر
موصوف نے اس امید کا اظہار کیا کہ اس پالیسی کے نتیجہ میں ریاست میں جنگلات
کے تحت رقبے میں اضافہ ہوگا ۔

وزیر جنگلات نے کہا کہ پچھلے چند برسوں کے دوران محکمہ جنگلات کی
آمدنی میں بتدریج اضافہ ہوا ہے ۔ ۵۸ - ۱۹۵۷ء کے دوران (۸۹ ر ۲۴۶) لاکھ
روپے آمدنی ہوئی اور (۶۸ ر ۸۴) لاکھ روپے کے اخراجات ہوئے ۔ پچھلے سال
آمدنی و اخراجات ترتیب وار (۳۲ ، ۳۸۶) لاکھ روپے اور (۳۱ ر ۱۲) لاکھ
روپے رہے ۔ رواں سال کے دوران آمدنی کا تخمینہ (۳۴۵) لاکھ روپے اور
اخراجات کا تخمینہ (۱۴۳) لاکھ روپے ہے ۔ وزیر جنگلات نے انکشاف کیا کہ
رواں سال کے دوران (۲۴۲۹) ایکڑ سے زائد رقبے پر ساگوان کی (۰ ، ۵۷) ایکڑ

سے زائد رقبہ پر کیسوریناکی، (۶۸۹) ایکڑ سے زائد رقبہ پر یوکلپٹس کی، (۳۰۰) ایکڑ سے زائد رقبے پر دیا سلائی کی لکڑی کی اور (۱۴۰) ایکڑ رقبے پر اس لکڑی کی کاشت کا منصوبہ ہے جس سے رنگ نکالا جاتا ہے۔ ان پر اخراجات کا تخمینہ (۵٫۸۹) لاکھ روپے ہے۔

کافی کی کاشت :

اضلاع مغربی گوداوری، مشرقی گوداوری، وشاکھاپٹنم اور سریکاکلم کے ایجنسی جنگلات کے قبائل کو جگہ بدل بدل کر کاشت سے باز رکھنے کے لیئے پچھلے سال (۴۰۰) ایکڑ سے زائد رقبے پر کافی کی کاشت کی اسکیم کو رُوبہ عمل لایا گیا جس پر اخراجات کا تخمینہ (۸) لاکھ روپے رہا۔ رواں سال کے دوران مزید (۱۳۰) ایکڑ رقبے پر کافی کی کاشت کی تجویز ہے۔ وزیر موصوف نے یہ بھی انکشاف کیا کہ مستقبل قریب میں جنگلاتی ذرائع و وسائل کا تفصیلی سروے عمل میں لایا جائے گا جس پر (۴) لاکھ روپے کے اخراجات ہوں گے۔ جہاں تک جنگلی جانوروں کے تحفظ کا تعلق ہے، لیجسلیچر میں جلد ہی ایک جامع مسودہ قانون پیش کرنے کی تجویز ہے۔

وزیر موصوف نے مچھلیوں کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ رواں سال کے دوران (۳۰) میکانی کشتیاں، (۲۰۰۰۰) پونڈ، ریشہ دار سُتلی (۵۰) پیانے لاگ اور (۱۰۰۰۰) تک تقسیم کرنے کی تجویز ہے۔ تیسرے منصوبے کی باقی مدت کے دوران (۵) علاقہ واری "مزرعہ مچھلیاں" بھی قائم کیئے جائیں گے اس کے علاوہ نظام ساگر، شودیا پیٹھ، کاکناڈا، اکی ویدو، اور کرشناپٹنم میں سردخانوں کی سہولتیں بھی فراہم کی جائیں گی، محکمہ مچھلیوں کی ترقی سے متعلق بُنیادی اور ذیلی صنعتوں کے قیام میں خانگی کوششوں کی رہنمائی بھی کرے گا۔

اونگول کی بہتر نسل :

وزیر موصوف نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ جہاں تک "علاج وافزائش نسل حیوانات" کے تحت رقمی مطالبات کا تعلق ہے حکومتِ ہند نے اسکیم کے پہلے مرحلے کے دوران (۱۴) لاکھ روپے کے اخراجات پر اونگول نسل کو بہتر بنانے کی اسکیم شروع کرنے سے اتفاق کر لیا ہے۔ آندھرا پردیش میں دُودھ کی سالانہ پیداوار (۱٫۵۵) ملین ٹن ہے اور اس میں کافی مقدار کو گھی اور مکھن میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اس ریاست سے دوسری ریاستوں کو (۳) کروڑ روپے کی مالیت کا گھی برآمد کیا جا رہا ہے سب سے زیادہ گھی ضلع کرشنا، برآمد کرتا ہے۔

وزیر علاج وافزائش نسل حیوانات نے مزید کہا کہ، "دُودھ کا جامع پروجکٹ" اچھی ترقی کر رہا ہے اور حالیہ مہینوں کے دوران تعمیری کاموں کی رفتار میں کافی اضافہ ہوا ہے۔
پامرّو، ہنومان جنکشن ــــــــ
اور ویرنکی لاک، میں ــــــــ
"چلنگ پلانٹوں" ــــــــ
کی حد تک بنیادی انتظام مکمل ہو گیا ہے۔

ایک گاؤں والا گدھے پر اناج لاد کر شہر آ رہا تھا۔ گدھا چلتا نہیں تھا۔ اَڑ جاتا تھا تو وہ ڈنڈے سے مارتا تھا۔ دُم مروڑتا تھا، جب شہر میں داخل ہوا تو بہت سے لوگ اردگرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے :
"کتنا بے رحم انسان ہے، بیچارے گدھے کو اسقدر تکلیف دے رہا ہے"
یہ سنتے ہی گدھے والے نے ڈنڈا پھینک کر گدھے کے سامنے آ کر فرشی سلام کیا اور گدھے سے کہا "حضور! مجھے معاف فرمائیں، مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس شہر میں آپ کے اتنے ہمدرد اور رشتے دار بستے ہیں"

صنعتوں کی ترقی

"حکومت شکر، سمنٹ اور سوتی کپڑے جیسی بڑی صنعتوں کے
حوصلہ افزائی کے علاوہ ہلکی اور بھاری انجینئری اور کیمیائی شعبے میں کلیدی
ں کی ترقی سے بھی دلچسپی رکھتی ہے جن کے نتیجے میں کئی ذیلی صنعتیں
ں آ جائیں گی۔ حکومت کا خیال ہے کہ بڑی اور اوسط پیمانے کی صنعتوں
لہ افزائی کے علاوہ، خانگی آجرین کی جانب سے چھوٹے پیمانے
عتوں کے قیام کے ذریعے بھی کافی ترقی حاصل کی جا سکتی ہے۔ چھوٹے
ی صنعتوں کے قیام کے لیے زیادہ سرمایے اور خصوصی مہارت کی ضرورت
تی اور مقابلتاً" تھوڑے عرصے میں صنعتی معیشت کے فائدے
، کیے جا سکتے ہیں، اور وہ اس مقصد کے حصول کے سلسلے میں تمام ممکنہ
کر رہے ہیں"۔ ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر ایم۔ ڈی۔ لکشمی نرسیا
صنوعات نے ۴ جولائی ۱۹۶۲ء کو آندھرا پردیش اسمبلی میں رقمی
ت پیش کرتے ہوئے کیا۔

۶۳-۱۹۶۲ء کے لیے حکومت نے صنعت کے تمام شعبوں
ی کے لیے (۶۰ ء ۴۸۳) لاکھ روپیے کے مجموعی اخراجات
میں مرتب کی ہیں۔ وزیر موصوف نے آندھرا پردیش انڈسٹریل
ے کارپوریشن، اسمال اسکیل انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور مائننگ کارپوریشن کے قیام اور
بودہ صنعتوں کی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے بعض زیر غور بڑی صنعتوں
ذکر کیا اور کہا:

ریاست میں لوہے، کوئلے اور چونے کے پتھر کے وسیع ذخائر
ی کے پیش نظر ریاستی حکومت نے ہند سے خواہش کی ہے کہ وہ ڈھلواں لوہے
یا کارخانہ قائم کرے۔ حکومت ہند کی جانب سے قائم کردہ فنی
اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ڈھلواں لوہے کے پروجکٹ کا قیام
ہے اور اب وہ اس پروجکٹ کی تفصیلات پر غور کر رہی ہے
دوران میں خانگی شعبے کی جانب سے ڈھلواں لوہے کے کارخانے

قائم کرنے کے لیے لائسنسوں کی منظوری کے لیے چند درخواستیں وصول ہوئی تھیں جو حکومت ہند کے پاس روانہ کر دی گئی ہیں سمجھا جاتا ہے کہ ہم تے جن فرموں کی سفارش کی تھی ان میں سے ایک فرم کو لائسنس مل گیا ہے اور ایک دوسری فرم کو (۱۰۰۰۰) ٹن کے یونٹ کے لیے "لیٹر آف انٹنٹ" مل گیا ہے۔

ادنیٰ تپش کا کاربونائزیشن پلانٹ:

روزانہ (۸۰۰) ٹن ادنیٰ تپش کا کاربونائزیشن کوئلہ تیار کرنے کیلئے ادنیٰ درجہ حرارت کا کاربونائزیشن پلانٹ قائم کرنے کی اسکیم پر غور کرنے کے بعد یہ مناسب خیال کیا گیا کہ اسے خانگی شعبہ ہی میں قائم کرنے کی اجازت دی جائے اس سلسلے میں خانگی فریق کی جانب سے جو درخواست وصول ہوئی ہے اسے حکومت ہند کے پاس روانہ کر دیا گیا ہے جو زیر غور ہے۔

شکر نگر میں گنے کی چھلین سے کاغذ کی تیاری:

ریاستی حکومت نے اس کارخانے کے قیام کے لیے خانگی فریق کی درخواست روانہ کی تھی جو حکومت کے زیر غور ہے نظام شوگر فیکٹری لمیٹڈ بھی ایسے کارخانے کے قیام پر غور کر رہی ہے۔ جب یہ کارخانہ قائم ہو جائے گا تو روزانہ (۱۰۰) ٹن کاغذ تیار ہوگا۔ اور یہاں نظام شوگر فیکٹری میں استعمال ہونے والے گنے کی چھلین سے استفادہ کیا جائے گا۔

شیشہ سازی کا کارخانہ!

ریاست میں شیشے کی تیاری میں کام آنے والا خام مال وافر مقدار میں موجود ہے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے ریاستی حکومت نے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے ہنگری کے ماہرین کی ایک جماعت کو دعوت دی

اور ان ماہرین نے حیدرآباد کے نزدیک شیشہ سازی کے کارخانے کے قیام کے تعلق سے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ جس پر ریاستی حکام غور کر رہے ہیں۔ اسی دوران میں آندھرا پردیش انڈسٹریل ڈیولپمنٹ کارپوریشن نے اس پلانٹ کے قیام کے لیے حکومت ہند کو لائسنس کی منظوری کے لیے درخواست دی ہے۔ شیشہ سازی کے اس کارخانے میں بلاک ویر، پریس گلاس، کھوکھلی اشیاء ظروف وغیرہ تیار کئے جائیں گے یہ کارخانہ ہندستان میں اپنی قسم کا پہلا کارخانہ ہوگا

چھوٹے پیمانے کی صنعتیں!

چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی ترقی ملک میں بڑی چھوٹی اور دیہی صنعتوں کی مربوط ترقی کے منصوبے کا ایک لازمی جزو ہے۔ حکومت ہند کی صنعتی پالیسی کی قرارداد کے تحت چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے شعبے کی ترقی بنیادی طور پر خانگی شعبے کے تفویض ہے لیکن مرکزی اور ریاستی حکومتیں دونوں اس کی ترقی میں تیزی پیدا کرنے کی مختلف تدابیر اختیار کر رہی ہیں۔ اس سلسلے میں ریاستی حکومت کی جانب سے جو اقدام کئے جا رہے ہیں ان میں حسب ذیل کا ذکر ضروری ہے۔

(۱) تربیتی مراکز، تحقیقاتی سروسنگ سنٹرز اور پائیلٹ پروجیکٹس کا قیام۔ جن کا انتظام محکمہ کی جانب سے کیا جاتا ہے اور جن کا مقصد خانگی شعبے میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی ترقی میں تیزی پیدا کرنا ہے۔

(۲) خانگی صنعت کاروں کو مالی، فنی اور دوسری سہولتیں فراہم کرنا تاکہ وہ صنعتیں قایم کرنے کے قابل ہو سکیں۔

(۳) خانگی شعبے میں چھوٹی صنعتوں کو ترقی دینے کیلئے صنعتی اسٹیٹوں کا قیام۔ اس سلسلے میں آجروں کو کارخانے کے قیام کے لیے ضروری جگہ اور دوسری سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔

حکومت نے اب تک (۸) صنعتی اسٹیٹیں قایم کی ہیں۔ صنعت نگر، وشاکھاپٹنم، وجے واڑہ، سامل کوٹ، نندیال، ورنگل، کڑپہ اور چندولال بارہ دری (حیدرآباد) میں ایک ایک۔ صنعت نگر کی صنعتی اسٹیٹ میں فیکٹری کی جگہوں کے لیے بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر حکومت نے ۶۰-۱۹۵۹ء اور ۷۱-۱۹۷۰ء کے دوران توسیعی پروگراموں کی منظوری دی ہے۔ ورنگل، وجے واڑہ اور وشاکھاپٹنم کے لیے بھی توسیعی پروگراموں کی منظوری دی گئی ہے۔ محبوب نگر، کریم نگر اور نرمل میں بھی صنعتی اسٹیٹ قایم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ پچھلے سال کے دوران صنعتی اسٹیٹوں کے قیام اور توسیع کے سلسلے میں (۳۹ء۶۹)

لاکھ روپے کی رقم خرچ کی گئی ہے ۶۳-۱۹۶۲ء کے لیے (۰ء۷۰ء۵) لاکھ روپے کی گنجایش فراہم کی گئی ہے اس میں (۰۰ء۳۰) لاکھ روپے کی وہ رقم شامل نہیں ہے، جو تلنگانہ کے ذرائع وسائل سے مہیا کی گئی ہے جہاں تک اسکیم کی تیسری قسم کی صنعتی اسٹیٹوں کا تعلق ہے اب تک (۱۸۹) کارخانوں کی عمارتیں تعمیر کی جا چکی ہیں اور مزید (۲۴) عمارتیں زیر تعمیر ہیں۔ اکثر تعمیر شدہ عمارتیں الاٹ کی جا چکی ہیں اور صنعت کاروں پر قابض ہو چکے ہیں۔ دوسری قسم کی امداد یافتہ اسٹیٹوں میں بھی کارخانوں کی عمارتوں کی تعمیر جاری ہیں۔

صنعتی اسٹیٹوں کے پروگرام کے تحت بڑھتی ہوئی سہولتوں کے نتیجے میں ریاست کے تمام حصوں سے اس قسم کی اسٹیٹیں قایم کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، لیکن محدود ذرائع و وسایل کے پیش نظر حکومت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کئی مقامات پر اس پروگرام کو روبعمل لائے۔ لہذا امداد یافتہ خانگی صنعتی اسٹیٹوں کے قیام کی ایک نظرثانی شدہ اسکیم مرتب کی گئی ہے۔ جن کے قیام کے سلسلے میں حکومت پر زیادہ اخراجات عائد نہیں ہوتے ہیں امداد یافتہ اسٹیٹوں کے قیام کے سلسلے میں جو انتظام کیا جا رہا ہے وہ مختصراً یہ ہے کہ صنعتی اسٹیٹ متوقع قابض صنعت کار اور حکومت کے درمیان ایک مشترکہ مہم کے طور پر تعمیر کی جائے۔ حکومت اراضی خرید دے گی اور مشترکہ خدمات شلاً آبرسانی، موریوں اور سڑکوں وغیرہ کو ترقی دے گی اور ان ترقی یافتہ اراضیات کو صنعت کاروں کو مختلف کارخانوں کی تعمیر کے لیے اجارہ پر دے گی ہر امداد یافتہ خانگی صنعتی اسٹیٹ کی تخمینی لاگت (۰۰ء۲) لاکھ روپیہ ہوتا ہے حکومت نے ریاست میں اب تک (۱۸) امداد یافتہ خانگی صنعتی اسٹیٹوں کے قیام کی منظوری دی ہے۔

دیہی صنعتوں کو امداد دینے کے پیش نظر حکومت، کمان نگر (ضلع نظام آباد) اور سیاد لاپلی (ضلع آننت پور) میں دو دیہی صنعتی اسٹیٹوں کے قیام کی منظوری ہونے کے سلسلے میں ضروری اقدام کر رہی ہے۔ ان اسکیموں کیلئے ۶۳-۱۹۶۲ء کی بابت (۰۰ء۱) لاکھ روپیہ کی گنجایش رکھی گئی ہے۔ یہ بھی تجویز ہے کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران ہر ضلع میں دیہی صنعتی اسٹیٹ قایم کی جائے۔

کھادی اور دیہی صنعتیں:

گورنر آندھرا پردیش نے ۷ رفروری ۱۹۶۲ء کو قانون (مرحم) قانون کھادی و دیہی صنعت بورڈ آندھرا پردیش کی منظوری دی۔ آندھرا پردیش کی کھادی و دیہی صنعتوں کے بورڈ کی جدید تنظیم مذکورہ قانون کے بموجب عمل میں

آلکہ ہے۔ جس میں نئے قانون کے ذریعے ترمیم کی گئی ہے۔ (۱۵) ضلعوں میں (۲۰۳۰۰۰) روپئے کے اخراجات پر ڈسٹرکٹ اسٹاف کے تقرر کی تجویز زیر غور ہے۔ (۵۰) فیصد اخراجات کھادی کمیشن برداشت کرے گا۔

لیبر بورڈ:

حکومت نے اکتوبر ۱۹۶۱ء میں ایک ایڈہاک لیبر بورڈ قایم کیا جس کے صدر نشین ڈاکٹر دوائی۔ نائیڈو ہیں۔ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کی مدت کے دوران اس صنعت کی ترقی کے لیے ایک کروڑ روپے کی رقم علیحدہ رکھ دی گئی ہے۔ قانونی لیبر بورڈ کے قیام کے لیے مسودہ قانون زیر ترتیب کیا جا رہا ہے۔ قانونی بورڈ کے قیام کے لیے قانون سازی کا سوال حکومت ہند (بہ مبنیٰ وزارت امور داخلہ) کے تبصروں کی روشنی میں زیر غور ہے۔

حکومت نے چمڑے سازی کی ترقی کے لیے دو مرکزی انجمنوں کی رجسٹری کے احکام جاری کیے ہیں ایک انجمن حیدرآباد میں اور دوسری دیچے واڑہ میں۔ اور یہ دونوں انجمنیں رجسٹر بھی کر لی گئیں۔ ان انجمنوں کو رقوم کی اجرائی کا سوال زیر غور ہے۔

راج ناتھ کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے، دیہی سنجاری لُہاری وغیرہ کی تربیت دینے کیلئے ریاست کے (۱۳) اضلاع میں (۱۳) قصباتی دیہی صناعوں کے تربیتی مرکز قایم کئے گئے۔ کسی نئے مرکز کی منظوری نہیں دی گئی ہے۔

نارے کی صنعت:

نارے کی صنعت کو ریاست کے ساحلی اضلاع میں ترقی دی جا رہی ہے جہاں ناریل کے بڑے رقبے زیر کاشت ہیں آندھرا پردیش کے ساحلی اضلاع سریکاکلم، وشاکھاپٹنم، مشرقی گوداوری، مغربی گوداوری اور نیلور میں (۹۲۲۰۰) ایکڑ رقبے پر ناریل کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس طرح ریاست میں نارے کی صنعت کو ترقی دینے کے کافی مواقع ہیں ۱۹۶۱-۶۲ء کے دوران اس صنعت کی ترقی کے لیے (۴٫۰۰) لاکھ روپیے کی رقم فراہم کی گئی ہے ریاستی حکومت نے پیرودا، موگل تھورو، کرمار اگری پٹنم، انتر ویدی، اور تلاریو، میں نارے کی صنعت کو ترقی دینے کیلئے تیاری کے تربیتی مراکز قایم کئے ہیں جہاں ہر سال کئی امیدواروں کو نارے کا ریشہ نکالنے اور نارے کا دھاگا اور دیگر مصنوعات مثلاً نارے کی چٹائیاں، دریاں، اور جھاڑو وغیرہ بنانے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ۱۹۶۱-۶۲ء کے دوران ان اسکیموں کی منظوری دی گئی تھی انہیں ۱۹۶۲-۶۳ء کے دوران بھی جاری رکھنے کی تجویز ہے صرف ایک نئی اسکیم شروع کرنے کی تجویز ہے اور وہ ہے نارے کی اشیاء کے کارخانے کا قیام۔

دستی پارچہ!

۱۹۶۲-۶۳ء کے لیے دستی پارچے کی گنجائش (۶۷٫۱۷) لاکھ روپیے ہے جس میں (۴۸٫۰۷) لاکھ روپیہ گرانٹ اور (۱۹٫۰۱) لاکھ روپیہ قرضہ ہے یہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کا دوسرا سال ہے تیسرے منصوبے کے دوران دستی پارچے کی صنعت کی ترقی کے لیے (۵۴۰) لاکھ روپیہ تجویز کیا گیا ہے دوسرے پانچ سالہ منصوبے میں (۳۲۴٫۸۶) لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا۔ پچھلے سال کی گنجائش (۶۹٫۳۸) لاکھ روپیے تھی۔

ریاست میں بافندوں کی (۸۲۳) انجمنیں ہیں، (۶۸۸) آندھرا میں اور (۱۳۵) تلنگانہ میں اون اور سلک کی انجمنیں اس کے علاوہ ہیں۔ آندھرا میں اون کی (۳۲) اور سلک کی (۵) اور تلنگانہ میں اون کی ۶۵ اور سلک کی (۱۷) انجمنیں ہیں ریاست میں کوئی (۴٫۵۰) لاکھ کرگھے ہیں درج رجسٹر کرگھوں کی تعداد (۱٫۴) لاکھ ہے۔ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے دوران مزید (۳۵۰۰۰) کرگھے امداد باہمی کے شعبے کے تحت لائے جائیں گے۔

امداد باہمی کی اساس پر کتائی کی گرنیاں:

فی الوقت ریاست میں تین کوآپریٹیو اسپننگ ملز ہیں۔ ان میں سے آندھرا کوآپریٹیو اسپننگ ملز، گنٹور ۱۹۵۴ء سے کام کر رہا ہے۔ تیا کوآپریٹیو اسپننگ ملز، حیدرآباد نے حال ہی میں کام شروع کیا ہے۔ چیرالا کوآپریٹیو اسپننگ ملز ۱۹۶۲ء کے ختم تک کام شروع کر دے گی۔

۱۹۶۲-۶۳ء کیلئے کوآپریٹیو اسپننگ ملوں میں سرمایہ کاری کے لیے (۵) لاکھ روپیے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جب تمام ملز پوری طرح کام شروع کر دیں گے تو بافندوں کی ابتدائی انجمنوں کی سوت کی ضرورت بڑی حد تک پوری ہو جائیں گی۔ ان اسکیموں کی کامیابی سے متاثر ہو کر اس قسم کے کوآپریٹیو اسپننگ ملوں کے قیام کے سلسلے میں کئی تجاویز وصول ہوئی ہیں۔ حکومت راجمندری میں کوآپریٹیو اسپننگ ملز کے قیام کی تجویز پر سرگرمی سے غور کر رہی ہیں۔

امداد باہمی کی اساس پر شکر کے کارخانے:

دوسرے پانچ سالہ منصوبے کے تحت، باقی اسکیموں کی حیثیت سے (۵)

کوآپریٹو شوگر فیکٹریز، اماوالاداس، چوڑاودرم، پالاکول، چتور اور نظام آباد میں قایم کی جا رہی ہیں۔ ہر کارخانے پر (۱۴۵،۰۰) لاکھ روپیے کے اخراجات لاحق ہوں گے۔ ہر کارخانے میں یومیہ (۱۰۰۰) ٹن گنا دلینے کی گنجائش ہوگی۔
اماوالاداس کے کارخانے نے ۱۹۶۱-۶۲ء کی فصل کے دوران آزمایشی کام شروع کیا۔ دوسرے کارخانے تعمیر و تکمیل کے مختلف مراحل میں ہیں۔ نظام آباد کے کارخانے کا کام ابھی شروع نہیں ہوا ہے۔ اگر مشنری کی سربراہی میں تاخیر نہ ہوتی تو چوڑاودرم، چتور اور پالاکول کے کارخانے بھی پچھلی فصل کے دوران آزمایشی کام شروع کر دیتے۔ توقع کی جاتی ہے کہ شکر کے یہ کارخانے ۱۹۶۲-۶۳ء کی فصل کے دوران کام شروع کر دیں گے۔

سیری کلچر:

حکومت سیری کلچر کے تینوں شعبوں، شہتوت، کاشت اور ریشم کی پرورش اور حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔ جن اسکیموں کو پچھلے سال کے دوران منظور کیا گیا اور روبعمل لایا گیا، انہیں رواں سال کے دوران بھی جاری رکھا جائے گا۔ اس کے لیے بجٹ میں (۵،۵۳۰۰) روپیے کی گنجایش رکھی گئی ہے۔ دوسرے منصوبے کے دوران سیری کلچر پر (۱۴) لاکھ روپیے کی رقم خرچ کی گئی اور تیسرے منصوبے کے دوران (۱۵) لاکھ روپیے کی گنجایش رکھی گئی

○

مریض: ڈاکٹر صاحب، آپ مجھ سے فیس نہ لیجئے، میں بہت ہی غریب آدمی ہوں، جسطرح آپ میرے کام آئے ہیں، میں بھی آپ کے کام آؤں گا اور کبھی کوئی مفت کام کر دوں گا۔
ڈاکٹر: اچھا، تم کیا کام کرتے ہو؟
مریض: جی، میں قبریں کھودتا ہوں۔

○

سوالات

شری کے۔ وینکٹ رامی ریڈی، پیاسم پلی (ضلع کڑپا)

سوال ضلع کڑپا کے مقام یر اگنٹلا میں تھرمل سب اسٹیشن ہے جس کے ذریعہ کوڈور، پیاسم پلی، گڈم وری پلی اور دوسرے مواضعات کو برقی قوت کی سربراہی کی تجویز تھی اور اس غرض کے لیے لوگوں کی درخواستیں دستبر بھی کی گئی تھیں، کیا مارچ ۱۹۶۳ء تک برقی قوت سربراہ کی گئی ؟

جواب ضروری سرمایہ کی کمی کی وجہ سے کوڈور، پیاسم پلی، گڈم وری پلی اور دوسرے مواضعات کو برقی قوت کی سربراہی کی اسکیم کو ۱۹۶۲ء - ۶۳ کے دوران روبہ عمل نہیں لایا جاسکے گا۔

شری نلا دتا تریولو، مودی (تعلقہ راڑول)

سوال کمیشن منصوبہ بندی نے دستی پارچہ کی صنعت کی ترقی کے لیے کتنی رقم الاٹ کی ہے۔ کیا مزید رقم الاٹ کیے جانے کے امکانات ہیں ؟

جواب کمیشن منصوبہ بندی نے تیسرے پانچ سالہ منصوبے کی مدت کے دوران دستی پارچہ کی صنعت کی ترقی کے لیے (۵ر۴۰) کروڑ روپے کی حد مقرر کی ہے اور اسے (۵ر۸۰۱) کروڑ روپے تک بڑھا دینے کا امکان ہے۔ تیسرے پانچ سالہ منصوبے کی مدت کے دوران ملک میں دستی پارچہ کی ترقی کے لیے (۳۲) کروڑ روپیہ فراہم کیا گیا ہے اور اس کا امکان ہے کہ اسے بڑھا کر (۳۶) کروڑ روپیہ کر دیا جائے گا۔ اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ تیسرے پانچ سالہ منصوبے میں دستی پارچہ کی ترقی کے اخراجات میں (۵ر۴۲) کروڑ روپے سے بھی زیادہ اضافہ کر دیا جائے۔

شری جے۔ ایم۔ سبرامنیم، ملاپورم (دبلہ) آننت پور۔

سوال ضلع آننت پور میں راماگیری کے سونے کی کانیں کب کھول دی جائیں گی اور وہ کتنا عرصہ کام کریں گی ؟

جواب راماگیری کی سونے کی کانوں کو پھر سے کھول دینے کا سوال اسی وقت پیدا ہوگا جب کہ انڈین بیورو آف مائنز کی جانب سے عمل میں لائی جانے والی تحقیقات کے مفید نتائج برآمد ہوں۔

شری کے۔ وینکٹ رامی ریڈی، پیاسم پلی، ضلع کڑپا۔

سوال یر اگنٹلا میں خانگی شعبے میں سمنٹ فیکٹری کے قیام

کی تجویز تھی لیکن بظاہر اب تک کوئی اقدام نہیں کیئے گئے ہیں۔ یہ اب کس مرحلے پر ہے، لائسنس کے لیئے کن افراد نے درخواست دی ہے؟۔

جواب یراگنٹلا (ضلع کڈپا) میں منٹ فیکٹری کے قیام کے لیئے گوڈور کے شری پی۔ وی۔ کرشنا ریڈی اور بمبئی کے شری ایس۔ سی۔ بوس نے لائسنس کی اجرائی کے لیئے درخواست دی ہے۔ لیکن اب تک حکومت ہند کی جانب سے کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔

شری این۔ چناکیسا ولو، بوٹی کلا پاڑو (ضلع نیلور)

سوال رام چندرا پورم کے بھاری برقی آلات کا کارخانہ میں کس قسم کی مشینری تیار کی جائے گی اور پیداوار کب سے شروع ہوگی؟۔

جواب بھاری برقی آلات کے کارخانے میں سالانہ ۱۲ میگا واٹس اور ۲۵ میگا واٹس سائز کے (۶۲۰) بلین کلوواٹ کے اسٹیم ٹربائنس اور ٹربو آلٹرنیٹرس تیار کرنے کا اندازہ ہے۔ توقع ہے کہ پیداوار ۱۹۶۴ء کے وسط تک شروع ہو جائے گی۔

شری آر۔ نارائن راجو، پاکالنگا یا پلی (ضلع نیلور)

سوال معلوم ہوا ہے کہ ضلع نیلور کے تعلقہ ادایاگیر میں برقی قوت کی سربراہی کی لائن کا ولی سے ونجامور تک آئی ہے، ادایاگیر اور سیتارام پور کو برقی قوت کی سربراہی میں کتنا وقت لگے گا۔ کیا اس سلسلہ میں حکومت نے کوئی فیصلہ کیا ہے؟۔

جواب ادایاگیری، ونجامور، آتماکر اور دوسرے مواضعات کو برقی قوت کی توسیع کی اسکیم کے سلسلہ میں متعلقہ کاموں کو روبعمل لایا جا رہا ہے۔ موضع سیتارام پورم کو برقی قوت کی توسیع کی اسکیم کا جائزہ لیا گیا لیکن اسے غیر منفعت بخش پایا گیا۔ اگر بعد میں یہ اسکیم منفعت بخش پائی گئی تو مزید کارروائی کی جائے گی۔

قیامت زا تھی مرگِ بیکسی فرہاد کی ھُرمز
صدا ماتم کی اب تک گونجتی ہے کوہساروں میں

(ھُرمز حیدرآبادی)

پنچایت راج کی ترقی کی رفتار

یوتھ کلب :

جون ۱۹۶۲ء کے دوران ویم پلی پنچایت سمیتی کے موضع لوماڈا میں
ملب قائم کیا گیا۔ اس پنچایت سمیتی میں موضع کرشنا گیری تپّی میں ایک مہیلا
ابھی قائم کی گئی ۔

ترقی یافتہ بیج کی تقسیم :

۱۹۶۱-۶۲ء کے دوران' الور پنچایت سمیتی، (ضلع کرنول) میں کاشتکارو
م اقسام کا (۴۲۰۹۰) من ترقی یافتہ بیج تقسیم کیا گیا۔

پریشد کی عمارت کا سنگِ بنیاد :

چیف منسٹر نے ۳۰ رجون کو ورنگل ضلع پریشد کی عمارت کا سنگِ بنیاد
۔ وزیر منصوبہ بندی و پنچایت راج نے صدارت کی ۔ اس عمارت کی لاگت
، لاکھ روپے آئے گی ۔

پنڈلا میں مڈل اسکول کا قیام :

باپٹلہ پنچایت سمیتی کے موضع پنڈلا میں ڈوپلو پڑی نارائن ضلع پریشد
اسکول کا افتتاح ۱۱ر جولائی کو عمل میں آیا۔ اسکول کے لیئے اراضی اور عمارتوں
کی مجموعی لاگت جو (۵۰۰۰) روپے ہوتی ہے، شریمتی ڈی، ہنمنتا برداشت
کریں گی۔ یہ رقم انہوں نے اپنے پتی سرگباشی شری نارائن کی یاد میں عطیہ
دی ہے ۔

دوپہر کے کھانے کی اسکیم :

'کیر' کی دوپہر کی کھانے کی اسکیم کے تحت، ناکریکل پنچایت سمیتی
(ضلع نلگنڈہ) میں (۱۸) مراکز قائم کیئے گئے ہیں ۔
ناکریکل پنچایت سمیتی میں پیداوار کے اغراض کے لیئے قرضوں کے
طور پر (۲٫۰۵) لاکھ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ یہ رقم زرعی پیداوار میں اضافہ
کی غرض سے امداد باہمی کی انجمنوں کے ذریعہ تقسیم کی گئی۔

دھان کے کھیتوں میں ہوائی جہاز سے چھڑکاؤ :

باپٹلہ پنچایت سمیتی نے اپنے اجلاس منعقدہ ۹ر جولائی کو فیصلہ کیا
کہ سمیتی میں واقع (۳۰۰۰) ایکڑ دھان کے کھیتوں پر ہوائی جہازوں کے
ذریعہ 'انڈرائن' کا چھڑکاؤ کرایا جائے۔ سمیتی نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ
ایک چوتھائی اخراجات سمیتی برداشت کرتے، ایک چوتھائی ضلع پریشد اور
باقی خود کاشتکار برداشت کریں ۔ یہ چھڑکاؤ گرام سہایکوں کی نگرانی
میں کیا جائے گا۔ اس رقبہ میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ چھڑکاؤ پہلی بار

۶۱-۱۹۶۰ء میں کیا گیا تھا۔

ایلیمنٹری اسکول کا قیام :

پنڈلی مری پنچایت سمیتی (ضلع کڑپا) کے موضع بالو پلی میں ۲۴ جون کو ایلیمنٹری اسکول کی عمارت کا افتتاح عمل میں آیا۔ اس پر جملہ لاگت (۱۱۴۰۰) روپے آئی۔ ایک چوتھائی عوام نے فراہم کیا۔

بہترین پنچایت :

"تانوکو" نان بلاک رقبے (ضلع مغربی گوداوری) میں ویل پورکو' جو ایک بڑی پنچایت ہے، بہترین پنچایت قرار دیا گیا۔

مرغبانی کا نیا یونٹ :

کونڈاپلی پنچایت سمیتی (ضلع نیلور) میں (۱۰) مراکز پر دوپہر کے کھانے کی اسکیم کو روبہ عمل لایا جا رہا ہے۔ اور تقریباً (۲۵۰) غریب اور مستحق بچوں کو دوپہر میں مفت کھانا سربراہ کیا جا رہا ہے۔ بلاک کے چھ مواضعات میں پینے کے پانی کی باؤلیوں کی تعمیر جاری ہے۔ کوے پلی میں مرغبانی کا یونٹ قائم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں جس کے لئے عوام نے (۶۰۰۰) روپیہ فراہم کیا۔

موریوں کی تعمیر:

مریال گوڑہ پنچایت سمیتی (ضلع نلگنڈہ) کے موضع بوریاپالم میں آبپاشی کی تین باؤلیاں تعمیر کی گئی ہیں جس کے نتیجہ میں مزید اراضی پر تری کی کاشت ہو سکے گی۔ ساتھ ہی پہاڑ تانڈہ کے نوجوانوں نے پرائمری اسکول کے لئے کچا مکان تعمیر کر لیا ہے۔ یہ اسکول، لازمی تحتانی تعلیم کی اسکیم کے تحت قائم کی گئی ہے۔ کونڈراپول کے باشندوں نے (۳۰) گز پکی موریاں تعمیر کر لی ہیں۔

نئی معاون سڑکیں :

اچم پیٹ پنچایت سمیتی (ضلع محبوب نگر) میں تین نئے پرائمری اسکول قائم کئے گئے۔ تین میل سات فرلانگ لمبی معاون سڑکوں کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔ (۱۰) انجمن قرضہ و ہمہ مقصدی انجمنیں قائم کی گئیں جن کی مجموعی رکنیت (۴۴۶) ہے۔ ترقیاتی پروگرام میں عوام نے (۱۳۸۲۱) روپیہ چندہ دیا۔

عوام کا چندہ :

بانسواڑہ پنچایت سمیتی (ضلع نظام آباد) میں ۶۲-۱۹۶۱ء کی بابت عوام کے چندوں کے طور پر (۴۲۴۰۰) روپیہ محنت اور ساز و سامان کی شکل میں وصول کیا گیا۔

شرم دان :

مئی ۱۹۶۲ء میں پٹور پنچایت سمیتی (ضلع اننت پور) کے موضع بکاپورم میں اسکول کی عمارت کا افتتاح کیا گیا۔ عوام نے نقد، جنس اور محنت کی شکل میں (۳۲۰۰) روپے کا چندہ دیا۔ اسکول کی عمارت کی تعمیر کے لیئے پنچایت سمیتی نے (۱۵۰۰) روپیہ منظور کیا گیا۔ گاؤں کے باشندوں نے شرم دان کے ذریعہ (۲۵) گز جگہ صاف کر لی جو پلے گراؤنڈ کے طور پر استعمال کی جائے گی۔

مشترک امتحانات :

موسونور پنچایت سمیتی (ضلع کرشنا) میں سمیتی نے بلاک کے تمام اسکولوں کی پانچویں جماعت کے طلباء کا، ۷ سے ۹ مئی ۱۹۶۲ء تک دساقا، مشترکہ امتحان منعقد کیا۔ یہ امتحان تجربے کے طور پر لیا گیا۔ اس امتحان کا مقصد یہ تھا کہ طلباء کے دلوں سے امتحان کا خوف دور کیا جائے جس کا مظاہرہ طلباء اکثر چھٹی جماعت میں داخلے کے امتحان کے وقت کرتے ہیں۔

اساتذہ اور والدین نے اسکیم کا خیر مقدم کیا۔

وظائف :

ضلع پریشد ورنگل کی مجلس قائمہ برائے سماجی بہبود نے ضلع میں درج فہرست اقوام کے (۴۳) طلباء کو وظائف کے سلسلے میں (۱۸۰۰) روپے منظور کیا۔ کمیٹی نے ہنمکنڈہ کے پس ماندہ طبقات کی ہوسٹل کو آبرسانی اور برقی قوت کی سربراہی کے لیئے بھی ۶۵۵ روپے ۸۷ نئے پیسے کی رقم منظور کرنے کا فیصلہ کیا۔

ماہِ گزشتہ کے اہم واقعات

آندھرا پردیش میں :

۲۳ر جون

وزیر آبپاشی و برقی قوت نے مکتھل (ضلع محبوب نگر) میں پری اکسٹنشن بلاک کا افتتاح کیا ۔

۲۴ر جون

ایک مسودہ قانون گزٹ میں شائع کیا گیا جس کا مقصد زمینداروں اور لگانداروں کے تعلقات کو باضابطہ بنانا اور لگانداروں کو بعض حقوق عطا کرنا ہے ۔

۲۵ر جون

وزیر مقامی نظم و نسق نے اعلان کیا کہ تلنگانہ میں (۲۴۵) مجالس قصبہ کے چناؤ اکتوبر، نومبر میں منعقد ہوں گے ۔

۲۶ر جون

مسودہ قانون (زائد تشخیص) زرِ مالگزاری آندھرا پردیش سلکٹ کمیٹی کے سپرد کیا گیا ۔

۲۸ر جون

شریمتی للیتا سپرو نے خاندانی منصوبہ بندی کے کلنک کا افتتاح کیا جسے آندھرا مہیلا سبھا ٹرسٹ بورڈ، حیدرآباد نے قائم کیا ہے ۔

۳ر جولائی

امریکی سفیر متعینہ ہند نے نرساپور پرائمری اسکول، ضلع میدک میں دوپہر کے کھانے کی اسکیم کا افتتاح کیا ۔ اس اسکیم کو ادارہ کیر کی جانب سے شروع کیا گیا ہے ۔

۵ر جولائی

حکومت کے اس فیصلہ کا اعلان کیا گیا جس کی رو سے آندھرا پردیش میں فصلوں کے بیج کی اسکیم کے امکانات کا جائزہ لینے کے لئے سرکاری افسروں پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی ۔

۶ر جولائی

ریاستی حکومت کی اس تجویز کا اعلان کیا گیا جس کی رو سے خشکی کی اراضیات پر آبیانے کی شرح میں ۱۰۰ فیصد اضافہ کیا جاسکے گا ۔

۷ر جولائی

شری وی ۔ کے ۔ نائک کو لیجسلیٹو اسمبلی کا ڈپٹی اسپیکر منتخب کیا گیا ۔

۸ر جولائی

چیف منسٹر نے مانجرا بیراج اسکیم کا سنگِ بنیاد رکھا جس کے ذریعہ شہر حیدرآباد کو پانی کی سربراہی میں اضافہ ہو جائے گا ۔

۹ر جولائی

وزیر فینانس نے لیجسلیٹیو اسمبلی میں محکمہ امداد باہمی کے رقمی مطالبات پیش کیے۔

۱۰ر جولائی

وزیر منصوبہ بندی نے لیجسلیٹیو اسمبلی میں محکمہ منصوبہ بندی کے رقمی مطالبات پیش کیے گئے۔

۱۲ر جولائی

صدر ڈاکٹر ایس۔ رادھا کرشنن کو بلدیہ حیدرآباد کی جانب سے سپاس نامہ پیش کیا گیا۔

۱۴ر جولائی

مسودہ قانون لگانداری آندھرا پردیش مشترکہ سلکٹ کمیٹی کے حوالے کر دیا گیا۔

۱۸ر جولائی

وزیر اعظم دو روزہ دورے کے لیے حیدرآباد پہنچے۔

۱۹ر جولائی

وزیر اعظم نے نمائش میدان، حیدرآباد میں گرلز پالی ٹکنیک کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔

۲۰ر جولائی

وزیر قانون و اطلاعات نے سنگا ریڈی، ضلع میدک میں انفارمیشن سنٹر کا افتتاح کیا۔

ہندوستان میں :

۲۱ر جون

نئی دہلی میں چاروں معاہدوں پر دستخط کیے گئے جن کی رو سے ہندوستان کو (۱۳۵۶۸) کروڑ روپے کی حد تک امریکی قرضہ ملے گا۔

یکم جولائی

مغربی بنگال کے چیف منسٹر بی۔ سی۔ رائے کا دیہانت ہو گیا۔

۲ر جولائی

حکومت ہند نے (۲۵۰) کروڑ روپے کی مالیت کے نئے قرضے جاری کرنے کا اعلان کیا۔

۴ر جولائی

ہندوستان نے الجزائر کی عارضی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

۷ر جولائی

صدر ڈاکٹر ایس۔ رادھا کرشنن، چار ہفتہ قیام کے لیے حیدرآباد پہنچے۔

۹ر جولائی

مغربی بنگال کی نئی وزارت نے، شری پی۔ سی سین کی قیادت میں حلف اٹھایا۔

۱۰ر جولائی

گلوان ندی وادی میں (۴۰۰) چینی سپاہیوں نے ایک ہندوستانی چوکی کا محاصرہ کر لیا۔

مرکزی وزیر مواصلات نے مدراس میں مرکزی حکومت کی ملوکہ ہندوستان ٹیلی پرنٹرس کی عمارات کا سنگ بنیاد رکھا۔

۱۴ر جولائی

وزیر اعظم نے بنگلور میں ڈاکٹر وسویسوریا نے صنعتی و فنی میوزیم کا افتتاح کیا۔

۱۸ر جولائی

حکومت ہند نے جامعاتی تعلیم پر ۱۲، افراد پر مشتمل مجلس قائمہ کے ارکان کا اعلان کر دیا جس کے سربراہ ڈاکٹر سی۔ پی۔ راما سوامی آئیڈ ہیں۔

بدیشوں میں :

۲۴ر جون۔

کینیڈا کے وزیر اعظم نے "بیرونی زرِ مبادلہ کی صورتِ حال" سے نمٹنے کے لیے ایک کفایتی پروگرام اور سرکاری قرضہ جات کے حصول کا اعلان کیا۔

۲ر جولائی : الجزائر کے عوام نے "حق خود اختیاری کی رائے شماری میں مکمل آزادی کے لیے رائے دی۔

۴ر جولائی : حکومتی بحران کے بعد برازیل کے وزیر اعظم آرک ڈی موری مستعفی ہو گئے۔

۶ر جولائی : مشہور امریکی مصنف ولیم فالکنر کا انتقال ہو گیا، انہیں نوبل پرائز بھی ملا تھا۔

۹ر جولائی : امریکہ نے جھوٹے سے جزیرے جانسٹن سے میلوں دور سب سے بڑا نیوکلیر دھماکہ کیا۔

۱۳ر جولائی : وزیر اعظم برطانیہ نے اپنی کابینہ میں ردو بدل کا اعلان کیا۔

۱۷ر جولائی : جاپانی وزیر اعظم نے کابینہ کے تمام وزراء کا استعفیٰ منظور کر لیا۔ کابینہ میں ردو بدل کیا جائیگی۔

ضلعوں کے آنچل سے

عادل آباد

دوپہر کے کھانے کی اسکیم :

گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول، نرمل میں گزشتہ اکتوبر سے دوپہر میں مفت کھانے کی اسکیم پر کامیابی سے عمل کیا جارہا ہے۔ روزانہ ۵۰ غریب طالبات کو مقامی مخیر حضرات کے عطیوں سے دوپہر کا کھانا دیا جارہا ہے۔

آننت پور

دھرماورم میں نمائش :

دھرماورم میں ۵ر جولائی سے ۱۱ر جولائی تک "نئے ہندوستان کی تعمیر" نمائش منعقد کی گئی۔ اس نمائش کا مقصد یہ ہے کہ دلچسپ ماڈلوں اور نمونوں کی مدد سے پہلے دوسرے اور پانچ سالہ منصوبے کو کامیابی اور تیسرے پانچ سالہ منصوبے کے نصب العینوں کو اُجاگر کیا جائے۔

چتور

کیمیائی کھاد :

جون ۱۹۶۲ء کے دوران ناگر پنچایت سمیتی میں ترقی پسند کسانوں نے (۵۹۷۱) من کیمیائی کھاد استعمال کی۔

گنٹور

ماڈل اسکول کا قیام :

باپٹلہ کے قریب نرسایا پالم میں ۵ر جولائی کو ایک ماڈل اسکول کا افتتاح کیا گیا۔ اسکول کی عمارت کی تعمیر شری پی انکمانے کروائی۔

حیدرآباد

مانجرا بیراج :

چیف منسٹر نے حیدرآباد سے ۴۰ میل دور کالیگر میں ۸ر جولائی کو (۳،۷۵) کروڑ روپے کے سرمائے سے تعمیر کیئے جانے والے مانجرا بیراج کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس اسکیم کا پہلا مرحلہ اکتوبر ۱۹۶۳ء تک تکمیل پا جائے گا۔ جس سے شہر حیدرآباد اور سکندرآباد کو روزانہ (۲۰) ملین گیلن پانی سربراہ کیا جائے گا۔

کریم نگر

برقی قوت کی توسیع :

حکومت نے راماگنڈم (تعلقہ سلطان آباد) میں (۲۰) گھریلو خدمات

اور (۲۰) گلی کوچوں کو روشنی کی سربراہی کے سلسلہ میں تجویز منظور کر لی ہے اور اخراجات کے سلسلے میں (۱۱۹۰۰) روپے کی رقم منظور کی گئی ۔

ضلع کھمم

مارکیٹ کی تعمیر :

حکومت نے ویرا پنچایت کو مارکیٹ کی تعمیر کے لیئے (۵۰۰) روپے طویل مدتی قرضہ کے طور پر منظور کیا ہے ۔ ویرا میں جو دھان کا بڑا مرکز ہے مارکیٹ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی ۔

کرشنا

اسکاؤٹوں کا (۱۰) روزہ تربیتی کیمپ :

جولائی ۱۹۶۲ء مسولی پٹنم میں اسکاؤٹس ماسٹروں اور گائیڈ کپتانوں کے لیئے (۱۰) روزہ ٹریننگ کیمپ منعقد کیا گیا ۔ تربیت پانے والے افراد مقامی گورنمنٹ ٹریننگ اسکول اور لیڈی امپتھل اسکول سے تعلق رکھتے تھے ۔

محبوب نگر

آیز ' میں پری اکسٹنشن بلاک کا افتتاح :

شری این ۔ رام چندر ریڈی ، ریاستی وزیر مال نے ۸ر جولائی کو آیز میں پری اکسٹنشن بلاک کا افتتاح کیا ۔ آیز ، گدوال سے ۱۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔

وَن مہاتسو :

شری کے ۔ راجندر ریڈی ، صدر ضلع پریشد نے ضلع میں ۱ر جولائی کو وَن مہاتسو کی تقاریب کا افتتاح دفتر کلکٹری میں آم کی قلمیں لگا کر کیا ۔

نویں جماعت کا افتتاح :

پریشد ہائی اسکول ، دھنواڈا میں ۵ر جولائی کو نویں جماعت کا افتتاح کیا گیا ۔

دوپہر کے کھانے کی اسکیم :

ادارہ "کیر" آرگنائزیشن کے نمائندے نے ، جو نظامت تعلیمات سے ملحق ہے ، ۲۸ر جون سے ۱۱ر جولائی تک محبوب نگر کے تمام بلاکوں ، ۲۳ بلاکوں کا دورہ کیا ۔ تاکہ دوپہر کے کھانے کے پروگرام کو کامیابی سے رُوبہ عمل لانے کے لیئے ہر رقبہ کی حقیقی ضرورتوں کا اندازہ لگایا جا سکے ۔

میدک

گالبرتھ کے ہاتھوں دوپہر کے کھانے کی اسکیم کا افتتاح :

امریکی سفیر متعینہ ہند پروفیسر جان کینتھ گالبرتھ نے ۳ر جولائی کو جو سے ۳۵ میل دور نرساپور میں " آندھرا پردیش کیر اسکول فیڈنگ پروگرام کا افتتاح کیا ۔

پداپورم میں برقی قوت کا افتتاح :

ڈاکٹر ایم ۔ چنا ریڈی ، وزیر منصوبہ بندی و پنچایت راج نے ۷ر جولائی کو پداپورم (تعلقہ اندول) میں برقی قوت کا افتتاح کیا ۔

نلگنڈہ

سالانہ تبصرہ :

ضلع نلگنڈہ میں ۶۲-۱۹۶۱ء کے دوران مختلف کمیونٹی ڈیولپمنٹ بلاکوں میں " گھروں کی بہتری کے پروگرام " کے تحت (۱۵۹) ہیلامنڈ قائم کیئے گئے جن کے ارکانوں کی تعداد (۱۳۴۵) ہے ۔ بغیر دھوئیں کے (۳۶۲) چولھے تعمیر کیئے گئے اور (۵۱۴) خانہ باغ قائم کیئے گئے ۔ خواتین ناخواندگی دور کرنے کے سلسلے میں خواتین کی لکھائی پڑھائی کے (۱۰۲) مراکز قائم کیئے گئے اور (۶۵۷) خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھایا گیا ۔

ورنگل

ایک لاکھ درخت لگائے جائیں گے :

ورنگل میں ۷ر جولائی کو ونا مہاتسو کی تقریب منائی گئی ۔ مقامی افسروں اور غیر سرکاری افراد نے کلکٹر آفس میں آم کے پودے لگائے ۔ بعد شہریوں کے ایک جلسے میں کوئی ایک لاکھ درخت لگانے کا فیصلہ کیا گیا ۔

حسن پرتی سمیتی کا افتتاح :

وزیر منصوبہ بندی و پنچایت راج نے یکم جولائی کو حسن پرتی پنچایت سمیتی کا افتتاح کیا ۔

پینے کے پانی کے باؤلیوں کی منظوری :

ضلع پریشد کی مجلسِ قائمہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ، رجولائی کو گاؤں مادی پٹی ، تراپٹی ، اور دھرما ساگر میں پینے کے پانی کی ایک لی کی منظوری دینے کا فیصلہ کیا ۔

مشرقی گوداوری

بہترین دیہی بنک :

کوآپریٹیو سنٹرل بنک الورو نے امداد باہمی کی انجمنوں کے سال کا جائزہ لینے کیلئے ایک ذیلی کمیٹی مقرر کی تھی جس نے ضلع بھر میں "تھاڈیکال پوڈی دیہی بنک" کو بہترین دیہی بنک قرار دیا ۔

دل کو کیا ہو گیا خدا جانے

کیوں ہے ایسا اُداس کیا جانیں

کہہ دیا میں نے رازِ دل اپنا

اس کو تم جانو یا خدا جانے

(داغ)

اخباری اطلاعات

اتحادی کاشت:

حکومت آندھرا پردیش نے اتحادی کاشت کے تعلق سے اپنی پالیسی کے بارے میں نیچے بتائے ہوئے فیصلے کئے ہیں:۔

"کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹی کاشتکاروں کی رضاکارانہ انجمن ہے جس کا مقصد ذرائع و وسائل کا جس میں انسانی قوت اور یکجا کی ہوئی زمینات بھی شامل ہیں بہتر استعمال ہو۔ اور جس کے ارکان کی غالب اکثریت زرعی پیداوار، روزگار اور آمدنی کو بڑھانے کی غرض سے زرعی کاموں میں حصہ لیتی ہو۔"

حکومت نے احکام بھی صادر کئے ہیں کہ کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹیوں کے قیام میں کوئی جبر نہیں کیا جانا چاہیئے۔

حکومت اس نقطۂ نظر کو قبول کرتی ہے کہ زمینات کی یکجائی، پیداوار میں حصہ اور زرعی کاموں کا جوکھم کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹی کی نمایاں خصوصیتیں ہیں

تنظیم کا خاکہ:

کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹی کی رکنیت صرف ایسے افراد تک محدود ہونی چاہیئے جو کھیت پر کام کریں یا اس سے متعلق سرگرمیوں میں حصہ لیں بجز ایسے افراد کے جو جسمانی معذوری، سرکاری ملازمت، عمر، جنس یا دوسرے مراعات یعنی زمینات رکھنے کی وجہ سے کھیت پر عملی کام انجام نہ دے سکتے ہوں۔ غائب مالکان اراضی کی تعداد، جن کو ملا کر ایک گروپ بنا دیا جانا چاہیئے، ارکان کی مجموعی تعداد کے ثلث سے زیادہ نہ ہو اور ایسے غائب مالکان اراضی کی جانب سے دی ہوئی زمینات بھی انجمن کی جملہ زمینات کے (۵۰) فیصد تک محدود ہونی چاہئیں۔

فارم کی وسعت:

حکومت ریاستی مشاورتی بورڈ اتحادی کاشت کی یہ سفارش منظور کرتی ہے کہ فارم کی وسعت کم سے کم (۵۰) ایکڑ تری یا (۱۰۰) ایکڑ خشکی ہونا چاہیئے اور جہاں کوئی فارم تری اور خشکی دونوں قسم کی زمینات پر مشتمل ہو، تو ایک ایکڑ تری (۲) ایکڑ خشکی زمین کے مساوی سمجھی جائے گی۔ کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹی کی رکنیت سے دستبرداری کی اجازت شرکت کے تین سال بعد دی جاسکے گی۔ حکومت کی رائے میں کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹی سے ارکان کو ان کی یکجا کی ہوئی زمینات کے معاوضہ بدل کی ادائی کا تصفیہ خود سوسائٹی ہی کے انفرادی فیصلے پر چھوڑا جانا چاہیئے اور یہ کہ اس کا تصفیہ بھی کہ آیا ایسا بدل سوسائٹی کی خالص آمدنی میں سے ادا کیا جائے یا خام آمدنی میں سے۔ البتہ اگر خام آمدنی میں بدل ادا کیا جائے تو وہ لگان کی حد یعنی جو ریاست کے لگان داری قوانین کے تحت مقرر کی گئی ہو، بڑھا چڑھا نہ ہونا چاہیئے۔

کوآپریٹو فارمنگ سوسائٹی کو طویل اور وسط مدتی مالیہ حاصل کرنے

ے کے لیے سوسائٹی کے ارکان کو اس پر آمادہ کیا جانا چاہیے کہ وہ مشترکہ
لیے قرضے حاصل کرنے کے مقصد سے سوسائٹی کو یکجا کی ہوئی زمینات
رہن رکھنے کا مجاز گردانیں۔

قرضے:

حکومت کوآپریٹیو فارمنگ سوسائٹیوں کو فی سوسائٹی اوسطاً (۱۰۰۰ ۔ ۴) کے طویل اور اوسط مدتی قرضے دینے سے اتفاق کرتی ہے۔ حکومت بھی اتفاق کرتی ہے کہ ہر فارمنگ سوسائٹی کو گودام اور جانوروں کے لیے تعمیر کے لیے دو (۵۰۰۰) روپے تک کی مالی امداد دے گی۔ اس کے علاوہ کوآپریٹیو فارمنگ سوسائٹی کو انتظامی اخراجات کے تحت ۳ تا ۵ سال کی مدت کے لیے سالانہ (۱۲۰۰) روپے تک کی امداد منظور کرے گی۔ دوسری نوعیت کی امداد باہمی انجمنوں کے ساتھ ساتھ کوآپریٹیو فارمنگ سوسائٹیوں کی دیکھ بھال بھی کرنی چاہیے۔ ریاستی حکومت کی رائے ہے کہ کوآپریٹیو فارمنگ سوسائٹیوں کو جو ترقی کے ابتدائی مرحلے طے کر رہی ہیں محکمہ امداد باہمی کی قریبی نگرانی میں کام کرنا چاہیے اور ان کی نگرانی کوآپریٹیو یونینوں پر چھوڑی نہیں جانی چاہیے۔

مادی نصب العین

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ سنہ ۱۹۶۲-۶۳ء کے دوران مزید (۱۰) پائلٹ پروجکٹ شروع کئے جائیں جن میں وہ (۶) پائلٹ پروجکٹ بھی شامل رہیں گے جو سنہ ۱۹۶۱-۶۲ء میں روبہ عمل نہیں لائے گئے۔ ہر پائلٹ پروجکٹ کے تحت (۵) کوآپریٹیو فارمنگ سوسائٹیاں ہونگی۔ حکومت کا خیال ہے کہ موجودہ نوبت پر اس خصوص میں علیحدہ قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے۔

راست تقررات کا طریقہ

حکومت نے محکمہ تعلیمات کی بعض جائدادوں پر راست تقررات کے طریقے سے متعلق صورت حال کو ایک پریس نوٹ کے ذریعے واضح کیا ہے کہ ریاست آندھرا پردیش میں پہلی دفعہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔ اکثر ریاستی خدمات میں جو اپنی نوعیت میں فنی ہیں۔ مثلاً آندھرا سیول سروس (شعبہ انتظامی) کمرشیل ٹیکس سروس، آندھرا کوآپریٹیو سروس، آندھرا فارسٹ سروس، آندھرا پولیس سروس، آندھرا ٹرانسپورٹ سروس، آندھرا رجسٹریشن سروس، آندھرا ایچ۔ آر اینڈ سی۔ ای (ایڈمنسٹریٹو) سروس اور آندھرا ایجوکیشنل سروس میں جائدادیں ایک خاص تناسب میں راست تقررات کیلئے ہر وقت محفوظ کی جاتی ہیں۔ جہاں تک آندھرا پردیش ایجوکیشنل سروس کی ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں اور ٹریننگ کالجوں کے لکچراروں وغیرہ کا تعلق ہے، آندھرا پردیش ایجوکیشنل سروس کے خصوصی قواعد کے تحت ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں وغیرہ کے زمرے کی (۵۰) فیصد مخلوعہ جائدادیں راست تقرر کے ذریعے مامور کئے جانے والے امیدواروں کے لیے محفوظ کی جاتی ہیں۔ راست تقررات کا مقصد یہ ہے کہ اعلیٰ علمی قابلیتیں اور بہتر صلاحیت رکھنے والے افراد کو راغب کیا جائے اور ریاستی خدمات کے اعلیٰ زمروں میں جوان خون داخل کیا جائے۔ آندھرا پردیش ایجوکیشنل سروس کی ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں وغیرہ کے زمرے میں راست تقرر کے ذریعے لیے جانے والے امیدواروں کے لئے جو علمی قابلیتیں مقرر ہیں وہ ریاست کی کسی یونیورسٹی کے امتحانات ایم۔ اے یا بی۔ اے (آنرس) یا ایم۔ ایس سی یا بی۔ ایس سی (آنرس) میں درجہ اول یا درجہ دوم میں کامیابی ہے۔ یہ ان اسناد سے بڑھی چڑھی ہیں جو ترقی کے ذریعے لیے جانے والے افراد کے لیے مقرر ہے۔ یعنی تعلیمی ڈگری کے ساتھ ریاست کی کسی یونیورسٹی کی ڈگری ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں کی جائدادوں پر راست تقرر کے ذریعے لیے جانے والے افراد کو اگر وہ اپنے انتخاب کے وقت کوئی تعلیمی ڈگری نہ رکھتے ہوں تو خدمت پر مامور کئے جانے سے پہلے ٹریننگ کی تکمیل کرنی پڑتی ہے جس کی مدت نو مہینوں کی ہے نیز چھ مہینوں کی انتظامی ٹریننگ بھی حاصل کرنی پڑتی ہے۔

آندھرا پردیش کے قیام یعنی نومبر سنہ ۱۹۵۶ء سے ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسروں اور ہیڈ ماسٹروں وغیرہ کے زمرے میں اس سے کم تر درجوں کے عہدیداروں کی ترقی کے ذریعے تقریباً (۱۵۰) عارضی تقررات عمل میں لائے گئے۔ اس کے مقابلے میں اسی مدت میں آندھرا پردیش پبلک سروس کمیشن نے ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسروں اور ٹریننگ کالجوں کے لکچراروں کی جائدادوں پر راست تقرر کے لیے صرف (۱۶) امیدواروں کو منتخب کیا ہے (۴ امیدواروں کو فرسٹ گریڈ میں اور ۱۲ کو سکنڈ گریڈ) میں اس طرح راست تقررات کی وجہ سے محکمہ کے عہدیداروں کی ترقی کے جائز موقعے متاثر نہیں ہوئے ہیں۔

امداد کا سوال ملتوی:

حکومت نے پی۔ ایل۔ این انڈسٹریل ٹریننگ کوآپریٹو انسٹی ٹیوٹ
وجیانگرم کو جو خانگی شعبے میں قایم ہے دستکاروں کے لیے تربیتی سہولتوں کی
توسیع کی اسکیم کے تحت حکومت کی امداد سے ترقی دینے کے سوال پر غور کیا۔ اس ادارے
میں موجودہ سہولتوں اور جس طریقے پر یہ چلایا جاتا رہا ہے اس کی جانچ کیلئے
اس کا تفصیلی معائنہ کیا گیا۔ اس ادارے میں جو غیر اطمینان بخش حالات پائے
جاتے ہیں۔ ان کے پیش نظر حکومت نے اسے کوئی امداد دینے کے سوال
کو فی الوقت ملتوی کر دیا ہے۔

فیملی پنشن فنڈ:

فیملی پنشن فنڈ کے ایسے فوت شدہ پالیسی گیرندگان کے جن کا انتقال
یکم جون ۱۹۵۱ء سے پہلے ہوا ہو۔ ورثا کو چاہیے کہ وہ فیملی پنشن فنڈ سے متعلق
اپنے مطالبات سکریٹری آندھرا پردیش لایف انشورنس ڈپارٹمنٹ کے پاس
۳۱ راکتوبر ۱۹۶۲ء تک درج کرائیں۔ جس سے قاصر رہنے کی صورت میں کسی
مطالبے پر غور نہیں کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق ایسے پالیسی گیرندگان کے ورثا
پر بھی ہوگا، جو یکم جون ۱۹۵۱ء سے پہلے درجہ چہارم کی خدمات سے متعلق
نہیں رہے اور اس کے بعد فوت ہو گئے جو پالیسی گیرندے یکم جون ۱۹۵۱ء
سے پہلے درجہ چہارم کی خدمات سے متعلق نہیں رہے۔ ان کو چاہیے کہ
۳۱ راکتوبر ۱۹۶۲ء سے پہلے سکریٹری آندھرا پردیش لایف انشورنس ڈپارٹمنٹ
سے ربط قایم کریں اور اگر وہ اپنی پالیسیوں کو چالو رکھنا چاہتے ہوں تو
درجہ چہارم میں باقی نہ رہنے کی تاریخ سے پریمیم کی ادائی سے متعلق یا مقررہ
تاریخ یعنی ۳۱ راکتوبر ۱۹۶۲ء سے پہلے بیمہ شدہ تناسب رقم کے تعین
کے لیے ان کی پالیسیوں کی روانگی سے متعلق ہدایات حاصل کرلیں۔

لیجسلیٹو کونسل کے انتخابات

لیجسلیٹو کونسل کی نشستوں کے لیے انتخابات لڑنے والے امیدواروں
کی جانب سے ریاست کے چیف الکٹورل افسر کے پاس انتخابی اخراجات
کے حسابات کی ترتیب اور متعلقہ ریٹرننگ افسر کے آگے ان کی پیش سازی
کے متعلق استفسارات وصول ہو رہے ہیں۔ عوام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ
جہاں تک لیجسلیٹو کونسل کے انتخابات کا تعلق ہے۔ انتخابی اخراجات کے
حسابات کی ایسی ترتیب اور پیش سازی سے متعلق ایسی کوئی قانونی گنجایش
موجود نہیں ہے۔

ہریجنوں کی نمائندگی:

حکومت نے احکام صادر کیے ہیں کہ آیندہ جب کبھی مندروں
کے ٹرسٹیوں کا تقرر کیا جائے، ریاست کے ہر مندر کے ٹرسٹ بورڈ میں
کم سے کم ایک ہریجن رکن بھی مقرر کیا جائے۔ منشایہ ہے کہ اگر ہریجنوں میں
خوف کا کوئی احساس پایا جاتا ہو تو وہ اسے دور کر سکیں اور مندروں میں جرأت
کے ساتھ داخل ہو سکیں تاکہ اس کے آگے چل کر چھوت چھات کے مکمل
خاتمے میں مدد مل سکے۔ اسی طرح آیندہ جب کبھی مندروں کی انتظامی
کمیٹیاں (ٹرسٹ بورڈ) تشکیل دی جائیں ان میں سے کم سے کم ایک ایک
خاتون کو بھی رکن مقرر کیا جائے گا۔

محصول تفریحات سے استثنا:

حکومت نے احکام صادر کیے ہیں کہ قانون محصول تفریحات مدراس
کے تحت محصول تفریحات کی ادائی سے ڈرامہ کے تمام مظاہروں موسیقی
اور رقص کے تمام مظاہروں اور تفریحی پروگراموں کو جو رقص اور موسیقی پر
مشتمل ہوں اور رجسٹرڈ سبھاؤں یا ایسی ہی انجمنوں کی جانب سے پیش کئے
جانے والے ایسے دوسرے مظاہروں کو جو استثنا منظور کیا گیا تھا اس میں
یکم اپریل ۱۹۶۲ء سے مزید ایک سال کی توسیع دی جائے۔ حکومت نے
یہ احکام بھی صادر کیے ہیں کہ ڈانس ڈرامہ کے مظاہروں کو بھی یہ استثنا دیا جائے

یادو اطبقہ:

حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ تمام سرکاری مطبوعات
اور مراسلت میں اصطلاحات "گولا" "اداون" "گرباگوپی" "یاگوڑالا" کی بجائے
اصطلاح "یادوا" کا استعمال کیا جائے۔ اس پر فی الفور نفاذ ہوگا

محکمہ مال کے ٹسٹ

آندھرا پردیش کے قیام سے پہلے آندھرا اور تلنگانہ دونوں علاقوں
میں محکمہ مال کے عہدیداروں اور اہلکاروں کو ان قواعد یا ہدایات کے مطابق
جو ان علاقوں میں نافذ تھیں۔ محکمہ کے مختلف امتحانوں میں کامیابی حاصل کرنی پڑتی
تھی۔ اب حکومت نے احکام صادر کئے ہیں کہ ساری ریاست آندھرا پردیش
میں محکمہ مال کے ملازمین کے لیے حسب ذیل امتحانات مقرر کئے جائیں۔

الف ۔ ریونیو ٹسٹ ۔ حصہ (۱) و (۲) و (۳)
ب ۔ سیول جوڈیشل ٹسٹ حصہ (۱)
ج ۔ کریمنل جوڈیشل ٹسٹ حصہ (۱) و (۲)
د ۔ اکونٹ ٹسٹ (ماتحت عہدیداروں کیلئے) حصہ (۱)

آئندہ محکمہ مال کے عہدیداروں اور اہلکاروں کو اکونٹ ٹسٹ حصہ (۲) میں کامیابی حاصل کرنا ضروری نہ ہوگا ۔ یہ احکام یکم جولائی ۱۹۶۲ء سے نافذ ہوئے ہیں ۔

آندھرا پردیش وقف بورڈ :

حکومت نے ڈاکٹر سید اختر احمد کی بجائے ان کی رکنیت کی بقیہ مدت کیلئے سری مظہر حسین وظیفہ یاب ناظم اعداد و شمار و مردم شماری کو آندھرا پردیش وقف بورڈ کا رکن مقرر کیا ہے ۔ اس پر ۱۲ جولائی ۱۹۶۲ء سے عمل ہوا ہے ۔

○

لگے یوں تو ہزاروں ہی تیرِ ستم کہ تڑپتے رہے پڑے خاک پہ ہم
وَلے ناز و کرشمہ کی تیغِ دودم، لگی ایسی کہ تسمہ لگا نہ رہا
(ظفرؔ)

دیہات میں کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب

نیچے اُن گاؤوں اور اداروں کی فہرست دی جاتی ہے، جہاں مئی ۱۹۶۲ء کے دوران کمیونٹی ریڈیو نصب کیئے گئے

نشان سلسلہ	مرکز	تعلقہ	ضلع	تنصیب کی تاریخ
۱۔	نندناونم	کنڈوکر	نیلور	۳ر مئی ۱۹۶۲ء
۲۔	ونور	"	"	۲ر " "
۳۔	کونڈپی	"	"	۲ر " "
۴۔	جوولاڈتی	ساولی	"	یکم " "
۵۔	مڈور	الاگڈہ	کرنول	۴ر " "
۶۔	کوکنٹلا	آتماکر	محبوب نگر	۳۱ر " "
۷۔	گدوال (میونسپلٹی)	گدوال	"	۲۹ر " "
۸۔	گوڈی پلی		نلگنڈہ	۲۸ر " "
۹۔	سوم پورم اگراہرم	سامرلاکوٹا	وشاکھاپٹنم	۱۱ر " "
۱۰۔	کرشنادیوی پیٹا	نرسی پٹنم	"	۲۵ر " "
۱۱۔	یلاتی	پداپورم	مشرقی گوداوری	۹ر " "
۱۲۔	پوواڑا	ساکی ناڈا	"	۱۲ر " "
۱۳۔	گولاولی	امالاپورم	"	۲ر " "
۱۴۔	تاڈے پلی گڈم	تاڈے پلی گڈم	"	۳۰ر " "
۱۵۔	پونڈور II	اونگول	گنٹور	۸ر " "
۱۶۔	انیکاپاڑو	"	"	۶ر " "
۱۷۔	بھوسوراپلی	"	"	۶ر " "
۱۸۔	چیروکومیپالم	"	"	۱۷ر " "
۱۹۔	وینکٹ چلم پلی	دارسی	نیلور	۷ر " "
۲۰۔	ویلالاانیاڈی سالونی	"	"	۲۴ر " "
۲۱۔	رنجل	بودھن	نظام آباد	۱۲ر " "
۲۲۔	سداسیونگر	ساماریڈی	نظام آباد	۱۵ر مئی ۱۹۶۲
۲۳۔	کھاتھوریال	میدک	میدک	۲ر " "
۲۴۔	کاناکامیدی	چیپیولا	حیدرآباد	یکم " "
۲۵۔	ایکامیدی	وقارآباد	حیدرآباد	۲۴ر " "
۲۶۔	کوٹھاگڈی	"	"	۳۰ر " "

جون ۱۹۶۲ء کے دوران کمیونٹی ریڈیو کی تنصیب

۱۔	حیدرآباد	ابراہیم پٹن	کلوبلاپور	۴ر جون ۱۹۶۲
۲۔	"	وقارآباد	مکاوانم پلی	۸ر جون "
۳۔	"	"	مورنگ پلی	۹ر " "
۴۔	"	"	مومن پیٹ انفارمیشن سنٹر	۹ر جون ۱۹۶۲
۵۔	"	"	کوٹھاپلی	۱۰ر جون "
۶۔	"	"	نیارم	۱۰ر " "
۷۔	"	"	سلطان پور	۱۰ر " "
۸۔	"	"	رودم پلی	۱۰ر " "
۹۔	"	"	پنچ لنگل	۱۱ر " "
۱۰۔	"	"	تھالاپلی	۱۱ر " "
۱۱۔	"	"	داولاپلی	۱۱ر " "
۱۲۔	"	چیولا	شنکرپلی	۱۷ر " "
۱۳۔	"	ابراہیم پٹن	چیپلاپلی	۲۸ر " "

نشان سلسلہ	ضلع	تعلقہ	گاؤں یا ادارہ	تنصیب کی تاریخ
۱۴۔	حیدرآباد	ابراہیم پٹن	کوڈلا پڈکلا	۲۸ر جون ۱۹۶۲ء
۱۵۔	"	"	دھنارم	۲۸ر " "
۱۶۔	"	"	یلماپور	" " "
۱۷۔	"	"	چنتنڈل	۲۹ر " "
۱۸۔	"	"	رنگاپور	" " "
۱۹۔	"	"	چیدیڑ	" " "
۲۰۔	نظام آباد	نظام آباد	نوی پیٹھ	۲۱ر " "
۲۱۔	میدک	اندول	چیولا	۲۹ر " "
۲۲۔	عادل آباد	اتنور	دھنورا	۱۲ر " "
۲۳۔	"	عادل آباد	منگرول	۱۵ر " "
۲۴۔	"	جنور	کیتیمن پلی	۲۱ر " "
۲۵۔	"	"	جیمن پلی	۲۳ر " "
۲۶۔	"	"	نیستلا	۲۳ر " "
۲۷۔	"	"	کوٹھا پلی	۲۶ر " "
۲۸۔	نیلور	نیلور	پوڑی پرتھی	۲۰ر " "
۲۹۔	ایم رنگر	نارتھ کرنول	پالیم ماڈل اسکول	۱۹ر " "
			ین سیٹ سربراہ کیاگیا۔	
۳۰۔	ایم رنگر	نارتھ کرنول	کوڈی بند اپنچایت	۲۳ر " "
۳۱۔	"	"	تلکاپلی پنچایت	۲۶ر " "
۳۲۔	نلگنڈہ	نارتھ کرنول	پوٹلا پہاڑ	۱۹ر جون ۱۹۶۲ء
۳۳۔	"	"	ترو گنڈلا پلی	۲۲ر " "
۳۴۔	کریم نگر	سرسلہ	ریپاکا	۲۱ر " "
۳۵۔	"	کریم نگر	لنگاپور	۲۹ر " "
۳۶۔	"	"	چمن پلی	۲۹ر " "
۳۷۔	سریکاکلم	بیپیرو پلی	مردواڑا	۱۹ر " "
۳۸۔	وشاکھاپٹنم	یلامنچلی	سری رام پورم	۲۴ر " "
۳۹۔	"	"	پیاکاراؤ پیٹ	۲۳ر " "
۴۰۔	"	وشاکھاپٹنم	مدھاوادھرا	۲۸ر " "
۴۱۔	"	"	اساکا تھوکا	۲۸ر " "
۴۲۔	مغربی گوداوری	کوودور	کوودور آآ	۲۹ر " "
۴۳۔	مشرقی گوداوری	راجمندری	ڈریسورم	۳۱ر " "
۴۴۔	مغربی گوداوری	پولاورم	راجم پالم	۱۳ر " "
۴۵۔	گنٹور	ستینہ پلی	میدی کونڈور (جگم گنٹا پلم)	۷ر جون "
۴۶۔	"	گنٹور	تردکا پالم	۷ر " "
۴۷۔	"	"	پلا پاڑو	۱۵ر " "
۴۸۔	"	"	کورنے پاڑو	۳۰ر " "
۴۹۔	"	کنالی	چاوادری پالم	۲۱ر " "
۵۰۔	"	اونگول	باتنا سنجلور	۱۵ر " "

شاذ تمکنت

★

اِک پھول کا مضمون

○

"آندھی میں چراغ" :- از :- خواجہ غلام السیدین
ناشر :- انڈین اکیڈیمی - نئی دہلی
قیمت :- ساٹت روپے پچاس نئے پیسے

خواجہ غلام السیدین "این خانہ تمام آفتاب است" کی بہترین تفسیر ہیں۔ ادب و شعر کا مزاج انہیں ورثہ میں ملا ہے اور انہوں نے اِس مزاج کو جس حُزن مشربی کے ساتھ برتا ہے اس کا نہایت خوبصورت ثبوت "آندھی میں چراغ" ہے۔

خواجہ غلام السیدین علمی حلقوں میں محترم نظروں سے دیکھے جاتے ہیں ان کی اُردو اور انگریزی تحریروں کے دلآویز کارنامے جہاں دماغوں کے لیئے سامانِ چراغاں ہیں وہیں دِلوں کے حق میں بھی ضیافت ولطافت کا باعث ہیں۔ خواجہ صاحب کے کارناموں کے تفصیلی احاطہ سے قطع نظر قارئین کے لیئے اِن کتابوں کے نام ہی میرے اس دعوے کی دلیل بن جائیں گے کہ خواجہ غلام السیدین جیسے لوگ نرگس کا گریہ وزاری کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ "اقبال کا تعلیمی فلسفہ" ہو یا "مدرسہ مستقبل" "قومی سیرت کی تشکیل" ہو یا "رُوحِ تہذیب" مولانا آزاد کے "تعلیمی تصورات" ہوں یا "آندھی میں چراغ" ہر جگہ خواجہ غلام السیدین کے پُر بہار قلم نے حکایت کا سا لُطف پیدا کر دیا ہے۔

"آندھی میں چراغ" خواجہ صاحب کے سترہ مضـ[امین کا مجموعہ]
ہے۔ کتاب کو تین حِصّوں میں مُنقسم کیا گیا ہے۔ "ابدی قدریں" کے تحت دُنیا کی چند عظیم ہستیوں کا ذکر ہے، مثلاً مہاتما بدھ، شہادت امام حسینؑ اور گرو نانک، ان مضامین کے پیچھے ایک ذہن کی روشنی ہی نہیں ہے بلکہ ایک درد مند دل کی عقید[ت بھی] شامل ہے۔ حِصّہ دویم "صحبتِ اہلِ صفا" کے عنوان سے ہوتا ہے، جس میں مہاتما گاندھی، مولانا آزاد، سید راس مسعو[د]، خواجہ غلام الثقلین، شبنم، سیدہ خاتون، پنڈت جواہر لال، ڈاکٹر ذاکر حسین پر مضامین درج ہیں۔

اِن مضامین کا مطالعہ طرح طرح کا سامانِ کیف ہے۔ اسطرح کہ اِن مضامین میں خواجہ صاحب نے جگہ جگہ شع[ر] بھی بڑے حُسن کے ساتھ دے رکھا ہے، جس سے مضمون اف[...]

مشابہ ہو گیا ہے۔

حصّہ سوم "مستقبل کی پرچھائیاں" سے شروع ہوتا ہے جس کے تحت چار بصیرت افروز مضامین "آدمی سے انسان"، "ہندوستان کا مستقبل" "قوموں کی تقدیر" اور تہذیب کی حفاظت درج ہیں۔

خواجہ غلام السیدین کا طرزِ نگارش نہایت پُرتاثیر اور تہہ دار ہے۔ میں نے تہہ دار اس لئے کہا ہے کہ خواجہ صاحب کے پاس جملے کی ایسی کاٹ ملتی ہے جس کی چکا چوند سے دماغ منوّر ہو جاتا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر ذاکر حسین کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" ایک اتفاق تھا کہ وہ ڈاکٹر ہوتے ہوتے رہ گئے
طب کی تعلیم شروع کرکے چھوڑنی پڑی، ورنہ عجب
نہ تھا کہ وہ ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں کا زخم
مندمل کر دیتے "

آخری جملہ کی تعمیم ملاحظہ ہو، مافی الضمیر کی ترسیل بھی ہو گئی اور جملہ دو آتشہ بھی بن گیا۔ ایسی مثالیں پوری کتاب میں بکھری پڑی ہیں۔

خواجہ صاحب کردار نگاری کا ڈھنگ خوب جانتے ہیں۔ انہیں قلم کو برش اور روشنائی کو رنگ کی طرح استعمال کرنے میں بڑی مہارت حاصل ہے۔ اس کتاب میں ایسے دو مضمون "شبنم" (امۃ خواجہ احمد عباس) اور "ستیدہ خاتون" بھی شامل ہیں جنہیں پڑھ کر خواجہ صاحب کی مصوّری کی داد دینی پڑتی ہے۔

مجھے "آندھی میں چراغ" کے مطالعہ کے دوران میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کی کتاب "گنج ہائے گراں مایہ" یاد آتی رہی۔ شاید ان دونوں کتابوں میں ایک قدر کا رشتہ ہے جو اَزلی بھی ہے اور اَبدی بھی۔

○

کلی کلی مسکائے

از:- عبدالباسط

قیمت :- دو روپے پچاس نئے پیسے

○

عبدالباسط، مدرسۂ عالیہ کے مقبول اُستاد ہیں۔ انہوں نے "کلی کلی مسکائے" کے نام سے بچوں کی چند نظمیں شائع کی ہیں۔

بچوں کا ادب بڑے نازک مقامات کا مطالبہ کرتا ہے۔ مصنف کے لیے پہلی شرط بالغ نظری ہے اور دوسری کڑی شرط یہ بھی ہے کہ وہ بچوں کی نفسیات سے پوری طرح واقف ہو۔ ان نظموں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ باسط ہر دو اوصاف سے بہرہ مند ہیں۔

○

ہوئے ہم جو مر کے رُسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

(غالب)

آندھرا پردیش میں اشتہارات کی اشاعت

نرخنامہ

رسالہ آندھرا پردیش میں نیچے بتائی ہوئی شرحوں پر اشتہارات قبول کئے جائیں گے۔

تفصیل	انگریزی، تلگو، اُردو، ہندی، چاروں پرچوں میں: پورا صفحہ	آدھا صفحہ	پاؤ صفحہ	صرف ایک پرچے میں: پورا صفحہ	آدھا صفحہ	پاؤ صفحہ
اندرونی صفحہ	۳۰۰ روپے	۱۵۰ روپے	۱۰۰ روپے	۱۰۰ روپے	۵۵ روپے	۳۰ روپے
آخری ورق (بیرونی صفحہ)	۴۰۰ "	-	-	۱۵۰ "	..	..
سرورق اور آخری ورق (اندرونی صفحہ)	۳۵۰ "	..	..	۱۲۵ "	..	..

سال بھر کے لیے اشتہارات کی اشاعت کے معاہدے پر (۲۰) فیصد کٹوتی دی جائے گی۔

شرائط

۱۔ میکانیکل تفصیل، سائز ۱۰½" × ۸½" ڈمی۔
۲۔ ٹائٹل پیج پر کوئی اشتہار قبول نہیں کیا جائے گا۔
۳۔ پاؤ صفحہ سے کم کوئی اشتہار " " " "۔
۴۔ اشتہار کا مضمون جگہ کی صراحت اور رقم کے ساتھ ہر ماہ کی ۸ تاریخ سے پہلے دفتر ہذا میں وصول ہونا چاہیئے تاکہ اشتہار آئندہ مہینے کی اشاعت میں شامل کر لیا جاسکے۔ رقم بغیر کراس کیئے ہوئے ڈیمانڈ ڈرافٹ کے ذریعہ جو ناظم اطلاعات و تعلقات عامہ حکومت آندھرا پردیش، حیدرآباد کے حق میں اجرا کیا گیا ہو یا منی آرڈر کے ذریعہ وصول ہونی چاہیئے۔
۵۔ اشتہارات کے بلاکوں کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی لیکن اگر طباعت کے دوران میں مشین پر بلاک ٹوٹ جائیں تو اس کی ذمہ داری محکمہ ہذا پر نہ ہوگی۔
۶۔ اشتہارات کے مقام اور ترتیب سے متعلق معین ہدایات روانہ کی جائیں اور اس کی صاف طور پر صراحت کی جانی چاہیئے کہ آیا اشتہار کی اشاعت صرف کسی ایک ہی زبان کے یا چاروں زبانوں کے پرچوں میں مطلوب ہے۔

جملہ مراسلت اور رقم کی روانگی کا پتہ:

ناظم محکمہ اطلاعات و تعلقات عامہ، حکومت آندھرا پردیش، حیدرآباد دکن

اندھرا پردیش

اعداد و شمار

رقبہ اور انتظامی ڈویژن (سنہ ۱۹۶۱ءکی مردم شماری)

رقبہ	(مربع میل میں)	۱۰۶۰۵۲
مجموعی آبادی	(لاکھ میں)	۳۵۹ء۸
ضلعوں کی تعداد		۲۰
تعلقوں کی تعداد		۱۸۹
قصبات اور شہروں کی تعداد		۲۲۳
شرح آبادی (فی مربع میل)		۳۴۰

کمیونٹی ڈیویلپمنٹ پروگرام

تفصیلات	۶۰ - ۱۹۵۹ء	۶۱ - ۱۹۶۰ء	۶۲ - ۱۹۶۱ء
بلاکوں کی تعداد	۲۸۲	۳۲۶	۳۷۸
بلاکوں کی تعداد فی ہزار گاؤں پر	۱۰ء۶۶	۱۶	۱۷
بلاکوں کی تعداد دس لاکھ کی آبادی پر	۷ء۷۲	۱۶	۱۶
گاؤں کی تعداد جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے -	۱۷۸۸۷	۲۰۹۰۱	۲۴۵۰۲
آبادی جو اس پروگرام کے تحت آتی ہے (ہزاروں میں)	۱۸۷۳۱	۲۰۵۷۳	۲۳۵۶۵

پانچ سالہ بہائم شماری سنہ ۱۹۶۱ء

(ہزاروں میں)

مویشی	۱۲۳۴۵
بھینسیں	۶۹۴۹
بھیڑیں	۸۳۶۳
بکریاں	۴۲۴۷
گھوڑے و ٹٹو	۷۱
دوسرے جانور	۶۷۶
میزان	۳۲۶۵۱

معدنی پیداوار

(اعداد ہزار ٹن میں)

	۱۹۵۹ء	۱۹۶۰ء
کوئلہ	۲۲۹۶	۲۵۹۶
لوہے کی کچ دھات	۲۰۳	۲۲۳
مینگنیز	۱۶	۲۴
ابرق	۳	۳
چونے کا پتھر	۷۷۶	۱۰۳۶